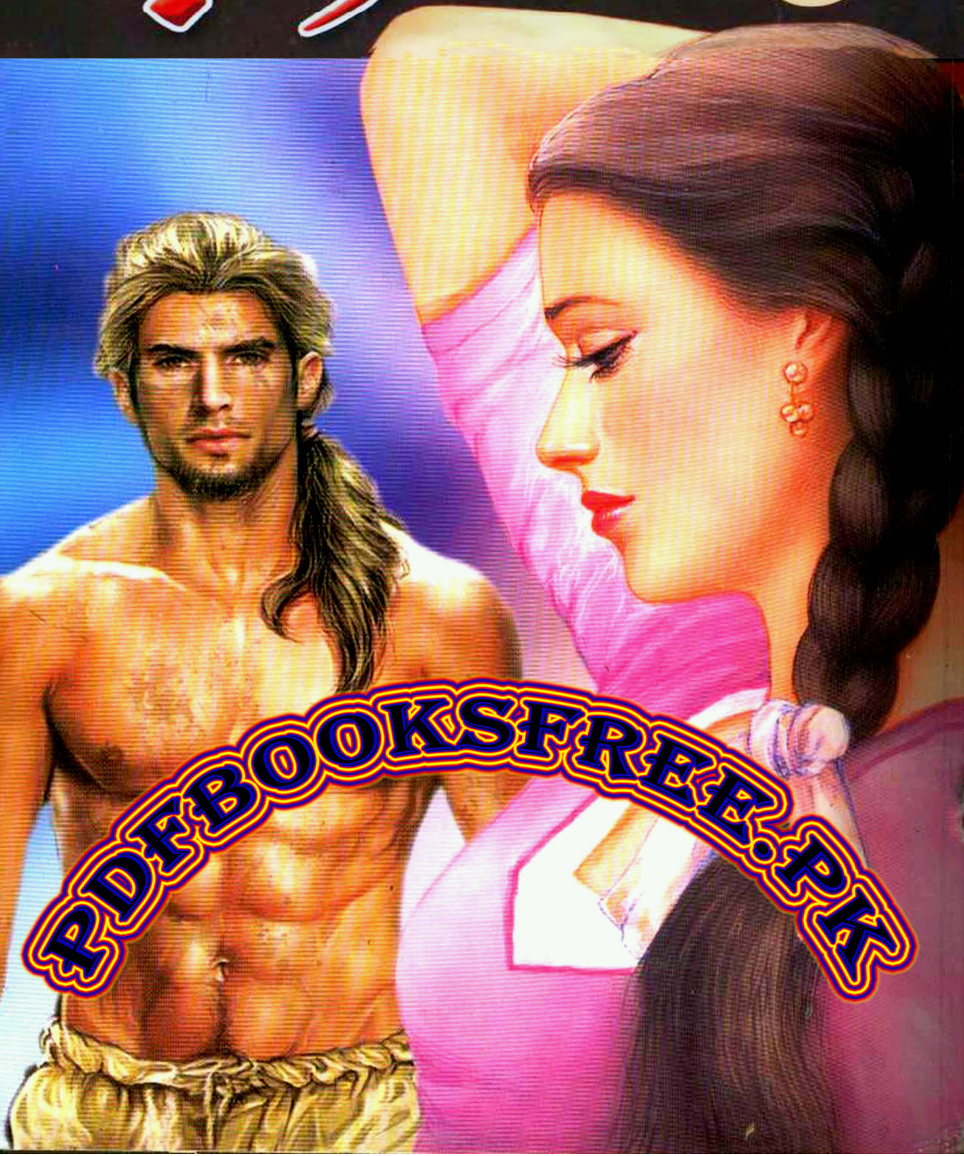
ایک نوجوان کے بلند حوصلوں اور بے مثال ولولوں کی تہلکہ خیز کہانی

سراب

راوی: شہباز ملک

تحریر: کاشف زبیر

11



ایک نوجوان کے بلند حوصلوں اور بے مثال ولولوں کی ایک تہلکہ خیز کہانی

سراب

گیارہواں حصہ

کاشف زبیر



علی میاں پبلی کیشنز

۲۰۔عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 37247414

بار اشاعت ـــــــــ اول

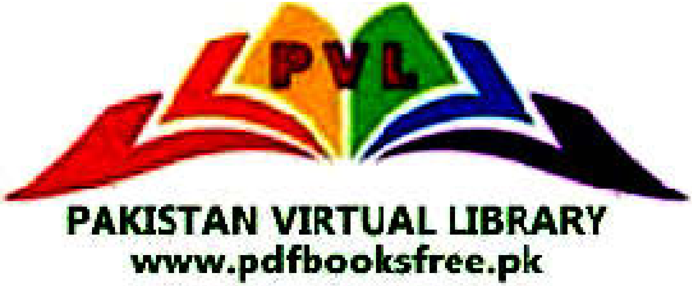
مطبع ـــــــــ یو اینڈ می پرنٹرز، لاہور

کمپوزنگ ـــــــــ عاطف رحمٰن۔لاہور

قیمت ـــــــــ 250 روپے

بیرون ملک ـــــــــ 10 برطانوی پونڈ

15 امریکی ڈالر



ISBN 978-969-517-320-6

Stokist:(U.K)

Azhar Enterprises

315, Dickenson Road
Longsight, Manchester, M13 ONR
Tel: 0044 (0) 161 224 6331

اسٹاکسٹ

علی بُک سٹال

نسبت روڈ، چوک میوہسپتال، لاہور

مجھے ہوش آیا تو میں نا قابل یقین حد تک نرم و ملائم بستر اور نہایت پُر تعیش انداز میں سجے کمرے میں تھا۔ جب میں گیس کے اثر سے بے ہوش ہو رہا تھا تو مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کام کس کا ہے۔ کیا میں دوبارہ فتح خان کے ہتھے چڑھ گیا تھا یا پھر یہ وہ تھے جنہوں نے فتح خان کو شکست دی تھی۔ ہوش میں آنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ میں شاید مخالف پارٹی کے ہاتھ آیا تھا۔ ورنہ فتح خان دولت مند سہی لیکن اس کے پاس اس قسم کی کوئی پُر تعیش جگہ نہیں تھی وہ خود نارمل جگہوں پر رہنے کا عادی تھا۔ اس کے نزدیک عیاشی صرف شراب اور عورت کا نام تھا اسے بڑے بڑے ٹھکانوں سے خاص دلچسپی ہیں تھی۔ میں نے اسے کچھ اچھی جگہوں پر بھی دیکھا تھا لیکن عام طور سے اس کے ٹھکانے بس سر چھپانے کی جگہ ہوتے تھے۔

میرے جسم پر دوسرا اور صاف ستھرا لباس تھا اور میرے ہاتھ پاؤں سے ایسا لگ رہا تھا جیسے انہیں باقاعدہ صاف کیا گیا ہو۔ لباس معمول کے مطابق تھا اس کے باوجود مجھے سردی نہیں لگ رہی تھی کیونکہ کمرے میں درجہ حرارت نارمل تھا۔ میں فوری طور پر اندازہ کرنے سے قاصر تھا کہ میں کہاں آ گیا تھا؟ میں اسی وادی کے آس پاس تھا یا مجھے نیچے کسی شہر منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس طرح یہاں دن رات کا بھی پتا نہیں چل رہا تھا۔ کمرے میں کوئی گھڑی نہیں تھی اور میری کلائی پر موجود گھڑی بھی غائب تھی۔ بلکہ سوائے لباس کے اور کچھ نہیں تھا۔ شاہانہ بیڈ کے سرہانے شیشے کی میز پر ایک بلورین جگ اور گلاس رکھا تھا۔ جس میں کوئی گلابی رنگ کا مشروب موجود تھا۔ میں نے اسے تھوڑا سا گلاس میں ڈالا، سونگھ کر دیکھا۔ اس میں بڑی مسحور کن مہک آ رہی تھی۔ پینے سے پہلے احتیاطاً اسے چکھا۔ ذائقہ بھی بہترین تھا مجھے الکوحل کا شبہ تھا لیکن اس مین ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔ پیاس شدت کی تھی اس لئے میں یکے بعد دیگرے دو گلاس پی گیا۔ اگر اس میں کوئی بے ہوشی کی دوا شامل تھی تب بھی میں مجبور تھا۔ مگر اس میں کوئی ایسی دوا شامل نہیں تھی بلکہ اسے پی کر مجھے اپنے اندر توانائی محسوس ہوئی تھی۔

بستر سے نیچے فر اور چمڑے کے خوب صورت، نرم و گرم سلیپر رکھے تھے۔ میں سلیپر پہن کر دروازے تک آیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ بند ہو گا لیکن خلافِ توقع وہ کھلا ہوا ملا۔ جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا کہیں گھنٹی کی مترنم آواز آئی اور اس سے پہلے کہ میں باہر جاتا۔ دروازے پر ایک لڑکی نمودار ہوئی۔ اس نے بہت خوب صورت کڑھائی کیا ہوا لباس پہن رکھا تھا اور اس کی ذاتی دلکشی کا کیا کہنا۔ یوں لگا جیسے کوئی پری زمین پر اتر آئی لیکن وہ بے چاری ایک معمولی خادمہ تھی۔ میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ وہ راجا عمر دراز کے محل کی ایک خادمہ تھی جسے

کیا تھا کہ وہ راجا صاحب تک پہنچ سکے گی اور ویسے مجھے یقین تھا کہ وہ اپنی راہ بنا لے گی۔"

"وہ پہاڑوں میں بھٹک گئی تھی۔ تین دن پہلے یہاں پہنچی تھی۔" بیگ بولا۔ "ویسے مس شا سے ملنے سے پہلے مناسب ہوگا آپ مجھے ذرا تفصیل سے بتا دیں کہ وہاں ہوا کیا تھا۔"

میرے اغوا والے واقعے سے وہ یقیناً واقف تھا کیونکہ عبداللہ اسے رپورٹ دے چکا ہوگا۔ میں نے اسے وادی میں آمد اور پھر یہاں برٹ شا اور فتح خان کی آمد سے لے کر بعد تک آنے والے واقعات اختصار سے سنائے لیکن تمام ضروری تفصیلات بھی بیان کیں۔ وہ غور سے سن رہا تھا میری بات ختم ہوئی تو اس نے سوال کیا۔

"برٹ شا نے مرنے سے پہلے آپ کو کچھ بتانے یا ہیروں کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی تھی؟"

اس کی بات پر میں حیران ہوا تھا لیکن حیرت تاثرات تک نہیں آنے دی تھی۔ میں نے سوچ کر کہا۔ "یہ خیال آپ کو کیوں آیا؟"

"شہباز صاحب میری عمر راجا صاحب سے کچھ ہی کم ہے اور میں نے دنیا دیکھی ہے برٹ شا جیسے لوگ اَنا کے مارے ہوتے ہیں اور اگر وقت اس کے ہاتھ سے نکل رہا تھا تو اس نے یقیناً آپ کو بتانے کی کوشش کی ہو گی کہ ہیرے کہاں ہیں وہ اب بھی اس فکر میں ہوگا کہ ہیرے پارٹی تک پہنچ جائیں تا کہ اس کی ساکھ پر آنے والا دھبہ مٹ سکے۔"

بیگ کی سمجھ بوجھ واقعی وزیروں والی تھی۔ میں نے جواب دیا۔ "برٹ شا نے کچھ کہا تو تھا لیکن فائرنگ کا شور وادی میں گونج رہا تھا اس لیے میں صحیح طور پر نہیں سن سکا کہ اس نے کیا کہا تھا۔ شاید اس نے شمال کا لفظ کہا تھا۔"

بیگ چونکا۔ "آپ کا مطلب ہے وادی کا شمال؟"

"مطلب تو برٹ شا جانے کہ اس کی مراد کس شمال سے تھی۔"

بیگ نے اپنے سوال کا خود جواب دیا۔ "یقیناً اس کی مراد وادی کے شمال سے ہوگی ورنہ صرف شمال کی سمت کہنے سے تو ہیروں کا سراغ نہیں ملتا اس کا مطلب ہے ہیرے وادی میں شمال کی طرف چھپائے گئے ہیں۔"

"اس کا پتا تو مجھے بھی ہے کہ اس نے ہیرے شمالی ڈھلان میں کہیں چھپائے تھے لیکن یہ شمالی ڈھلان بھی بہت بڑی ہے اور ہیرے کہاں ہیں یہ جاننا تقریباً ناممکن ہے۔ ویسے کیا آپ ہیرے تلاش کرنا چاہتے ہیں؟"

بیگ کھسیا گیا۔ "ارے نہیں شہباز صاحب ہم ان چکروں میں پڑنے والے لوگ نہیں ہیں۔"

"فتح خان کا ہاتھ سے نکلنا برا ہوا ہے۔" میں نے کہا۔ "آپ کے آدمیوں نے بہت اچھے انداز میں ان لوگوں کو ٹیک اوور کیا لیکن بد قسمتی سے فتح خان اس وقت وہاں نہیں تھا۔ اس کے قبضے میں میری ہونے والی بیوی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" اس نے کہا۔ "عبداللہ کی طرف سے خبر یہ ہے کہ وہ اور آپ کے دوسرے ساتھی انہیں تلاش کرنے میں کچھ کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔"

میرا دل دھڑکا تھا۔ "وہ کیسے.....؟ اور آپ کو کیسے علم ہوا کہ سویرا فتح خان کے قبضے میں ہے؟"

"مہرو سے پتا چلا۔ میں نے فوری طور پر عبداللہ اور آپ کے ساتھیوں کو اس کی اطلاع دی تھی اور انہوں

نے اسی وقت سے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔''

''کیا میں ان سے بات کر سکتا ہوں؟''

''کچھ دیر بعد۔'' بیگ نے اپنے ہاتھ پر بندھی گھڑی دیکھ کر کہا۔ ''کسی وجہ سے سیٹلائیٹ انٹرنیٹ کنکشن ٹوٹ گیا ہے اسے دوبارہ ملانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔''

راجا عمر دراز کا محل دور دراز تھا اس لیے یہاں مواصلات کے لیے سیٹلائیٹ انٹرنیٹ کا سہارا لیا گیا تھا اس کے علاوہ یہاں سیٹلائیٹ فون بھی تھا۔ شاید دونوں ایک ہی کنکشن سے کام کرتے تھے۔ میں نے بیگ سے کہا کہ جب تک کنکشن دوبارہ بحال کیا جا رہا ہے میں ایمن سے مل لوں۔ کچھ دیر بعد میں اسی دلکش خادمہ کی دلکش چال کا تعاقب کرتے ہوئے ایمن کے مخصوص کمرے تک پہنچا۔ دستک کے جواب میں اس نے بلند آواز سے کہا۔ ''یس کم اِن۔''

میں اندر آیا تو ایمن مجھے دیکھتے ہی تیزی سے میری طرف آئی پھر اسے خادمہ کا خیال آیا اور اس نے اشارے سے اسے جانے کو کہا۔ خادمہ کے جاتے ہی وہ میرے سینے سے لگ کر رونے لگی تھی۔ اس نے بھی مقامی طرف کا ڈھیلا لباس پہن رکھا تھا اس کے باوجود وہ اس پر جچ رہا تھا۔ اس کے آنسو میری قمیص بھگونے لگے تھے۔ میں نے اسے نرمی سے شانے سے تھام کر الگ کیا اور بستر کے کنارے بٹھایا اور پھر خود کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''ایمن مجھے افسوس ہے۔''

''پاپا۔'' وہ سسکی۔ ''انہوں نے مجھے پہچانا بھی نہیں تھا۔''

میں اسے نہیں بتا سکتا تھا کہ اس کے باپ نے اسے پہچان لیا تھا لیکن اس کی جان بچانے کے لیے وہ بدستور دیوانہ بنا رہا تھا اگر وہ اسے پہچان لیتا تو فتح خان کے ہاتھ ایک ترپ کا یقینی پتا آ جاتا اور وہ اسے استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ فی الوقت اسے کچھ نہیں بتاؤں گا ہاں بعد میں کبھی موقع آیا تو میں اسے حقیقت سے آگاہ کر سکتا تھا۔ فتح خان کی مسلسل قید نے اس کا دماغی توازن بگاڑ دیا تھا۔

''پاپا کو کس نے مارا؟''

''فتح خان کے ایک ساتھی اور فتح خان نے غصے میں اسے بھی وہیں گولی مار دی تھی برٹ شا کی موت اس کی زندگی کا سب سے بڑا حادثہ ہے۔'' میں نے کہا اور اس بار بھی اسے پوری بات بتانے سے گریز کیا۔

ایمن کے چہرے پر غصہ آ گیا۔ ''لیکن پاپا کی موت کا ذمے دار وہی ہے۔''

''اس میں کیا شک ہے۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن بدقسمتی سے وہ نکل جانے میں کامیاب رہا۔''

''وہ کس طرح نکلا؟''

میں نے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ میں نے فتح خان کو بلوانے کے لیے برٹ شا کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ ایمن کو بتانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جو ہوا تھا وہ میں جانتا تھا یا فتح خان جانتا تھا۔ میں نے ایمن کو یہ بھی نہیں بتایا کہ اس کا باپ ڈرامہ کر رہا تھا بے شک اس کا مقصد جو بھی ہو لیکن اسے یہ مقصد اپنی جان اور اپنی اولاد سے بڑھ کر عزیز تھا۔ ایمن برٹ شا کی باتیں کرتی رہی۔ میں سنتا رہا اور درمیان میں اسے تسلیاں بھی دیتا رہا۔

کچھ دیر بعد اس کی حالت سنبھل گئی اور میرے مسائل کی طرف توجہ دی۔

''سویرا کا پتا چلا؟''

''میرے ساتھی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ وہ شہر میں کہیں ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ انہیں کسی حد تک کامیابی بھی ملی ہے لیکن کسی وجہ سے یہاں مواصلاتی رابطہ نہیں رہا ہے اسے ٹھیک کرنے کی کوشش جاری ہے۔''

''پاپا نے ان ہیروں کے لیے جان دے دی۔'' اسے پھر باپ کی یاد ستانے لگی۔

''ہم نہیں کہہ سکتے کہ برٹ شا کے ذہن میں کیا تھا کیونکہ کوئی شخص دولت کی خاطر اتنی تکلیفیں اور اتنی طویل قید برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔''

''پاپا کی ڈیل تھی انہیں یہ ہیرے ہر صورت پارٹی تک پہنچانے تھے یہ صرف ان کی نہیں ہمارے خاندان کی ساکھ اور عزت کا معاملہ بھی تھا۔ برطانیہ میں کہتے ہیں کہ شا خاندان بات کر کے پیچھے نہیں ہٹتا ہے۔ اگر ہیرے نہیں پہنچتے تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے۔''

''ہیرے تو اب بھی نہیں پہنچے۔'' میں مسکرایا۔ ''دوسرے اسی خاندان کے ایک فرد ڈیوڈ شا نے بارہا اس اصول کی دھجیاں اڑائی ہیں۔''

''وہ ایک الگ بات ہے وہ ہیرے کہیں مارکیٹ میں آئے نہیں ہیں کیونکہ ان کی ساخت اور صورت کا سب کو علم ہے اگر ان کی ساخت چھپانے کے لیے ان کو دوبارہ تراشا جاتا تو ان کی وہ قدر و قیمت باقی نہیں رہتی۔ یوں سمجھو کہ شکل بدلنے سے پچاس ملین ڈالرز کے ہیرے پانچ ملین ڈالرز کے بھی نہیں رہ جاتے۔ پھر پاپا بھی غائب تھے اس لیے بات ہماری عزت پر نہیں آئی یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ پاپا ہیروں سمیت کسی کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ وہ خود ہیروں سمیت کہیں رُوپوش نہیں ہو سکتے تھے۔''

میں نے سوچا اور ایمن سے پوچھا۔ ''اب کیا صورتِ حال ہوگی کیونکہ برٹ شا دنیا میں نہیں رہا ہے اور ہیرے بدستور غائب ہیں۔ اس بارے میں کیا کہتی ہو؟''

''پارٹی معاملات دیکھ رہی ہوگی۔ اس کا تعلق اٹلی سے ہے۔ اگر اسے محسوس ہوا کہ اس کے ساتھ کہیں دھوکا کیا جا رہا ہے تو وہ پاپا کے وارث کو پکڑے گی اور اس سے ہیروں کا مطالبہ کرے گی۔''

''یعنی تم سے؟''

ایمن پہلی بار مسکرائی۔ ''نہیں ڈیوڈ شا سے...... پاپا کی جاگیر اور خطاب اسی کے حصے میں آیا ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ڈیوڈ شا انہیں انکار بھی نہیں کر سکتا۔''

''مافیا؟''

''ہاں...... ویسے یہ میرا اندازہ ہے لیکن جہاں تک میں نے جانا ہے یہ مافیا والے ہیں کیونکہ اس پارٹی کے سب سے اہم آدمی سیسلو مندانی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اٹلی کا سب سے طاقتور مافیا چیف ہے۔ اس پر کئی بار مقدمہ بھی چلا ہے لیکن یہ عدالت سے بری ہو گیا ویسے اٹلی کی پارلیمینٹ کا ممبر اور معروف بزنس مین ہے۔''

''سن کر خوشی ہوئی کہ اٹلی جیسے مہذب یورپی ملک میں بھی مجرم اور قاتل پارلیمنٹ میں پہنچ جاتے ہیں۔''

میں ہنسا ''یہ ہیرے کس ڈیل کا حصہ تھے؟''

''تم نہیں جانتے؟'' اس نے حیرت سے کہا۔ ''افغان وار کے دوران یہاں اسلحے کی سپلائی کی ادائیگی ان ہیروں سے کی جاتی تھی۔ اسلحہ پہنچانے اور بعد میں ہیرے لے کر پارٹی تک لے جانے کی ذمے داری پاپا کی تھی۔ وہ سرکاری طور پر اس ذمے داری کے لیے چنے گئے تھے۔''

''شاید پہلے بھی اس کا ذکر ہوا تھا لیکن یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''اگر پارٹی کو شبہ ہو جائے کہ ہیروں کے معاملے میں دھوکا ہوا ہے تو وہ ڈیوڈ شا سے باز پُرس کرے گی اور پھر اسے مجبور کر سکتی ہے کہ وہ ان کا نقصان پورا کرے۔''

''بالکل یہی بات ہے۔'' ایمن بولی۔ ''مجھے لگ رہا ہے کہ ایسا ہوگا کیونکہ اس دوران میں جب پاپا غائب تھے تو ڈیوڈ شا متعدد بار پاکستان آیا جب کہ بظاہر یہاں اس کا کوئی بزنس نہیں ہے۔''

''بزنس تو ہے تم نہیں جانتی ہو کہ وہ ان لوگوں کا ایجنٹ بن کر آتا تھا جو مافیاؤں کی بھی مافیا ہیں۔ جن کے حکم سے سرتابی کی مجال کسی میں نہیں ہے۔ اس لیے میرا نہیں خیال ہے کہ کوئی مافیا چاہے وہ کتنی طاقتور کیوں نہ ہو ڈیوڈ شا سے سوال جواب کرنے کی ہمت کرے گی۔''

ایمن نے نفی میں سر ہلایا۔ ''تم مافیا کے بارے میں نہیں جانتے ہو یہ بہت طاقتور ہیں۔ اٹلی کا شمار دنیا کی بڑی طاقتوں میں ہوتا ہے لیکن اندر سے یہ بھی مافیا کے سامنے کمزور پڑ جاتا ہے۔ خود امریکہ میں مافیائیں طاقتور ہوتی جا رہی ہیں۔ ان کا طریقہ کار چھپا ہوا ہوتا ہے یہ نہ کھل کر کسی کو چیلنج کرتی ہیں اور نہ کسی پر کھلا وار کرتی ہیں۔ یہ چھپ کر وارننگ دیتی ہیں اور اگر مخالف پھر بھی نہ مانے تو یہ چھپ کر وار کر کے اس کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔ صرف اٹلی میں ہر سال ایک ہزار سے زیادہ قتل مافیا کے اشارے پر ہوتے ہیں اور ان کے قاتل بہت کم پکڑے جاتے ہیں۔''

''پھر بھی فرض کر لیا جائے کہ مافیا والے کسی وجہ سے ڈیوڈ شا پر ہاتھ نہیں ڈال پاتے تو کیا اس صورت میں ان کا رخ تمہاری طرف نہیں ہوگا؟''

''اصولی طور پر تو نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اگر کسی مرنے والے سے قرض وصولنا ہو تو اس کے وارث سے رجوع کیا جاتا ہے۔ میں پاپا کی وارث نہیں ہوں۔''

''ڈیوڈ شا ایک نظام کے تحت اس کا وارث بنا ہے اس لیے ممکن ہے مافیا اسے عمومی معنوں میں وارث نہ لے۔''

میری بات سن کر ایمن سوچ میں پڑ گئی تھی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا۔ ''تم بلاوجہ بحث کرنے والے آدمی نہیں ہو کیا تمہارے ذہن کوئی خاص بات ہے؟''

''ہاں میرے ذہن میں ایک بات ہے لیکن میں راجا عمر دراز سے بات کر کے اسے واضح کروں گا۔''

''راجا۔'' ایمن نے گہری سانس لی۔ ''میں کل سے یہاں ہوں اور ابھی تک مجھے کسی سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں دیا گیا ہے۔''

''مثلاً کس سے رابطہ؟''

''میں اپنی ایمبیسی سے رابطہ کرنا چاہتی تھی لیکن مجھے بتایا کہ موسم کی خرابی کی وجہ سے فی الحال محل سے کہیں بھی رابطہ ممکن نہیں ہے۔ کیا میں یہاں نظر بند ہوں۔''

''تقریباً ایسا ہی سمجھو بلکہ یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ تم راجا عمر دراز کے پاس نہیں ہو۔ وہ اس معاملے میں کسی طرح سے ملوث نہیں ہونا چاہتا ہے۔''

''حالانکہ یہ اسی کے آدمی تھے جنہوں نے فتح خان کے کیمپ پر حملہ کیا تھا۔ میرے خدا وہ اتنی تیزی سے آئے کہ فتح خان کے آدمیوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا اور انہوں نے ایک منٹ میں سب کو شوٹ کر دیا تھا۔''

''کوئی نہیں بچا؟''

ایمن نے نفی میں سر ہلایا۔ ''انہوں نے شوٹ فور کل کیا تھا۔ فتح خان کے پانچ آدمیوں میں سے کسی ایک کو بھی اپنا ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ حملہ آوروں کی قیادت ایک رشین کر رہا تھا۔''

''رشین۔'' میں نے تعجب سے کہا۔

''ہاں وہ رشین ہی تھا میں نے تصدیق کے لیے اسے رشین میں چند جملے کہے تو اس نے جواب بھی دیا تھا۔ مجھے تھوڑی بہت رشین آتی ہے۔''

میں نے اس سے پہلے راجا عمر دراز کے محل یا آدمیوں میں کوئی رشین نہیں دیکھا تھا۔ ممکن ہے اسے حال ہی میں ہائر کیا گیا ہو۔ جب سے ڈیوڈ شا والا چکر شروع ہوا تھا اور راجا عمر دراز کے محل سے تصویر اور پتھر چوری ہوئے تھے تب سے اس نے اپنی سیکورٹی بڑھانے پر توجہ دی تھی۔ شہر میں اس کے پاس عبداللہ جیسا آدمی تھا اور یہاں محل میں بھی مجھے نہایت تربیت یافتہ سیکورٹی گارڈز نظر آئے تھے۔ ''راجا عمر دراز کے آدمی تمہیں براہِ راست یہاں لے آئے تھے؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''صرف چند گھنٹوں کے اندر، ان پہاڑوں پر بھی یہ بہت تیزی سے سفر کرتے ہیں۔'' اس نے کہتے ہوئے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ''شہباز مجھے یہاں سے جانا ہے ابھی پاپا کی لاش لے کر واپس جانا ہے اور ان کی آخری رسومات ادا کرنی ہیں۔''

''میرا خیال ہے تم کل صبح ہوتے ہی جا سکو گی۔ اگر موسم بہتر ہوا تو ہیلی کاپٹر آ جائے گا لیکن تمہیں وعدہ کرنا ہوگا کہ اس معاملے میں تم کہیں بھی راجا عمر دراز کا نام نہیں لو گی بلکہ تمہیں بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ تم کہاں سے آ رہی ہو۔ اگر برٹ شا کی موت سے بھی بے خبری ظاہر کرو تو اچھا ہے یہ اطلاع یقیناً ایمبیسی کو دی جا چکی ہوگی اور تم وہاں سے رابطہ کرو گی تو تمہیں خود پتا چل جائے گا۔''

''تم نے ٹھیک مشورہ دیا ہے میں ایسا ہی کروں گی۔''

مجھے وقت کا اندازہ نہیں تھا۔ ایمن نے بتایا کہ شام کے ساڑھے سات بج رہے ہیں۔ پھر اس نے مہرو کے بارے میں پوچھا۔ ''یہ کون ہے اور تمہارے پاس کہاں سے آئی؟''

''پتا نہیں کیا مسئلہ ہے جہاں جاؤ کوئی نہ کوئی لڑکی کوئی مسئلہ لیے موجود ہوتی ہے۔'' میں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا اور پھر اسے مہرو کی مختصر کہانی سنائی۔ ایمن کو فوراً اس سے ہمدردی ہو گئی تھی۔

''یہ بے چاری تو بہت مظلوم ہے۔''

''ہاں لیکن راجا کا سیکرٹری بیگ اس کے بارے میں فکرمند ہے سنا ہے اس نے آتے ہی راجا عمر دراز کو متاثر کرلیا ہے اور اب اس کی تیمارداری وہی کررہی ہے۔''

''میں نے محسوس کیا ہے کہ خود بیگ راجا کے بارے میں بہت حساس ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ کوئی راجا سے ایک حد سے زیادہ قریب نہ ہونے پائے۔''

''تم نے بالکل ٹھیک محسوس کیا ہے اور میں نے بارہا دیکھا ہے۔ بہرحال یہ ان دونوں کا مسئلہ ہے۔ تمہارا مسئلہ یہ ہے کہ تم برٹ شا کی میت انگلینڈ لے جانا چاہتی ہو اور میں جلد از جلد اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔''

''تاکہ سویرا کو فتح خان سے چھڑا سکو۔'' ایمن کا لہجہ بدل گیا تھا۔

''ظاہر ہے یہ میری عزت کا معاملہ ہے اور ہمارے ہاں ایسی باتوں پر قتل کرنا یا ہوجانا معمولی بات ہے۔''

ایمن کچھ دیر کے لیے چپ ہوگئی پھر اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''ایک بات پوچھوں سچ بتاؤ گے؟''

مجھے اندازہ تھا کہ وہ کیا بات پوچھے گی۔ ''ہاں تم پوچھ سکتی ہو۔''

''سویرا سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟''

میں نے گہری سانس لی۔ ''ایمن تمہارے لیے یہ بات جاننا ضروری ہے؟''

''میں نے پوچھا ہے۔'' اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ ''اگر تم جواب نہیں دینا چاہتے تو تمہاری مرضی ہے۔''

''ایمن تم نے سچ کی شرط رکھی ہے اس لیے بتارہا ہوں سویرا میری محبت ہے اب سے نہیں بلکہ اس وقت سے جب میں محبت کا مفہوم بھی نہیں جانتا تھا۔ مگر تقدیر نے ہمارے ساتھ مذاق کیا اور سویرا میرے بھائی کا مقدر بن گئی۔ پھر تمہیں علم ہوگا کہ مرشد نے سازش کرکے میرے بھائی کو قتل کرادیا اور سویرا بیوہ ہوگئی۔ اب میرے والد نے اپنی غلطی کی تلافی کے لیے سویرا اور میری شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

ایمن نے گہری سانس لی۔ ''تب تو تم خوش قسمت ہو جو اپنی محبت پالو گے۔''

''ہاں اور تم اندازہ کرسکتی ہو کہ میں سویرا کے لیے کس قدر فکرمند ہوسکتا ہوں۔''

اس نے میری طرف دیکھا۔ ''مجھے اندازہ ہے اور مجھے اس بات پر بھی رشک آرہا ہے کہ تم کسی بھی پریشانی کو خود پر حاوی نہیں ہونے دیتے۔''

''مجھے اس کی عادت ہوگئی ہے۔'' میں نے سر ہلایا۔

دروازے پر دستک ہوئی اور ایمن کی اجازت سے خادمہ اندر آئی۔ ''کچھ دیر میں کھانا لگنے والا ہے۔ آپ دونوں تشریف لے چلیے۔''

میں اور ایمن اس کے ساتھ محل کے چھوٹے ڈائننگ ہال میں آئے۔ وہاں راجا عمر دراز موجود تھا۔ اس نے گرم جوشی سے مجھے سینے سے لگایا۔ بیگ ٹھیک کہہ رہا تھا حکیم قادس کے علاج سے اس کی صحت پہلے سے بہتر لگ رہی تھی۔ میں نے یہ بات کہی۔ ''راجا صاحب اب آپ پہلے سے بہتر نظر آرہے ہیں۔''

''ہاں لیکن بس یہ اوپر سے ہے اندر میں جانتا ہوں کینسر اپنے پاؤں پھیلا رہا ہے۔'' اس نے آہستہ سے

کہا۔

ایمن کو پہلی بار پتا چلا تھا کہ راجا عمر دراز کو کینسر ہے اس نے رسمی انداز میں افسوس ظاہر کیا اور راجا نے رسمی انداز میں اس سے باپ کی موت کی تعزیت کی۔ ہم کھانے کی میز پر آ گئے۔ کھانا خاموشی سے کھایا گیا۔ راجا عمر دراز کے لیے مخصوص پرہیزی کھانا تھا لیکن میرے اور ایمن کے لیے کئی بہترین اور لذیذ ڈشز تھیں۔ میں چوبیس گھنٹے بعد کھانا کھا رہا تھا اس لیے بھوک ذرا کھل گئی تھی۔ کھانے کے فوراً بعد راجا عمر دراز کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایمن سے کہا۔ ''تم آرام کرو جلد تمہیں اسلام آباد پہنچا دیا جائے گا۔''

''شکریہ راجا صاحب۔'' ایمن نے کہا تو میں نے اس کے لہجے میں خفیف سا طنز محسوس کیا تھا۔ وہ خادمہ کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد راجا عمر دراز نے میری طرف دیکھا۔

''شہباز میرے ساتھ آؤ۔''

راجا عمر دراز مجھے اپنے کمرے میں لے آیا۔ پہلے یہ کمرہ سوچ و بچار کے لیے مخصوص تھا اور یہاں سوائے ایک شاہانہ قسم کی آرام کرسی کے اور کچھ نہیں تھا لیکن جب راجا عمر دراز کی طبیعت خراب ہوئی تو اس نے اپنا بیڈ روم اوپر سے محل کے اس کمرے میں منتقل کر لیا تھا۔ کیونکہ کھانے کے بعد حکیم قادس نے اسے آرام کرنے کی ہدایت کی تھی۔ وہ مجھ سے بات بھی کرنا چاہتا تھا اور یہ صرف بیڈ روم میں ممکن تھا۔ راجا بستر پر لیٹ گیا اور اس نے مجھے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے کہا۔

''راجا صاحب سب سے پہلے تو میں آپ کی طرف سے بروقت مدد کا شکریہ ادا کروں گا۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے میں تم سے کہہ چکا ہوں میں تمہیں اپنے وجود کا ایک حصہ سمجھتا ہوں تم میرے بیٹے کی طرح ہو اور بیٹے باپ کا یا باپ بیٹے کا شکریہ ادا نہیں کرتے ہیں۔''

''یہ آپ کی اعلیٰ ظرفی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن ایک بری بات یہ ہوئی کہ فتح خان نکل گیا اور سویرا اس کے قبضے میں ہے۔''

راجا عمر دراز نے سر ہلایا۔ ''میں جانتا ہوں شہر میں تمہارے ساتھی اسے تلاش کر رہے ہیں اور سنا ہے انہوں نے کچھ پیش رفت بھی کی ہے۔''

''میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں لیکن ابھی تک انٹرنیٹ کا رابطہ بحال نہیں ہوا ہے۔''

راجا عمر دراز نے ایک چھوٹا سا جدید موبائل ساخت کا واکی ٹاکی اٹھایا اور بیگ سے رابطہ کیا۔ ''رابطہ بحال ہوا؟''

دوسری طرف سے کچھ سن کر راجا نے واکی ٹاکی رکھ دیا اور میری طرف دیکھا۔ ''رابطہ ابھی تک بحال نہیں ہوا ہے۔ یہاں سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ سروس سیٹلائیٹ کا مسئلہ ہے۔ اس کی طرف سے جواب موصول نہیں ہو رہا ہے۔''

میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ ''اس صورت میں راجا صاحب میں فوری طور پر واپس اسلام آباد جانا چاہوں گا۔ ایمن شا بھی اپنے باپ کی میت لے کر جلد از جلد واپس جانا چاہتی ہے۔''

راجا عمر دراز نے سر ہلایا۔ ''میرا بھی یہی خیال ہے میں بیگ [illegible] ہوں وہ [illegible] صبح تمہا[illegible] [illegible] کا

بندوبست کر دے۔"

"میں آپ کا شکر گزار ہوں......"

"یہ بات دوبارہ مت کہنا ورنہ تھپڑ ماروں گا۔" اس نے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔ "میں چاہتا ہوں تمہارے لیے جو کر سکتا ہوں کروں اور تمہارے مسائل حل ہو جائیں۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ راجا عمر دراز کیوں جلد از جلد میرے مسائل کا خاتمہ چاہتا ہے۔ میں اس کی نیت پر شک نہیں کر رہا تھا وہ پہلے بھی کئی بار بے لوث میرے کام آ چکا تھا اور سوائے ایک دفعہ کے اس نے صلہ بھی نہیں مانگا تھا۔ مگر اسے بھی مجھ سے غرض تو تھی۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "راجا صاحب مجھ سے بھی آپ کے لیے جو ہوا میں ضرور کروں گا لیکن پہلے میں اپنے یہ کام نمٹا لوں۔ اگر فتح خان درمیان میں نہ آتا تو میں اور میرے ساتھی مرشد کے گرد شکنجہ کسنے والے تھے۔"

"یہ بریف کیس کا مسئلہ بھی ہے؟"

"جی ہاں میں نے آپ کو بتایا تھا کہ مجھے چین میں سفر کے دوران یہ بریف کیس ملا تھا بلکہ یوں سمجھ لیں کہ میری ذمے داری بن گیا تھا۔ اب مجھے کسی طرح بھی اسے واپس چین کی حکومت تک پہنچانا ہے کیونکہ یہ ان کا راز ہے۔ سویرا کی طرح وہ بریف کیس بھی فتح خان کے قبضے میں ہے۔"

فتح خان کا نام سن کر راجا عمر دراز کے چہرے پر ناگواری آ جاتی تھی وہ اس سے شدید نفرت کرتا تھا کیونکہ وہ راجا کا غدار تھا اس کا ملازم ہوتے ہوئے بھی اسے دھوکا دے گیا تھا۔ "ہیرے...... جن کے پیچھے وہ پاگل ہو رہا تھا اس کے ہاتھ سے نکل گئے۔"

"جی برٹ شا کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہیرے کہاں ہیں۔"

"تم نے بیگ کو بتایا ہے کہ برٹ شا نے مرنے سے پہلے شمال کا لفظ کہا تھا؟"

"جی...... مجھے کچھ ایسا ہی سنائی دیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ راجا عمر دراز میرے انداز سے سمجھ گیا کہ میں اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ کچھ دیر میں اسے رات والے واقعات کے بارے میں بتاتا رہا۔ پھر راجا عمر دراز نے موضوع بدل دیا اور اپنے پسندیدہ موضوع پر آ گیا۔ یعنی ہمالیائی وادی اور اس کی چیزوں کے بارے میں بات کرتا رہا۔ میں اس کی بات سن رہا تھا لیکن بے دھیانی کے عالم میں۔ اس نے یہ بات محسوس کر لی۔

"میرا خیال ہے تمہیں بوریت ہو رہی ہے؟"

"نہیں راجا صاحب میرا ذہن ایک اور مسئلے میں الجھا ہوا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ایمن شا سے میرے دوستانہ تعلقات ہیں۔ ڈیوڈ شا اس کا رشتے کا چچا اور برٹ شا کی جاگیر اور خطاب کا وارث ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" راجا عمر دراز نے مختصراً کہا

"اب برٹ شا اس دنیا میں نہیں ہے اور اس کی جاگیر اور خطاب اس کے کزن ڈیوڈ شا کے پاس ہے۔ وادی میں چھپائے ہوئے ہیرے ایک ایسی پارٹی کے ہیں جس کے بارے میں ایمن کا کہنا ہے کہ وہ اصل میں مافیا ہے۔ وہ ہیروں کے حصول کے لیے بڑے صبر و تحمل سے برٹ شا کی بازیابی یا واپسی یا انجام سامنے آنے کا

انتظار کر رہے تھے اب برٹ شا کی لاش مل گئی۔"

"تب ان کا مسئلہ حل ہو گیا ہو گا؟"

"مسئلہ یہاں سے شروع ہوتا ہے راجا صاحب، برٹ شا کی لاش مل گئی ہے لیکن ہیرے نہیں ملے ہیں۔ اب پارٹی برٹ شا کے وارث کا تعین کرے گی تا کہ اس سے ہیرے یا ان کی مالیت کے مساوی رقم وصول کی جائے۔"

"وارث ڈیوڈ شا ہے کیونکہ برٹ شا کی جاگیر اور خطاب اس کے پاس ہے۔"

"درست لیکن وہ ایک وصیت کے تحت وارث بنا ہے اور اسے تکنیکی معنوں میں شاید وارث نہ سمجھا جائے۔"

راجا عمر دراز نے سر ہلایا۔"میں سمجھ گیا تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ مافیا والے ایمن شا کو بھی وارث قرار دے کر اس سے ہیروں یا رقم کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟"

"بالکل اور میں نے مناسب سمجھا کہ یہ معاملہ آپ کے علم میں لے آؤں کیونکہ ڈیوڈ شا بہر حال آپ کا دشمن ہے اور دشمن کے بارے میں معلومات ہوں تو اس سے نمٹنا آسان ہو جاتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اس نے سوچتے ہوئے کہا۔"میں اس بارے میں غور کروں گا۔ اب تم آرام کرو۔"

میں کھڑا ہو گیا۔"امید ہے صبح تک ہماری روانگی کا بندوبست ہو جائے گا۔"

"تم اس کی فکر مت کرو میں بیگ سے کہہ دیتا ہوں وہ انتظام کر دے گا۔ اگر رابطہ بحال ہو گیا تو ہیلی کاپٹر بھی آسکتا ہے۔"

میں نے راجا عمر دراز کا شکریہ ادا کیا اور کمرے سے نکل آیا۔ ابھی تک میرا مہرو سے سامنا نہیں ہوا تھا لیکن جیسے ہی میں کمرے سے نکلا مہرو باہر ہی مل گئی۔ وہ اپنے ہاتھ میں کچھ بڑے سے سفید براق تولیے اور ایک آئل کی شیشی لیے ہوئے تھی۔ مجھے دیکھ کر خوش ہو گئی۔

"مجھے معلوم ہو گیا تھا تم یہاں آ گئے ہو۔ فتح خان مارا گیا؟"

میں نے اس کی طرف دیکھا۔"تمہیں نہیں معلوم وہ فرار ہو گیا البتہ اس کے ساتھی مارے گئے۔"

یہ سن کر مہرو کے چہرے پر مایوسی چھا گئی تھی پھر اس نے گھٹے ہوئے لہجے میں کہا۔"لیکن وہ کب تک بچے گا۔"

"مجھے بھی یقین ہے۔" میں نے خلوص سے کہا اور سوالیہ نظروں سے تولیے اور تیل کی شیشی کی طرف دیکھا۔"یہ کیا ہے؟"

"میں راجا صاحب کی خادمہ بن گئی ہوں۔ ان کے حکیم نے مالش کرنے کو کہا ہے۔ یہ کام میں کرتی ہوں۔"

اتنی جلدی راجا عمر دراز جیسے شخص کے اس حد تک پاس ہو جانا معمولی بات نہیں تھی یقیناً مہرو میں صلاحیت تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔"کیا تمہارا مستقل یہیں رہنے کا ارادہ ہے؟"

''بالکل مجھے اتنی اچھی اور محفوظ جگہ اور کہاں ملے گی۔'' اس نے خوش ہو کر کہا۔ ''میں تو خود کو خوش قسمت سمجھ رہی ہوں۔ میں یہاں بہت مشکل سے اور صرف تمہاری خاطر آئی تھی۔ تم نے مجھے فتح خان کی قید سے نکال کر جو احسان کیا تھا اس کا بدلہ دینا چاہتی تھی۔ مگر یہاں آ کر مجھے اچھی نیت کا صلہ مل گیا۔''

''ٹھیک ہے تم خوش رہو۔'' میں نے اس کی تائید کی۔ ''ممکن ہے یہاں تمہیں کوئی اچھا آدمی مل جائے اور تم اپنی زندگی پھر سے شروع کر سکو۔''

وہ ہنسی اور پھر شرمائی۔ ''مل بھی گیا...... جلد ہم شادی کر لیں گے۔''

میں نے حیرت سے اسے دیکھا وہ بہت تیزی دکھا رہی تھی۔ ''کون ہے وہ خوش نصیب؟''

''یہاں محل میں گارڈز کا انچارج ہے۔ روس سے آیا ہے پہلے عیسائی تھا اب مسلمان ہو گیا ہے۔''

''تمہاری خاطر؟''

''نہیں ...... نہیں پہلے سے مسلمان تھا۔ بہت اچھا آدمی ہے۔ اسی نے تمہیں فتح خان کی قید سے نکالا ہے۔''

میں چونکا یہ یقیناً وہی رشین تھا جس کا ذکر ایمن نے بھی کیا تھا۔ میں مہرو کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کر کے مہمان خانے میں آ گیا۔ ایمن جاگ رہی تھی اور یقیناً میری منتظر تھی۔ دستک کے جواب میں اس نے خود دروازہ کھولا اور میری طرف دیکھ کر بولی۔ ''کیا ہوا راجا نے ہمیں جانے کی اجازت دے دی؟''

میں نے کسی قدر تعجب سے اسے دیکھا۔ ''ہمیں راجا نے روکا کب ہے۔ ہم اس کے قیدی نہیں ہیں۔ وہ کل ہماری روانگی کا بندوبست کر دے گا۔''

ایمن نے سکون کا سانس لیا۔ ''تم جانتے ہو اس محل اور راجا عمر دراز سے میری اچھی یادداشتیں وابستہ نہیں ہیں اس لیے مجھے یہاں کسی قدر بے چینی ہو رہی ہے۔''

''بس کل صبح یہاں سے ہماری روانگی ہے۔ یہاں کا مواصلاتی نظام ابھی تک بحال نہیں ہوا ہے۔''

ایمن کچھ دیر کے لیے خاموش ہوئی پھر اس نے دبی زبان میں کہا۔ ''کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ مواصلاتی سسٹم صرف ہمارے لیے......''

''ایمن میں کوئی غلط سوچ نہیں رکھنا چاہتا۔ مجھے راجا عمر دراز پر پورا اعتماد ہے جب تک اس کے برخلاف کوئی بات نہ ہو جائے اس لیے تم فضول سوچوں کو ذہن میں جگہ نہ دو، کل ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے اور راستہ صاف ملا تو کل ہی اسلام آباد تک پہنچ سکتے ہیں۔''

''کاش ایسا ہی ہو۔'' اس نے سرد آہ بھری۔ ''نہ جانے مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ ہمارا اسلام آباد تک پہنچنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔''

''اس خیال کی کوئی وجہ؟''

''نہیں بس تم چھٹی حس کہہ سکتے ہو۔''

''اگر تمہیں راجا عمر دراز کی طرف سے کوئی بدگمانی ہے تو اسے ذہن سے نکال دو۔ میرے ہوتے ہوئے کوئی تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ دوسرے وہ خود بھی اس قسم کا شخص نہیں ہے۔ وہ کسی کو دھوکے میں رکھ کر نقصان

نہیں پہنچا سکتا ہے اور تم اس خاندان سے ہو جس کی راجا عمر دراز سے دشمنی چلی آ رہی ہے۔ اس کے باوجود اس نے تمہیں فتح خان کے چنگل سے نکالا اور اپنے محل میں آرام سے رکھا ہوا ہے۔''

''میں جانتی ہوں میرا یہ مطلب نہیں ہے لیکن یہ بھی تو مجھ پر شک کرتے ہوں گے اور انہیں یہ شک بھی ہو گا کہ میں کہیں ایمبیسی والوں یا مقامی حکام کو اصل کہانی نہ سنا دوں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔ ''خیر چھوڑو اس بات کو، یہ بتاؤ کہ فتح خان کی قید میں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں دی گئی تھی۔''

وہ مسکرائی۔ ''میں جانتی ہوں، تم نے فتح خان کو بھی دھمکی دی تھی کہ میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کریں۔ اس نے مجھے کچھ نہیں کہا لیکن اس کے ساتھی بہت گندی ذہنیت کے لوگ تھے ایسی شیطانیت کا مظاہرہ کرتے تھے کہ مجھے بتاتے ہوئے بھی شرم آ رہی ہے۔ اچھا ہوا سب کتے کی موت مارے گئے۔'' کہتے ہوئے ایمن کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ ''شکر ہے فتح خان کو تمہارا خوف تھا ورنہ شاید میں محفوظ نہ رہ پاتی۔''

''تمہیں میرے نام پر دھوکا دے کر بلایا گیا ہے اس لیے تمہارا تحفظ میری ذمے داری بنتی ہے۔''

''میں صرف ذمے داری ہوں۔'' اس نے تیکھے انداز میں دیکھا۔

''تو تم کیا چاہتی ہو؟''

وہ میرے پاس آ گئی اور سرگوشی نما لہجے میں بولی۔ ''تم جانتے ہو میں تم سے کیا چاہتی ہوں۔''

''اور یہ بھی جانتی ہو کہ میں کسی عورت پر اس قسم کی توجہ نہیں دے سکتا جو تم چاہتی ہو۔ میں اس مزاج کا آدمی ہی نہیں ہوں۔''

وہ کسی قدر مایوس ہوئی لیکن ہمت نہیں ہاری تھی۔ ''شہباز میں تم سے اور تو کچھ نہیں چاہتی۔''

''تم میری اچھی دوست اور میں تمہارے لیے سب کرنے کو تیار ہوں کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے۔''

''سب کچھ؟'' اس نے میرے الفاظ پکڑے۔

''ہاں جو تم چاہتی ہو اس کے سوا سب کچھ جو ایک آدمی اپنے دوست کے لیے کر سکتا ہے۔''

اس بار وہ پیچھے ہٹ گئی۔ ''تم پتھر دل ہو۔''

میں نے شانے اچکائے۔ ''مرد اور عورت کی دوستی کا معیار یہاں مغرب سے مختلف ہے۔ اس لیے تم کہہ سکتی ہو۔''

''لیکن میں نے یہاں بھی دیکھا ہے مرد اور عورت میں مغرب جیسی دوستی ہوتی ہے۔''

''ایک طبقہ ہے جو مغرب سے بہت متاثر ہے۔ اس کے سوا تمہیں شاید ہی کہیں کھلے عام مرد اور عورت میں مغربی طرز کے تعلقات ملیں۔'' میں نے کہا۔ ''ہمارے ہاں مشرقی روایات بدل رہی ہیں لیکن پھر بھی ان کا اثر ابھی باقی ہے۔''

''شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔'' اس نے سرد آہ بھری۔ ''پر کیا کروں یہ دل نہیں مانتا ہے۔''

''دل بھی مان جائے گا۔'' میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ''اب تم آرام کرو ممکن ہے صبح سویرے ہی روانگی ہو اور ہمیں کل بہت لمبا سفر کرنا ہے۔''

''تم کہہ رہے تھے کہ شاید ہیلی کاپٹر مل سکتا ہے۔''

''ہیلی کاپٹر صرف اس صورت میں آ سکتا ہے جب رابطہ بحال ہو جائے اور پھر موسم ٹھیک ہو جب کہ یہاں باہر ابر آلود موسم ہے۔ ایسے موسم میں ہیلی کاپٹر نہیں آ سکتا ہے اور میں انتظار نہیں کر سکتا مجھے فوری واپس پہنچنا ہے۔''

ایمن نے سر ہلایا۔ ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو ہم ہیلی کاپٹر کا انتظار نہیں کر سکتے ہیں۔''

''بس تو ابھی سو جاؤ تاکہ کل کے سفر کے لیے تازہ دم ہو اگر نیند نہ آئے تو یہاں خادمہ سے نیند کی دوا طلب کر لینا۔''

''میں سو جاتی ہوں۔'' اس نے انکار کیا۔ ''کیا تم کچھ دیر میرے پاس نہیں بیٹھ سکتے؟''

''ایمن میں تھکا ہوا ہوں کیونکہ کل سے سویا نہیں ہوں بے ہوش ضرور ہوا تھا۔ مگر اس سے آرام پورا نہیں ہوا ہے اور میرا جسم نیند طلب کر رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' اس نے کسی قدر مایوسی سے کہا اور میں اسے گڈ نائٹ کہہ کر کمرے سے نکل آیا۔ میں نے نیند کا بہانہ کیا تھا ورنہ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں اس کے ساتھ کمرے میں اس وقت نہیں رکنا چاہتا تھا۔ وہ میری توجہ چاہتی تھی اور میں اسے توجہ دے نہیں سکتا تھا۔ میں محبت کے اس انداز کا قائل نہیں ہوں۔ بے شک صنفِ نازک مجھے اچھی لگتی ہے۔ خدا نے اسے کائنات کی حسین ترین مخلوق بنایا ہے اور اس کے ظاہری حسن سے زیادہ اس کے اندر باطنی حسن کی صفات بھی رکھی ہیں جو کسی بھی مرد کی زندگی کو جنت بنانے کے لیے کافی ہیں۔ میں مرد اور عورت کے تعلق کو مستقل حیثیت سے لیتا ہوں کوئی بھی عارضی تعلق میرے نزدیک صرف حیوانیت ہے۔ ایمن کو بھی میرے ساتھ اتنا رہنے کا موقع نہیں ملا ہر بار اس کا اور میرا ساتھ صرف چند دن کا رہا تھا۔ وہ مجھے پسند کرتی تھی لیکن پسند میں جو ایک پختگی اور گہرائی ہونی چاہیے وہ اس کی پسند میں نظر نہیں آتی تھی۔ یہ پسند بس اس وقت سامنے آتی تھی جب وہ میرے پاس ہوتی اور اس میں بھی صرف قرب کی خواہش نظر آتی تھی۔

میں اپنے کمرے میں آیا۔ آج راجا عمر دراز نے میری تواضع اپنی خاص گرین ٹی سے نہیں کی تھی شاید اس کی مالش کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے کمرے میں لگا بٹن دبایا۔ میرا خیال تھا کہ رات کے وقت کوئی خادم آئے گا لیکن وہی دلکش خادمہ آئی تھی۔ کچھ عرصے پہلے تک محل میں خادماؤں کی تعداد میں کمی کر دی گئی تھی خاص طور سے جب فتح خان نے انہیں آلہ کار بنانا شروع کیا تھا لیکن اب دوبارہ یہاں خواتین نظر آنے لگی تھیں اور اس بار حسن انتخاب پہلے سے بڑھ کر تھا۔ البتہ یہ بھی یقینی تھا کہ اس بار انہیں سخت جانچ پڑتال کے بعد رکھا ہو گا۔ اس نے ادب سے پوچھا۔

''جی جناب کیا خدمت کروں۔''

''سبز چائے لے آؤ۔''

''صرف دس منٹ میں آ جاتی ہے جناب۔'' اس نے سر جھکا کر کہا اور کمرے سے رخصت ہو گئی۔ میں نے کھڑکی سے پردہ ہٹایا۔ یہاں ہر طرف برف تھی۔ محل کے لان میں بھی اور آس پاس پہاڑوں میں بھی۔ بادل تھے لیکن کبھی کبھی چاند نکل آتا تھا اور یہ پہلے کے مقابلے میں بڑا ہو گیا تھا اس لیے روشنی بھی زیادہ تھی۔ میں فتح

خان کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اب اس کا اگلا قدم کیا ہوگا۔ مجھے نوے فیصد امید تھی کہ وہ کوئی حماقت نہیں کرے گا جو مجھے ہمیشہ کے لیے اس کا دشمن بنا دے لیکن اس کا بھی امکان تھا کہ وہ کوئی بے وقوفی کر جائے۔ ہیروں سے محرومی اس کے لیے بہت بڑا صدمہ تھی۔ وہ اسے برداشت نہیں کر پا رہا تھا اور اسے برداشت بھی کرنا تھا یہ کشمکش اس کا دماغ خراب کر سکتی تھی۔ اس کے نتیجے میں وہ سویرا کے حوالے سے اپنی دھمکی پر عمل کر سکتا تھا۔ اگرچہ اس کا امکان بہت موہوم سا تھا لیکن بہرحال امکان تھا۔

خادمہ کچھ دیر میں گرین ٹی لے آئی۔ میں نے محسوس کیا کہ پرانی ملازماؤں کی نسبت یہ خادمائیں رکھ رکھاؤ والی تھیں۔ یہ مہمانوں کی خدمت تو کر رہی تھی لیکن اس نے ابھی تک کسی ارزانی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا گویا ملازمائیں رکھتے وقت اس چیز کا خیال بھی رکھا گیا تھا اور مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ راجا کا ان کے بارے میں مخصوص طرز فکر بدل گیا تھا اور وہ انہیں غلط استعمال نہیں کر رہا تھا۔ وہ گرین ٹی دے کر چلی گئی۔ میں نے ایمن سے ایسے ہی کہا تھا کہ مجھے نیند آ رہی ہے لیکن گرین ٹی پی کر مجھے سچ مچ نیند آنے لگی۔ میں نے بہتر سمجھا کہ سو جاؤں۔ بہت عرصے بعد بستر کا آرام ملا تھا۔ ورنہ راتیں بھی بے آرام گزرتی تھیں۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے میں الارم کے طور پر استعمال کرتا لیکن مجھے امید تھی کہ صبح مجھے وقت پر اٹھا دیا جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔

میری آنکھ دروازے پر بہت ہلکی لیکن مسلسل دستک سے کھلی۔ یہ خادمہ تھی۔ اس نے مجھے مطلع کیا کہ بیگ صاحب نشست گاہ میں میرا انتظار کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی وہ میرے لیے گرم لباس، جیکٹ، جوتے اور دوسرا سامان لائی تھی جس میں ایک عدد گھڑی بھی تھی۔ میں تیار ہو کر بیگ کے پاس پہنچا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

''شہباز صاحب آپ کی روانگی کا بندوبست کر دیا گیا اور اب سے آدھے گھنٹے بعد آپ کو روانہ ہو جانا ہے۔''

صبح کے سات بج رہے تھے اور باہر ابھی روشنی بھی نہیں پھیلی تھی بس ہلکا سا دھندلکا تھا۔ ''طریقہ سفر کیا ہو گا؟''

''یہاں سے آپ خچر کے ذریعے وادی سے باہر جائیں گے اور وہاں سے ایک گاڑی آپ کو اسلام آباد لے جائے گی۔''

''میرے اور ایمن کے علاوہ بھی کوئی اور ہوگا؟''

''آپ کے ساتھ دو محافظ بھی ہوں گے وہ آپ کو اسلام آباد تک چھوڑ کر واپس آئیں گے ان میں سے ایک بہترین ڈرائیور ہے اور اس علاقے کی سڑکوں پر ہر موسم میں ڈرائیو کر سکتا ہے۔'' بیگ نے جواب دیا۔ ''آپ ناشتہ کر لیں مس شا بھی آ گئی ہوں گی۔''

میں بیگ کے ساتھ ڈائننگ ہال پہنچا تو ایمن وہاں آ چکی تھی اور میری طرح وہ بھی سردی کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھی۔ راجا عمر دراز سو رہا تھا اس لیے اس کی نیابت بیگ نے کی اور ہم نے خاموشی سے ناشتہ کیا۔ اس دوران میں راجا عمر دراز جاگ گیا تھا اور وہ منع کرنے کے باوجود ہمیں محل کے دروازے تک رخصت کرنے آیا تھا۔ اس نے مجھے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''میرے بیٹے تم اپنا خیال رکھنا۔''

''جی راجا صاحب۔'' میں نے کہا۔ ''امید ہے آئندہ آپ سے ملاقات ہوگی تو آپ بھی ٹھیک ہو چکے ہوں گے۔''

وہ مسکرایا۔ ''یا اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہوں گا۔''

میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''راجا صاحب میں آپ کے بارے میں ہمیشہ اچھی امید رکھتا ہوں اور جب تک کسی شخص کا وقت نہیں آئے وہ مر نہیں سکتا ہے۔ زندگی موت کا علم صرف اللہ کو ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' اس نے سر ہلایا اور سامنے چبوترے کے نیچے موجود ایک باوردی شخص کو اوپر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ سفید فام تھا اور اس کے چہرے پر مشرقی یورپ کی چھاپ تھی۔ وہ فوراً اوپر آیا اور راجا کے سامنے ادب سے اٹینشن کھڑا ہو گیا۔ ''شہباز اس سے ملو، سابق زریسکی کوشیف اور اب عبدالرحمٰن۔ روسی فوج میں کرنل رہ چکا ہے اور افغانستان سے واپس جانے والے آخری روسی دستے کا حصہ تھا۔''

اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور صاف اردو میں بولا۔ ''اس وقت میں سپاہی تھا لیکن میں نے چند مہینوں میں جو سیکھا وہ پھر پندرہ سال کی سروس میں بھی نہیں سیکھ سکا۔ آپ سے مل کر خوشی ہوئی مسٹر شہباز راجا صاحب آپ کا ذکر بہت اچھے لفظوں میں کرتے ہیں۔''

''مجھے بھی خوشی ہوئی اور یہ راجا صاحب کی ذرہ نوازی ہے۔''

''میں وادی کے باہر تک آپ کے ساتھ جاؤں گا۔'' عبدالرحمٰن نے کہا۔ وہ تقریباً چالیس برس کا تنومند اور متوسط قد کا آدمی تھا۔ اس کے بال سفید تھے اور آنکھیں ہلکی نیلی۔ ہمارے ساتھ عبدالرحمٰن اور اس کا ایک آدمی جا رہا تھا۔ خچر تیار کھڑے تھے اور صبح کی روشنی ہو چکی تھی۔ راجا عمر دراز سے آخری بار مل کر ہم روانہ ہوئے۔ ایک خچر پر ایمن سوار تھی دوسرے پر میں بقیہ دو خچروں میں عبدالرحمٰن اور اس کا ساتھی تھا۔ وہ پوری طرح مسلح تھے۔ محل سے نکل کر ہم وادی سے گزرنے والے راستے پر آ گئے۔ عبدالرحمٰن میرے ساتھ تھا میں نے کہا۔

''تم نے بہت تیز اور پرفیکٹ ایکشن کیا تھا فتح خان کے آدمیوں کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''ہم نے کئی گھنٹے ان کی نگرانی کی تھی اور اس کے بعد حملہ کیا تھا وہ مجھے خطرناک لڑاکے لگے تھے۔''

''وہ تھے۔'' میں نے تصدیق کی۔ ''اگر انہیں ذرا بھی موقع مل جاتا تو تمہیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا اور شاید تمہارے بھی کئی آدمی مارے جاتے۔''

''اسی وجہ سے میرے کسی آدمی کو خراش تک نہیں آئی۔''

''اگر تمہارے آدمی کئی گھنٹے سے اس جگہ کی نگرانی کر رہے تھے تو فتح خان کے نکلنے کا انہیں پتا نہیں چلا؟''

''نہیں...... کیونکہ وہ کسی اور راستے سے نکل گیا تھا۔''

''انفرا ریڈ ویژن استعمال نہیں کر رہے تھے؟''

''روشنی اچھی تھی اس لیے ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ جب مارے جانے والوں کا معائنہ کیا اور ان میں فتح خان کو نہیں پایا تب ہمیں پتا چلا کہ وہ نکل گیا ہے۔ دراصل وہ اپنے ساتھیوں سے بھی الگ رہتا تھا اس لیے کب وہاں سے نکل گیا اس کا پتا نہیں چلا۔''

''پھر تم لوگوں نے وادی میں اس کی تلاش شروع کی؟''

''مس شانے اس جگہ کی نشاندہی کی تھی جہاں آپ کو اور برٹ شا کو رکھا گیا تھا۔ بدقسمتی سے ایکشن کے

شور میں ہم بالکل نہیں جان سکے کہ نیچے بھی فائرنگ ہوئی ہے۔ جب ہم چٹانوں کے درمیان پہنچے تو وہاں سوائے دو لاشوں کے اور کوئی نہیں تھا پھر ہم نے وہیں گھات لگالی۔ مجھے امید تھی کہ فتح خان کسی وجہ سے پلٹے گا۔"

میں مسکرایا۔"وہ تو نہیں آیا میں تم لوگوں کے ٹریپ میں پھنس گیا۔"

عبدالرحمٰن جھینپ گیا۔"مجھے اس غلطی پر ساری عمر افسوس رہے گا۔"

"کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" میں نے اس کا شانہ تھپکا۔"غلطیاں سب سے ہو جاتی ہیں۔ تمہاری ذمے داری کیا ہے؟"

"میں یہاں محل کا سیکورٹی انچارج ہوں۔ اس کے علاوہ راجا صاحب کے تمام آدمیوں کو میں نے ہی تربیت دی ہے۔"

"تبھی مجھے حفاظتی انتظامات پہلے کے مقابلے میں کہیں بہتر نظر آئے ہیں۔" میں نے اس کی طرف دیکھا۔"تم کب سے ہو یہاں؟"

"چھ مہینے ہو گئے ہیں۔"

"اس سے پہلے کہاں تھے؟"

"ایک افغان وار لارڈ کے ساتھ تھا لیکن وہ بہت ظالم آدمی تھا خاص طور سے عورتوں کے معاملے میں، تم سمجھ رہے ہو نا؟"

"ہاں۔"

"ایک دن میں اسے قتل کر کے فرار ہو گیا۔ پھر چھپتا چھپاتا یہاں آ گیا۔ راجا صاحب نے مجھے پناہ اور ملازمت دے دی۔ اب مجھے یہاں کی شہریت بھی مل گئی ہے۔"

"شاید کچھ دن بعد بیوی بھی مل جائے گی۔"

وہ چونکا۔"آپ جانتے ہیں؟"

"ہاں مہرو میرے ساتھ تھی اور میں نے ہی اسے راجا صاحب کے پاس بھیجا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ اس حد تک جان چکے ہیں۔"

"کل میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ یہاں بہت خوش ہے اور ظاہر ہے اس کی ایک وجہ تم بھی ہو۔"

اس نے سر ہلایا۔"ہاں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔"

اس وقت وادی کے وسطی حصے سے گزر رہے تھے۔ یہاں بھی ہر طرف برف تھی۔ لوگ اس موسم میں اپنے گھروں میں بند ہو کر بیٹھتے ہیں۔ باہر صرف مجبوری کے عالم میں باہر نکلتے ہیں۔ کیونکہ سردی کی شدت ایسی ہوتی ہے کہ باہر نکلنے والا بیمار پڑ جاتا۔ یہاں بیمار پڑنا کوئی افورڈ نہیں کر سکتا ہے کیونکہ نہ تو ڈاکٹر ہے اور نہ اسپتال ہے۔ راجا عمر دراز نے کوشش کی تھی اور یہاں سے کچھ ذہین نوجوانوں کو اپنے خرچ پر میڈیکل کالج میں تعلیم کے لیے بھیجا مگر وہ دغا دے گئے اور تعلیم مکمل کر کے واپس ہی نہیں آئے تھے۔ ورنہ اس کا ارادہ وادی میں ایک اسپتال بنانے کا بھی تھا لیکن جب کوئی ڈاکٹر ہی آنے کو تیار نہیں تھا تو وہ بے چارہ اسپتال کہاں سے بناتا۔ آس پاس صرف سوات میں اسپتال مل سکتا تھا اور وہ یہاں سے بہت دور تھا اس موسم میں جانا تقریباً ناممکن تھا۔

ہم ویران راستوں سے گزرتے رہے۔ پھر سرمد کا گاؤں آیا جو کسی زمانے میں مجھے اتفاق سے راستے میں مل گیا تھا اور پھر اپنا مہمان بنا کرلے آیا تھا اور وہیں سے میرے مصائب کا دور اول شروع ہوا تھا۔ اس کی سوتیلی ماں شبینا جو فتح خان کی داشتہ تھی۔ اس نے مجھ پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی اور نتیجے میں، مَیں لمبے چوڑے چکر میں آ گیا۔ پہلے راجا عمر دراز کے عتاب کا شکار رہا اور پھر فتح خان دشمن ہو گیا۔ مصائب کا یہ دور بڑی مشکل سے ختم ہوا تھا لیکن اس کا اثر فتح خان اور راجا عمر دراز کی شکل میں آج تک برقرار تھا۔ اگر فتح خان دشمن تھا تو راجا عمر دراز ہر مشکل وقت میں کام آنے والا دوست تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ سرمد اب بھی یہاں تھا یا کہیں اور چلا گیا تھا۔ وہ شہر میں پڑھ رہا تھا اور عین ممکن تھا کہ وہ وہیں کہیں سیٹ ہو گیا ہو ویسے بھی وہ مقامی رسم و رواج سے نالاں تھا خاص طور سے لڑکیوں کی خرید و فروخت سے جو شادی کے نام پر کی جاتی تھی۔ اس کا باپ اپنی لڑکیوں سے بھی کم عمر بیویاں رکھتا تھا۔ اس مقصد کے لیے روپیہ حاصل کرنے کے لیے وہ اپنی بیٹیاں فروخت کرتا تھا۔

سرمد کے گاؤں کے پاس سے گزر کر ہم اس درے کی طرف جانے لگے جو باہر سڑک تک پہنچاتا تھا۔ میں عبدالرحمٰن سے بات کرتا رہا۔ اسے فتح خان کے بارے میں علم نہیں تھا۔ اس کے بارے میں بتایا۔ اسے حیرت ہوئی کہ فتح خان اتنا خطرناک آدمی تھا جس سے راجا عمر دراز جیسا طاقتور شخص بھی پریشان تھا۔ میں نے کہا۔ ''اس سے صرف راجا صاحب ہی نہیں، میں اور میرا ایک دشمن مرشد بھی پریشان ہے۔ وہ کسی کی بھی پروا نہ کرنے والا شخص ہے۔''

''میں راجا صاحب کے آدمیوں کو جسمانی تربیت کے ساتھ ان کی ذہنی تربیت بھی کر رہا ہوں اور کچھ مقامی لوگوں کو اس طرح تربیت دے رہا ہوں کہ وہ آس پاس کے علاقے پر نظر رکھیں اور کوئی غیر معمولی بات ہو تو ہمیں فوری اطلاع مل جائے۔''

''یعنی تم جاسوسی کا نظام قائم کر رہے ہو؟''

''یہ بہت ضروری ہے، راجا صاحب جس حیثیت کے آدمی ہیں ان کو اپنے آس پاس سے لازمی باخبر رہنا چاہیے۔''

''بہت مناسب بات ہے۔'' میں نے سر ہلایا۔ خچر درے کی بلندی تک پہنچ گئے تھے یہاں سے نیچے سڑک دکھائی دے رہی تھی وہاں ایک بڑی لگژری جیپ کھڑی تھی۔ اس سفر کے دوران ایمن شاذرا پیچھے اور بالکل خاموش رہی تھی۔ مشکل سے دس منٹ بعد ہم ڈھلان سے اتر کر جیپ تک پہنچ گئے تھے۔ اس کے ساتھ دونوں محافظ بھی موجود تھے۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ ''اس موسم میں گاڑیاں وادی میں نہیں آ سکتی ہیں اس لیے انہیں سڑک کے پاس ہی ایک گیراج میں رکھا جاتا ہے۔''

''اگر راجا صاحب نے کہیں جانا ہو تو؟''

''وہ گھوڑے پر سفر کرتے ہیں۔ اس موسم میں کچے راستوں پر گاڑیاں چلانا ممکن نہیں ہوتا ہے۔'' عبدالرحمٰن نے کہا اور میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''اب آپ کو روانہ ہونا جانا چاہیے۔ وقت بہت کم ہے کیونکہ آپ کو رات سے پہلے اسلام آباد پہنچنا ہے۔''

اس دوران میں اوپر پہاڑ پوری طرح روشنی میں آ چکے تھے لیکن نیچے گھاٹیوں اور ڈھلانوں پر ابھی سایا

تھا۔ میں نے عبدالرحمٰن سے ہاتھ ملایا اور ایمن کے ساتھ جیپ کی پچھلی نشست پر آ گیا۔ وہ راجا عمر دراز سے الوداعی ملاقات اور پھر سفر کے دوران خاموش رہی تھی۔ جیپ بہت کشادہ اور تمام سہولتوں سے آراستہ گاڑی تھی۔ اس کا طاقتور ڈیزل انجن غرا رہا تھا۔ عبدالرحمٰن نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کی کہ وہ ہمارا خیال رکھیں اور میرے ہر حکم کی تعمیل یہ سمجھ کر کریں کہ یہ راجا صاحب کا حکم ہے۔ یہ سن کر دونوں محافظ الرٹ ہو گئے تھے۔ ہمارے بیٹھتے ہی جیپ آگے بڑھ گئی اور عبدالرحمٰن اور اس کا ساتھی خچر لے کر واپس روانہ ہو گئے۔ وہ بلاوجہ وقت ضائع کرنے والے لوگ نہیں تھے۔

ذرا سی دیر میں جیپ وادی سے آگے بل کھاتی برف آلود اور سیلی سڑک پر سوات کی طرف جا رہی تھی۔ اب اس علاقے میں متعدد نئی سڑکیں بن گئی تھیں اس سے آمد و رفت آسان ہو گئی تھی لیکن اس کے ساتھ موسم اور بے پناہ ہونے والی لینڈ سلائیڈنگ نے سفر کو دوسرے انداز میں دشوار بنا دیا تھا۔ جیپ میں اس طور سے برف اور سیلے راستوں پر سفر کے قابل ٹائر لگے تھے۔ اس لیے یہ بہت آسانی سے چل رہی تھی ورنہ اس رفتار پر کوئی دوسری گاڑی اتنی آسانی سے سفر نہیں کر سکتی تھی۔ ایک محافظ ڈرائیونگ سیٹ پر تھا اور دوسرا اس کے برابر میں بیٹھا تھا۔ اس نے مڑ کر کہا۔

''جناب اگر آپ چاہیں تو ہمارے پاس تھرماس میں چائے اور کافی دونوں ہیں۔''

''یہ تو اچھی بات ہے، ایسا کرو کافی نکالو۔'' میں خوش ہو گیا۔

اس نے چلتی جیپ میں ہمارے لیے بہترین قسم کے مگوں میں کافی نکالی۔ میں نے صرف کافی لی تھی۔ ایمن نے اس کے ساتھ شوگر کیوب بھی لیے تھے۔ کریم ہم دونوں کو ہی پسند نہیں تھی۔ ایمن اب تک چپ تھی اس نے کافی کا پہلا گھونٹ لیا اور بولی۔

''شہباز تمہیں یقین ہے ہمیں راستے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی؟'' اس کا انداز پُرفکر تھا۔

''میرا خیال ہے ایسا نہیں ہوگا۔'' میں نے کہا۔ ''ہماری روانگی خفیہ رکھی گئی ہے۔''

وہ مسکرائی۔ ''یہ لگژری جیپ دیکھنے والوں کو متوجہ کرتی ہے چھپاتی نہیں ہے اگر دشمن تاک میں ہوا تو اسے جاننے میں دشواری نہیں ہوگی کہ اس جیپ میں کون ہے۔''

''تم زیادہ ہی پریشان ہو رہی ہو۔'' میں نے اسے تسلی دی۔ ''ایسی جیپیں یہاں بہت سارے لوگوں کے پاس ہیں۔ شام تک ہم اسلام آباد پہنچ جائیں گے۔''

''شاید۔'' اس نے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔ اس وقت ہم ایک بڑے پہاڑ سے گزر رہے تھے۔ نیچے بہت ہی گہری ڈھلان نما کھائی تھی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا۔

''گاڑی روکو اور میرے کچھ سوالوں کے جوابات دو۔''

ڈرائیور نے جیپ سڑک کے ایک طرف لگا دی میں نیچے اترا تو وہ بھی نیچے اتر آئے۔ میں نے ایمن کو اترنے سے منع کر دیا اس لیے وہ جیپ کے اندر بیٹھی رہی۔ ''تم دونوں میں انچارج کون ہے؟''

''میں ہوں جناب۔'' ڈرائیور کے ساتھی نے جواب دیا۔

''تم دونوں نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔''

''آپ نے پوچھا نہیں تھا جناب۔'' وہ ادب سے بولا۔''میرا نام انعام علی اور یہ میرا ساتھی اول خان ہے۔''

''میرا نام تم نے سن لیا ہوگا انعام علی۔ یہ بتاؤ کہ اگر راستے میں کوئی دشمن ہمیں روکے یا حملہ کر کے ختم کرنے کی کوشش کی تو تم لوگ کیا کرو گے؟''

''ہم تربیت یافتہ ہیں جناب دشمن کا مقابلہ کریں گے۔'' انعام علی نے کہا اس کے پاس اے کے سیونٹی فور رائفل تھی۔ رفیق کے پاس بھی ایسی ہی رائفل تھی لیکن میں نہتا تھا۔

''تمہارے پاس مزید کوئی ہتھیار ہے۔''

انعام علی جیپ کے پچھلے حصے کی طرف آیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اس حصے میں رکھے ایک چھوٹے دھاتی بکس کا تالا نمبر ملا کر کھولا اور جب اس نے بکس کھولا تو اس میں کئی طرح کا آتشیں اسلحہ دکھائی دیا تھا اس میں دو عدد پستول بھی تھے۔ دو شاٹ گنز بھی ایک عدد طویل فاصلے پر مار کرنے والی اسنائپر رائفل اور دو عدد اضافی خود کار رائفلیں تھیں۔ میں نے ایک رائفل اور ایک چھوٹا پستول اور ان کے اضافی میگزین نکال لیے۔ انعام علی نے بکس بند کیا اور ہم دوبارہ جیپ میں آ گئے۔ میں نے رائفل اپنے پاس رکھی اور پستول ایمن کی طرف بڑھا دیا۔

''میرا خیال ہے تم اس کا استعمال جانتی ہو۔''

''کیوں نہیں۔'' اس نے پستول لے کر اس کا معائنہ کیا اور پھر اسے معہ اضافی میگزین اپنی جیکٹ میں رکھ لیا۔

''میرا خیال ہے اب تم مطمئن ہوگی اگر کہیں ہمیں فتح خان یا کسی اور دشمن سے واسطہ پڑ گیا تو ہم بالکل ہی نہتے نہیں ہیں۔ پھر یہ گارڈز بھی ہمارے ساتھ ہیں۔''

ایمن نے گہری سانس لی۔''شہباز تمہارے ساتھ رہ کر میں نے یہ دیکھا ہے کہ بعض اوقات پوری فوج بھی کام نہیں آتی ہے اور بعض دفعہ تم اکیلے ہی کام کر جاتے ہو۔''

میں ہنس دیا۔''ذرہ نوازی ہے تمہاری۔''

ہم انگریزی میں بات کر رہے تھے۔ وہ میرے پاس کھسک آئی۔''شہباز کبھی کبھی تم بہت شدت سے یاد آتے ہو۔ میری خواہش ہے تم کچھ دن کے لیے ہی سہی لیکن میرے پاس انگلینڈ آ کر رہو۔ بس میں اور تم ہوں کوئی تیسرا فرد نہ ہو۔''

میں نے کن انکھیوں سے گارڈز کی طرف دیکھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ انگریزی سے واقف تھے یا نہیں۔ وہ بہر حال راجا عمر دراز کے آدمی تھے اور ممکن ہے ہو انگریزی جانتے ہو۔ میں نے آہستہ سے کہا۔''راستے میں اس قسم کی گفتگو مناسب نہیں ہے ہم بعد میں بات کریں گے۔''

''کیوں......؟''

اس نے کہنا چاہا لیکن میں نے اس کی بات کاٹی۔''پلیز۔''

ایمن منہ بنا کر خاموش ہوگئی۔ میں نے انعام علی سے پوچھا۔''اگر تم اس روٹ پھر سفر کرتے رہے ہو تو

تمہیں اندازہ ہے کہ ہم کتنی دیر میں اسلام آباد پہنچ سکتے ہیں؟''

''سات سے دس گھنٹے میں۔'' اس نے جواب دیا۔''موسم اور راستے پر ہے۔ پر کہیں لینڈ سلائیڈنگ ہو گئی تو بہت دیر بھی لگ سکتی ہے۔''

اس موسم میں عام طور سے زمین سخت ہو جاتی ہے اس کے باوجود لینڈ سلائیڈنگ ہوتی رہتی ہے کیونکہ درخت کم ہونے سے چٹانوں پر مٹی کی گرفت کم ہو جاتی ہے۔ ہماری عافیت اسی میں تھی کہ کہیں لینڈ سلائیڈنگ سے واسطہ نہ پڑے۔ ورنہ سفر اگلے دن بھی جاری رہ سکتا تھا۔ دو گھنٹے بعد ہم سوات میں داخل ہو رہے تھے۔ اس بار پورا شہر برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ لگتا تھا یہاں چند دنوں میں شدید برف باری ہوئی ہے۔ انعام علی نے پوچھا کہ اگر ہم چاہیں تو یہاں کسی ہوٹل میں رک کر چائے کافی پی سکتے ہیں لیکن میں نے سفر جاری رکھنے کو کہا۔ کچھ دیر بعد ہم سوات شہر کو پیچھے چھوڑ کر وادی میں سفر کر رہے تھے۔

اول خان اچھا ڈرائیور تھا اور پوری توجہ سے اور مناسب انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا ایسا لگتا تھا وہ اس راستے سے اچھی طرح واقف ہے اور اسے معلوم ہے کہ کہاں رفتار تیز رکھنی ہے اور کہاں کم رفتار ہی مناسب ہو گی۔ ایمن خاموش بور ہو رہی تھی ایک بار اس نے فتح خان اور سویرا کا ذکر چھیڑنا چاہا لیکن میں نے اسے منع کر دیا۔ وہ جھنجھلائی۔

''پھر میں کیا کروں؟''

''تم اپنی بات کرو، تم ان سالوں میں کیا کرتی رہیں مجھے کبھی سکون سے بیٹھ کر بات کرنے اور تمہارے بارے میں جاننے کا موقع ہی نہیں ملا۔ تو کیوں نہ ابھی جان لوں۔''

اس نے گہری سانس لی۔''یہ لمبی کہانی ہے۔ پاپا کی گمشدگی کے وقت میں سولہ سال کی تھی اور دو سال مجھے ڈیوڈ شا کی نگرانی میں گزارنے پڑے تھے اس دوران میں وہ پاپا کی جاگیر اور خطاب ہتھیانے میں کامیاب رہا تھا۔''

''میرا خیال ہے انگلینڈ جیسے قانون پرست ملک میں اس قسم کا کام ممکن نہیں ہے۔ ڈیوڈ شا کو یہ دونوں چیزیں کسی نہ کسی قانونی راستے سے ملی ہوں گی۔''

ایمن ایک لمحے کے لیے ہچکچائی پھر بولی۔''اصل میں اس نے اس سلسلے میں رائج ایک وصیت سے فائدہ اٹھایا ہے جو جاگیر کے سلسلے میں چلی آ رہی ہے۔ اگر جاگیر اور خطاب کا مالک بغیر اولاد نرینہ چھوڑے غائب ہو جائے تو اس کی موت یا واپسی تک جاگیر اس کے بھائی یا سب سے قریبی کزن کو ملے گی۔ ڈیوڈ شا پاپا کا سب سے نزدیکی کزن ہے۔ اس نے اس شق کا فائدہ اٹھا کر جاگیر اور جائیداو پر قبضہ کر لیا۔''

میں نے ایمن کی بات پر غور کیا۔''گم شدہ آدمی کی واپسی یا اس کی موت کی تصدیق تک۔ اب برٹ شا کی موت کی تصدیق ہو جائے گی۔ اس کا مطلب ہے اس سے آگے بھی جاگیر اور خطاب کے سلسلے میں وصیت کی کوئی نہ کوئی شق ہو گی؟''

''بالکل ہے اس صورت میں یہ جاگیر اور خطاب گم شدہ شخص کو واپس یا اس کی اولاد کو ملے گی۔''

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔''اس کا مطلب ہے کہ جاگیر اور خطاب اب واپس تمہیں مل جائے گا۔''

''شاید۔'' وہ سوچتے ہوئے بولی۔ ''لیکن ڈیوڈ شا نہایت چالاک آدمی ہے مجھے ڈر ہے وہ کوئی چال چل کر اپنا قبضہ برقرار رکھے گا۔ اس کے پاس دولت بھی ہے اور وہ بڑے سے بڑا وکیل کر سکتا ہے۔''

''تم وکیل نہیں کر سکتی ہو؟''

''اس کے پائے کا نہیں کر سکتی۔ تم جانتی ہو میں اچھا کماتی ہوں لیکن ہوں تو ایک ملازم پیشہ لڑکی اور میرے پاس زیادہ جمع پونجی نہیں ہے۔ میں بہت اچھا وکیل نہیں کر سکتی ہوں اور آج کل انصاف عدالت کے بجائے اچھے وکیل سے ملتا ہے۔''

میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''تم ٹھیک کہہ رہی ہو آج کل انصاف اسی طرح ملتا ہے اس لیے دولت والا جیت جاتا ہے چاہے وہ حقدار نہ ہو اور غریب حق پر ہوتے ہوئے بھی روتا پیٹتا رہ جاتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی برٹش عدالتی نظام ہے فرق اتنا ہے کہ ہمارے ہاں کرپٹ ہو چکا ہے اور تمہارے ہاں اتنا کرپٹ نہیں ہے۔''

''ہمارے ہاں بھی اس میں بہت خرابیاں آ چکی ہیں۔'' اس نے سرد آہ بھری۔ ''میں نے کہا نا اب ہمارے ہاں بھی انصاف اسے ملتا ہے جو بڑا وکیل کر سکتا ہو۔''

ہم سوات کی وادی سے نکل آئے تھے اور اس وقت سڑک اونچے نیچے پہاڑوں میں بل کھاتی گزر رہی تھی۔ یہاں اکثر جگہوں پر برف صاف کر دی گئی تھی لیکن بعض مقامات پر برف موجود تھی اور جیپ کو برف پر سے ہی گزرنا پڑتا تھا ایسی جگہوں پر اس کی رفتار بہت سُست ہو جاتی تھی۔ اول خان نے جیپ ایک ایسے راستے پر گھما دی تھی جو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ یہ شاید نیا راستہ تھا جو فاصلہ کم کر دیتا۔ مگر یہاں سڑک تنگ اور بعض مقامات سے خاصی خراب تھی۔ میں ایمن سے بات کر رہا تھا کہ اچانک اول خان نے جیپ روک دی۔ ہم نے چونک کر سامنے دیکھا تو سڑک پر برف کا بہت بڑا تودا نما گر انظر آیا اور اسے ہٹائے بغیر سڑک سے گزرنا ممکن نہیں تھا۔ یہ لینڈ سلائیڈنگ نہیں تھی بلکہ اوپر سے برف کا ڈھیر پھسل کر سڑک پر آ گیا تھا اور اس پر جیپ گزارنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ انعام علی نے مڑ کر کہا۔ ''جناب یہ برف ہٹانی پڑے گی۔''

''برف کیسے ہٹاؤ گے؟''

''ہمارے پاس بیلچے ہیں جناب۔'' اول خان بولا۔ ''ایسے سفر میں برف صاف کرنے کے لیے رکھنے پڑتے ہیں۔''

''بس تو برف صاف کرو۔'' میں نے کہا۔

وہ دونوں نیچے اتر گئے۔ انہوں نے پچھلے حصے سے دو عدد بیلچے برآمد کیے جو شاید برف ہٹانے کے لیے تھے کیونکہ یہ ہلکے اور چوڑے پھل والے تھے۔ اندر گرمائش کے لیے جیپ کا انجن چلتا چھوڑ دیا تھا۔ میں نے ایمن سے کہا۔ ''سنو اگر تمہیں ڈیوڈ شا کے خلاف میری کسی مدد کی ضرورت ہو تو مجھے تیار پاؤ گی۔ اس میں مالی مدد بھی شامل ہے۔''

اس نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ ''میں جانتی ہوں تمہارا تعلق کھاتے پیتے خاندان سے ہے لیکن اس قسم کے مقدمات میں رقم پانی کی طرح استعمال ہوتی ہے۔''

''تم اس کی فکر مت کرو۔ اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔''

''اگر تمہارا اشارہ راجا عمر دراز کی طرف ہے تو میں معذرت چاہوں گی۔'' اس نے کہا۔ ''میرے ساتھ اس کا جو رویہ ہے اس کے بعد میں اس کی طرف سے کوئی مدد قبول نہیں کر سکتی۔''

''میں راجا کی بات نہیں کر رہا ہوں میرے اپنے ذرائع بھی ہیں۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''میں تو اپنے لیے بھی کسی سے کچھ مانگنے کا قائل نہیں ہوں کسی اور کے لیے بھی نہیں مانگ سکتا ہوں۔''

وہ مسکرائی۔ ''میں بھول جاتی ہوں تم کیسے شخص ہو کاش کہ تم......'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر گہری سانس لی۔

''کیا کاش......؟''

''چھوڑو اس بات......'' اس کی بات اس بار بھی ادھوری رہ گئی اور اس بار اس کا سبب ایک فائر تھا۔ میں نے چونک کر سامنے دیکھا۔ انعام علی کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند تھے اور اس کے ماتھے سے خون کا فوارہ اچھل رہا تھا اگلے ہی لمحے وہ پیچھے جا گرا تھا۔ اول خان وحشت زدہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک فائر ہوا اور وہ اوندھے منہ گرتا نظر آیا۔ میں نے خودکار انداز میں نیچے جھکتے ہوئے ایمن کو سیٹ کے نیچے دبایا۔

''سر مت اٹھانا۔'' میں نے کہا اور دروازہ کھولتے ہوئے ڈھلان والی طرف اتر گیا۔ میرا اندازہ تھا کہ فائر پہاڑ کی طرف سے ہوئے ہیں۔ میں نیچے اترا تھا کہ میرے کانوں میں فتح خان کی منحوس آواز آئی۔

''شہباز خان سامنے آجاؤ تمہارا دونوں آدمی ختم ہو گیا ہے۔''

جیپ کا انجن چل رہا تھا اور مجھے خیال آیا کہ میں اسے پیچھے لے جا سکتا تھا لیکن فتح خان کے سر میں شیطان کا دماغ فٹ تھا۔ فوراً ہی دو فائر اور ہوئے اور پہاڑ کی طرف والے جیپ کے دونوں ٹائر ختم ہو گئے۔ دھماکوں کے ساتھ جیپ اس طرف جھک گئی تھی۔ ایمن نے چیخ ماری تو میں فکرمند ہو گیا۔ ''ایمن تم ٹھیک ہو؟''

''ہاں میں ڈر گئی تھی۔'' وہ اندر سے بولی۔

''فتح خان۔'' میں نے بلند آواز سے کہا۔ ''تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔''

''شہباز خان کیا کرے اس کے سوا اور کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔ اب اگر تم میرے دس گننے تک ہتھیار ڈال کر اور ہاتھ اٹھا کر سامنے نہیں آیا تو جیپ کو راکٹ لگے گا اور اس کے ساتھ تمہارا ٹکڑا بھی اڑ جائے گا۔ ایک......دو......تین......چار......''

فتح خان کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہی کرے گا جو کہہ رہا تھا۔ اس نے ایک منٹ کے اندر دو انسانوں کو مار کر اپنی سنجیدگی کا ثبوت بھی دے دیا تھا۔ وہ سات تک پہنچ گیا تھا۔ میں نے چلا کر کہا۔

''فتح خان اگر میں سامنے آؤں تو کیا ضمانت ہے کہ تم گولی نہیں چلاؤ گے؟''

''میں پاگل نہیں ہے۔'' وہ بولا۔ ''مارنا ہوتا تو سیدھا گاڑی پر راکٹ مارتا اور تم ابھی فرشتوں کو حساب دے رہا ہوتا۔''

پاگل تو وہ ہو رہا تھا اس لیے مستقل میرے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ میں نے گہری سانس لی۔ ''ٹھیک ہے۔'' میں نے رائفل پھینک دی اور ہاتھ اٹھا کر جیپ کے عقب سے نکل آیا فوراً ہی فتح خان نے کہا۔ ''مس شا کو باہر لاؤ۔''

"تمہیں اس سے کیا مطلب ہے؟"

"اسی سے تو مطلب ہے۔" فتح خان بیہودہ لہجے میں بولا۔ "تم سے کیا مطلب ہوسکتا ہے۔"

"فتح خان تم جانتے میرے جیتے جی تم اسے کوئی نقصان نہیں کر سکتے۔" میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ "اس لیے بہتر ہوگا پہلے تم مجھے گولی مار دو۔"

"شہباز خان میں تم کو جانتا ہے اس لیے ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گا۔" اس نے گویا مجھے تسلی دی۔ "پر ابھی میرے کو تم دونوں سے کام ہے۔ مس شا ابھی تک باہر نہیں آیا۔"

فتح خان کہیں دور تھا اور کسی ہلکی طاقت والے میگا فون سے بات کر رہا تھا جس کی آواز میں زیادہ گونج نہیں تھی۔ اس لیے پہاڑ پر ہونے کے باوجود اس کی آواز گونج نہیں رہی تھی۔ اس کی وارننگ کے بعد ایمن بھی گاڑی سے باہر آ گئی تھی اس نے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ فتح خان نے للکار کر کہا۔ "مس شا اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ مجھے پتا ہے تم انگریز کتنا مکار ہوتا ہے۔"

اس کی بات پر ایمن نے بھنا کر ہاتھ اٹھا لیے تھے اور دانت پیس کر زیر لب بولی۔ "ذلیل کمینہ آدمی۔"

"تم دونوں ایسے ہی ہاتھ اٹھا کر رکھے گا۔ میرے ہاتھ میں رائفل ہے اور میرا نشانہ تم دیکھ چکا ہے۔"

میں سوچ رہا تھا کہ بھلا فتح خان کو الہام ہوا تھا کہ ہم یہیں سے گزریں گے۔ ہم کوئی اور روٹ بھی تو اختیار کر سکتے تھے اور سب سے اہم بات کہ اس کا راجا عمر دراز کے محل میں کوئی جاسوس تھا جس نے اسے آگے اطلاع دی ہوگی۔ جاسوس کے بغیر یہ کسی طرح ممکن نہیں تھا کہ فتح خان اس طرح ہمیں روک لیتا۔ اچانک فتح خان نے کہا۔ "اول خان ان کا تلاشی لو۔"

فتح خان کی آواز سن کر بظاہر مرے پڑے اول خان کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اٹھ کر ہماری طرف بڑھا۔ ہم نے اپنی رائفل اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ایمن دم بخود رہ گئی اور میں نے گہری سانس لی تو یہ غدار اول خان تھا۔ انعام علی تو یقینی مارا گیا تھا میں نے اس کے سر سے خون کا فوارہ اچھلتے دیکھا تھا لیکن اول خان نے ڈرامہ کیا تھا تا کہ میں بے چوں چرا ہتھیار ڈال دوں اور میں نے واقعی ایسا ہی کیا تھا۔ وہ قریب آیا تو میں نے کہا۔ "تم نے راجا عمر دراز سے غداری کی ہے؟"

"نہیں میں تو فتح خان کا آدمی ہوں۔" اس نے بدلے لہجے میں کہا۔ "راجا کے پاس بھرتی ہوگیا تھا۔ پر کام فتح خان کے لیے کرتا ہوں۔"

"تو غداری اور کسے کہتے ہیں؟"

ایمن خوف زدہ تھی۔ "شہباز یہ سب کیا ہے؟"

"فتح خان۔" میں نے سرد آہ بھری۔ "لگتا ہے یہ قبر میں بھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

اول خان نے ہم دونوں کی تلاشی لی اور نہایت صفائی سے ایمن کا پستول اور اضافی میگزین نکال لیے۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ ہم کتنے مسلح تھے۔ ہم اسے گھورتے رہے لیکن اس کے خلاف کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ ایمن پھر منمنائی۔ "میں نے تم سے کہا تھا نا کہ راستے میں کچھ بھی ہوسکتا ہے۔"

"کیا تمہیں کوئی خدشہ تھا؟"

اس نے سر ہلایا۔ ”جب فتح خان کی قید میں تھی تو ایک بار اس نے مجھ سے کہا کہ اگر اسے ہیرے نہ ملے تو وہ ان کے برابر رقم پھر بھی حاصل کر لے گا اور میرے توسط سے حاصل کرے گا اس لیے مجھے شروع سے خدشہ تھا کہ فتح خان میرا اتنی آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ دیکھ لو اس نے ٹھیک ہی کہا تھا۔“

میں نے اس کی بات پر غور کیا۔ اس دوران میں اول خان ہماری تلاشی لے کر اور اسلحہ سمیٹ کر پہاڑ کی طرف جا چکا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ خالی ہاتھ نیچے آیا۔ اس نے گاڑی کا انجن بند کر کے چابی اپنے قبضے میں لی پھر پہلے انعام علی کی لاش کھینچ کر کھائی میں لڑھکائی اور اس کے بعد بیلچے سے برف صاف کرنے لگا۔ اس کا یا فتح خان کا مقصد کیا تھا یہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ کیا ہمیں اسی گاڑی میں آگے کی طرف سفر کرنا تھا۔ میں اور ایمن بدستور ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے۔ میں نے فتح خان سے کہا۔

”ہمیں کب تک اسی طرح ہاتھ اٹھائے کھڑے رہنا پڑے گا۔“

”بس کچھ دیر اور۔“

”فتح خان کیا تم نے اپنی صورت نہ دکھانے کا فیصلہ کر لیا ہے اب دور دور سے بات کرو گے۔“

”ابھی تم سے دور سے ہی بات کرے گا۔“ وہ بولا۔

اول خان طاقتور شخص تھا اس نے دس منٹ میں سڑک سے اتنی برف صاف کر دی جس سے گاڑی گزر سکتی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا فتح خان اکیلا ہے اور اس وجہ سے وہ سامنے آنے سے گریز کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ صرف اول خان تھا اور وہ بھی ہمارے ساتھ آیا تھا۔ اگر فتح خان نے صرف ایک آدمی کے ساتھ ہمیں روکا تھا تو اس کی عقل پر شبہ کیا جا سکتا تھا۔ صرف ایک آدمی کے ساتھ مجھے قابو رکھنا کتنا مشکل تھا یہ بات وہ بھی جانتا تھا۔ تب اس کا کیا مقصد ہو سکتا تھا۔ مجھے لگا بظاہر مقصد وہ نہیں ہے جو نظر آ رہا ہے فتح خان کسی اور چکر میں تھا۔ بہر حال جو بھی تھا وہ جلد سامنے آنے والا تھا۔ اول خان سڑک صاف کر کے پھر اوپر کی طرف چلا گیا۔ اس نے یا فتح خان نے ہم سے نہ تو چلنے کو کہا تھا اور نہ ہی ان کا ایسا کوئی ارادہ لگ رہا تھا۔ اچانک فتح خان نے حکم دیا۔

”شہباز خان...... دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جاؤ۔“

مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ ”وہ کیوں؟“

جواب میں ایک فائر ہوا اور گولی میرے پیر سے چند انچ آگے سڑک پر لگی۔ میں بے ساختہ پیچھے ہوا تھا۔ فتح خان نے سفاک لہجے میں کہا۔ ”شہباز خان میرے کو مجبور مت کرو کہ اگلا گولی تمہارے پاؤں میں مارے۔“

میں نے با دلِ ناخواستہ اس کے حکم کی تعمیل کی اس نے ایمن کے لیے کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ وہ بدستور کھڑی رہی۔ پھر اول خان اوپر سے آتا دکھائی دیا۔ وہ گاڑی کی طرف آیا اور اس نے پچھلے حصے سے جیک، پانا اور اضافی ٹائر نکال کر گاڑی کو جیک پر اٹھانا شروع کر دیا۔ اس جگہ وہ نظر نہیں آ رہا تھا بس کبھی کبھی اس کی جھلک نظر آتی تھی۔ اس نے پھرتی سے دس منٹ میں دونوں پہیے بدلے اور پھر پنکچر ہونے والے ٹائر اور جیک واپس عقبی حصے میں رکھ دیا۔ پھر اس نے اسلحے والا بکس اٹھایا اور اسے بھی لے کر اوپر چلا گیا۔

میں اب بھی سمجھ نہیں پایا تھا کہ آخر اس کا مقصد کیا ہے۔ یقیناً وہ فتح خان کی ہدایات پر عمل کر رہا تھا۔ وہ کوئی پندرہ منٹ بعد دوبارہ نیچے آیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ نہتا تھا۔ اسے مسلح ہونے کی ضرورت بھی نہیں تھی

کیونکہ اس کا باس اوپر رائفل لیے ہمارے سروں پر موجود تھا اور دوسرے اگر میں اسے قابو کر بھی لیتا تو فتح خان کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ نیچے آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سیاہ واسکٹ نما چیز تھی۔ وہ اس نے ہم سے کوئی دس فٹ کے فاصلے پر رکھ دی اور خود جلدی سے پیچھے ہوا اور گھوم کر سڑک کے بالکل کنارے کھائی کے ساتھ جا کھڑا ہوا تھا جہاں اس نے کچھ دیر پہلے انعام علی کی لاش اور برف گرائی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ فتح خان اسے ایک ایک قدم کے بارے میں ہدایات دے رہا تھا اور وہ ان پر لفظ بہ لفظ عمل کر رہا تھا۔ اس معاملے میں فتح خان خوش قسمت تھا کہ اسے مجرم ہوتے ہوئے بھی وفادار اور جاں نثار ساتھی مل جاتے تھے۔

''فتح خان یہ کیا ہے؟''

''ابھی بتاتا ہے۔'' اس نے کہا۔ ''پہلے ایمن سے بولو۔ اپنا جیکٹ اور شرٹ اتار کر اسے پہن لے۔''

فتح خان کے لہجے میں شرارت تھی۔ میں چونکا۔ ''کیوں پہن لے؟''

''سوال مت کرو۔'' اس بار فتح خان غرایا۔ ''اس سے بولو یہ پہن لے ورنہ میں اس طرح گولی مار دے گا۔''

فتح خان نے اپنا جملہ مکمل ہوتے ہی فائر کر دیا تھا۔ پہلے میں سمجھا کہ اس نے مجھے اور ایمن کو ڈرانے کے لیے فائر کیا ہے لیکن پھر ایک چیخ سنائی دی میں نے گھوم کر دیکھا تو اول خان جو آرام سے سڑک کے کنارے کھڑا تھا۔ گولی اس کے سینے میں لگی اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا اور پھر کھائی میں گر گیا۔ میرے یا ایمن کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے ہی ساتھی کو گولی مار دے۔ ایمن چلا اٹھی۔ ''یہ کیا کیا تم نے؟''

''اب تم کو پتا چل گیا کہ میں کیا کرے گا۔'' فتح خان نے سرد لہجے میں کہا۔ ''اگر تم نے دو منٹ کے اندر جیکٹ نہیں پہنا تو میں شہباز کو بھی اسی طرح گولی مار دے گا۔''

''ایمن تم یہ نہیں پہنو گی یہ بکواس کرتا ہے۔'' میں نے کہا ایمن کانپنے لگی تھی۔ شاید اس نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ جیکٹ میں کوئی خطرناک چیز تھی۔ فتح خان نے کچھ نہیں کہا تھا البتہ نصف منٹ بعد اعلان کیا۔

''مس شا تمہارے پاس ڈیڑھ منٹ باقی ہے۔''

''شہباز میں پہن رہی ہوں۔'' ایمن روہانسے انداز میں بولی۔ ''ورنہ یہ وحشی تمہیں بھی مار دے گا۔''

''تم نہیں پہنو گی۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔ ''یہ مجھے مارنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے۔''

میری آواز فتح خان تک نہیں جا سکتی تھی لیکن اس نے محسوس کر لیا کہ میں ایمن کو منع کر رہا ہوں اس نے پھر فائر کیا اور اس بار بھی گولی مجھ سے چند انچ دور زمین میں لگی۔ اس نے کہا۔ ''مس شا ایک منٹ رہ گیا ہے۔''

ایمن تیزی سے جیکٹ کی طرف بڑھی اور اسے اٹھا لیا۔ ''ایمن یہ کیا حماقت کر رہی ہو۔'' میں نے اسے روکنے کی کوشش کی۔ جیکٹ اٹھا کر اس نے مجھے دیکھا۔

''شہباز میں تمہاری زندگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتی۔''

فتح خان بولا۔ ''تم عقل مند ہے مس شا، اب اپنا جیکٹ اور شرٹ اتار دو بس اندر والا کپڑا پہنے رہو اور اس پر یہ پہن لو۔''

''فتح خان۔'' میں غرایا۔

''شہباز خان تم چپ رہے گا۔''

''ہاں پلیز تم مت بولو۔'' ایمن نے کہا اور جیپ کی آڑ میں آ گئی۔ یہاں سے فتح خان اسے واضح نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن مجھے دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اسے روکنے کی کوشش کی لیکن اول خان کی موت اور فتح خان کی دھمکی نے اسے دہلا دیا تھا اس نے جیکٹ کے بعد شرٹ بھی اتارنی شروع کی تو میں نے منہ موڑ لیا تھا۔ فتح خان کا مقصد کسی حد تک میری سمجھ میں آ گیا تھا لیکن مجھے یا ایمن کو اتنی مہلت ہی نہیں ملی تھی کہ اس صورتِ حال سے عہدہ برا ہو سکتے۔ فتح خان نے نہایت پلاننگ سے کام لیا اور اول خان کو مار کر ایک تو اس نے ہمیں نفسیاتی لحاظ سے مرعوب کر لیا اور دوسرے اس سے چھٹکارا بھی حاصل کر لیا۔ وہ شاید راجا عمر دراز کے محل کی حد تک اس کے لیے کارآمد تھا اور اس سے باہر بیکار ہو گیا تھا۔ فتح خان بے کار چیز ٹھکانے لگانے کا قائل تھا۔

فتح خان نے کہا۔ ''مس شا ابھی تم کپڑے نہیں پہنے گا پہلے سامنے آؤ۔''

ایمن جیکٹ پہن کر سامنے آ گئی۔ شانوں سے کمر تک سیاہ جیکٹ نے اس کے مرمریں پیکر کو چھپا لیا تھا۔ یہ اس کے وجود پر اس طرح فٹ آ گئی تھی جیسے اسی کے لحاظ سے بنائی گئی ہو۔ یہ کسی قدر پھولی ہوئی تھی اگر ایمن اپنے ملک میں اور گرمی کے موسم میں ہوتی تو لوگ اسے نئے فیشن کی چیز سمجھتے۔ بظاہر دیکھنے میں یہ خطرناک نہیں لگ رہی تھی۔ اس کے دودھیا بازو سیاہ جیکٹ میں بہت نمایاں ہو رہے تھے۔ چند لمحے کو میں بھول گیا کہ سچویشن کتنی سنگین ہو رہی ہے۔ اس طرح دیکھنے پر ایمن بھی پریشانی کے باوجود شرما گئی تھی۔ ''ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟''

یہ خاصا اکسانے والا سوال تھا کہ کیا دیکھ رہے ہو اور مزید کیا دیکھنا چاہتے ہو۔ میں نے ٹھنڈی سانس لی۔

''بہت غلط موقع پر تمہیں اس طرح دیکھ رہا ہوں۔''

''بس عاشق معشوقی کا کھیل نہیں چلے گا۔'' فتح خان کی آواز آئی اور اس بار میگا فون کے بغیر ہی پاس سے آئی تھی۔ وہ سڑک سے ذرا بلند ایک درخت سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور اسی لباس میں تھا جس میں وہ آخری بار مجھے نظر آیا تھا اس کا مطلب تھا کہ فرار کے بعد وہ خانہ بدوشی کی زندگی گزار رہا تھا اور اگر اس کے پاس کوئی ٹھکانہ تھا تو وہ صرف سر چھپانے کی حد تک تھا اس کا شیو بھی بڑھ گیا تھا۔ اسے دیکھ کر ایمن نے جلدی سے اپنے بازو سمیٹ لیے۔ فتح خان اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ ''شہباز خان تم محبت کے معاملے خوش قسمت ہے۔ سویرا تم سے محبت کرتا ہے اور یہ بھی تمہاری خاطر موت کا جیکٹ پہننے کو تیار ہو گیا۔''

''موت کی جیکٹ۔'' میرے اور ایمن کے منہ سے بیک وقت نکلا تھا۔ فتح خان نے سر ہلایا اور بولا۔

''مس شا تم نے جیکٹ کا نیچے والا ہک نہیں لگایا ہے۔''

ایمن نے جیکٹ بٹن لگا کر بند کر دی تھی لیکن نیچے ایک دھاتی بکل ٹائپ کی چیز نظر آ رہی تھی۔ یہ ایسا بکل تھا جو مخالف کھانچے میں فٹ ہو کر بند ہو جاتا تھا۔ جیسے ہی ایمن نے ہک لگایا جیکٹ سے ایک عجیب سے سنسناتی سی آواز آئی اور اس کے سامنے ایک چھوٹی سی روشنی جلنے بجھنے لگی تھی۔ ایمن دہشت زدہ نظر آنے لگی۔ ''یہ...... یہ کیا ہے؟''

''مس شا یہ ایک بارودی جیکٹ ہے اور اس میں موجود بم اتنا طاقتور ہے کہ تمہارے آس پاس جو بھی ہو گا وہ مارا جائے گا۔ بکل لگانے سے یہ ایکٹی ویٹ ہو گیا ہے۔'' فتح خان بولا پھر اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا

جدید قسم کا ریموٹ نکالا۔ اس پر نمبر لگے تھے اور اوپر ایک سرخ بٹن لگا تھا۔ اس نے ریموٹ اوپر کر کے اس کے کچھ بٹن دبائے اور پھر اس کا رخ ایمن کی طرف کر کے سرخ بٹن دبا دیا وہ بے ساختہ مجھ سے دور ہوئی تھی لیکن بٹن دبانے سے کچھ نہیں ہوا تھا۔ فتح خان مسکرایا۔ ''ڈرو مت مس شا، ابھی یہ صرف ایکٹی ویٹ ہوا ہے پر ایسے نہیں پھٹے گا۔ اگر تم نے اب بکل کھولا یا جیکٹ کو کسی جگہ سے کاٹا تو یہ پھٹ جائے گا۔ اسے صرف ایک ہی طریقے سے اتارا جاسکتا ہے۔ اس ریموٹ کی مدد سے۔'' فتح خان نے کہا اور ریموٹ میری طرف اچھال دیا۔ یہ اتنا سا تھا کہ کسی موبائل جیسا لگتا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا۔ ''میں نے اس کا نمبر لگا دیا ہے اب وہ نمبر دبا کر سرخ بٹن دبائے گا تو جیکٹ ڈی ایکٹی ویٹ ہو جائے گا۔ اس کے بغیر کسی کا باپ بھی اسے ڈی ایکٹیویٹ نہیں کر سکتا ہے چاہے دنیا بھر کا ماہر بھی آ جائے۔ یہ بہت جدید جیکٹ ہے۔ یہ واٹر پروف ہے اس سے ایکسرے کا شعاع نہیں گزر سکتا اور نہ ہی کسی اور آلے سے اس کا اندر سے معائنہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک بات اور اگر غلط نمبر دبا کر سرخ بٹن دبایا تو سوائے دھماکے کے کچھ نہیں ہوگا۔''

''اور اگر ایسے ہی کوئی بٹن دب جائے تو؟''

''اس سے کچھ نہیں ہوگا بھلے سرخ بٹن دبائے تب بھی کچھ نہیں ہوگا۔ جب تک سات نمبر نہیں ملائے گا تب تک ریموٹ بھی کام نہیں کرے گا۔ ویسے تم چاہے تو احتیاط کے طور پر اس کا سیل نکال لے۔''

میں نے فوری طور پر یہی کیا تھا اور پھر ایمن سے کہا۔ ''کپڑے پہن لو۔''

میری جان خطرے میں پا کر اس نے بلا جھجک جیکٹ پہن لی تھی لیکن اب وہ سکتے کے عالم میں تھی اسے اپنی بات سمجھانے کے لیے اسے ہلانا پڑا تھا۔ تب اس نے معمول کے سے انداز میں شرٹ اور پھر جیکٹ پہنی تھی۔ میں کسی حد تک سمجھ رہا تھا کہ فتح خان نے یہ سب کیوں کیا تھا۔ پھر بھی میں نے اس سے پوچھا۔ ''فتح خان تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟''

''اب تم نے کام کا سوال کیا ہے۔'' وہ مسکرایا۔ ''ایمن شا اسلام آباد جائے گا اور اگر اسے زندہ رہنا ہے تو مجھے پانچ کروڑ ڈالرز دے۔''

''تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔'' میں نے غصے سے کہا۔ ''یہ کہاں سے دے سکتی ہے پانچ کروڑ ڈالرز۔''

''یہ دلوا سکتا ہے۔ یہ نہیں دے سکتا تو اس کا حکومت دے۔'' فتح خان نے سکون سے کہا۔ ''ایک بات اور بتا دے۔ جیکٹ ایکٹی ویٹ ہوتے ہی اب سات دن یا ایک سو اڑسٹھ گھنٹے کا وقت ہے۔ اس کے بعد بم خود بہ خود پھٹ جائے گا۔ تم وقت نوٹ کر لو اور اس کا حساب رکھو۔''

میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ دوپہر کا ایک بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ فتح خان نے تقریباً دس منٹ پہلے ہی بم ایکٹی ویٹ کیا تھا۔ میں نے تلخی سے کہا۔ ''فتح خان آج کل تم زنخوں کی سطح پر اتر آئے ہو۔ اپنے زورِ بازو پر بھروسہ کرنے کے بجائے ایسے حربے استعمال کر رہے ہو۔''

اس نے بالکل برا نہیں مانا تھا۔ ''تم چاہے تو ایسا کہہ سکتا ہے۔ مجھ کو پانچ کروڑ ڈالرز مل جائیں تو میں اس کے لیے زنخہ بننے کو بھی تیار ہوں۔''

ہمارے درمیان گفتگو انگریزی اور اردو میں ہو رہی تھی۔ جب ایمن بھی شامل ہوتی تھی تو انگریزی میں

بات ہوتی تھی۔ ورنہ اردو میں بات ہوتی تھی۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ''یہ ایک عام سی لڑکی ہے اور اب تو اس کا لارڈ باپ بھی نہیں ہے اس لیے حکومت اس کے بدلے پانچ کروڑ ڈالرز نہیں دے گی تم بلاوجہ ایک انسان کو اپنی لالچ کی بھینٹ چڑھا رہے ہو۔''

''گر پانچ کروڑ ڈالرز نہیں دے گا تو ساری دنیا میں بدنامی سمیٹے گا کہ اپنے ایک شہری کو نہیں بچا سکا۔''

''فتح خان......''

میں نے کہنا چاہا لیکن فتح خان نے میری بات کاٹ کر اشارہ کیا۔ ''شہباز خان اب تم جا سکتا ہے۔''

وہ پیچھے ہٹا تھا تو میں نے جلدی سے کہا۔ ''سویرا کہاں ہے؟''

''وہ شہلا کے پاس ہے اب میرا اور اس کا معاملہ ختم ہو گیا ہے تم جا کر اس سے سویرا کو لے لو۔''

میرا دماغ گھوم گیا تھا۔ ''فتح خان اسے تم نے اغوا کیا ہے اور مجھے تم سے ہی چاہیے۔''

''میرا تلاشی لے لو میرے پاس نہیں ہے۔'' اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ ''شہباز خان ہوش سے کام لو شہلا نے اس کا کیا کرنا ہے وہ اسے چھوڑ دے گا یا چھوڑ دیا ہوگا اس کا مجھے نہیں معلوم۔''

''وہ تمہارے حکم کے بغیر اسے نہیں چھوڑ سکتی ہے۔''

''میں نے کل اسے بتا دیا ہے کہ ہیرا نہیں ملا اس لیے میرا اور اس کا راہ اب الگ ہے۔''

''اچھا مجھے اس کا پتا بتا دو میں خود......''

''نہیں فتح خان زبان دے چکا ہے شہلا کا پتا نہیں بتا سکتا تم خود تلاش کر لو۔'' وہ بولا اور رائفل کا رخ میری طرف کر دیا۔ ''اب جاؤ رکومت ورنہ میں کم سے کم ایک گولی تو مار دے گا۔ جیپ مس شا بھی ڈرائیو کر سکتا ہے یہ تم کو پہلے اسپتال لے جائے گا اور وہاں سے تمہیں پولیس لے جائے گا۔''

حالات نے ایک بار پھر مجھے فتح خان کے سامنے بے بس کر دیا تھا۔ اس نے نہایت مکاری سے کام لیا تھا اور اس طرح سے وار کیا جس کے بارے میں ہم نے سوچا تک نہیں تھا جب جیپ یہاں رکی اور فتح خان کی آواز آئی تو میرا خیال تھا کہ ہم ایک بار پھر اس کے قیدی بن گئے ہیں لیکن اس بار اس نے حکمتِ عملی بدل دی تھی۔ اس نے ہمیں جسمانی قیدی نہیں بنایا تھا لیکن اس کے باوجود ہم اس کی گرفت میں آ گئے تھے اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لیے مجبور تھے۔ اسے بہر صورت ہیرے یا ان کی مالیت کی رقم درکار تھی اور اس کے لیے وہ کسی بھی حد کو جانے کے لیے تیار تھا۔ ایمن بدستور تنویمی کیفیت میں تھی۔ میں نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر جیپ میں بٹھایا اور فتح خان سے کہا۔

''اب جیپ کیسے اسٹارٹ کروں چابی تو اول خان کے ساتھ ہی کھائی میں جا چکی ہے۔''

فتح خان ہنسا اور چابی میری طرف اچھال دی۔ ''میں احمق نہیں ہے کہ اس سے چابی نہ لیتا۔''

''تم نے اسے کیوں مار دیا؟''

''بیکار تھا اس لیے ضائع کر دیا۔'' وہ لاپروائی سے بولا۔ میں ایک بار پھر اندر سے سلگ اٹھا تھا وہ انسانی جان کے لیے یوں بات کر رہا تھا۔ میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''فتح خان ہو سکتا ہے کبھی تم بھی کسی کے لیے بے کار چیز بن جاؤ۔''

وہ مکاری سے مسکرایا۔ ''تو بے شک ضائع کر دے مجھے۔ اب تم غور سے سنو اس لڑکی کو ایمبیسی تک پہنچانا تمہارا کام ہے اور یہ کام جلد ہو جانا چاہیے۔ جتنا جلدی یہ اپنوں کے پاس جائے گا اس کا جان بچنے کا اتنا ہی امکان ہوگا۔''

''میں کس خوشی میں یہ کام کروں جب کہ تم میرے معاملے سے ہاتھ اٹھا چکے ہو؟'' میں نے تلخی سے کہا۔

''ایمن تمہارا بھی کچھ لگتا ہے۔ اس لیے تم یہ کام کرے گا۔ ویسے تمہارا مرضی ہے تم اسے یہاں چھوڑ جائے میں خود اسے ایمبیسی تک پہنچا سکتا ہے۔ اب تم جیپ میں بیٹھ کر چل دو تمہارے پاس وقت کم ہے۔''

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا میرے پاس وقت کم تھا۔ میں پیچھے آیا اور جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ جب تک میں جیپ اسٹارٹ کرتا او ر فتح خان اتنی دیر میں درختوں میں کہیں غائب ہو چکا تھا۔ ایمن کی حالت بہتر ہو گئی تھی۔ مگر وہ اب بھی خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔ اسے حوصلہ دینے کے لیے میں ہنسا۔ ''اس وقت تو اتنی بہادری سے جیکٹ پہن لی تھی اور اب یہ حالت ہو گئی۔''

اس نے میرے شانے پر سر رکھ دیا۔ ''اس وقت میں تمہاری جان کے لیے فکر مند تھی مجھے لگ رہا تھا کہ فتح خان کہیں تمہیں گولی ہی نہ مار دے۔''

''تم نے بہت عجلت دکھائی۔'' میں نے توجہ سامنے رکھتے ہوئے کہا یہاں سڑک بہت تنگ اور خراب تھی۔ درحقیقت میں نہیں جانتا تھا کہ میں کہاں تھا اور اس سڑک پر سفر کرتے رہنے کا سوا میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا جتنی دیر ہم یہاں رکے اور فائرنگ بھی ہوئی مگر اس دوران میں یہاں کوئی اور گاڑی یا آدمی نظر نہیں آیا تھا۔ شاید یہ مکمل طور پر ویران جگہ تھی۔ ممکن ہے آگے چل کر کوئی آبادی مل جاتی اور پھر میں درست راستے کا تعین کر سکتا یہ تو طے تھا کہ اول خان ہمیں جان بوجھ کر اس راستے پر لایا تھا کیونکہ وہ ڈرائیور تھا اس لیے راستے کا تعین اس پر چھوڑ دیا گیا تھا اور اس نے نہ صرف ہمیں لا پھنسایا بلکہ اپنی جان سے بھی گیا مجھے افسوس انعام علی کا ہو رہا تھا جو اول خان کی سازش کی بھینٹ چڑھ گیا۔ ان دونوں کی لاشیں یہاں بے گور و کفن پڑی تھیں اور انہیں ان کے لواحقین تک پہنچانا لازمی تھا لیکن میں راستے میں بھی راجا عمر دراز کے محل سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔ ہاں عبداللہ ہی اس معاملے میں کچھ کر سکتا تھا۔

ایمن بولی۔ ''اول خان کی موت نے مجھے ہلا دیا تھا۔ فتح خان حد سے زیادہ سفاک ہے۔''

میں نے سر ہلایا۔ ''اس نے بہت ترقی کر لی ہے خاص طور سے جب سے ڈیوڈ شا کے زیر سایا آیا ہے۔''

''ڈیوڈ شا۔'' ایمن چونکی۔ ''شہباز کہیں یہ اس کی سازش تو نہیں ہے؟''

''ممکن ہے لیکن میرا خیال یہی ہے کہ فتح خان اصل میں ہیروں کے لیے پاگل ہو رہا ہے۔ اسے ہیرے نہیں ملے اس لیے وہ ان کے مساوی دولت حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے یہ طریقہ کار استعمال کیا ہے۔ آج کل اس کا دماغ بہت شیطانی رفتار سے کام کر رہا ہے اور وہ مجھے بھی حیران کر رہا ہے۔ جیسے یہی اس جیکٹ کا خیال۔ اس نے شاید پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ وہ اگر ہیرے حاصل نہ کر سکا تو تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ ممکن ہے اس صورت میں برٹ شا بھی نہ مارا جاتا اور فتح خان تمہیں اسی طرح چھوڑ دیتا۔''

''شاید۔'' اس نے سرد آہ بھری۔ ''لیکن اب پاپا اس دنیا میں نہیں ہیں اور میں......'' اس نے جیکٹ کو

ہاتھ لگایا جو لباس تلے تھی۔ ''شہباز اگر برٹش حکومت تاوان دینے کو تیار نہ ہوئی تو سات دن بعد میرا وجود اس دنیا میں نہیں ہوگا۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔'' میں نے اسے تسلی دی۔ ''یہ برٹش گورنمنٹ کی ساکھ کا معاملہ بھی ہے اس لیے میرا خیال ہے وہ فتح خان کو رقم ادا کردے گی۔''

''اور اگر نہیں دیا؟''

''تب بھی اس کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔''

''کاش ایسا ہو میرا سر چکرا رہا ہے۔'' اس نے پشت سے سر ٹکالیا۔

''بہتر ہوگا تم آرام کرو، میں جلد از جلد اسلام آباد پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

ایمن نے سر ہلایا اور سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے سیٹ کو ذرا جھکا لیا۔ میں نے جیپ کی رفتار تیز کی اب سڑک کشادہ تھی اور آس پاس دور پہاڑوں پر آبادی کے آثار نظر آرہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ جلد مجھے سڑک کے ساتھ بھی کوئی آبادی یا بازار ملے گا۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا تھا کچھ دیر بعد سڑک کے ساتھ دکانیں اور مکانات نظر آنے لگے۔ موسم کی وجہ سے بیشتر دکانیں بند تھیں اور صرف ایک چائے خانہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے اس کے پاس ہی جیپ روکی اور انجن بند کر کے چابی سمیت نیچے اتر آیا۔ ایمن آنکھیں بند کر کے لیٹی تھی میں نے اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ جیپ کے شیشے اس قسم کے تھے کہ باہر سے اندر نہیں دیکھا جا سکتا تھا اور دروازے لاک تھے اس لیے کوئی اندر نہیں آسکتا تھا۔

میں اتر کر چائے خانے میں آیا جو غیر معمولی طور پر آباد تھا۔ مقامی لوگ ایک دوسرے سے جڑے بیٹھے چائے کے پیالے پر پیالے انڈیل رہے تھے۔ اصل چیز گرمی تھی چاہے وہ چائے میں تھی یا چائے خانے میں تھی۔ وہاں دھواں بھرا تھا اس کے باوجود مجھے اندر آکر بہت سکون ملا تھا باہر غضب کی سردی تھی۔ میرے لباس کی وجہ سے چائے خانے کے مالک نے مجھے خصوصی پروٹوکول دیا اور ایک غلیظ سطح والی میز پر میلا کپڑا مار کر اسے مزید غلیظ کر دیا۔

''بیٹھو صاحب چائے نکالے۔''

''کیوں نہیں دوست۔'' میں بلا تکلف کرسی پر بیٹھ گیا تو اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا اس نے جلدی سے اپنا بہترین کپ نکالا اور پتیلے میں ابلتی چائے سے نکال کر اس میں چینی ملانے لگا لیکن میں نے منع کر دیا۔ شکر ہے دودھ اتنا زیادہ نہیں تھا کہ اسے دودھ پتی کہا جاتا۔ میں نے پہلا گھونٹ لے کر کہا۔ ''میں اپنی بیوی کے ساتھ سوات سے اسلام آباد جا رہا ہوں لیکن شاید غلط راستے پر آنکلا ہوں کیا کوئی مجھے راستہ بتا سکتا ہے۔''

''کیوں نہیں صاحب۔'' چائے خانے کا مالک کہیں سے ایک میلا لیکن بہترین قسم کا نقشہ نکال لایا اور اسے میز پر پھیلا کر مجھے سمجھانے لگا کہ میں کس طرح جلد از جلد اسلام آباد پہنچ سکتا ہوں۔ میں نے راستہ سمجھ لیا بلکہ سمجھ کیا لیا۔ اس سڑک سے نکلتا تو باقی راستہ میرا جانا پہچانا تھا اس پر درجنوں بار سفر کر چکا تھا بس اس سڑک پر پہلی بار آیا تھا۔ شکریے کے ساتھ میں نے ایک نوٹ میز پر رکھا اور باہر نکل آیا۔ ایمن جاگ گئی تھی اور عقبی آئینے میں دیکھ کر بال بنا رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے بال سمیٹے اور بینڈ سے پونی باندھ لی۔ اس کی ریشمی بال زیادہ لمبے

نہیں تھے انہیں کھلا چھوڑتی تو مشکل سے شانوں سے نیچے آتے تھے۔لیکن بہت گھنے اور ریشم کی سی نرمی اور ساخت لیے ہوئے تھے۔ مجھے سویرا کے اخروٹی رنگ کے بال یاد آئے جو اتنے لمبے تھے کہ اس کی کمر سے بھی نیچے آتے تھے۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟'' ایمن نے کہا تو میں چونکا میں بظاہر ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا حالانکہ میرا ذہن کہیں اور تھا میں نے مسکرا کر کہا۔

''دیکھ رہا ہوں اب تم زیادہ خوب صورت ہوتی جا رہی ہو۔''

''اچھا۔'' وہ خوش ہوگئی۔''مجھ میں کیا اچھا لگا۔''

وہ مغربی عورت تھی اور اگر میں اسے کھل کر بھی بتا تا کہ مجھے اس میں کیا اچھا لگ رہا ہے تو وہ بالکل برا نہیں مناتی اور اسے اپنے حسن کا خراج سمجھ کر قبول کرتی۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔''سب کچھ۔''

''کیا سب کچھ؟''

''سب کچھ سے مراد سب کچھ ہی ہوتا ہے۔یعنی تم میں کوئی کمی یا خرابی نہیں ہے۔'' میں نے کہا تو وہ سمجھ گئی کہ میں اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہ رہا۔اس لیے اس نے بات بدل دی۔

''راستہ معلوم کیا؟''

''ہاں بس یہی ایک راستہ ہے جو میرے لیے انجان ہے یہاں سے نکلیں گے تو پھر اسلام آباد تک میں آنکھ بند کر کے بھی ڈرائیونگ کر سکتا ہوں۔''

''ایسا مت کرنا۔'' وہ ہنسی۔''میں تمہیں زندہ سلامت دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''میرا بھی ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔''میں تو صرف مثال دے رہا تھا کہ راستے سے اتنا واقف ہوں۔''

میں نے جیپ آگے بڑھا دی۔ ایمن اب بہتر نظر آ رہی تھی اس نے ابتدائی خوف پر خاصی حد تک قابو پا لیا تھا۔اس نے عقبی حصے میں دیکھا جہاں ایک ہاٹ پاٹ رکھا تھا اس کے ساتھ چائے اور کافی کے تھرماس بھی تھے۔ دو بج رہے تھے اور اگر درمیان میں فتح خان والا معاملہ نہ آ جاتا تو اس وقت مجھے بھوک لگ رہی ہوتی۔ ایمن نے کھانے کا پوچھا۔ میں نے انکار کر دیا۔''نہیں تم کھا لو میں ذرا دیر بعد کھاؤں گا۔''

''کافی نکال دوں۔''

''نہیں میں توجہ سے ڈرائیونگ کرنا چاہتا ہوں۔''

سڑک ایک بار پھر تنگ اور موڑ والی ہو رہی تھی۔یہ بڑی اونچی پُر پیچ پہاڑیاں تھیں جن سے گزرتی سڑک بھی بار بار گھومنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ یہاں ذرا سی لاپروائی حادثے کا سبب بن سکتی تھی۔ میں پوری توجہ سے ڈرائیو کر رہا تھا اور ایمن کھانے پینے میں مصروف تھی مجھے ایک بار پھر اس کے اعصاب کی مضبوطی پر حیرت ہوئی۔ اگر کوئی عام عورت ہوتی تو اس وقت اس پر غشی یا ہسٹریا کے دورے پڑ رہے ہوتے۔اسے بھی شروع میں سکتہ ہوا تھا لیکن اب اس نے خود کو سنبھال لیا تھا اور سکون سے سینڈوچز کھا رہی تھی۔ ایسا لگا جیسے اس نے بارودی جیکٹ کو اپنا لباس سمجھ کر قبول کر لیا ہو۔ سینڈوچز کھا کر اس نے اپنے لیے کافی نکالی اور میری طرف دیکھا۔

''شہباز میرا خیال ہے اس معاملے میں تمہارا سامنے آنا مناسب نہیں ہوگا۔''

''تم نے ٹھیک سوچا ہے۔ میں پولیس کو اور اس سے بھی زیادہ مرشد کو مطلوب ہوں اس لیے میرا منظرِ عام پر آنا مناسب نہیں ہوگا دوسرے اگر میں تمہارے ساتھ نتھی ہوا تو ممکن ہے اس سے تمہارا یہ معاملہ کوئی اور رخ اختیار کر جائے۔ میرا خیال ہے ڈیوڈ شا اس معاملے میں اپنا اثر بھی استعمال کرے گا کہ تاوان کی ادائیگی نہ ہونے پائے۔''

''اسے کیسے پتا چلے گا؟''

''اسے معلوم ہو جائے گا میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ اس خطے میں مغربی طاقتوں کا ایجنٹ ہے اور کچھ مخصوص مقاصد کے تحت یہاں آتا جاتا رہتا ہے۔''

''مجھے یاد ہے لیکن میں نے کبھی اس بارے میں غور نہیں کیا۔''

''اس کے یہاں تعلقات بھی ہیں اور برٹش حکام پر اثر بھی رکھتا ہے اس کے لیے معلوم کرنا دشوار نہیں ہوگا۔ کم سے کم اسے برٹ شا کی موت کی اطلاع ضرور ملے گی اور وہ لازمی یہاں سے معلومات حاصل کرے گا۔ پورا امکان ہے کہ تمہارا معاملہ بھی اس کی نظر میں آجائے گا۔ اس کے بعد وہ اسے اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔''

''ہوسکتا ہے۔'' اس نے تسلیم کیا۔ ''واقعی وہ مجھ سے چھٹکارے کے لیے تاوان کی ادائیگی کی مخالفت کرے گا۔ اس طرح پاپا کے ساتھ ساتھ مجھ سے بھی نجات مل جائے گی اور وہ بدستور جاگیر اور خطاب پر قابض رہے گا۔''

''جاگیر کی مالیت کیا بنتی ہے؟''

''جاگیر اور پیلس ہی تقریباً بیس ملین پاؤنڈز مالیت کے ہیں۔'' ایمن نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''اور میں چالیس ہزار پاؤنڈز سالانہ کی ملازمت کرنے پر مجبور ہوں۔ میرے پاس لندن میں کرائے کا ایک چھوٹا سا فلیٹ ہے۔''

میں نے اسے تسلی دی۔ ''فکر مت کرو اس مسئلے سے نمٹ لیں اس کے بعد تمہاری جاگیر کا بھی کچھ کرتے ہیں۔ اب ڈیوڈ شا اس پر اتنی آسانی سے قابض نہیں رہ سکے گا۔''

اس نے سرد آہ بھری۔ ''کاش ایسا ہی ہو، مجھے جاگیر کی اتنی پروا نہیں ہے لیکن میں اسے ڈیوڈ شا کے قبضے میں بھی نہیں دیکھ سکتی ہوں۔''

''تمہیں معلوم ہے ڈیوڈ شا نے مجھے ایک پیشکش کی تھی اور میں اسے قبول کرنے پر مجبور بھی ہو گیا تھا لیکن اس کے آدمی نے بدعہدی کی اور اس کی وجہ سے میں ڈیوڈ شا کے معاہدے سے آزاد ہو گیا۔''

''کیسا معاہدہ؟''

''ڈیوڈ شا نے میری مرشد سے دشمنی ختم کرانے کا معاہدہ کیا اور اس کے بدلے مجھے اس کے ساتھ ہمالیائی وادی تک جانا تھا۔ جس کا کبھی تمہارے دادا ولیم شا نے سفر کیا تھا راجا عمر دراز کے ساتھ۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''ڈیوڈ شا کے دماغ میں بھی خاندانی پاگل پن آگیا ہے۔ مجھے تو یہ وادی کا چکر دیوانگی ہی

لگتا ہے۔"

میں نے سر ہلایا۔"میں تم سے متفق ہوں اگر ہمالیہ میں کچھ لوگ ساری دنیا سے الگ ایک جگہ سکون سے بیٹھے ہیں تو کیا ضروری ہے کہ ان کو زبردستی باقی دنیا سے رُوشناس کرایا جائے۔اس سے کئی طرح کے بین الاقوامی مسائل بھی کھڑے ہو سکتے ہیں کیونکہ صرف چین اور بھارت کے درمیان کئی ہزار میل متنازعہ سرحد ہے اور مغربی طاقتیں ان دونوں ممالک کو لڑا کر اپنا مفاد حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ممکن ہے وادی کی دریافت دونوں ملکوں میں موجود تنازعے کو جنگ کی حد تک لے جائے۔"

ایمن نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔"تم اس معاملے کو اتنی گہرائی سے دیکھتے ہو؟"

"ہاں کیونکہ میں ہمالیہ پر دونوں ممالک کی باہمی آویزش خود دیکھ اور بھگت چکا ہوں۔یہ ایک لاوا ہے جو اندر ہی اندر پک رہا ہے اور باقی دنیا کو اس کا علم اس وقت ہو گا جب یہ پھٹ پڑے گا۔" میں نے کہا اور ایمن کو بھارت اور پھر چین میں گزارے وقت کے بارے میں مختصر بتایا۔ایمن حیرت زدہ سی سن رہی تھی۔جب میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

"میرے خدا یہ تو لگ رہا ہے جیسے میں جیمس بانڈ فلم کا کوئی منظر سن رہی ہوں۔"

میں نے اسے بھارتی فوج کے ساتھ کشمکش کے واقعات تو سنائے ہی نہیں تھے ورنہ وہ ماننے سے انکار کر دیتی۔وہ واقعات ایسے تھے کہ اب میں سوچتا ہوں تو خود مجھے خواب جیسے لگتے ہیں۔میں نے ایمن کو بریف کیس کے بارے میں نہیں بتایا تھا یہ اس کے لیے غیر متعلق چیز تھی اس لیے تذکرہ فضول تھا۔بریف کیس اور سویرا دونوں شہلا کے پاس تھے اور میرا اپنے ساتھیوں سے رابطے کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آیا تھا میں جس آبادی میں رکا تھا وہاں نہ تو بجلی تھی نہ فون اور نہ ہی کوئی دوسری سہولت تھی۔لازمی بات ہے جب بجلی ہی نہیں ہے تو موبائل سروس بھی دستیاب نہیں ہو گی اب مجھے آگے جا کر ہی ایسی جگہ ملتی جہاں فون یا موبائل سروس ہوتی۔

اس دوران میں اس تنگ اور انجانے راستے سے نکل کر میں اپنے جانے پہچانے راستے پر آ گیا تھا۔یہاں سے اسلام آباد کا سفر تقریباً پانچ گھنٹے کا تھا اور اس وقت تین بج رہے تھے تقریباً تین گھنٹے بعد یہاں روشنی نہ ہونے کے برابر رہ جاتی لیکن اس سے آگے سفر ہیڈ لائٹس کی روشنی میں کیا جا سکتا تھا۔ایک جگہ دس منٹ کے لیے رک کر میں نے پیٹ پوجا کی اور تقریباً ٹھنڈی ہو جانے والی کافی پی اور آگے روانہ ہو گیا۔ایک گھنٹے کے مزید سفر کے بعد مجھے پہلی آبادی ملی جس میں بجلی اور فون کی سہولت موجود تھی۔خوش قسمتی سے وہاں ایک پی سی او بھی کھلا دکھائی دیا تھا۔میں نے جیپ اس کے سامنے روک دی۔پی سی او کے مالک نے چارج ریٹ لگا رکھے تھے جو نارمل سے کئی گنا زیادہ تھے۔بہرحال وہ دور دراز ہونے کا فائدہ اٹھا رہا تھا میں نے اسے عبداللہ والی کوٹھی کا نمبر دیا اور اس نے نمبر ملا کر ریسیور مجھے تھما دیا۔دوسری بیل پر کسی نے کال ریسیو کی۔میں نے کہا۔

"عبداللہ سے بات کراؤ۔"

"آپ کون ہیں؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا

"یہ میں عبداللہ کو بتاؤں گا تم کہہ دو کہ ہاتھ والا فون پر ہے۔"

عبداللہ جانتا تھا کہ ہاتھ والا میں ہوں میرا ہاتھ حکیم قادس کے علاج سے بچ گیا تھا۔ایک منٹ سے بھی

پہلے وہ لائن پر تھا وہ دوڑتا ہوا آیا تھا اس کی سانس پھولی ہوئی تھی لیکن اس نے میرا نام لینے سے گریز کیا۔

''آپ.....کہاں ہیں؟''

''فی الحال راستے میں ہوں اور تمہاری طرف آرہا ہوں۔ یہ سناؤ کہ وہاں کیا احوال ہے؟''

''آپ کے لیے خوشخبری ہے۔'' عبداللہ کے لہجے میں چہک تھی۔ ''بھابی مل گئی ہیں۔ یہیں کوٹھی میں ہیں۔''

''شکر اللہ کا۔'' میں نے سکون کا طویل ترین سانس لیا۔ ''کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟''

''نہیں مسئلہ نہیں ہوا باقی آپ آئیں گے تو معلوم ہو جائے گا۔'' اس نے جواب دیا۔

''میں تقریباً پانچ گھنٹے میں پہنچ جاؤں گا۔ دوسروں کے ساتھ مجھے وہیں ملنا جہاں مجھے گورے کے آدمیوں سے چھڑایا تھا۔''

''سمجھ گیا جناب۔'' عبداللہ نے کہا اور میں نے خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔ اگرچہ کوٹھی کے فون محفوظ تھے لیکن احتیاط لازمی تھی۔ پی سی او کا مالک مجھے ذرا شک سے دیکھ رہا تھا کیونکہ میں نے تقریباً ساری ہی گفتگو گول مول انداز میں کی تھی۔ مگر مجھے اس کی ذرا بھی پروا نہیں تھی مجھے خوشخبری ہی اتنی بڑی ملی تھی۔ سویرا فتح خان اور شہلا کی قید سے نکل آئی تھی۔ میں پی سی او والے کو ادائیگی کر کے واپس آیا تو ایمن میرے چہرے سے بھانپ گئی۔

''لگتا ہے اچھی خبر ہے؟''

''ہاں سویرا مل گئی ہے اور اب محفوظ جگہ ہے۔'' میں نے چہک کر کہا تو میرے والہانہ انداز پر اس کا رنگ ایک لمحے کو بدلا لیکن فوراً ہی اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔ ''مبارک ہو یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔''

''ہاں ایک مسئلہ تو حل ہوا مگر تمہارا مسئلہ ابھی باقی ہے۔''

''تم میری فکر مت کرو، میرا مسئلہ حل ہو جائے گا اور اگر نہ ہوا تو.....'' اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

''ایسا نہیں ہوگا ایمن۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ''بے شک فتح خان ہیروں کے پیچھے پاگل ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ اپنے پیچھے ہمیشہ کے لیے دشمن لگا لے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کی وجہ سے میرے کسی بھی ساتھی کو ذرا نقصان ہوا تو میں ساری زندگی اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ مجھے امید ہے کہ اس مسئلے کا کوئی درمیانی حل نکل آئے گا۔''

''درمیانی حل؟'' اس نے میری طرف دیکھا۔

''ممکن ہے فتح خان تاوان کی رقم کو نیچے لے آئے یا کوئی اور راستہ نکل آئے۔''

''تاوان کی رقم سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اگر برٹش حکومت نے اسے اَنا کا مسئلہ بنا لیا تو وہ پانچ ڈالرز تاوان بھی نہیں دے گی۔ خاص طور سے ایسا کوئی مسئلہ میڈیا میں آجائے تو حکومتیں اسے اَنا کا مسئلہ بنا لیتی ہیں اگر خاموشی سے معاملہ نمٹ رہا ہو تو مان جاتی ہیں۔''

ایمن ٹھیک کہہ رہی تھی اگر ایسے معاملات اندرون خانہ طے ہو جائیں تو حکومتیں آسانی سے تاوان ادا کر دیتی ہیں لیکن بات کھل جائے تو پھر معاملہ بگڑ جاتا ہے۔ یہاں بات عزت اور ساکھ کی آجاتی ہے اور ایسے

مواقعوں پر حکومتیں اپنے شہریوں کو قربان کر دیتی ہیں۔ میں نے کہا۔ ''اگر ڈیوڈ شا درمیان میں آیا تو امکان ہے کہ معاملہ خاموشی سے طے نہیں ہوگا۔ وہ اسے کسی طریقے سے پبلک بھی کر سکتا ہے۔''

ایمن نے گہری سانس لی۔ ''شہباز مجھے سب سے زیادہ خطرہ اسی بات کا ہے وہ میرا دشمن بنا ہوا ہے۔''

مجھے ایک خیال آیا۔ ''ایمن تم فکر مت کرو امید ہے کہ ڈیوڈ شا ایسا کرنے سے پہلے مجھ سے بات کرے گا۔''

اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ ''تم سے کیا بات کرے گا وہ؟''

''بس کرے گا ابھی میں وضاحت نہیں کر سکتا کیونکہ خود میرے ذہن میں بھی واضح نہیں ہے۔''

لیکن ایمن سچ مچ بہت ذہین نکلی وہ سمجھ گئی۔ ''شاید تم ڈیوڈ شا سے ہونے والی ڈیل کی طرف اشارہ کر رہے ہو۔ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تم سے دوبارہ ڈیل کی بات کرے گا۔''

''اور ممکن ہے وہ تم سے جاگیر اور خطاب سے مستقل دستبرداری کا معاہدہ بھی کر لے کیونکہ یہ اب اس کی عزت کا معاملہ بھی بن گیا ہوگا۔ اگر اس سے جاگیر اور خطاب چھن گیا تو وہ سوسائٹی میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ دوسری بات فتح خان اس کے لیے کام کرتا رہا ہے اور ڈیوڈ شا اس پر اتنا اثر رکھتا ہے کہ یہ مسئلہ حل کرا دے۔ اگر وہ فتح خان کو حکم دے گا تو اس میں انکار کی مجال نہیں ہوگی۔''

ایمن حیران ہوئی تھی۔ ''فتح خان اس سے اتنا دبتا ہے؟''

''فرض کرو کہ اگر ڈیوڈ شا تم سے معاہدہ کرنا چاہے کہ تم اگر زندہ رہنا چاہتی ہو تو جاگیر اور خطاب سے دستبردار ہو جاؤ تو تمہارا کیا ردِعمل ہوگا۔''

''جاگیر اور خطاب واپس حاصل کرنا میری بھی خواہش ہے لیکن فی الوقت میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''اگر وہ مجھ سے جاگیر اور خطاب سے دستبردار ہونے کو کہے گا تو میرے پاس اس کی بات مان لینے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہوگا۔''

''مگر اس معاملے میں محتاط رہنا، میرا خیال ہے ڈیوڈ شا ویسے تو بڑا باوقار بنتا ہے لیکن موقع کی مناسبت سے اپنی بات سے پھر جانا اس کے لیے انوکھی بات نہیں ہوگی۔''

''تم نے اسے بالکل ٹھیک پہچانا ہے شہباز وہ ایسا ہی ہے اس کے قول و فعل پر ذرا بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے۔''

''بہرحال یہ معاملہ اس وقت دیکھا جائے گا جب ڈیوڈ شا اس میں ملوث ہوگا۔''

پیٹ بھرنے کے بعد ایمن کو اونگھ آنے لگی تھی دوران گفتگو ہی اس کی آنکھیں خمار آلود ہونے لگی تھیں۔ میں نے اسے آرام کرنے کو کہا اور خود ڈرائیو پر توجہ دینے لگا۔ بعض مقامات پر سڑک کھلی اور سیدھی ہو جاتی تھی اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں تیز ڈرائیو بھی کر رہا تھا لیکن اتنی تیز بھی نہیں جس میں حادثے کا خطرہ ہو۔ پانچ بجے کے بعد اندھیرا چھانے لگا تھا اور ہم مری کے پاس تھے ایک ہوٹل پر رک کر جو برف باری کا سیزن دکھانے کے لیے کھلا تھا ہم نے چائے پی اور منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہوئے تھے۔ حیرت انگیز طور پر ہوٹل پوری طرح بک تھا جب سے اس علاقے میں سڑکوں کا نظام بہتر ہوا تھا مری اور اس کے آس پاس ہل اسٹیشن پر تقریباً سارے سال

رش رہنے لگا تھا۔ یہاں بھی برف باری ہوئی تھی بلکہ آسمان پر بادل تھے اور شاید مزید برف گرنے والی تھی۔ تازہ دم ہو کر ہم آگے روانہ ہوئے۔ ایمن نے اصرار کیا کہ وہ ڈرائیو کر لیتی ہے میں تھک گیا ہوں لیکن میں نے منع کر دیا۔

''میں ٹھیک ہوں تم فکر مت کرو۔ ویسے بھی کچھ دیر کا سفر رہ گیا ہے ہم شاید ایک گھنٹے بعد اسلام آباد میں ہوں گے۔''

آدھے گھنٹے بعد ہی اوپر سے اسلام آباد اور پنڈی کی روشنیاں نظر آنے لگی تھیں۔ درمیان میں مارگلہ آیا تو یہ روشنیاں چھپ گئیں۔ ساڑھے سات بجے ہم راول چوک کے پاس تھے۔ مجھے امید تھی کہ عبداللہ اور میرے دوسرے ساتھی راول جھیل کے اس کنارے موجود ہوں گے جہاں مارشل مجھے مرشد کے آدمیوں کے حوالے کرنے کے لیے لایا تھا۔ راول چوک سے میں اس طرف مڑا تو ایمن چونک گئی۔ ''اس طرف کہاں جا رہے ہو؟''

''ایمن تمہیں جلد از جلد سفارت خانے پہنچانا ہے تاکہ برٹش حکام اس مسئلے کا حل نکالیں۔ اب یہ بتاؤ کہ تم انہیں کیا کہانی سناؤ گی؟''

''بہت سادہ کہانی ہوگی۔ فتح خان نامی بدمعاش نے مجھے دھوکے سے میرے باپ کا حوالہ دے کر انگلینڈ سے بلایا اور یہاں بلا کر میری مدد سے میرے باپ سے ہیرے نکلوانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کوشش میں میرا باپ اپنی جان سے گیا تو اس نے رقم حاصل کرنے کا یہ دوسرا طریقہ سوچا اور مجھے بارودی جیکٹ پہنا کر چھوڑ دیا۔''

''مناسب کہانی ہے۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''لیکن اس کی جزئیات کا خیال رکھنا ممکن ہے اسکاٹ لینڈ یا کسی دوسری ایجنسی کے اہلکار تم سے پوچھ گچھ کرنے آ جائیں۔''

''اس کی فکر مت کرو کہانی بنانی مجھے آتی ہے اس میں کسی غیر متعلق فرد کا ذکر نہیں آئے گا۔ تم بھول رہے ہو کہ میں بنیادی طور پر صحافی ہوں اور کہانی بنانا مجھے آتی ہے۔''

''واقعی میں بھول گیا تھا۔ اصل میں ہمارے ہاں صحافیوں کی بس ایک ہی قسم ہوتی ہے اور ہم ان کے سوا کسی کو صحافی نہیں سمجھتے ہیں۔''

''مغرب میں ماحولیاتی صحافیوں کا رتبہ بڑا ہوتا ہے جہاں عام صحافی قدم بھی نہیں رکھ سکتا ہے وہاں ہم بڑی آسانی سے پہنچ جاتے ہیں۔ مخصوص قوانین کے تحت ہمیں سرکاری دستاویزات تک رسائی بھی حاصل ہوتی ہے۔''

ہم جھیل کے پاس پہنچ گئے تھے۔ رات ہونے پر جھیل کے پانی سے بخارات اٹھ رہے تھے۔ سردی کی بنا پر جگہ سنسان تھی۔ ورنہ گرمیوں میں یہاں شام کے وقت بھی خاصی رونق ہوتی ہے۔ میں نے جیپ ایک نمایاں جگہ روکی اور اس کی ہیڈ لائٹس جلتی چھوڑ کر نیچے اتر آیا۔ رات چھا چکی تھی اور ابھی دھند کا آغاز تھا اس لیے میں دور سے بھی دیکھا جا سکتا تھا مزید نمایاں ہونے کے لیے میں ہیڈ لائٹس کے سامنے آ گیا اور اس کا فوری ردِعمل ہوا۔ کہیں پاس سے ہی ایک گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور تیزی سے جیپ کے پاس آ کر رکی اور اس سے وسیم اور سفیر اتر کر میری طرف جھپٹے اور پھر دونوں بیک وقت لپٹ گئے۔

''بدمعاش...... غائب ہونے کے عادی مجرم۔'' سفیر نے مجھے مکا مارا۔ وسیم ہنستے ہوئے بولا۔

''میں اس جیسی بے تکلفی نہیں دکھا سکتا لیکن جذبات میرے بھی کم نہیں ہیں۔''

''ہاں بھائی دھکے کھا کر آنے والے کو تم لوگ بھی مار پیٹ لو۔'' میں نے سرد آہ بھری۔ ''لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ عبداللہ کہاں ہے۔''

''آجاؤ یار یہ تمہارے فراق میں تڑپ رہا ہے۔'' سفیر نے بلند آواز سے کہا تو ایک طرف سے رائفل بدست عبداللہ برآمد ہوا اور میرے گلے لگ گیا۔

''آپ کو ٹھیک دیکھ کر خوشی ہوئی۔''

''لیکن سب ٹھیک نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔ ''سب سے پہلے تو راجا صاحب کو اطلاع دینی ہے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ جو محافظ روانہ کیے تھے ان میں سے ایک غدار نکلا اور اس نے دوسرے کو مروا دیا وہ فتح خان کے لیے کام کر رہا تھا۔''

''فتح خان۔'' وہ تینوں چونکے وسیم نے کہا۔ ''یہ حرامزادہ کہاں سے آگیا؟''

''آ نہیں گیا میں مستقل اسی کی قید میں تھا اور صرف دو دن پہلے مجھے راجا صاحب کے آدمیوں نے آزاد کرایا تھا۔ وہ مجھے اور مہرو کو اس وادی کی طرف لے گیا تھا جہاں برٹ شا نے ہیرے چھپا رکھے تھے۔ صرف ہیروں کے حصول کے لیے اس نے سویرا کو حویلی سے اغوا کیا۔''

''ہم نے اسے شہلا سے حاصل کر لیا ہے لیکن وہ خود فرار ہونے میں کامیاب رہی۔'' سفیر نے کہا۔

''مجھے عبداللہ سے پتا چل گیا ہے۔ بہرحال فتح خان برٹ شا کو بھی لے آیا اور اس نے دھوکے سے ایمن شا کو انگلینڈ سے بلوا لیا مقصد برٹ شا پر دباؤ ڈالنا تھا۔ مگر ایک موقع پر برٹ شا کو اس کے ساتھی نے گولی مار دی اور فتح خان ناکام رہا پھر راجا صاحب کے آدمیوں نے ہمیں آزاد کرا لیا۔ فتح خان نے ہار نہیں مانی اور جب میں اور ایمن یہاں آنے کے لیے نکلے تو اس نے راستے میں راجا صاحب کے غدار کی مدد سے ہمیں ٹریپ کر لیا اور پھر ایمن کو بارودی جیکٹ پہنا دی۔ اس وقت وہ میرے ساتھ ہے اور اسے سامنے آئے بغیر برٹش ایمبیسی تک پہنچانا ہے۔''

''میرے خدا۔'' عبداللہ کے منہ سے نکلا۔

''اس معاملے میں وقت محدود ہے کیونکہ جیکٹ نہایت جدید قسم کی ہے اسے نہ تو کسی اور طریقے سے کھولا جا سکتا ہے نہ اس کا ایکسرے لیا جا سکتا ہے اور نہ کسی اور طریقے سے اس کا اندر سے معائنہ کیا جا سکتا ہے۔ سات دن بعد یہ خود بہ خود بلاسٹ ہو جائے گی۔''

''پھر یہ کیسے اترے گی؟'' سفیر نے پوچھا۔

میں نے جیکٹ کو ناکارہ کرنے والا ریموٹ دکھایا۔ ''فتح خان کا کہنا ہے کہ اسے پانچ کروڑ ڈالرز ادا کر دیئے جائیں تو وہ اس ریموٹ کا کوڈ نمبر بتا دے گا نمبر دبا کر ریموٹ کا سرخ بٹن دبانے سے جیکٹ ڈی ایکٹی ویٹ ہو جائے گی اور اسے اتارا جا سکے گا۔''

''پانچ کروڑ ڈالرز۔'' سفیر نے کہا۔ ''اس کا دماغ خراب ہے؟''

''لگ تو ایسا ہی رہا ہے۔'' میں نے کہا اور جیپ کی طرف دیکھا۔ ''اب ایمن کو اس طرح سفارت خانے پہنچانا ہے کہ کوئی اسے کسی غیر متعلق آدمی کے ساتھ نہ دیکھ سکے۔ یعنی اس سے ہمارا ذرا سا تعلق بھی ثابت نہ ہو۔''

''میں سمجھ گیا۔'' عبداللہ نے کہا۔ ''اس کا سب سے آسان طریقہ ہے کہ مس ایمن کو کسی ایسی جگہ پہنچا دیا جائے جہاں سے یہ سفارت خانے سے رابطہ کر سکے اور وہ خود آ کر اسے لے جائیں۔''

''یہی مناسب ہوگا۔'' میں نے کہا۔ اس دوران میں ایمن بھی اتر کر نیچے آ گئی۔ سب نے اس سے ہاتھ ملایا۔ اس کے باپ کی موت کا افسوس کیا اور اس مشکل پر ہمدردی کا اظہار کیا۔

''میں تم سب کی شکر گزار ہوں۔'' ایمن نے کہا اور میری طرف دیکھا۔ ''میں ایمبیسی تک چلی جاؤں گی بس تم مجھے کسی ایسی جگہ پہنچا دو جہاں میں فون پر رابطہ کر سکوں۔''

''اتفاق سے ہم بھی یہی سوچ رہے تھے۔'' میں نے کہا۔ ''ہم تمہیں اکیلا چھوڑیں گے لیکن تم سے دور نہیں رہیں گے جب تک تم محفوظ ہاتھوں میں نہیں پہنچ جاتیں۔''

ایمن نے سر ہلایا۔ فیصلہ ہوتے ہی ہم وہاں سے واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔ عبداللہ، سفیر اور وسیم کے ساتھ مزید کوئی نہیں تھا۔ وہ ایک گاڑی میں آئے تھے۔ ایک مصروف جگہ پہنچ کر ہم نے ایمن کو اتار دیا اور اس نے ایک ٹیکسی کی۔ جب وہ ٹیکسی روانہ ہوئی تو میری جیپ اور سفیر کی گاڑی اس کے پیچھے تھی۔ ایمن ٹیکسی میں جناح سپر پہنچی۔ وہاں اس نے ایک گارمنٹ سینٹر کے سامنے ٹیکسی رکوائی اور اتر کر اندر چلی گئی۔ اس کے پاس مقامی کرنسی تھی۔ اسے ٹیکسی کا کرایہ ادا کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ ہم بھی کچھ دور رک گئے تھے۔ سفیر میرے پاس آ گیا۔ وہ کہانی سننے کے لیے بے چین تھا لیکن میں نے انکار کر دیا۔

''مجھے معاف کرو صبح سے ڈرائیونگ کر رہا ہوں اور کہانی ایک ہی بار سناؤں گا۔ ہاں تم بتاؤ کہ سویرا تک رسائی کیسے حاصل کی؟''

''تمہارے غائب ہوتے ہی ہم نے شہلا کی تلاش شروع کر دی تھی۔ پھر عبداللہ کہیں سے ایک ہونق نوجوان کو پکڑ لایا جس کا وزن پچاس کلوگرام ہوگا اس میں نصف وزن اس کے بالوں اور عینک کا ہے لیکن وہ کمپیوٹر جینئس ہے۔ اسے تم عرف عام میں ہیکرز کہہ سکتے ہو۔ اس نے شہلا کے بینک اکاؤنٹ کا نمبر اور پھر اس کا کریڈٹ کارڈ نمبر حاصل کر لیا۔ وہ جان لیتا تھا کہ کریڈٹ کارڈ کہاں استعمال ہو رہا ہے۔ دو تین بار شہلا نے ایک ہی جگہ اپنا کریڈٹ کارڈ استعمال کیا تو ہم کھٹک گئے اور اس سپر اسٹور کی نگرانی شروع کر دی۔ جلد شہلا وہاں پھر آئی اور ہم نے اس کے ٹھکانے کا پتا چلا لیا۔ یہ کل رات کی بات تھی۔ صبح وسیم اور عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سمیت وہاں چھاپا مارا اور سویرا مل گئی لیکن شہلا فرار ہونے میں کامیاب رہی۔''

''لعنت بھیجو اس پر، اس عورت سے دور رہنا ہی اچھا ہے ہماری قید میں ہو تب بھی ہمارے لیے مصیبت بنتی ہے۔''

''بھائی عورت نام ہی مصیبت کا ہے۔'' سفیر ہنسا۔ ''مجال ہے جو صبح سے جولفٹ کرائی ہو دونوں سویرا کے ساتھ لگی ہیں۔''

''تو بیٹے سویرا کا احسان مانو کہ کچھ دیر کے لیے جان چھڑا دی۔'' میں نے کہا پھر ہچکچا کر پوچھا۔ ''وہ ٹھیک تو

ہے نا اسے کوئی تکلیف تو نہیں دی ان لوگوں نے؟''

سفیر ہنسا۔ ''بیٹے تو بھی کم زن مرید نہیں نکلے گا ابھی سے اس کی کتنی فکر لگی ہے تجھے؟''

''تو کیا نہیں ہوگی فکر۔'' میں نے بھنا کر کہا۔ ''وہ فتح خان جیسے دشمن کی قید سے آئی ہے۔''

''اچھا نا...... ٹھیک ہے پر فی الحال بھابی کا لفظ سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔''

''کیونکہ ابھی وہ بھابی بنی نہیں ہے۔'' میں نے ملائمت سے کہا۔ ''یہ بتا کہ شہلا کے ٹھکانے پر بریف کیس ملا یا نہیں؟''

''نہیں بریف کیس وہاں نہیں تھا حالانکہ ہم اس کے چکر میں پورا ایک گھنٹہ وہاں رکے تھے۔''

''یعنی وہ شہلا کے قبضے میں ہے؟'' میں نے کہا اور اسی لمحے میری توجہ گارمنٹ اسٹور کے سامنے رکنے والی ایک سیاہ اور بڑی لگژری گاڑی کی طرف گئی اس سے دو سفید فام اترے اور کسی طرف دیکھے بغیر سیدھے اسٹور میں چلے گئے۔ چند منٹ بعد وہ ایمن کو لیے اندر سے برآمد ہوئے اور اسے گاڑی میں بٹھا کر رخصت ہو گئے۔ مجھے ایک لمحے کو بے چینی ہوئی تھی لیکن پھر میں نے خود کو سمجھایا کہ ایمن کے لیے یہی بہتر تھا۔ اس کے اپنے اسے بہتر تحفظ دے سکتے تھے۔ وہ جس مشکل میں پھنس گئی تھی اس میں سے یہی لوگ اسے نکال سکتے تھے بس ایک ہی خطرہ تھا کہ کہیں ڈیوڈ شا معاملے میں نہ کود پڑے۔ وہ اسے بگاڑ کر رکھ دیتا اور یہ بھی ممکن تھا کہ موت ہی ایمن کا مقدر بن جاتی۔ یہی سوچ کر میں ہچکچا گیا تھا سفیر نے میرا خیال بھانپ لیا اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''پریشان مت ہو یار، یہ گورے بڑے حرامی ہوتے ہیں اس مسئلے کا بھی کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔''

''مجھے خوف ہے کہ ڈیوڈ شا درمیان میں آ گیا تو ایمن کے لیے اچھا نہیں ہوگا کیونکہ برٹ شا کی لاش ملنے سے جاگیر اور خطاب اس سے چھن جانے کا امکان ہے۔ گویا ایمن اس کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہو سکتی ہے۔ وہ اس سے بہر صورت چھٹکارا حاصل کرنا چاہے گا۔''

''میرا نہیں خیال کہ وہ اتنی آسانی سے کچھ کر سکے گا۔'' سفیر نے کہا۔ ''بے شک وہ برطانیہ کا ایجنٹ ہے لیکن وہاں رول آف لاء ہے اور اس سے ہٹ کر تو کچھ نہیں ہوتا ہے۔''

''خطرہ اس بات کا ہے کہ کہیں ڈیوڈ شا معاملے کو پبلک نہ کر دے اس صورت میں برٹش حکومت پر دباؤ آ جائے گا کہ وہ تاوان ادا نہ کرے کیونکہ یہ قوم کی عزت کا معاملہ ہے اور جہاں قوم کی بات آ جائے وہاں عام طور سے فردِ واحد قربان ہو جاتا ہے۔'' میں نے اسے اصل خدشے سے آگاہ کیا۔

''دیکھتے ہیں بھائی ابھی تو سات دن ہیں کیا سات دن تک یہیں رہنے کا ارادہ ہے۔'' سفیر نے کہا تو میں چونکا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

''آج کل کہاں بسیرا ہے؟''

''عبداللہ کی کوٹھی میں کیونکہ جناب کے اغوا کے بعد ہمیں وہ ٹھکانہ بھی مشکوک لگنے لگا تھا۔ اس لیے اسے خالی کر دیا۔ ویسے وسیم نے جی ٹی روڈ پر ایک فارم ہاؤس کرائے پر لے لیا ہے۔ کوئی چھ کنال کا ہے اس میں تین بیڈ کی چھوٹی سی کوٹھی بھی ہے۔ ایک چوکیدار ہے۔ دور دور تک کوئی آبادی نہیں ہے اس لیے چھپنے کے لیے بہترین جگہ ہے اور پھر روڈ کے بالکل ساتھ ہے اس لیے آنے جانے میں بھی سہولت رہے گی۔''

''تو اس میں منتقل کیوں نہیں ہوئے؟''

''آج ہونے کا ارادہ تھا لیکن پتا چلا کہ جناب کی تشریف آوری ہو رہی ہے اس لیے ارادہ کل تک کے لیے ملتوی کر دیا۔ اب تم ہی فیصلہ کرو گے۔''

وسیم اور عبداللہ دوسری گاڑی میں پیچھے تھے۔ بیس منٹ بعد ہم کوٹھی پر تھے۔ اندر آتے ہوئے میرے دل کی دھڑکن ذرا تیز ہوئی تھی۔ مونا اور سعدیہ باہر آ گئی تھیں۔ اترتے ہی انہوں نے دونوں طرف سے دبوچ لیا۔ میں نے جلدی سے کہا۔ ''آرام سے...... آرام سے اصل بندے دوسری گاڑی میں ہیں آپ نے غلط بندہ پکڑ لیا ہے اور کمال ہے دونوں نے پکڑ لیا ہے۔''

''بات مت کرو۔'' مونا روہانسے انداز میں بولی۔ ''کتنا تنگ کرتے ہو ہمیں۔''

''ارے تو کیا میں نے کہا تھا آ بیل مجھے لے جا۔'' میں نے کہا۔ ''دوسرے میں چوڑیاں پہن کر تمہاری طرح گھر تو نہیں بیٹھ سکتا۔''

''بے چارے کو اندر تو آنے دو۔'' وسیم نے اپنی بیگم سے کہا جو صرف رو رہی تھی۔ یوں میری گلو خلاصی ہوئی اور ہم اندر آئے میرا خیال تھا کہ سویرا اندر موجود ہو گی لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ سفیر میری بے چینی بھانپ گیا۔

''کیا بات ہے دوست یہ نظر کس کو تلاش کرتی ہے۔''

''کسی کو نہیں۔'' میں نے گڑبڑا کر کہا۔

مونا نے سفیر کو گھورا۔ ''تمہیں کیا اگر شوبی کسی کو تلاش کر رہا ہے ہو گا کوئی ایسا اپنا جو ہم سے بھی زیادہ اپنا ہو۔''

میں نے سر پکڑ لیا۔ ''یہاں آ کر غلطی کی، رہتا فتح خان کی قید میں تو زیادہ سکون سے رہتا۔''

''بھئی تم سب ان کے پیچھے نہ پڑو، آپ میرے ساتھ آئیے۔'' سعدیہ نے حقیقی ہمدرد کا کردار ادا کیا اور میں فوراً اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ مجھے ایک کمرے تک لائی اور مسکرا کر بولی۔

''یہاں ہیں وہ محترمہ جنہیں آپ وہاں وہاں تلاش کر رہے تھے۔''

''بروٹس یو ٹو۔'' میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور دروازے پر دستک دی۔ جب کوئی جواب نہیں ملا تو میں کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ سعدیہ جا چکی تھی۔ میں نے دروازہ بند کیا تو آئینے کے سامنے کھڑی سویرا نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور پھر جیسے اڑ کر آئی تھی۔ ایک رنگ و خوشبو کا جہاں تھا جو میرے بازوؤں میں سمٹ آیا اور اس کے آنسو میرا سینہ بھگو رہے تھے۔ میں نے پیار سے اس کے بال سہلائے۔

''تم ٹھیک ہونا انہوں نے تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں دی؟''

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ''اس سے زیادہ تکلیف کی بات اور کیا ہوتی کہ میں آپ سے دور تھی اور آپ بھی ان کے قیدی تھے۔''

''شکر ہے اللہ کا میں تمہیں اپنے سامنے صحیح سلامت دیکھ رہا ہوں۔'' میں نے اسے الگ کیا۔ وہ میرے لیے مقدس ہستی تھی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اتنے قرب سے میرے اندر اس کے لیے ذرا سا بھی کوئی جذباتی خیال

آئے۔اس نے سردی کی مناسبت سے ہلکی سبز ویلوٹ کا سوٹ پہن رکھا تھا اور اس کے ساتھ ذرا گہرے سبز رنگ کا سویٹر تھا۔ کھلے بال شانوں اور پشت پر پھیلے تھے اور اس کے پاس سے مسحور کن خوشبو آ رہی تھی۔ پتا نہیں اس نے کوئی خوشبو لگائی تھی یا یہ اس کی اپنی خوشبو تھی۔ مجھے پتا نہیں چلا کہ میں اسے کتنے والہانہ انداز میں دیکھ رہا ہوں اس کا رنگ شفق کی طرح گہرا ہونے لگا اور پھر اس نے شرمائے لہجے میں کہا۔

''پلیز مجھے اس طرح مت دیکھیں۔''

میں چونکا اور گہری سانس لی۔''میں نے آج تک تمہیں اس طرح نہیں دیکھا جس طرح میں دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''آپ ٹھیک ہیں نا؟''اس نے میرا بازو تھام لیا۔''کتنے کمزور ہو گئے ہیں اور آپ کی شیو بھی بڑھی ہوئی ہے۔''

''بس یہ نو دس دن بھٹکتے ہوئے گزر گئے۔''میں نے کہا۔

اس نے بازو سے پکڑ کر مجھے کرسی پر بٹھایا اور خود میرے سامنے نیچے قالین پر بیٹھ گئی۔ میں بے چین ہو گیا۔''یہ کیا تم نیچے کیوں بیٹھ گئی ہو......؟ اوپر بیٹھو۔''

''مجھے اس طرح اچھا لگ رہا ہے۔''

''پھر بھی......''

''نہیں آپ بتائیں آپ پر کیا گزری؟''

اس کا لہجہ بتا رہا تھا وہ نہیں اٹھے گی۔''سویرا مجھ پر جو گزری اور تمہارے بارے میں جو سوچیں آتی تھیں وہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا ہوں۔''

اس نے اپنی نازک انگلیوں سے میرے کھردرے ہاتھ سہلائے۔''پھر بھی میں جاننا چاہوں گی۔''

وہ میرا ہاتھ سہلاتی رہی اور میں اسے بتاتا رہا کہ ان نو دس دنوں میں مجھ پر کیا گزری تھی۔ درحقیقت یہ نصف مہینے سے زیادہ کا عرصہ تھا کیونکہ فتح خان نے مجھے چھ دن بے ہوش بھی رکھا تھا۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے یقین سے کہا۔''اب ایسا کبھی نہیں ہوگا۔''

''سویرا میرے دشمن حد سے بڑھتے جا رہے ہیں اور میں مجبور ہوں ان کی سطح پر نہیں آ سکتا۔''

''آپ ایسا سوچئے گا بھی مت ورنہ مجھے بہت دکھ ہوگا۔''

اچانک مجھے خیال آیا۔''سویرا حویلی خبر دی؟''

''بالکل جب ہم شہلا کے ٹھکانے سے آ رہے تھے تب ہی میں نے کال کر کے بابا کو بتا دیا تھا۔ آپ یقین کریں میری آواز سن کر وہ رونے لگے تھے اتنے دنوں میں انہوں نے یہ بات اپنی اور ماں جی کی ذات سے آگے نہیں جانے دی تھی۔ میری وجہ سے شمی اور آپا کو بھی آنے سے روک دیا تھا۔''

''بابا آپا کے بعد سب سے زیادہ محبت تم سے ہی کرتے ہیں۔''

''نہیں وہ آپ سے بھی بہت محبت کرتے ہیں۔''وہ کھڑی ہو گئی۔''اب آپ پہلے نہا کر چینج کر لیں میں نے کپڑے استری کر دیئے ہیں۔ آپ کے کمرے میں ہیں۔''

''میرا کمرہ کون سا ہے؟''

''آپ جانتے ہیں جہاں آپ پہلے بھی رکے تھے۔ عبداللہ بھائی نے وہ کمرہ آپ کے لیے ہی مخصوص کر دیا ہے اب اس میں کوئی اور نہیں رہتا۔''

''اچھا۔'' مجھے تعجب ہوا۔ ''میں تو شاید یہاں دس دن بھی نہیں رکا ہوں گا۔''

''شہباز آپ خوش قسمت ہیں جو آپ کو ایسے بے لوث لوگ اور ان کی محبت ملی ہے۔''

''وہ تو مجھے پہلے بھی میسر رہی ہے۔'' میں نے معنی خیز انداز میں کہا تو وہ شرما گئی تھی۔ پھر اس نے رک رک کر کہا۔

''وہ محبت بے لوث نہیں ہوتی ہے۔'' وہ کہتے ہی کمرے سے نکل گئی تھی اور میں بادلِ ناخواستہ اپنے کمرے کی طرف آیا کیونکہ مونا اور سعدیہ سے صبر نہیں ہوا تھا اور وہ نازل ہو گئی تھیں۔ سویرا نے کریم کلر کی شرٹ اور بلیک پینٹ استری کی تھی اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ کا بُنا ہوا براؤن سوئیٹر تھا۔ وہ اس سے پہلے بھی کئی بار میرے سوئیٹر بنا چکی تھی۔ اس لیے ہاتھ میں لیتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سویرا نے بنایا ہے۔ نئی چپل بھی رکھی تھی اور کپڑوں کے ساتھ رومال بھی تھا۔ میں واش روم میں آیا وہاں شیونگ کا سامان بھی تھا۔ میں نے پہلے شیو کی۔ سر کے بالوں کی تراش ٹھیک تھی اور ابھی برے نہیں لگ رہے تھے۔ کتنے عرصے بعد گرم پانی سے جی بھر کر غسل کیا تھا۔ اگر سفیر آ کر مداخلت نہ کرتا تو میں دیر تک ہی نہاتا۔ اس نے اطلاع دی کہ کھانا لگ گیا اور مرد حضرات مجھے برا بھلا کہہ رہے ہیں کیونکہ میرے آنے تک خواتین نے کھانا کھولنے سے انکار کر دیا۔

''بس دس منٹ آیا۔'' میں نے کہا۔

''اگر دس منٹ سے ایک سیکنڈ بھی اوپر ہوا تو ہم سب آ کر جس حال میں ہوئے اسی حال میں لے جائیں گے۔'' سفیر نے دھمکی دی۔ خود میرا بھوک سے برا حال ہو رہا تھا اس لیے جلدی سے جسم خشک کر کے کپڑے پہنے اور بال سنوار کر ڈائننگ روم میں آ گیا۔ کھانے میں وہ سب کچھ تھا جو مجھے بہت پسند تھا۔ میرے بیٹھتے ہی کھانا شروع ہو گیا۔ ابھی میں نے چند لقمے لیے تھے کہ عبداللہ کے ایک ساتھی نے آ کر مجھے اطلاع دی۔

''جناب آپ کا فون ہے۔''

میں چونکا۔ ''میرا فون......''

سب کے ہاتھ رک گئے تھے۔ میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں دیکھتا ہوں۔''

''ایک منٹ۔'' وسیم نے عجلت میں کہا اور عبداللہ کے ساتھی سے پوچھا۔ ''اس نے اپنا نام بتایا ہے؟''

''نہیں جی بس اتنا کہہ رہا ہے کہ شہباز صاحب سے بات کرنی ہے۔''

''تم نے یہ تو نہیں کہا کہ شہباز یہاں موجود ہے۔'' سفیر نے پوچھا۔

عبداللہ کا آدمی پریشان ہو گیا تھا۔ ''نہیں جناب...... کیا مجھ سے غلطی ہوئی ہے؟''

''تمہیں اسی وقت منع کر دینا چاہیے تھا۔'' عبداللہ خشک لہجے میں کہتا ہوا اٹھا۔ ہم سب اس کے ساتھ ہو لیے۔ فون لاؤنج میں رکھا تھا۔ عبداللہ نے اسپیکر فون آن کیا اور ہمیں چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''کون بات کر رہا ہے۔''

''مرشد علی۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔''شہباز ملک سے بات کراؤ۔ میں جانتا ہوں وہ اس وقت یہاں ہے۔''



کچھ دیر کے لیے ہم سب ہی ساکت رہ گئے تھے۔ ہم سب ہی مرشد کی آواز اور اس کا لہجہ اچھی طرح پہچانتے تھے۔ اسی طرح مرشد میری، سفیر اور وسیم کی آوازیں بھی پہچانتا تھا۔ البتہ عبداللہ کی آواز اس کے لیے اجنبی تھی میں نے شکر ادا کیا کہ ہم میں سے کسی نے بات نہیں کی ورنہ مرشد کی بات کی اسی وقت تصدیق بھی ہو جاتی۔ میں نے عبداللہ کو بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا اور اس نے پُرسکون آواز میں کہا۔''مرشد صاحب آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اس نمبر پر کوئی شہباز نامی شخص نہیں پایا جاتا ہے۔''

''یہ جھوٹ ہے۔'' مرشد نے پورے اعتماد سے کہا۔''مجھے نہ صرف یہ معلوم ہے کہ اس کا اس جگہ سے تعلق ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہے وہ یہاں موجود ہے۔ مجھے اس سے بات کرنی ہے۔''

''میں آپ سے بلاوجہ جھوٹ کیوں بولوں گا۔'' عبداللہ نے جھنجھلائے بغیر کہا۔''ویسے یہ شہباز کون ہے اور آپ یہاں اس کی موجودگی پر اصرار کیوں کر رہے ہیں؟''

مرشد نے عبداللہ کا سوال نظر انداز کیا اور بولا۔''سنو شہباز سے کہو مجھ سے بات کرے ورنہ بڑے خسارے میں رہے گا۔''

''جب یہاں کوئی شہباز آیا تو میں اسے مطلع کر دوں گا۔'' عبداللہ نے بیزاری سے کہا اس نے کال کاٹ دی اور میری طرف دیکھا۔

''یہ اچھا نہیں ہوا۔'' سفیر پریشان ہو گیا۔''اسے کیسے علم ہوا کہ شہباز یہاں موجود ہے۔''

''اس سے بھی اہم بات کہ اسے اس کوٹھی کا علم کیسے ہوا؟'' وسیم بولا۔

میں سوچ رہا تھا۔''میرا خیال ہے مرشد نے کسی طرح معلوم کر لیا ہے کہ یہ کوٹھی راجا عمر دراز کی ہے۔''

سفیر نے نفی میں سر ہلایا۔''اس صورت میں وہ یوں کال کر کے تم سے رابطہ کرنے کی کوشش نہ کرتا۔ میرا خیال ہے وہ سچ مچ تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

''ممکن ہے وہ اس طرح یہ جاننا چاہتا ہو کہ شہباز صاحب یہاں ہے یا نہیں۔'' عبداللہ نے کہا۔

میں اچھل پڑا تھا۔''عبداللہ وہ کسی قسم کا جال بچھا رہا ہے۔ ایک بار اسے یہاں میری موجودگی کا علم ہو گیا تو وہ پولیس بھی بھیج سکتا ہے۔ پولیس نے مجھے پکڑ لیا تو سمجھو مرشد کے ہاتھ آ گیا۔''

وسیم نے میری تائید کی۔''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ہمیں فوری طور پر یہاں سے نکلنا ہو گا۔''

''پھر دربدری۔'' سفیر نے گہری سانس لی۔''لیکن ان خواتین کا کیا ہو گا؟''

''میرا خیال ہے یہ یہیں رہیں۔'' میں نے کہا اور سفیر کی طرف دیکھا۔''ایاز کہاں ہے؟''

''وہ دو دن کے لیے سرگودھا گیا ہوا ہے کسی کام سے، کل تک آ جائے گا۔'' عبداللہ نے جواب دیا۔''کیا اس سے رابطہ کرنا ہے؟''

''نہیں میں پوچھ رہا تھا۔ عبداللہ ہمیں فوری طور پر جانا ہو گا ممکن ہے مرشد پولیس بھیج ہی دے اس صورت

میں تم بھی مشکل میں پڑ جاؤ گے میری عدم موجودگی میں تم آرام سے پولیس کو ڈیل کر سکتے ہو۔''
عبداللہ نے سوچا اور سر ہلایا۔''ٹھیک ہے آپ کھانا کھائیں اتنی دیر میں آپ کی روانگی کا انتظام کرتا ہوں۔''
ہم ڈائننگ روم میں آئے جہاں خواتین پریشان بیٹھی تھیں۔ سویرا نے میری طرف دیکھا۔''شہباز کیا ہوا؟''
''کچھ نہیں۔'' میں نے ڈش اپنی طرف کرتے ہوئے کہا۔''کسی نے کال کر کے میرا نام لیا تھا۔ خیر دیکھ لیں گے کھانا کھاؤ۔''
کھانا خاموشی اور بے دلی سے کھایا جانے لگا۔ سب ہی کھٹک گئے تھے کہ کوئی چکر ہے خاص طور سے خواتین کے چہرے اتر گئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے تو ہم ان سے الگ ہو جائیں گے تاکہ وہ ہماری مشکلات میں شامل نہ ہوں۔ عبداللہ چلا گیا تھا۔ بیتو کھانے میں بھی شریک نہیں تھا اس کا مطلب تھا اس کی طبیعت سچ مچ خراب تھی۔ میرا دل نہیں چاہ رہا تھا اور میں نے عجلت میں کھانا بھگتایا پھر وسیم کو ایک طرف لے گیا۔
''بیتو کو تیار کرواسے بھی جانا ہوگا۔''
''اسے تیز بخار ہے۔''
''لیکن اسے یہاں نہیں چھوڑ سکتے ورنہ پولیس اسے لے جائے گی۔'' میں نے کہا۔''اس کے پاس شناختی دستاویزات نہیں ہیں۔''
وسیم نے کہا۔''اب ہیں، عبداللہ نے بیتو کا آئی ڈی کارڈ اور پاسپورٹ بھی بنوالیا ہے۔''
میں نے اطمینان محسوس کیا۔''اس صورت میں ہم اسے یہاں چھوڑ کر جا سکتے ہیں۔ کیونکہ پولیس کے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے عبداللہ کو چاہیے اسے کوٹھی کا ملازم ظاہر کرے۔''
میں جانے سے پہلے بیتو سے ملنا چاہتا تھا لیکن وہ سو رہا تھا اس لیے میں صرف دیکھ کر کمرے سے نکل آیا۔ باہر سویرا موجود تھی۔ میں اسے دیکھ کر رہ گیا۔ اس نے بے تابی سے پوچھا۔''شہباز کیا بات ہے آپ مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں؟''
میں نے گہری سانس لی اور اسے بتا دیا۔''سویرا آنے والی کال مرشد کی تھی۔ تم سمجھتی ہو یہاں مرشد کی کال آنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟''
''میرے خدا۔'' وہ پریشان ہو گئی۔''آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں اس سے پہلے کہ......''
''ہم یہی کر رہے ہیں تم فی الحال یہیں رکو گی پھر عبداللہ موقع دیکھ کر تمہیں حویلی بھجوا دے گا۔''
''ٹھیک ہے۔'' وہ متفق ہو گئی۔''لیکن آپ کہاں جائیں گے؟''
میں نے اسے تسلی دی۔''فکر مت کرو یہاں ہمارے پاس اور بھی کئی ٹھکانے ہیں۔''
اتنے عبداللہ وہاں آ گیا۔ ہمیں دیکھ کر ٹھٹکا پھر بولا۔''شہباز صاحب روانگی کا بندوبست ہو گیا ہے۔''
وہ کہہ کر چلا گیا میں نے سویرا کا ہاتھ تھام لیا۔''تم حویلی واپس جا کر میرا انتظار کرنا۔''
اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں لیکن وہ حوصلے سے مسکرائی۔''میں یہی تو کر رہی ہوں۔''

مجھے جھنجھلاہٹ ہونے لگی۔ میں سوچ رہا تھا کہ کچھ دن سویرا کے ساتھ رہوں گا اور پھر اسے حویلی بھیج کر اپنے دشمنوں کی طرف توجہ دوں گا لیکن دشمنوں نے مجھے سانس لینے کی مہلت بھی نہیں دی تھی۔ ابھی میں آیا تھا اور اب دوبارہ بھاگنا پڑ رہا تھا۔ سویرا سے مل کر میں باہر آیا۔ سفیر اور وسیم اپنی والیوں کو سمجھا بجھا رہے تھے رخصتی کا المناک سین ہر جگہ نمایاں تھا۔ عبداللہ صبر کے ساتھ نشست گاہ میں منتظر تھا۔ اس نے کہا۔

''عقبی گلی میں ایک منرل واٹر والی گاڑی موجود ہے۔ آپ سب تاریکی کا فائدہ اٹھا کر اس کے کیبن میں بیٹھ کر یہاں سے نکلیں گے۔''

''تمہارا مطلب ہے یہاں کی نگرانی ہو رہی ہے؟''

''اگر نہیں بھی ہو رہی ہے تب بھی ہمیں یہی سمجھنا چاہیے کہ یہاں کی نگرانی ہو رہی ہے۔'' عبداللہ نے کہا اور موبائل نکال کر کسی کو کال کی۔ ''آس پاس کی کیا پوزیشن ہے......؟ ٹھیک ہے کڑی نظر رکھو اگر کوئی نگرانی کرتا نظر آئے تو بے آواز ہتھیار سے اس کی گاڑی ناکارہ بنا دو۔'' اس نے موبائل رکھ کر میری طرف دیکھا۔ ''میں نے اپنے آدمی آس پاس گلیوں میں پھیلا دیئے ہیں۔ وہ مشکوک افراد اور گاڑیوں کی تلاش میں ہیں۔''

عبداللہ اب ان کاموں کا ماہر ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے خیال آیا۔ ''تم اور وسیم مل کر ایک سینٹرل کمانڈ بنا رہے تھے کسی گاڑی میں......اس کا کیا بنا؟''

''گاڑی تیار ہے اور فارم پر کھڑی ہے۔ آپ لوگ بھی وہیں جا رہے ہیں۔''

''ہماری روانگی کے لیے کیا انتظامات کیے گئے ہیں؟''

''یہ سچ مچ منرل واٹر سپلائی کرنے والی وین ہے اور یہاں منرل واٹر سپلائی کرتی ہے۔ دونوں آدمی اعتماد کے ہیں لیکن وین کے آگے پیچھے بھی تین گاڑیاں اور ایک درجن مسلح افراد ہوں گے۔''

''عبداللہ سب باہر ہوں گے تو کوٹھی میں کون ہوگا؟'' میں نے نکتہ اٹھایا۔ ''ممکن ہے مرشد کی یہی پلاننگ ہو کہ ہم یہاں سے نکل جائیں اور وہ پیچھے کوئی کارروائی کرے۔''

''آپ فکر نہ کریں یہاں کی سیکورٹی میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ راجا صاحب نے اپنے محل سے بھی چھ تربیت یافتہ آدمی بھیجے ہیں۔''

میں مطمئن ہوگیا۔ وسیم اور سفیر بھی آ گئے۔ ہم عقبی حصے میں آئے اور دروازے کے بالکل ساتھ لگی گاڑی میں گھس گئے گلی میں تاریکی تھی۔ ہمارے بیٹھتے ہی وین کا دروازہ بند ہوگیا۔ ہمارے پاس اسلحہ تھا تاکہ راستے میں کسی ہنگامی صورتِ حال سے آرام سے نمٹ سکیں۔ ابھی ہم درست طریقے سے بیٹھتے ہی تھے کہ وین حرکت میں آ گئی۔ اس کے عقب میں بیس لیٹرز والے منرل واٹر کے کین بھرے ہوئے تھے۔ جگہ کم تھی اس لیے ہمیں سکڑ سمٹ کر بیٹھنا پڑ رہا تھا۔ وسیم نے ایک پستول، ایک پرس اور ایک عدد موبائل میری طرف بڑھایا۔ ''یہ آپ کے لیے تیار کیا ہے اس میں سب کے نمبر ہیں اور اس کا نمبر سب کے پاس ہے۔''

پرس میں رقم تھی۔ ''یہ تم نے اچھا کیا، عبداللہ بتا رہا تھا کہ کمانڈ وین تیار ہے؟''

''بالکل تیار ہے۔''

''نادر علی کے ممکنہ ٹھکانے کی نگرانی کا کیا بنا؟''

''نادر علی سچ مچ وہاں موجود ہے اور اب مستقل اسی کوٹھی میں رہتا ہے پتا یہ چلا ہے کہ اس کے اور مرشد کے اختلافات شدت اختیار کر گئے ہیں اور اسی وجہ سے وہ اس کوٹھی میں اٹھ آیا ہے۔ عبداللہ کا ایک آدمی بھکاری کے روپ میں مستقل وہاں کی نگرانی کر رہا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ میری عدم موجودگی سے یہاں کے معاملات پر کوئی فرق نہیں پڑا۔''

سفیر نے مجھے گھورا۔ ''شوبی کس چکر میں ہے کہیں سویرا کے ساتھ رخصتی کا ارادہ تو نہیں ہے۔''

''سارے منڈے لگ گئے کام سے۔'' میں نے سرد آہ بھری۔ ''ویسے تم نے آئیڈیا اچھا دیا ہے۔ ایسا کرتے ہیں سویرا کو بھی بلا لیتے ہیں اور پھر ہم کہیں نکل جائیں گے۔''

''اپنے اباجی کو بھول رہا ہے گنجا کر دیں گے۔'' سفیر نے یاد دلایا۔

وسیم دروازے کے ساتھ لگا کسی سوراخ سے باہر جھانک رہا تھا اس نے مڑ کر کہا۔ ''پیچھے تو کئی گاڑیاں ہیں ان میں سے دو عبداللہ کی ہیں اور باقی پتا نہیں کن لوگوں کی ہیں۔''

سفیر بولا۔ ''مجھے یقین ہے ان میں سے کوئی نہ کوئی آدمی یا گاڑی مرشد کی ضرور ہوگی۔''

''سوال یہ ہے کہ اس نے فون کیوں کیا؟'' میں نے سوچ کر کہا۔ ''کیا وہ ہمیں کوٹھی سے نکالنا چاہتا تھا؟''

''سامنے کی بات ہے۔'' سفیر نے کہا۔ ''باہر اس کے گرگے ہمارے منتظر ہوں گے۔''

''اور ہم نے باہر نکل کر اس کی توقع پوری کر دی؟'' میں نے کہا۔ ''کیا یہ عقل مندی ہے؟''

''اگر یہ عقل مندی ہے تو جناب اس میں برابر کے شریک ہیں۔'' سفیر نے یاد دلایا۔

''بس یار دوستوں کی عقل مندیوں میں بھی شریک ہو جاتا ہوں مروت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔''

میں نے دانت نکالے۔ منرل واٹر وین اب ایک شاہراہ پر آ گئی تھی اور یہاں پیچھے گاڑیاں ہی گاڑیاں تھیں۔ یہ پتا چلانا ناممکن تھا کہ ان میں سے کون ہمارے پیچھے ہے اور کون نہیں ہے۔ اگر ہم کسی ویران سڑک پر ہوتے تو پتا بھی چلتا۔ ''آگے کچھ عقل مند بیٹھے ہیں اس شاہراہ پر نکل آئے ہیں یہاں کیسے پتا چلے گا کہ درجنوں گاڑیوں میں سے کون سی پیچھے ہے۔''

''میرا خیال ہے یہ عبداللہ کی ہدایت مطابق کام کر رہے ہیں۔'' وسیم نے کہا اور اسی لمحے میرے موبائل کی بیل بجی۔ عبداللہ کال کر رہا تھا اس نے کہا۔ ''جناب منرل واٹر کی گاڑی کے پیچھے ایک نیلی کار ہے۔''

''تمہیں یقین ہے کہ بس یہی گاڑی ہے؟''

''جی جناب یہ ہماری گلیوں سے نکلی ہے اور پانچ منٹ بعد میرے آدمی اسے ناکارہ کر دیں گے۔ اس وقت وین ایک آبادی میں مڑے گی اور ایک جگہ رکے گی آپ وہیں اتر جائیں گے۔''

''میں سمجھ گیا اور وہاں سے روانگی کیسے ہوگی؟''

''اس سڑک پر بے شمار ٹیکسیاں ہوں گی آپ لوگ تین الگ الگ ٹیکسیوں میں روانہ ہوں گے اور ایک دوسرے سے فاصلہ رکھیں گے اس طرح پتا چل جائے گا کہ مزید تعاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں۔''

عبداللہ کا پلان بہترین تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے اس قسم کے حالات کے لیے اس نے پہلے سے پلان سوچ رکھا تھا اور موقع آنے پر عمل کر رہا تھا۔ وسیم عقب میں دیکھ رہا تھا اس نے کہا۔ ''نیلی گاڑی گئی وہ اچانک گھوم

کر گرین بیلٹ پر چڑھ گئی ہے۔''

''عبداللہ کے آدمی نے اس پر بے آواز ہتھیار آزمایا ہوگا۔'' میں نے کہا۔''فائر کی آواز نہیں آئی ہے۔ اب تیار ہو جاؤ، وین رکے گی اور ہمیں فوراً اترنا ہے اسلحہ چھپا لو۔''

ایک چھوٹی خودکار رائفل وسیم کے پاس تھی وہ اس نے جیکٹ میں کر لی۔ میرے اور سفیر کے پاس بس پستول تھے۔ وین رکنے سے پہلے وسیم نے ہمیں ان کے اضافی میگزین بھی دے دیئے۔ اسی لمحے وین رکی اور ہم تینوں نیچے اتر آئے۔ وسم نے وین کے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ آگے بڑھ گئی۔ یہ کمرشل اسٹریٹ تھی اور یہاں مارکیٹ تھی۔ رات کے دس بجے اور شدید سردی کے باوجود یہاں خاصی رونق تھی۔ ایک طرف بہت ساری یلو کیبس کھڑی تھیں۔ اس سڑک پر بھی کئی گاڑیاں تھیں جو مین روڈ سے اندر آئی تھیں اور ممکن ہے ان میں سے کوئی وین کا تعاقب کر رہی ہو۔ میں نے مختصر الفاظ میں انہیں عبداللہ کا پلان بتایا۔''اب ہمیں الگ الگ ٹیکسیوں میں سفر کرنا ہے فارم ہاؤس کس نے دیکھا ہے۔''

''میں نے اور وسیم نے۔'' سفیر نے جواب دیا۔

''بس تو میں تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔'' میں نے ایک نزدیکی یلو کیب کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ میں نے جان بوجھ کر رفتار سُست رکھی تھی وسیم اور سفیر مجھ سے پہلے ہی دو ٹیکسیوں تک پہنچ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی میں نے بھی یلو کیب والے بڑے میاں سے کہا۔''چاچا چلنا ای۔''

''کتھوں۔'' اس نے بے نیازی سے کہا۔

''ادھر جی ٹی روڈ تے۔'' میں نے کہا اور اندر بیٹھ گیا۔ اس نے خاموشی سے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ وطن عزیز کے دیگر شہروں کے مقابلے میں راولپنڈی اسلام آباد کے ٹیکسی ڈرائیور حیل و حجت نہیں کرتے ہیں اور نہ کرائے کے نام پر کھال اتارنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کبھی کبھار کہانی سنا کر ہمدردی کے نام پر اضافی رقم سمیٹنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔ وہ بھی سب نہیں کچھ ڈرائیور ایسے ہیں۔ میں نے سفیر اور وسیم کی ٹیکسیوں کی نشاندہی نہیں کی تھی وہ ویسے ہی ان کے پیچھے تھا۔ ذرا دیر بعد ہم جی ٹی روڈ پر تھے یہاں پیلی تیز روشنی والی اسٹریٹ لائٹس تھیں۔ میں اندازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کون سی گاڑی مستقل ہمارے پیچھے لگی ہے۔ مگر فی الحال ایسی کوئی گاڑی نظر نہیں آرہی تھی۔ گاڑیاں مستقل مڑ رہی تھیں یا آگے نکل رہی تھیں کوئی مستقل مزاجی سے تعاقب کرتی نہیں دکھائی دی تھی۔ جی ٹی روڈ پر آنے کے بعد میں نے سفیر کو کال کی۔

''کیا صورت حال ہے؟''

''ابھی تو معاملہ صاف دکھائی دے رہا ہے۔''

میں نے وسیم کو کال کی اس نے بھی کلیئر کی رپورٹ دی۔ میں نے کہا۔''پھر بھی احتیاطاً تھوڑا پہلے رک جانا میری بات سمجھ رہے ہو؟''

''جی میں سمجھ گیا۔'' اس نے جواب دیا۔

''سفیر کو بتا دو۔''

ہم پشاور کی طرف جارہے تھے۔ راولپنڈی سے باہر جی ٹی روڈ پر کئی چھوٹے بڑے شہر آتے تھے۔ ہمیں

ٹیکسلا سے پہلے کہیں رکنا تھا۔ جگہ میرے علم میں نہیں تھی۔ اس لیے میں عقب کے ساتھ وسیم اور سفیر کی ٹیکسیوں پر بھی نظر رکھے ہوئے تھا۔ مگر تینوں تقریباً ایک ہی رفتار سے جا رہے تھے۔ اس لیے ٹیکسیوں کا فاصلہ آپس میں برابر ہی تھا۔ میرے ذہن میں رہ رہ کر خیال آ رہا تھا کہ مرشد نے اس طرح کال کیوں کی تھی یہ قدم خلاف معمول تھا اگر اسے کوٹھی اور یہاں میرا سراغ مل گیا تھا تو اس نے خاموشی سے نگرانی کرانے پھر دھاوا بولنے یا مجھے اور میرے ساتھیوں کو اٹھانے کی کوشش کے بجائے مجھے کال کر کے ہوشیار کر دیا اور ہم فوری طور پر وہاں سے نکل آئے تھے۔ ابھی میں راستے میں تھا اس لیے اس پر سوچنے کے بجائے میں نے آس پاس نظر اور ساتھیوں سے رابطہ رکھنے کا سوچا۔ عبداللہ کو کال کی۔

”تم کہاں ہو؟“

”میں واپس کوٹھی آ گیا ہوں لیکن دو گاڑیاں آپ کے ساتھ ہیں مجھے پل پل کی رپورٹ مل رہی ہے۔“

”تم نے ٹھیک کیا مجھے وہاں موجود لوگوں کی فکر ہو رہی ہے۔“

”آپ بے فکر رہیں احتیاط کے طور پر انہیں کوٹھی کے ایک ایسے حصے میں منتقل کر دیا گیا جہاں تک سوائے میرے اور کوئی نہیں جا سکتا ہے۔“

عبداللہ کی یہ احتیاطی تدبیر بھی مجھے پسند آئی تھی۔ اگر مجھے اور میرے ساتھیوں کو کوٹھی سے نکال کر مرشد کا وہاں دھاوا بولنے کا ارادہ تھا تب بھی تینوں خواتین آسانی سے اس کے ہاتھ نہیں آتیں لیکن میرے خیال میں ان تینوں کا بھی وہاں رہنا اب مخدوش ہو چکا تھا۔ مطلع صاف ہوتے ہی انہیں وہاں سے روانہ کر دینا چاہیے تھا۔ سویرا نے تو واپس حویلی جانا تھا لیکن مونا اور سعدیہ کسی صورت نہیں مانتیں۔ ان کے لیے یہیں کوئی بندوبست کرنا تھا۔ اگر ممکن ہوتا تو انہیں فارم ہاؤس پر ہی بلوا لیتے لیکن فی الحال تو ہمیں دیکھنا تھا کہ ہم خود بھی محفوظ ہیں یا نہیں۔ نصف گھنٹے بعد مجھے وسیم کی کال آئی۔ ”میں ٹیکسی سڑک سے اتار رہا ہوں آپ سفیر کی ٹیکسی کو دیکھتے ہوئے پیچھے آئیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا

آگے کوئی گاڑی سڑک سے اندر کی طرف مڑتی دکھائی دی۔ پھر سفیر کی ٹیکسی مڑی تو میں نے بڑے میاں سے کہا۔ ”آپ اس ٹیکسی کے پیچھے موڑ لو اور یہ جہاں رکے وہیں روک لو۔“

اس پر بڑے میاں نے پہلی بار مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا۔ ”کوئی چکر تے نہیں اے۔“

”تسی فکر ای نہ کرو کوئی چکر نہیں اے۔“ میں نے اسے تسلی دی تو اس نے بادلِ ناخواستہ ٹیکسی کو اس کچے راستے پر موڑ دیا۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں وسیم کی ٹیکسی کوئی فرلانگ بعد رکی ہوئی تھی اور سفیر والی ٹیکسی اس کے پاس رک رہی تھی۔ بڑے میاں نے اپنی ٹیکسی ان سے ذر ک دی اور مجھے بولا۔ ”مینوں فارغ کرو جی۔“

”کتنے ہوئے؟“ میں نے اترتے ہوئے پوچھا۔

”دو سو دے دو۔“ اس نے ہچکچا کر کہا تو میں نے پرس سے دو سو نکال کر اسے دے دیے۔

”اللہ تینوں خوش رکھے۔“ اس نے خوش ہو کر کہا اور ٹیکسی ریورس کر لی اس دوران میں باقی دو ٹیکسیاں بھی واپس جا رہی تھیں اور وسیم سفیر میری طرف آ رہے تھے۔ جب تک تینوں ٹیکسیاں مین روڈ پر جا کر مڑیں ہم جمع ہ

چکے تھے۔ابتدائی چاند کی روشنی کافی تھی اور یہاں مکمل اندھیرا نہیں تھا۔میں نے سوالیہ نظروں سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

''اب کس طرف جانا ہے؟''

''میرے ساتھ آیئے۔''وسیم نے کہا اور ایک خشک کھیت کے کنارے بنی منڈیر پر چلنے لگا۔کھیت میں کوئی فصل نہیں تھی حالانکہ سیزن تھا۔مجھے حیرت ہوئی کیونکہ اس علاقے میں کاشت کار نہری پانی کے محتاج بھی نہیں تھے۔صرف گندم لگانے والوں کو بھی اچھی خاصی آمدنی ہو جاتی تھی میں نے تو یہاں تک دیکھا تھا کہ کسی کا آدھے یا ایک کنال کا پلاٹ خالی پڑا ہو تو وہ اس پر گندم لگا دیتا ہے اور کم سے کم اپنے گزارے کی گندم حاصل کر لیتا ہے۔جب کہ زمین کی صورت سے یہ زرعی علاقہ لگ رہا تھا۔بہر حال ہو سکتا ہے مالک کسی وجہ سے گندم کاشت نہیں کر سکا ہو۔ہم اس منڈیر پر چلتے ہوئے آگے آئے پھر وسیم دوبارہ مین روڈ کی طرف مڑ گیا لیکن اس طرف جانے کا راستہ نہیں تھا کیونکہ آگے ایک بڑے احاطے کی دیوار نے راستہ روک رکھا تھا۔میں نے کہا۔

''یہاں تو راستہ بند ہے۔''

''تو آتو یار تیرے لیے دیوار میں بھی راستے کھلوا دیتے ہیں۔''سفیر نے ناموجود مونچھوں کو تاؤ دے کر کہا۔تب مجھے دیوار میں ایک چھوٹا سا لوہے کا بنا دروازہ دکھائی دیا جو پہلے کم روشنی کی وجہ سے نہیں دکھائی دیا تھا۔دروازے میں اندر باہر دونوں طرف سے کھلنے والا تالہ فکس تھا۔وسیم نے ایک عدد چابی برآمد کی اور اس سے تالہ کھول لیا۔ہم اندر آئے جگہ جگہ روشن گارڈن لائٹس میں ایک خوب صورت باغ نظر آیا۔یہاں گریپ فروٹس کے بہت سارے درخت لگے تھے۔کہیں کہیں لوکاٹ اور شہتوت بھی دکھائی دے رہے تھے۔درختوں سے پھل اتر چکا تھا۔کچھ آگے ایک چھوٹی سی دو منزلہ کوٹھی دکھائی دے رہی تھی میں نے جگہ کا معائنہ کیا۔

''تو یہ ہے وہ فارم ہاؤس؟''

''جی جناب اور صرف دس ہزار روپے ماہانہ کرائے پر مل گیا۔اصل میں مالک جاپان جا رہا تھا اور اسے رقم کی ضرورت تھی اس نے پورے سال کا ایڈوانس لے کر یہ کوٹھی اور فارم کرائے پر دے دیا۔فرنش بھی ہے۔''

''اور ہمیں کل ہی یہاں سے بھاگنا پڑا تو؟''میں نے پوچھا۔

''میں نے جس اسٹیٹ والے سے لیا ہے اس سے بات کر لی ہے وہ آرام سے اسے پندرہ ہزار کرائے پر اٹھا دے گا۔''

''تب ٹھیک ہے۔''میں نے کوٹھی کی طرف قدم بڑھائے۔یہاں کچی زمین نہیں تھی بلکہ پودوں کے درمیان اینٹوں سے پختہ روش بنی ہوئی تھیں۔ہم گھوم کر سامنے آئے جہاں ایک چھوٹا سا جدید طرز کا لان تھا اور بیچ میں سینٹرل کمانڈ وین،سفیر کی شاندار سفاری جیپ اور میری ہیوی بائیک کھڑی تھی۔کوٹھی کے اندر باہر روشنی تھی۔سفیر نے کہا۔

''ہم نے پہلے ہی بہت کچھ یہاں منتقل کر دیا ہے۔''

''کوٹھی خالی ہے؟''

''نہیں یار اندر وہ نمونہ ہے جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔''

''یہ زیادتی ہے جناب۔'' اچانک کسی نے کہا لیکن بولنے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ آواز کسی اسپیکر سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سفیر کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرایا۔

''مانی ہے خود کو نمونہ کہنے پر برا مان رہا ہے لیکن تم اسے دیکھ کر بتاؤ کہ اسے نمونے کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔''

''سفیر صاحب اپنے الفاظ واپس لیں ورنہ دروازہ نہیں کھلے گا اور آپ کے ساتھ وسیم صاحب اور شہباز صاحب مفت میں پریشان ہوں گے باہر سردی بہت ہے۔''

''مت کھولو ہم دروازہ توڑ کر بھی آ سکتے ہیں۔'' سفیر نے لاپروائی سے کہا۔ ''لیکن برخوردار تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ ابھی میں اپنے الفاظ واپس لے لوں گا تو اندر آ کر دوبارہ تمہیں یہی کہوں گا۔''

''دروازہ کھول دو یار۔'' وسیم نے اسے تسلی دی۔ ''میں اور شہباز صاحب ہرگز تمہیں نمونہ نہیں کہیں گے۔''

مانی نے خفا ہونے کے باوجود دروازہ کھول دیا تھا یہ الیکٹرانک لاک تھا۔ جسے اندر سے بٹن دبا کر کھولا جا سکتا تھا اس مختصر سی گفتگو سے ظاہر تھا کہ مانی نہ صرف ہماری آوازیں سن رہا تھا بلکہ ہمیں دیکھ بھی رہا تھا اور ہم تک اپنی آواز بھی پہنچا سکتا تھا۔ شاید صرف داخلی دروازے پر ہی نہیں بلکہ اس احاطے کو پوری طرح کیمروں اور مائک کی زد میں لیا گیا تھا۔ ہم اندر آئے۔ نیچے کوٹھی میں ایک بڑی سی نشست گاہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک ڈائننگ ہال اور کچن تھا۔ سیڑھیوں کے عقب میں اسٹڈی کے لیے مخصوص کمرہ تھا لیکن اب یہ کنٹرول روم کے طور پر استعمال ہو رہا تھا۔ مانی نامی نوجوان نے یہیں اپنے تمام کمپیوٹرائزڈ جاسوس آلات لگا رکھے تھے اور نگرانی کا سسٹم ایک لیپ ٹاپ میں سیٹ کر رکھا تھا۔ کیمرے اور مائک وائرلیس پر کام کر رہے تھے۔ اور یہ سب ایک آلے کی مدد سے لیپ ٹاپ کے وائی فائی سے منسلک تھے گویا مانی اپنے لیپ ٹاپ کو کہیں بھی لے جا کر استعمال کر سکتا تھا۔

مانی دیکھنے میں واقعی ویسا ہی ثابت ہوا جیسا سفیر نے کہا تھا۔ مختصر جسامت اور چھوٹے سے قد کے ساتھ اس نے سر کے چاروں طرف پھیلے بڑے بڑے بال رکھے ہوئے تھے اور اس کے ننھے سے چہرے پر بہت دبیز شیشے والی عینک تھی۔ گورا چٹا اور بڑے نازک نقوش والا نوجوان تھا۔ اس نے مجھ سے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا اور چھوٹتے ہی پوچھا۔ ''سر کیا میں آپ کو نمونہ لگتا ہوں۔''

''بالکل بھی نہیں۔'' میں نے کہا اور دل ہی دل میں خدا سے اس جھوٹ کی معافی مانگی جو میں نے اس کے ایک بندے کی دل آزاری کے خیال سے بولا تھا۔ ''جو تمہیں نمونہ کہے وہ خود نمونہ ہوگا میرے خیال میں تم آج کے جینیئس ہو۔''

وہ خوش ہو گیا اور اس نے دوبارہ مجھ سے ہاتھ ملایا۔ ''سر آپ پہلے شخص ہیں جس نے مجھے پہچانا ہے۔''

''آخری بھی یہی ہے۔'' سفیر نے سر ہلایا جس پر مانی نے سراپا فریاد بن کر میری طرف دیکھا میں نے اس کا شانہ سہلایا۔

''چھوڑو اسے شوہر بن کر بعض لوگ ایسے ہی ہو جاتے ہیں یہ بتاؤ کہ تم نے یہاں کیا کیا ہے؟''

وہ جوش و خروش سے بتانے لگا کہ اس نے نگرانی کا کتنا شاندار سسٹم بنایا ہے۔ کوئی ایک درجن کیمروں اور اتنے ہی مائک کی مدد سے وہ اس پورے فارم ہاؤس کی نگرانی کر سکتا تھا۔ اس کے لیپ ٹاپ پر ان تمام کیمروں کو

دیکھا جا سکتا تھا۔ اس نے نگرانی کے لیے ایک خاص سافٹ ویئر بنایا تھا اگر کسی کیمرے کا منظر اسکرین پر نہیں ہوتا تھا اور اس کیمرے کے سامنے کوئی حرکت آتی تو سافٹ ویئر خود بہ خود اس کیمرے کا منظر اسکرین پر لے آتا تھا۔ میں متاثر ہوا تھا۔ ''یہ تو بڑے کام کی چیز ہے۔''

''تھینک یو سر اور یہ سسٹم جس روٹر سے منسلک کیا ہے وہ ایسے کسی لیپ ٹاپ کو یہ ڈیٹا اسی طرح دے سکتا ہے۔ یعنی ایک سے زیادہ افراد فارم ہاؤس کی نگرانی کر سکتے ہیں۔ بس اس لیپ ٹاپ میں میرا بنایا ہوا سافٹ ویئر انسٹال ہونا چاہیے۔''

''تم واقعی جینئس ہو۔'' اس بار میں نے دل سے کہا۔

''تھینک یو سر۔'' مانی بہت خوش ہو گیا۔ ''کیا میں آپ کے لیے کافی بناؤں میں کافی بھی بہت اچھی بناتا ہوں۔''

''کیوں نہیں دوست نیکی اور پوچھ پوچھ۔''

مانی کافی بنانے چلا گیا۔ میں، وسیم اور سفیر اوپر آ ئے۔ اوپر کوٹھی میں دو عدد ٹیرس تھے اور تین بڑے بیڈ روم مع اٹیچ باتھ تھے لیکن مجھے کہیں ہیٹنگ کے لیے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ حالانکہ اندر سردی نہیں تھی۔ ''یہاں ہیٹنگ کا سسٹم نہیں ہے؟''

''نہیں کوٹھی سینٹرلی ہیٹڈ ہے۔'' سفیر نے بتایا۔ ''نیچے ایک چھوٹا سا تہہ خانہ ہے اسی میں بھٹی لگی ہے پانی بھی اسی سے گرم ہوتا ہے۔ مانی نے آگ جلا دی ہو گی۔''

تبھی اندر سردی کا اثر خاصا کم تھا میں نے مانی کے بارے میں پوچھا۔ ''یہ کہاں سے ہاتھ آیا؟''

''کسی بڑے باپ کی اولاد ہے مطلب یہ کہ باپ سرکاری افسر اور راشی ہے۔ یہ اس سے نالاں ہے۔ ایک دن کچھ لوگ اسے اغوا کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ عبداللہ نے درمیان میں مداخلت کی اور اغوا کاروں کو بھاگنا پڑا۔ بس تب سے یہ عبداللہ کے سر ہو گیا۔ پھر عبداللہ کو پتا چلا کہ یہ کمپیوٹر پروگرامنگ اور آئی ٹی کے شعبے کا ماہر ہے۔ سینٹرل کمانڈ وین کے لیے ہمیں ایک آدمی کی ضرورت تھی اس لیے عبداللہ نے اسے رکھ لیا یہ بھی گھر سے بھاگ کر بڑا خوش ہے۔''

''گھر سے بھاگا ہوا ہے؟'' میں چونکا۔

''ہاں ورنہ اس کا باپ کسی صورت اسے ملازمت کرنے کی اجازت نہ دیتا۔ یہ جس گھر میں رہتا ہے اس میں نصف درجن ملازم ہیں۔''

''اس لحاظ سے یہ زیادہ قابلِ قدر ہے۔'' میں نے سفیر سے کہا۔ ''اور تم اسے نمونہ کہتے ہو۔''

''آج کل ایسے لوگوں کو نمونہ ہی کہتے ہیں۔'' اس نے ڈھٹائی سے کہا۔

''اگر اس کے باپ نے گمشدگی یا اغوا کی ایف آئی آر درج کرا دی ہو تو؟''

''نہیں اس نے گھر سے نکلنے کے بعد اسے فون کر کے بتا دیا کہ وہ جہاں ہے اپنی مرضی سے ہے اور خوش ہے۔''

''تب ٹھیک ہے۔'' میں نے وسیم کی طرف دیکھا جو ایک کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ کوٹھی پوری طرح

فرنش تھی۔ حد یہ کہ کھڑکیوں پر بیش قیمت پردے تک موجود تھے۔ دس ہزار کرائے میں تو یہ کوٹھی فری تھی۔

''ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا ہے۔'' وسیم بولا۔ ''آپ دونوں کا کیا خیال ہے اب ہمیں خواتین کو بھی یہیں شفٹ کر دینا چاہیے؟''

''نہیں اتنی عجلت کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔ ''وہ عبداللہ کی کوٹھی میں محفوظ ہیں۔ ممکن ہے مرشد کا مقصد انہیں کوٹھی سے نکالنا ہو۔''

سفیر چونک گیا۔ ''تُو ٹھیک کہہ رہا ہے وہ یقیناً عورتوں کو نکالنے کی فکر میں ہوگا تب ہی صرف ایک گاڑی نے ہمارا پیچھا کیا اور عبداللہ کے آدمیوں نے آرام سے اسے ناکارہ بنا دیا۔''

''بس تو انہیں اسی جگہ رہنے دو۔ عبداللہ کوٹھی کے حفاظتی انتظامات سخت کر دے اور ہم یہاں سے اپنا کام جاری رکھ سکتے ہیں۔''

''ایاز آئے تو اسے بھی یہیں بلا لیتے ہیں اور بیتو کی طبیعت ٹھیک ہو جائے تو سیدھا ادھر ہی آئے گا۔''

''ایاز کیوں گیا ہے اس نے کچھ بتایا ہے؟''

سفیر مسکرایا۔ ''بھائی کو ہماری صحبت نے متاثر کیا ہے۔ موصوف شادی کی فکر میں ہیں۔''

''شادی کس سے؟''

''بھائی شاہین سے اور کس سے۔''

میں شاہین کو تو بھول گیا تھا۔ ''وہ کہاں ہے اب؟''

''تمہیں نہیں معلوم، ایاز اسے اپنے گھر لے گیا تھا اور وہ اس کے ماں کے پاس ہے۔''

''ماں......؟ مجھے تو یاد ہے کہ ایاز کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔''

''وہ اپنی خالہ کو ماں سمجھتا ہے اور ماں کہتا ہے۔ وہ بیوہ ہے اور سرگودھا میں اس کی حویلی ہے۔ جب شاہین کو کہیں منتقل کرنے کا مسئلہ سامنے آیا تو ایاز نے پیشکش کر دی۔''

''ویسے مجھے بھی لگتا تھا کہ وہ شاہین کو پسند کرتا ہے۔''

''بھائی آگ دونوں طرف سے ہے برابر کی لگی ہوئی۔'' سفیر نے کہا۔ ''میرا خیال ہے وہ شادی کر کے ہی آئے گا۔''

''اچھی بات ہے۔'' میں بستر پر دراز ہو گیا اور عبداللہ کو کال ملائی۔ ''حالات کیسے ہیں؟''

''ٹھیک ہیں ابھی تک کوئی چیز معمول سے ہٹ کر سامنے نہیں آئی ہے۔''

''راستے میں گاڑی کو ہٹ کرنے کے بعد تمہارے آدمیوں نے دیکھا تھا کہ اس میں کون ہے اور پھر ان کی مدد کو کون آتا ہے؟''

''نہیں وہ کام کر کے وہاں سے نکل گئے تھے۔'' عبداللہ نے کسی قدر ندامت سے کہا۔ ''آپ کہہ رہے ہیں تو مجھے خیال آ رہا ہے ان کی نگرانی کرنی چاہیے تھی۔''

''کوئی بات نہیں آدمی ہر پہلو پر تو نظر نہیں رکھ سکتا۔'' میں نے اسے تسلی دی۔ ''مرشد کی طرف سے دوبارہ کال آئی؟''

''نہیں اس کے بعد سے کوئی کال نہیں آئی ہے۔''

میں فکر مند ہو گیا۔''عبداللہ کوئی چکر ہے بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے خواتین کو اسی خفیہ جگہ رکھو اور اپنے آدمیوں کو بھی ہوشیار کر دو۔ ممکن ہے مرشد کا مقصد ہمیں کوٹھی سے ہٹانا ہو۔''

عبداللہ سمجھ گیا۔''وہ عورتوں کے چکر میں ہے؟''

''میرا خیال ہے یہ خواتین ہماری کمزوری ہیں اور مشکل یہ ہے کہ دور رہنے پر بھی تیار نہیں ہیں۔''

''گستاخی معاف دور رہنے پر تو حضرات بھی تیار نہیں ہیں۔''

میں نے وسیم اور سفیر کی طرف دیکھا۔''تم ٹھیک کہہ رہے ہو بھائی، واقعی یہ کون سا دور رہنے پر تیار ہیں۔''

سفیر نے وسیم سے کہا۔''لے بھائی ہماری چغلیاں ہو رہی ہیں۔''

''ایاز کا نمبر ہے تمہارے پاس؟''

''جی وسیم صاحب نے جو موبائل آپ کو دیا ہے اس میں ہے۔''

''بیتو کی طبیعت کیسی ہے؟''

''بخار اترا نہیں ہے ڈاکٹر ابھی چیک کر کے گیا ہے اس نے دوائی اور انجکشن بھی دیا ہے۔ امید ہے کل تک بخار اتر جائے گا۔''

''وہ میرے پاس آنے کی ضد کرے گا لیکن جب تک اس کی طبیعت بالکل ٹھیک نہیں ہو جاتی تم اسے وہیں روکے رکھو گے۔ اٹھ جائے تو میری بات کرا دینا۔''

''ٹھیک ہے جناب۔''

میں نے موبائل رکھا تو مانی ٹرے میں کافی کے مگ اور دوسرا سامان لے آیا تھا۔ مہک بتا رہی تھی کہ یہ نیس کیف گولڈ تھی۔ میں نے پہلا گھونٹ لیا اور بے ساختہ کہا۔''واقعی مان گیا تم کافی ماسٹر بھی ہو اگر یورپ چلے جاؤ تو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے۔''

''آپ بلیک پیتے ہیں اگر کریم استعمال کرتے تو میں کریم سے ایسا ڈیزائن بنا کر دیتا کہ کافی کا ڈبل ہو جاتا۔''

''مجھے بنا کر دو۔''سفیر نے کہا تو مانی نے صاف انکار کر دیا۔

''آپ کو تو بالکل نہیں بنا کر دوں گا آپ نے میرا بہت دل دکھایا ہے۔''

''مانی بیٹے اتنا ناراض نہیں ہوتے۔''سفیر نے اسے پچکارا۔''وہ تو میں تمہیں پیار سے کہتا ہوں۔''

مانی کا موڈ خوشگوار ہوا تو وہ مان گیا۔ اس نے کریم کا کون نما پاٹ اٹھایا اور کون سے پھرتی کے ساتھ کافی پر پودے نما ڈیزائن بنا دیا۔ کریم کافی میں فوراً حل نہیں ہوتی ہے اس لیے یہ ڈیزائن کچھ دیر برقرار رہا تھا۔ سب نے مانی کو حیرت سے دیکھا۔ وسیم بولا۔''یار تم تو آرٹسٹ بھی ہو۔''

''شکریہ جناب۔''اس نے شرما کر کہا۔

''سنا ہے تمہاری اپنے ڈیڈی سے اسی وجہ سے نہیں بنی کہ وہ آرٹ وغیرہ کو بکواس سمجھتے ہیں؟''سفیر نے کہا۔

مانی اداس ہو گیا اور اس نے اپنے مگ سے ایک لمبا گھونٹ لے کر کہا۔ ''بالکل جی ان کے نزدیک دنیا میں صرف ایک آرٹ ہے اور وہ ہے دولت کمانا وہ تو مجھے کمپیوٹر پر بھی بیٹھنے نہیں دیتے تھے ان کی خواہش تھی کہ میں گریجویشن کرتے ہی سول سروس کا امتحان دوں لیکن میں نے آئی ٹی کے شعبے کا انتخاب کیا اور یو ایس اے سے سافٹ ویئر انجینئرنگ کر آیا۔''

میں دم بخود رہ گیا۔ ''تم سافٹ ویئر انجینئر بھی ہو؟''

وہ ذرا برا مان گیا۔ ''کیوں کیا نہیں ہو سکتا؟''

''نہیں یار کیوں نہیں ہو سکتے میرا تو خیال ہے تم اس سے بھی کوئی آگے کی چیز ہو لیکن میں تو تمہیں انٹر کا اسٹوڈینٹ سمجھا تھا۔''

مانی ہنسا۔ ''آپ غلط سمجھے ہیں جناب میں پورے پچیس برس کا ہوں۔ دو دن پہلے میرا برتھ ڈے تھا۔''

وہ دیکھنے میں مشکل سے اٹھارہ برس کا لگتا تھا۔ شاید اپنی نہ ہونے کے برابر جسامت اور نازک سے نقوش کی وجہ سے وہ اتنا کم عمر نظر آتا تھا۔ مجھے تھکن محسوس ہو رہی تھی گزشتہ صبح سے جاگ رہا تھا اور پھر اتنا طویل سفر بھی کرنا پڑا تھا۔ کافی پی کر اعصاب سکون میں آئے تو نیند سے آنکھیں بوجھل ہونے لگیں۔ مانی برتن لے گیا تھا۔ سفیر نے محسوس کر لیا اس نے کہا۔ ''سو جا یار...... تُو تھک گیا ہوگا۔''

''آپ کے کپڑوں کا بیگ میں پہلے ہی لے آیا تھا اس الماری میں ہے۔'' وسیم نے کہا۔ وہ اور سفیر بھی چلے گئے میں نے بیگ کھولا اس میں ایک موٹا سوتی پاجامہ اور جرسی کی پوری آستین کی ٹی شرٹ تھی۔ یہ نائٹ سوٹ تھا میں نے پہنا اور کمبل میں گھس گیا لیکن نیند فوری طور پر میرے نصیب میں نہیں تھی سب کے ساتھ بیٹھا تھا تو خیال نہیں آیا لیکن اکیلا ہوا تو خدشات ذہن میں سانپ بن کر سرسرانے لگے تھے۔ مرشد کو اس ٹھکانے کا علم کیسے ہوا اور اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ تھی کہ اس کے کال کرنے کا مقصد کیا تھا؟ یقیناً اس کا مقصد پورا ہوا تھا اس لیے اس نے دوبارہ کال نہیں کی۔ پتا تو کئی طریقے سے چل سکتا تھا ممکن ہے وسیم، سفیر یا کوئی اور مرشد کے آدمیوں کی نظر میں آ گیا ہو یا جب میں آ رہا تھا تو ہمارا تعاقب کیا گیا ہو اور مجھے بھی یہی بات قرین قیاس لگ رہی تھی۔ تب ہی مرشد نے پورے یقین سے کہا تھا کہ میں اس کوٹھی میں ہوں اور وہ مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ زیادہ الجھن کی بات مرشد کا مقصد تھا۔ اس نے یوں کال کر کے مجھے ہوشیار کیوں کیا؟ میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا تھا بس ذہن میں رہ رہ کر یہی خیال آ رہا تھا کہ مرشد کا مقصد مجھے اور میرے ساتھیوں کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کرنا تھا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا لیکن اس کے بعد وہ کیا چاہتا تھا؟ کیا یہ ٹھکانہ کسی طریقے سے اس کی نظروں میں آ گیا تھا؟ ہم نے آتے ہوئے ہر ممکن احتیاط کی تھی لیکن کوئی سو فیصد تو نظر نہیں رکھ سکتا، ممکن ہے تعاقب کرنے والے اتنے ہوشیار ہوں کہ ہم ان کا پتا ہی نہیں چلا سکے ہوں۔

اچانک مجھے ایک خیال آیا کہ کہیں فتح خان نے تو مرشد کو میرے اس ٹھکانے کا نہ بتا دیا ہو۔ فتح خان کے بار [illegible] تما کہ وہ عبداللہ والی کوٹھی سے آگاہ ہے لیکن اس نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا اور نہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ مگر اب وہ چوٹ کھائے سانپ کی طرح مشتعل تھا۔ [illegible]ادی میں اس کی ناکامی کے اسباب میں، مَیں بھی شامل تھا اور اب وہ مجھ سے اس ناکامی کا بدلہ لینا چاہتا ہوگا سویرا اس کے ہاتھ سے نکل گئی

تھی اس لیے اس نے یہ چال چلی اور مرشد کو عبداللہ والی کوٹھی کے بارے میں بتا دیا۔ مرشد کے آدمیوں نے کوٹھی کی نگرانی شروع کر دی ہوگی۔ اس لیے جیسے ہی میں وہاں پہنچا مرشد کو خبر ہوگئی۔

یہ مفروضہ دل کو لگنے والا تھا لیکن یقینی بات نہیں تھی۔ دوسرے مرشد کوٹھی اور وہاں میرے وجود سے واقف ہو گیا تھا۔ اس لیے زیادہ غور کرنا سانپ نکل جانے کے بعد لکیر پیٹنے والی بات ہو سکتی تھی۔ اصل بات یہی تھی کہ مرشد نے کال کیوں کی؟ ان سوالوں اور سوچوں نے میری نیند اڑا دی تھی۔ پھر مجھے ایک خیال آیا اور میں نے سوچا کہ اگر سفیر یا وسیم میں سے کوئی جاگ رہا ہے تو اس سے تبادلہ خیال کر لوں۔ میں اٹھ کر باہر آیا۔ سفیر بے خبر سو رہا تھا لیکن وسیم اس سردی کے عالم میں کوٹھی کی چھت پر گیا ہوا تھا۔ وہ واپس آیا تو میں اسے اپنے کمرے میں لے آیا اور اسے اپنے خیالات سے آگاہ کیا اس نے سر ہلایا۔ ''آپ کی بات دل کو لگ رہی ہے کہ یہ فتح خان کی شرارت ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ مرشد نے وہاں کال کیوں کی وہ خاموش رہ کر کہیں زیادہ فائدے اٹھا سکتا تھا۔''

''یہی تو میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہا ہے اس لیے میں نے سوچا ہے کہ اسے کال کر کے دیکھتے ہیں۔''

''موبائل سے؟'' وسیم نے پوچھا۔

''نہیں باہر چلتے ہیں اسلام آباد میں کئی پی سی او ساری رات کھلے رہتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''مانی سے نہ معلوم کریں اس نے یہاں انٹرنیٹ کا سیٹ اَپ بھی کیا ہے۔ اس کے پاس ذاتی سیٹلائیٹ انٹرنیٹ کا سسٹم ہے چھوٹا سا انٹینا ہے جو چھت پر لگا ہے۔ اسے وین کی چھت پر بھی لگایا جا سکتا ہے اس کے ماہانہ بل کی ادائیگی عبداللہ نے لے لی ہے۔''

''ٹھیک ہے آؤ پہلے اس سے معلوم کرتے ہیں ویسے انٹرنیٹ سے کالز ہوتی ہیں۔''

مانی سے پوچھا تو اس نے شکوہ کناں لہجے میں کہا۔ ''سر جی اتنا سا کام بھی نہ کر سکوں تو پھر میرا فائدہ ہی کیا ہے۔''

''یعنی ہم انٹرنیٹ کی مدد سے کال کر سکتے ہیں اور کوئی اس کال کو ٹریس نہیں کر سکے گا۔''

''کسی کا باپ بھی نہیں کر سکے گا بیشک حکومت بھی کوشش کر لے۔'' مانی نے دعویٰ کیا۔ ''آپ نمبر بتائیں۔''

میں نے اسے مرشد ہاؤس کے فکسڈ فون نمبر بتائے وہ مجھے زبانی یاد تھے۔ مانی نے انٹرنیٹ پر کچھ دیر کام کیا اور پھر ایک بلوٹوتھ ایئر فون مائک میری طرف بڑھایا یہ کمپیوٹر سے بلوٹوتھ کی مدد سے منسلک تھا۔ جب میں نے اسے کان پر سیٹ کر لیا تو مانی نے کی بورڈ پر انگلیاں چلائیں اور مجھے بیل جانے کی آواز آنے لگی۔ فوراً ہی کسی نے کال ریسیو کی اور مجھے اسی نستعلیق لہجے والے شخص کی آواز آئی۔ ''ہیلو کس سے بات کرنی ہے؟''

''مجھے مرشد سے بات کرنی ہے۔''

''آپ کون بات کر رہے ہیں؟''

''تمہیں نہیں معلوم میں اس کا والد نمبر پانچ جہنم سے بات کر رہا ہوں۔''

''جناب یہ طرز گفتگو مناسب نہیں ہے۔'' آدمی نے ہچکچا کر کہا۔

''واقعی مرشد کے لیے اتنا شریفانہ طرز گفتگو مناسب نہیں ہے۔'' میں نے اعتراف کیا۔ ''بہر حال اصل گفتگو مجھے اسی سے کرنی ہے۔ کال اسے ٹرانسفر کرو اور کال کا سراغ لگانے میں بے کار وقت ضائع مت کرنا۔ اس کا پتا نہیں چلے گا کہ میں کہاں سے کال کر رہا ہوں۔''

''ایک منٹ ہولڈ کریں۔'' اس نے کہا اور غائب ہو گیا۔ کچھ دیر بعد مرشد کی آواز آئی۔ ''شہباز بالآخر تم نے مان لیا۔''

''کیا مان لیا؟'' میں نے انجان بن کر کہا

''اس کوٹھی میں تم تھے۔''

''مرشد اگر اس کوٹھی میں تھا تو اب نہیں ہوں۔ وہ صرف ایک ٹھکانہ ہے اور اب تمہیں وہاں میں یا میرا کوئی ساتھی نہیں ملے گا۔''

''مجھے معلوم ہے وہ راجا عمر دراز کی کوٹھی ہے اور وہاں اس کے ملازمین ہوتے ہیں۔''

''مجھے حیرت ہے تم نے وہاں کال کی اور مجھ سے بات کرنا چاہی۔ تمہارا یہ رویہ مجھے ہضم نہیں ہو رہا ہے۔''

''شہباز میں تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں لیکن فون پر نہیں آمنے سامنے۔''

''یہ ممکن نہیں ہے تم اچھی طرح سمجھتے ہو کہ اس میں میرے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے۔'' میں نے انکار کر دیا۔ ''ویسے تم اس کال کو محفوظ سمجھو۔''

''تمہاری طرف سے تو محفوظ ہے لیکن......'' وہ کہتے کہتے رک گیا مجھے حیرت ہوئی اس وقت اس کا لہجہ ململ ہو رہا تھا اور اس میں کہیں بھی کلف یا کروفر نظر نہیں آ رہا تھا۔ ''تم اپنا کوئی نمبر دے دو میں تم سے رابطہ کروں گا۔''

ایسا لگ رہا تھا جیسے مرشد کو اپنی فون لائنوں پر اعتبار نہ رہا ہو اور وہ مجھ سے کسی محفوظ نمبر سے بات کرنا چاہ رہا ہو لیکن یہ اس کی طرف سے دھوکا بھی ہو سکتا تھا۔ اس طرح وہ میرا سراغ لگانا چاہ رہا ہو۔ میں نے کہا۔ ''اس کے بجائے تم مجھے اپنا کوئی نمبر دے دو میں اس پر کال کر لیتا ہوں۔''

اس نے ایک موبائل نمبر دیا۔ ''دس منٹ بعد اس پر کال کر لینا۔''

میں نے نمبر ایک کاغذ پر لکھا اور مانی کو کال منقطع کرنے کا اشارہ کیا اس نے کال کاٹ دی تو میں نے موبائل نمبر اس کی طرف بڑھایا۔ ''دس منٹ بعد اس پر کال کرنی ہے۔''

''موبائل ہے۔'' مانی نے کہا۔ ''لیکن ہو جائے گی بس کچھ آواز کا مسئلہ ہو گا اگر آواز کچھ دیر کے لیے غائب ہو جائے تو پریشان مت ہونا اور ذرا رک رک کر بات کرے گا۔''

''رک رک کر کیوں؟'' وسیم نے پوچھا۔

''یہ ڈیجیٹل سسٹم ہوتا ہے آواز پیکٹ کی صورت میں سفر کرتی ہے اگر تیز بولیں گے تو زیادہ پیکٹ بنیں گے اور رفتار کم ہو جائے گی۔ آواز کٹنے لگے گی لیکن آہستہ بولیں تو آواز نہیں کٹے گی۔''

مانی نے وضاحت کی اور اپنے کام میں لگ گیا اور میں نے وسیم کو مرشد کی گفتگو سنائی کیونکہ میری بات تو وہ سن رہا تھا۔ اس نے سر ہلایا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ مرشد یا تو کسی چکر میں ہے یا پھر وہ خود کسی چکر میں آ گیا

ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"شہباز صاحب دونوں بھائیوں کی علیحدگی اور نادر کا مرشد سے دور رہنا ثابت کرتا ہے کہ کوئی گڑبڑ ہے۔"

"لیکن فاضلی دونوں کے لیے کام کر رہا ہے اگر کوئی چکر ہوتا تو وہ کسی ایک بھائی کے ساتھ ہوتا۔" میں نے سوچ کر کہا۔

"ممکن ہے مرشد نے اسے نادر کے ساتھ لگا رکھا ہو کیونکہ آدمی وہ مرشد کا ہی ہے۔"

"ہاں مرشد ایسا ہی آدمی ہے اپنے بھائی پر بھی اعتبار نہ کرنے والا۔" وسیم نے سوچ کر کہا۔

"کیا بات کر رہے ہو کیسا بھائی اور کہاں کا بڑا بھائی؟ یہ سب بھیڑیے ہیں جن کا کام ہی کمزوروں کا شکار کرنا ہے۔ ان میں رشتوں کا کوئی پاس نہیں ہے اگر کوئی بھیڑیا کمزور پڑ جائے تو دوسرے بھیڑیے اسے پھاڑ کھاتے ہیں یہی حال ان بھائیوں کا بھی ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" مانی نے لقمہ دیا۔ "یہ بہت ہی گھٹیا قسم کے اور ذلیل لوگ ہیں۔"

"تم ان کے بارے میں کیا جانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں تو نہیں لیکن ڈیڈی ان کے بارے میں بات کرتے رہتے ہیں وہ وزارت داخلہ میں ہیں تو مرشد جیسے لوگوں سے ان کا واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اس لیے وہ ان کے بارے میں جانتے ہیں۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ "دس منٹ ہونے والے ہیں۔"

"میں کال ملا رہا ہوں۔" مانی نے کہا اور کال ملانے لگا۔ کچھ دیر میں بیل جانے لگی اور مرشد نے کال ریسیو کی اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"یہ تم کس نمبر سے کال کر رہے ہو؟"

"کیوں کیا تمہارے موبائل پر نمبر نہیں آ رہا ہے؟"

"نہیں صرف ان ناؤن لکھا ہے۔"

"میری کالز آئندہ ایسے ہی نمبروں سے آئیں گی اس لیے تم کام کی بات کرو۔"

"شہباز کام کی بات یہ ہے کہ میں اب دشمنی کا یہ چکر ختم کرنا چاہتا ہوں۔" مرشد نے کہا۔

"مرشد تم اس قسم کی باتیں پہلے بھی کئی بار کر چکے ہو لیکن افسوس کہ تمہاری باتیں صرف باتیں ہوتی ہیں اور عملی طور پر تم مجھے نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ہو۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن اس بار معاملہ مختلف ہے۔" مرشد نے برا مانے بغیر اعتراف کیا۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو دشمنی کا یہ چکر کس طرح شروع ہوا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ یہ چکر نادر نے شروع کیا؟"

"بالکل ٹھیک...... یہ سب اس کا کیا دھرا تھا مجھے اعتراف ہے کہ میں اس کے ساتھ دشمنی میں برابر کا شریک رہا اور تمہارے ساتھ جو ہوا اس میں میرا حصہ بھی ہے لیکن اب میں اس چکر سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

''کیا اس لیے کہ اب نادر سے تمہارے برادرانہ تعلقات نہیں رہے ہیں؟'' میرا لہجہ چبھتا ہوا ہو گیا۔

''تم چاہو تو ایسا ہی سمجھ لو۔'' اس کا لہجہ سپاٹ ہو گیا۔ ''لیکن اب میں اس چکر سے نکلنا چاہتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے میں نے مان لیا کہ تم نکلنا چاہتے ہو لیکن نادر تو میرے اور میرے ساتھیوں کے بدستور درپے آزار رہے گا۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔ ''جب تک وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا یہ دشمنی کس طرح ختم ہو سکتی ہے۔''

''تم چاہو تو میں اس معاملے میں بھی تم سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں ورنہ میری طرف سے یہ یقین دہانی ہے کہ میں یا میرا کوئی آدمی اب تمہارے یا تمہارے ساتھیوں کے پیچھے نہیں آئے گا۔''

میں نے اس کے الفاظ پر غور کیا۔ ''کس قسم کا تعاون......؟ کیا تم نادر کو اس دشمنی سے باز رکھ سکتے ہو جب کہ اس سے تمہارے تعلقات بھی نارمل نہیں رہے ہیں۔''

''نادر پاگل ہو گیا ہے۔'' مرشد نے آہستہ سے کہا۔ ''تم جانتے ہو جب کتا پاگل ہو جائے تو اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟''

میں ہنسا۔ ''تم نے برادر خورد کو فارسی والی مثال دے دی۔ بہر حال یہ تمہارا فیملی میٹر ہے۔ اگر تمہارا اشارہ اس طرف ہے کہ نادر کے ساتھ وہی کیا جائے جو پاگل ہو جانے والے کتے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ تو میں تم سے متفق ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں تم سے کیا تعاون کر سکتا ہوں؟''

''شہباز میں جانتا ہوں تم نے نادر کی رہائش کا پتا چلا لیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اسے آسانی سے ختم کر سکتے ہو۔''

''مرشد تم نے میرے بارے میں نہایت غلط اندازہ لگایا ہے۔'' میرا لہجہ سخت ہو گیا۔ ''جہاں تک کسی کو آسانی سے ختم کرنے کا تعلق ہے اگر میں ایسا مزاج رکھتا تو دشمنی کا یہ باب بہت پہلے ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ تم میں سے کوئی دشمنی نبھانے کے لیے زندہ نہ ہوتا لیکن میں قاتل نہیں ہوں۔ میں صرف اپنے بچاؤ کے لیے کسی پر ہاتھ اٹھا سکتا ہوں۔''

''اس صورت میں نادر کا مسئلہ رہے گا۔''

''تو یہ تمہارا مسئلہ ہے۔'' میں نے کہا۔ ''ویسے تم خود یہ کام کیوں نہیں کر لیتے ہو......؟ نہ تو تمہارے پاس وسائل کی کمی ہے اور نہ حکم کی تعمیل کرنے والے بندوں کی۔''

''شہباز میرے کچھ خاندانی مسائل ہیں جن کی وجہ سے میرے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔'' وہ بولا۔

''مجھے ان مسائل کا بھی علم ہے۔'' میں نے کہا۔ ''ویسے مرشد مجھے حیرت ہے کہ آج تم اتنی کھل کر بات کر رہے ہو۔''

''کیونکہ میں پوری نیک نیتی سے بات کر رہا ہوں۔''

''اور میں پوری نیک نیتی سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے تمہاری بات پر بالکل یقین نہیں آ رہا ہے۔'' میں نے کہا۔

''میں نے اس بار بات کرنے سے پہلے اپنی نیک نیتی کا عملی ثبوت دے دیا ہے۔'' اس نے کہا۔

میں اس کا اشارہ سمجھ رہا تھا لیکن انجان بنا۔ ''وہ کیسے؟''

''اگر میری نیت خراب ہوتی تو میں سرے سے راجا عمر دراز کی کوٹھی پر کال نہ کرتا۔ میں اپنے آدمی بھیجتا اور وہ اس کوٹھی کو بموں سے اڑا دیتے۔''

''یہ اتنا آسان تو نہ ہوتا لیکن میں تمہاری بات تسلیم کرتا ہوں کہ تم چاہتے تو ایسا بھی کر سکتے تھے۔ اس کے باوجود ابھی میرا ذہن اس بات کو ہضم نہیں کر سکا ہے۔''

''یہ تو آغاز ہے۔'' اس نے کہا۔ ''جلد تمہیں یقین بھی آ جائے گا۔ آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے بس میں یہ یقین دلا سکتا ہوں کہ اب میری طرف سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

''اس کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرے گا۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن اگر تم چاہو تو اپنی نیک نیتی کا ایک ثبوت اور دے سکتے ہو؟''

''وہ کیا؟''

''یہ بتا کر کہ تمہیں راجا عمر دراز کی اس کوٹھی کا کس طرح پتا چلا؟''

''فتح خان سے۔'' اس نے بلا جھجک کہا۔ ''اسی نے بتایا کہ تم ابھی اس کوٹھی میں ہو۔''

''فتح خان۔'' میں نے گہری سانس لی۔ ''یہ شخص بلا وجہ میرے پیچھے پڑ گیا حالانکہ میں نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور نہ ہی کبھی اس کا راستہ کاٹنے کی کوشش کی۔ مرشد علی کیا تم جانتے ہو کہ پچھلے کچھ عرصے میں تمہیں ہونے والا مالی نقصان کس نے پہنچایا ہے؟''

''میں جانتا ہوں یہ فتح خان کا کام ہے۔'' وہ بولا۔ ''جس دن بھی وہ میرے قابو میں آ گیا اسے ان نقصانات کا حساب دینا ہوگا۔''

اس نے بات مکمل کرتے ہی فون بند کر دیا۔ وسیم اور مانی خاموشی سے میری بات سن رہے تھے۔ میں نے وسیم کو بتایا کہ مرشد کیا چاہتا ہے۔ یک طرفہ گفتگو سے بھی اس نے بہت کچھ سمجھ لیا تھا لیکن مرشد کی بہت ساری باتیں اس کے علم میں نہیں آئی تھیں۔ میری بات سن کر اس نے کہا۔ ''مرشد کی یہ بات دل کو لگ رہی ہے کہ اس نے کوٹھی فون کر کے اپنی نیک نیتی کا اولین ثبوت دیا ہے۔''

''اس کے باوجود میں اس پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ اس وقت وہ کسی وجہ سے مجبور ہے۔''

''وجہ بالکل سامنے کی بات ہے وہ چالاکی سے کام لے کر نادر کو راستے سے ہٹانا چاہتا ہے کیونکہ وہ اس کی راہ کی رکاوٹ بن گیا ہے۔''

''نادر اتنی بڑی رکاوٹ نہیں بنا ہے بلکہ مرشد کی مونوپلی نے باقی خاندان والوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اس کی آمریت کا تختہ الٹ دیں۔ یہ ایک فیملی بزنس ہے۔ تم چاہو تو اسے فیملی مافیا بھی سمجھ سکتے ہو جس میں ایک فرنٹ مین سامنے رہ کر پورا بزنس چلاتا ہے وہ خطرات مول لیتا ہے۔ اس لیے اصل آمدنی کا حقدار وہ ہوتا ہے باقی فیملی ممبر ایک طرح سے حصے دار ہوتے ہیں اور انہیں سال کے سال آمدنی میں حصہ ملتا ہے۔ یقیناً مرشد کے خاندان میں بھی ایسا ہی ہوتا ہوگا لیکن اکثر مافیاؤں کے سربراہ بے ایمان ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ سب کچھ وہی ہیں اور جب وہی سب کچھ ہیں تو کسی اور کو حصہ کیوں دیں۔ یہاں سے خرابی کا آغاز ہوتا ہے۔ گدی نشینوں کے درمیان آپس میں لڑائی کوئی نئی بات نہیں ہے۔''

وسیم غور سے میری بات سن رہا تھا۔ ''آپ کا مطلب ہے کہ مرشد کے خاندان کے دوسرے لوگ بھی اتنے طاقتور ہیں کہ مرشدان کے سامنے مجبور ہو رہا ہے ورنہ وہ انہیں کب کا ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔''

''بالکل میرا یہی مطلب ہے۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''اب خاندان کے دوسرے لوگ اس چکر میں ہیں کہ مرشد کی جگہ نادر کو گدی پر بٹھا دیں۔ وہ مکمل طور پر معذور ہو چکا ہے اور اس طرح وہ خاندان کے لوگوں کے قابو میں رہے گا۔ مرشد کی طرح بے قابو نہیں ہو جائے گا۔ مرشد اس خطرے کو بھانپ چکا ہے اور فی الحال اس کا سدِباب اس طرح کر رہا ہے کہ نادر کا کانٹا درمیان سے نکال دے۔''

''اس کے لیے بندوق وہ ہمارے کندھے پر رکھ کر چلانا چاہتا ہے؟''

''یہی اصل نکتہ ہے۔ سب جانتے ہیں کہ نادر ہماری وجہ سے اس حال کو پہنچا ہے اور وہ ہمارا شدید ترین دشمن ہے اور لازمی بات ہے ہم بھی دشمنی میں کچھ کم جذبات نہیں رکھتے ہیں اس لیے اگر نادر مارا جاتا ہے تو نام ہمارا آئے گا۔''

وسیم نے سوچ کر کہا۔ ''تب مرشد اسے مار کر الزام ہمارے سر کیوں نہیں ڈال رہا ہے؟''

''یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آئی ہے ممکن ہے مرشد ایسا کرتے ہوئے ڈر رہا ہو کہ بات خاندان والوں پر کھل سکتی ہے یا اس کام کے لیے اس کے پاس قابلِ اعتماد بندے نہ ہوں۔''

''بندے تو بہت ہوں گے لیکن مرشد خود کسی پر اعتماد نہیں کرتا ہے۔'' وسیم نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''شہباز صاحب نہ جانے کیوں مجھے اس معاملے میں گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔''

''مرشد دھوکے باز آدمی ہے اس سے کسی قسم کے خلوص کی توقع بیکار ہے۔ اگر اس نے کوٹھی پر دھاوا نہیں بولا تو اس کے پس پشت یقیناً کوئی بڑی چال ہو گی۔'' میں نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ ''پہلے نیند نہیں آ رہی تھی لیکن مرشد سے بات کر کے مجھے نیند آنے لگی ہے۔''

وسیم مجھے سمجھنے لگا تھا اس نے مسکرا کر کہا۔ ''یعنی آپ کے خیال میں اب خواتین کو اتنا خطرہ لاحق نہیں رہا ہے۔''

''ہاں ورنہ اس سے پہلے میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ مرشد اصل میں ان کے چکر میں ہے اور ہمیں وہاں سے نکال کر خود دھاوا کرنا چاہتا ہے۔''

''لیکن ہمیں اس معاملے میں بالکل بھی بے فکر نہیں ہو جانا چاہیے۔''

''لازمی بات ہے ہمارا مقابلہ مرشد جیسے مکار دشمن سے ہے۔ اگر اسے معلوم ہو گا کہ کوٹھی میں عورتیں بھی ہیں تو ہمیں مجبور کرنے کے لیے وہ انہیں بھی استعمال کر سکتا ہے۔''

''بالکل کر سکتا ہے۔'' وسیم نے زور دے کر کہا۔ ''جب یہ کام فتح خان کر سکتا ہے تو مرشد فتح خان سے کہیں زیادہ طاقتور اور کمینہ دشمن ہے۔''

''عبداللہ نے کوٹھی میں کوئی خفیہ جگہ بنا رکھی ہے جس سے صرف وہی واقف ہے۔ اس نے ان تینوں کو فی الحال وہیں رکھا ہوا ہے۔ اگر باہر سے کوئی دشمن کسی طرح کوٹھی میں داخل بھی ہو جائے تو وہ ان کو آسانی سے تلاش نہیں کر سکتا ہے۔''

''اس کے باوجود میں محسوس کرتا ہوں کہ انہیں جلد از جلد وہاں سے ہٹا دینا چاہیے۔''

میں نے وسیم سے اتفاق کیا۔ ''میرا بھی یہی خیال ہے لیکن پہلے اس کے لیے یہ یقین کرنا ہوگا کہ مرشد کے آدمی کوٹھی کے آس پاس موجود نہیں ہیں۔''

''میں سمجھتا ہوں جناب۔'' وسیم نے سر ہلایا۔ ''اب آپ آرام کریں کل میں آپ کو وین دکھاؤں گا۔''

مجھے اب نیند آ رہی تھی لیکن سونے سے پہلے میں ایک کام کرنا چاہتا تھا میں نے مانی سے پوچھا۔ ''یہاں کوئی اور کمپیوٹر ہے۔ مجھے انٹرنیٹ پر کام ہے۔''

''ایک لیپ ٹاپ اور ہے۔'' اس نے کہا اور ایک طرف رکھی چھوٹے سائز کی نوٹ بک اٹھا لایا۔ ''اس میں وائی فائی بھی ہے اس گھر میں بلکہ گھر سے باہر بھی سو میٹرز کے دائرے میں آپ انٹرنیٹ استعمال کر سکتے ہیں۔''

''شکریہ۔'' میں نے اس سے نوٹ بک لے لی اور اوپر کمرے میں آ گیا۔ میں نے اپنا ای میل اکاؤنٹ کھولا اور وہ کھل گیا اس کا مطلب تھا کہ فتح خان نے اس کے پاس ورڈ میں تبدیلی نہیں کی تھی۔ شاید اس نے ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ وہ اپنا کام تو نکال چکا تھا۔ میں نے سب سے پہلے پاس ورڈ تبدیل کیا اور پھر ایمن کو میل کی اس سے خیریت اور اس مسئلے کے حوالے سے پروگریس پوچھی۔ میں نے اسے بتایا کہ میں اسی ای میل کمپنی کے میسنجر پر اسی آئی ڈی کے ساتھ کل لاگ ان ہوں گا وہ مجھ سے بات کر سکے گی یا اس کا کوئی فون نمبر ہے تو وہ مجھے ای میل کر دے میں اس سے رابطہ کر لوں گا۔ یہ کام کر کے میں نے نوٹ بک بند کی اور سونے کے لیے لیٹ گیا اس بار مجھے چند منٹ بعد ہی نیند آ گئی تھی۔ صبح میری آنکھ کھلی تو ایک طرف کھڑکی کے ہٹے پردے سے روشنی جھلک رہی تھی۔ صبح ہو چکی تھی۔ میں اٹھ کر واش روم میں آیا اور وہاں سے فارغ ہو کر سب سے پہلے عبداللہ کو کال کی۔

''کیا حال ہیں سب ٹھیک ہے؟''

''جی جناب ایوری تھنگ از آل رائٹ۔'' اس نے جواب دیا۔ ''آپ سنائیں؟''

''میں ٹھیک ہوں اور یہ تم نے زبردست چیز تلاش کی ہے۔''

''مانی۔'' وہ ہنسا۔ ''آپ اسے چیز کہہ رہے ہیں برا مان جائے گا۔ ویسے ہے بہت کام کا لڑکا آئی ٹی اور کمپیوٹر سے متعلق کوئی مسئلہ ہو چند منٹ میں حل کر دیتا ہے۔ اس نے کوٹھی کا کمپیوٹرائزڈ سیکورٹی سسٹم بھی اپ گریڈ اور استعمال میں بہت آسان کر دیا۔ اب ہم اس کی مدد سے نائٹ ویژن سینسرز بھی استعمال کر سکتے ہیں۔''

''یہاں بھی اس نے کیمروں اور مائک کی مدد سے بہترین سیکورٹی سسٹم بنا رکھا ہے ایک آدمی آس پاس ہر جگہ نظر رکھ سکتا ہے۔ کل رات میری مرشد سے بات ہوئی ہے۔''

''مرشد سے۔'' عبداللہ نے فکرمندی سے کہا۔ ''کیا اس کی کال آئی تھی؟''

''نہیں میں نے کی تھی۔ مانی نے انٹرنیٹ کی مدد سے کال ملائی تھی جس کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔''

''کیا بات ہوئی اس سے؟''

''مرشد کا رویہ بدلا ہوا ہے اور وہ صلح کی بات کر رہا ہے۔ اسی وجہ سے اس نے کوٹھی پر کال کی اور اسے

وہاں کا پتا فتح خان نے بتایا اس خبیث نے یہ بھی بتا دیا کہ میں بھی وہیں ہوں۔"

"صلح کی وجہ؟"

"مرشد اور نادر میں کھٹ پٹ ہوگئی ہے۔ گدی نشینی کی خاندانی سیاست کا معاملہ ہے۔ خاندان والے مرشد سے بیزار ہیں اور اس کا تختہ الٹ کر نادر کو گدی پر بٹھانا چاہتے ہیں۔"

"اور مرشد کیا چاہتا ہے؟"

"وہ سرے سے نادر کا پتا ہی صاف کرنا چاہتا ہے اس نے کہا ہے وہ اب اس دشمنی سے ہاتھ اٹھا رہا ہے۔ وہ یا اس کا کوئی آدمی اب ہمارے خلاف کسی کارروائی میں شریک نہیں ہوگا۔"

"کسی کے ماتھے پر تو نہیں لکھا ہوتا ہے کہ وہ مرشد کا آدمی ہے۔" عبداللہ بولا۔ "جناب مجھے اس پر بالکل اعتماد نہیں ہے بلکہ مجھے تو شک ہے کہ دونوں بھائی مل کر ڈرامہ کر رہے ہیں ورنہ فاضلی دونوں کے لیے کیسے کام کر رہا ہے؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو رات میں نے وسیم سے بات کی تو یہی ساری باتیں ہمارے ذہن میں بھی موجود تھیں۔ اب تصویر یہ بن رہی ہے کہ مرشد کسی معاملے میں ہمیں استعمال کرنا چاہ رہا ہے اور اسی لیے اس نے جاننے کے باوجود کوٹھی پر حملہ نہیں کیا۔ اس کا امکان ہے کہ وہ خواتین سے لاعلم ہے لیکن ممکن ہے یہ اس کی چال ہو وہ ان کو قبضے میں لینے کی فکر میں ہوتا کہ ہمیں مجبور کر سکے۔ تمہیں ان لوگوں کے لیے بہت محتاط رہنا ہوگا۔ ساتھ ہی کوئی ایسا پلان سوچو کہ اگر انہیں کوٹھی سے کہیں اور منتقل کرنا ہو تو یہ کام بحفاظت کیا جا سکے۔"

"میں اس پر پہلے ہی کام کر رہا ہوں۔" عبداللہ نے کہا۔ "ممکن ہے ایک دو دن میں یہ کام کر بھی لوں۔ ہاں ایک بات کا ذکر کرنا تو بھول گیا۔ کل رات ایک اجنبی نمبر سے ایک کال آئی۔ بولنے والی عورت تھی اور اس نے ایک موبائل نمبر دے کر کہا کہ آپ اس سے رابطہ کریں۔"

"اس نے اپنا نام بتایا، کال تم نے ریسیو کی تھی؟"

"نہیں منیر تھا رات میں اس کی ڈیوٹی ہو جاتی ہے۔ عورت نے کال کرتے ہی پہلے نمبر لکھنے کو کہا اور جب منیر نے نمبر لکھ لیا تو اس نے صرف اتنا کہہ کر کال کاٹ دی۔ شہباز سے کہنا مجھ سے اس نمبر پر رابطہ کرے۔"

"نمبر بتاؤ۔"

عبداللہ نے نمبر بتایا جو میں نے ذہن نشین کر لیا اور پھر نیچے آیا۔ سفیر اور وسیم کچن میں موجود تھے۔ وسیم انڈے پھینٹ رہا تھا اور سفیر پراٹھے بنا رہا تھا۔ میں چھوٹی سی میز پر آ بیٹھا۔ "ماشااللہ کیا سگھڑ پن ہے لگتا ہے میری غیر موجودگی میں خواتین نے تم دونوں کو خاصا ٹرینڈ کیا ہے۔"

"یہ ہمیں پہلے سے آتا ہے۔" سفیر نے جواب دیا۔ "یہ جو تُو شادی سے پہلے کڑھائی اور بروسٹ بنا تا رہا ہے کیا اس کا کریڈٹ سویرا کو جائے گا۔"

"وہ الگ بات ہے لیکن اتنی مہارت سے گول پراٹھے بنانا اور یوں انڈہ پھینٹنا بغیر ٹریننگ کے نہیں آتا ہے۔"

"اچھا یار جو تُو سمجھتا رہے۔" سفیر بھنا گیا۔ "اب خواتین والے سارے کام ہم ہی کریں گے۔"

''بس ایک کام مت کرنا ورنہ ساری دنیا میں شہرہ ہو جائے گا۔'' میں ہنسا تو سفیر نہیں سمجھا لیکن وسیم سمجھ گیا اور اس نے قہقہہ مارا تھا۔ سفیر ذرا دیر سے سمجھا اور پھر اس نے جواب جاہلاں باشد خموشی مناسب سمجھا۔ ذرا دیر میں ناشتہ لگ گیا تھا مانی کو اطلاع ملی تو وہ دوڑا آیا اور آتے ہی شکوہ کیا۔

''یہ اچھی بات نہیں ہے جناب اگر میں ملازم ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ مجھے بچا کھچا کھلایا جائے۔''

''بچا کھچا۔'' سفیر دم بخود رہ گیا۔ ''اوہ بھائی ابھی ہم میں سے کسی نے نوالہ نہیں توڑا ہے۔''

مانی نے سب سے پہلے نوالہ توڑتے ہوئے کہا۔ ''میں سب سے آخر میں بلائے جانے کو بچا کھچا ہی سمجھتا ہوں۔''

میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''برخوردار ہر معاملے میں جینیئس ہے۔''

دیر مناسب نہیں تھی کیونکہ پراٹھے اور انڈے بڑی تیزی سے معدوں میں منتقل ہو رہے تھے اور کچھ دیر بعد میز پر کچھ نہیں رہ جاتا۔ سفیر کتنا ہی شکم پرور سہی لیکن وہ خواتین کی طرح کھانے کی لامحدود سپلائی نہیں دے سکتا تھا۔ ناشتے کا صفایا کر کے میں اور وسیم چائے کے مگ تھامے باہر پورچ میں آئے۔ جہاں کمانڈ وین کھڑی تھی۔ یہ فل سائز وین تھی اور پیچھے سے اس کا کیبن خاصا بڑا تھا۔ وسیم نے ریموٹ سے اس کا دروازہ ان لاک کیا اور ہم اندر آئے۔ اندر سے وین بالکل اسی طرح کمپیوٹرائزڈ آلات اور اسکرینوں سے بجی تھی جیسی کہ ہم فلموں میں دیکھتے ہیں۔ اس میں ایک طرف بڑی ایل سی ڈی اسکرین تھی اور دوسری طرف دو چھوٹی اسکرینیں تھیں۔ کئی کی بورڈز تھے اور دیوار پر ہی کئی طرح کے جنکشن باکس نظر آ رہے تھے۔

''ان آلات کی مدد سے وین کے آس پاس کئی سو گز کی دوری تک نظر رکھی جا سکتی ہے۔ اس کا اپنا کمیونیکیشن سسٹم ہے جو مخصوص آلات کی مدد سے استعمال کیا جا سکتا ہے اور اسے پکڑنا مشکل ہے۔ اس کا دائرہ تین کلومیٹرز تک ہے اس میں آواز اور تصویر دونوں کی ترسیل شامل ہے۔'' وسیم نے ایک چھوٹا سا آلہ اٹھا کر دکھایا۔ یہ بظاہر سر پر پہننے والی فلیش لائٹ کی طرح تھا۔ ''اس میں ویڈیو کیمرہ ہے، مائک ہے اور ائرفون ہے۔ کیمرے میں نائٹ ویژن کا آپشن بھی ہے۔''

''یہ تو بہت کام کی چیز ہے۔'' میں نے تعریف کی۔

وسیم نے کمپیوٹر آن کیا۔ ''اس میں چار پروسیسرز والا جدید ترین منی کمپیوٹر نصب ہے جو اس سارے نظام کو کنٹرول کرتا ہے۔ وین میں جتنے سینسرز اور آلات لگے ہیں وہ سب اس سے منسلک ہیں جیسے وین کے اوپر ایک طاقتور دوربین لگی ہے۔'' وسیم نے کہا اور ایک کی بورڈ پر چند بٹن دبائے فوراً وین کی چھت سے ہلکی سی آواز آئی اور بڑی اسکرین پر باہر کا منظر دکھائی دینے لگا۔ ''یہ دوربین چھت سے بھی کوئی دو میٹر اوپر چلی جاتی ہے جس سے دور کی چیز بھی دیکھی جا سکتی ہے۔''

میں اسکرین پر باہر کا منظر دیکھ رہا تھا۔ فارم ہاؤس کے گیٹ کے اوپر سے باہر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ پھر وسیم نے منظر کو زوم کیا اور یہ اتنا واضح ہو گیا کہ روڈ سے گزرتی گاڑیوں میں موجود افراد کے چہرے بھی صاف نظر آنے لگے تھے جب کہ وہ یہاں سے کم سے کم ایک فرلانگ دور تھے دوربین کی کارکردگی واقعی بہترین تھی۔ وسیم نے دوربین اندر کی اور پھر اسکرین کی طرف متوجہ ہوا۔ ''کمپیوٹر میں اس پورے علاقے کا نہایت تفصیلی

نقشہ ہے اگر اس وین کو کہیں اور لے جائیں تو اس علاقے کا مکمل نقشہ صرف ایک منٹ میں انٹرنیٹ سے مل جائے گا۔ اس نقشے کی مدد سے کہیں بھی جانا نہایت آسان ہوگا۔''

اس کے علاوہ بھی وین میں اور بہت سارے فنکشن تھے۔ وسیم نے جہاں سے وین کو بنوایا تھا وہیں اس نے پوری وین پر ایک اضافی فولادی شیٹ چڑھوائی تھی اس سے وین کسی حد تک بلٹ پروف ہوگئی تھی۔ اس کے دروازے اور کھڑکیاں اس طرح کے تھے کہ ضرورت پڑنے پر وین گیس یا دھواں پروف ہوسکتی تھی اگر اس کے باہر گیس یا دھواں ہو اس کا اثر اندر تک نہیں آئے گا۔ میں نے وسیم سے پوچھا۔ ''تم نے سامان کہاں سے لیا؟''

وہ مسکرایا۔ ''کوئٹہ کے پاس ایک مارکیٹ ہے وہاں اس قسم کا بہت سامان بکتا ہے اور بہت استعمال جاتا ہے۔ کیونکہ سرحد پار سے اسمگلنگ ہوتی رہتی ہے۔ زیادہ تر آلات میں نے وہیں سے منگوائے ہیں البتہ کمپیوٹر یہیں ایک فرم سے نصب کرایا اور سافٹ ویئرز کا سارا کام مانی نے کیا ہے اس کا آپریٹنگ سسٹم بھی اسی نے ترتیب دیا۔''

وین اچھی چیز تھی اور کسی مہم کے سلسلے میں بہت کام آسکتی تھی۔ ہم باہر آئے اور لان پر رکھی کرسیوں پر آگئے۔ دھوپ اچھی تھی۔ ہماری گفتگو مرشد اور اس کی کال کی طرف مڑ گئی پھر میں نے اسے عبداللہ سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا۔ وسیم نے کہا۔ ''یہی بہتر ہے جب تک عبداللہ کوئی ایسا پلان نہ بنا لے جس میں خواتین کو بحفاظت وہاں سے منتقل کیا جاسکے انہیں وہیں رہنا چاہیے۔''

''ہاں ایک نئی بات ہوئی کل رات کوٹھی میں کسی عورت کی کال آئی تھی اس نے اپنا نمبر دیتے ہوئے مجھ سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔''

وسیم چونکا۔ ''کیا عبداللہ والی کوٹھی شاہراہ عام بن گئی ہے جو ہر کوئی وہاں پہنچ رہا ہے۔''

''مجھے شبہ ہے کہ وہ شہلا ہے۔ کال منیر نے ریسیو کی تھی اور عورت نے صرف نمبر و پیغام دے کر کال بند کر دی۔''

''شہلا کا اب ہم سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟''

''تم بھول رہے ہو یار اس کے پاس ہمارا ایک عدد بریف کیس ہے اور اس کے خیال میں ہمارے پاس اس کی تصاویر کے کچھ پرنٹ ہیں۔''

''ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔''

''تب آؤ ذرا اس سے بات ہو جائے لیکن ضروری نہیں ہے وہ شہلا ہو۔'' میں نے اندر کا رخ کرتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے میرے موبائل پر کال آئی نمبر مونا کا تھا میں نے کال ریسیو کی تو دوسری طرف سویرا تھی۔

''شہباز کیسے ہیں آپ؟'' اس نے سلام دعا کے بعد کہا۔ ''آپ تو یہاں سے جا کر بھول ہی گئے۔''

''سوری۔'' میں نے معذرت کی۔ ''اصل میں آتے ہی کچھ معاملات میں الجھ گیا تھا۔ پھر رات بہت ہوگئی تھی اور ابھی ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوئے ہیں۔''

''سوری مت کہیں۔'' اس نے جلدی سے کہا۔ ''میں زیادہ نہیں مانگتی بس دن میں ایک بار اس بندی کو یاد کرلیا کریں۔''

''بندی کا کوئی نمبر بھی ہونا چاہیے۔''

''ابھی تو موبائل نہیں ہے جو تھا وہ حویلی میں رہ گیا ہے۔''

''بیتو کے پاس ایک آئی فون ہے تم وہ لے سکتی ہو۔''

''نہیں ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے ہچکچا کر کہا۔ ''آپ سے بات تو ہو جاتی ہے۔''

میں اس کی جھجک سمجھ گیا۔ ''تم بے فکر ہو کر لے لو، ہم میں اس قسم کی چیزیں مشترک ہیں اور وہ میں نے ہی لیا تھا۔''

''تب ٹھیک ہے۔''

''اس وقت کہاں ہو؟''

''ابھی تو ہم کچن میں آئے ہیں ناشتے کے لیے لیکن زیادہ وقت اس خفیہ کمرے میں گزرتا ہے جہاں عبداللہ بھائی نے ہمیں رکھا ہوا ہے۔''

''یہی کوشش کرو کہ زیادہ تر وہیں رہا کرو اور صرف ضرورت کے تحت باہر آیا کرو کوٹھی سے باہر تو کسی صورت مت نکلنا اور نہ ہی کھلے میں جانا۔''

''ہم یہ ساری احتیاطیں کر رہے ہیں۔'' سویرا نے کہا۔ ''شہباز مجھے حویلی کب بھیجیں گے مجھے ماں جی اور بابا یاد آ رہے ہیں فون پر ان سے بات ہوتی ہے لیکن......''

''بس کچھ دن صبر کر لو پھر تمہیں وہاں پہنچا دیا جائے گا اور ممکن ہے یہ دونوں خواتین بھی تمہارے ساتھ ہوں۔''

''سچ میں۔'' سویرا خوش ہو گئی تھی۔

''ہاں کیونکہ تم سب ہی ہمیں عزیز ہو اور سب کی حفاظت کا خیال ہے ایسا کرو تم ذرا ان دونوں کو ٹٹولو کہ یہ حویلی میں رہ لیں گی کیونکہ یہ آسانی سے جانے کے لیے تیار نہیں ہوں گی۔''

''میں بات کرتی ہوں ویسے اگر یہ وہاں رہنے کے لیے تیار ہو جائیں تو بہت مزہ آئے گا۔''

''یہ تو ان سے پوچھو کہ کتنا مزہ آئے گا۔'' میں نے ہنس کر کہا اور کچھ دیر بات کر کے فون بند کر دیا۔ مانی کسی جن کی طرح تازہ دم اپنی ڈیوٹی پر حاضر تھا اور کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔ ''تم سوتے کب ہو برخوردار؟''

''رات تین سے صبح آٹھ بجے تک۔'' اس نے جواب دیا۔ ''میرے لیے اتنی نیند کافی ہے اس کے بعد میں سارا دن چاک و چوبند رہتا ہوں۔''

نیند کی کمی کا اثر اس کے ذہن پر نہیں لیکن جسم پر ہوا تھا۔ ''مجھے ایک نمبر پر بات کرنی ہے۔''

''اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آپ اسی سے بات کریں آپ والی نوٹ بک میں بھی اس کا سسٹم موجود ہے آپ کو بس ایک سائٹ پر جا کر لوگ ان ہونا پڑے گا۔ طریقہ میں ابھی آپ کو سمجھائے دیتا ہوں۔''

اس نے ایک منٹ میں مجھے طریقہ سمجھا دیا اور بلوٹوتھ ہینڈ فری مجھے تھما دیا۔ ''ٹھیک ہے برخوردار لگتا ہے تمہیں بھی پسند نہیں ہے کہ کوئی ہمہ وقت تمہارے سر پر سوار ہو۔''

''ایسا نہیں ہے۔'' اس نے احتجاج کیا۔ ''آپ بھی سفیر بھائی کی طرح میرے خلوص کی توہین کر رہے ہیں۔''

''ارے نہیں برخوردار، ویسے صبح تم نے بھی خود کو ملازم کہہ کر ہمارے خلوص کی توہین کی تھی۔''

وہ مسکرایا۔ ''میں سفیر بھائی کو چھیڑ رہا تھا۔''

''اگر اس قسم کی نوک جھوک دل پر لیے بغیر کی جائے تو صحت مند ہوتی ہے لیکن اگر تمہیں کوئی بات پسند نہ آئے تو تم بلاتکلف کہہ سکتے ہو۔''

''مجھے آپ لوگوں کی کوئی بات بری نہیں لگتی ہے میں سفیر بھائی سے جو لڑتا جھگڑتا تو وہ صرف اوپر اوپر سے ہوتا ہے۔''

''بس یہی اہم بات ہے۔'' میں اس کا شانہ تھپتھپا کر اپنے کمرے میں آیا نوٹ بک کھولی اور ویب سائٹ پر جا کر آئی ڈی اور پاس ورڈ سے لوگ ان کیا اس دوران میں اپنا ای میل بھی چیک کیا ادریس کے مطابق مجھے ایمن کی میل ملی تھی۔ اس نے بھی ایک نمبر بھیجا تھا۔ باقی اتنا پیغام تھا کہ وہ فی الحال ٹھیک ہے اور اس کی جان بچانے کے لیے کام جاری ہے۔ میں نے طریقہ کار کے تحت اجنبی عورت کا دیا ہوا نمبر ملایا اور فوراً ہی بیل جانے لگی۔ یعنی نمبر آن تھا۔ کچھ دیر بعد کسی عورت نے کال ریسیو کی اور میں پہچان نہیں سکا کیونکہ آواز سے لگ رہا تھا وہ نشے میں ہے۔

''ہیلو کون ہے؟''

''وہی جس سے تم بات کرنا چاہتی تھیں۔''

اس بار وہ سنبھل کر بولی۔ ''شہباز تم......''

میں نے بھی اسے پہچان لیا۔ ''شہلا......اب تم کیا چاہتی ہو اور تمہیں اس جگہ کا نمبر کس نے دیا ہے۔''

''نمبر مجھے فتح خان نے دیا ہے اور تم جانتے ہو میں کیا چاہتی ہوں؟''

''اگر تم کھل کر بات کرو تو میں جواب دوں۔''

''میری تصویریں۔'' اس نے کہا تو میں چونکا اور انجان بن کر بولا۔

''کون سی تصویریں؟''

''جو تمہارے پاس ہیں۔'' اس کا لہجہ تیز ہو گیا۔

''اپنی تصویروں کا ذکر کرتے ہوئے تم میری ایک چیز بھول رہی ہو جو تمہارے پاس ہے۔''

''وہ بریف کیس۔'' شہلا بولی۔ ''میں نے ابھی تک اسے کھولنے کی کوشش نہیں کی ہے۔''

''ایسی کوشش بھی مت کرنا ورنہ اس کے ساتھ خود بھی ضائع ہو جاؤ گی۔ سوائے درست طریقے کے علاوہ اسے اور کسی طریقے سے کھولنے کی کوشش کی گئی تو یہ شدید دھماکے سے پھٹ جائے گا اور آس پاس موجود ہر چیز تباہ کر دے گا۔''

''مجھے اس سے دلچسپی بھی نہیں ہے۔'' وہ بولی۔ ''تم میری تصاویر میرے حوالے کرو اور اسے لے جاؤ۔''

''تمہیں کس نے بتایا کہ تمہاری کچھ تصاویر میرے پاس ہیں؟''

''فتح خان نے، دیکھو اس کی بتائی بات درست ثابت ہوئی ہے۔''

''تمہیں معلوم ہے فتح خان نے اپنی حماقت سے ہیرے ہمیشہ کے لیے کھو دیئے ہیں۔''

''مجھے سب معلوم ہو گیا ہے اور مجھے ان کی پروا نہیں ہے مجھے تو پروفیسر کے لاکر سے اپنا اور دوسروں کا اسٹف چاہیے تھا وہ میں نے حاصل کر لیا بس تمہارے پاس میری کچھ تصاویر باقی ہیں۔''

میں اسے نہیں کہہ سکتا تھا کہ میرے پاس اس کی کوئی تصویر باقی نہیں رہی ہے۔ فتح خان سے جو تصاویر حاصل کی تھیں وہ سب میں نے شہلا کے سپرد کر دی تھیں اور اس نے خود انہیں جلا دیا تھا۔ یہ فتح خان کی شرارت تھی وہ دوسروں کو میرے پیچھے لگا رہا تھا۔ پہلے مرشد کو لگایا تھا اور اب شہلا کو بھی کوٹھی کا نمبر دے دیا تھا۔ ''ٹھیک ہے تصاویر تمہیں مل سکتی ہیں لیکن بریف کیس دو گی تب ہی مل سکتی ہیں۔''

''میں تیار ہوں ہم آج ہی تبادلہ کر سکتے ہیں۔'' اس نے فوراً کہا۔

''تبادلے کے لیے ضروری ہے کہ تم آؤ میری طرف سے بریف کیس کوئی بھی لے سکتا ہے۔''

''میں...... میں کیوں آؤں؟''

''مس شہلا کیا تم چاہتی ہو کہ وہ تصاویر کوئی اور بھی دیکھ لے؟''

وہ چپ ہوئی پھر بولی۔ ''ٹھیک ہے میں آؤں گی لیکن پھر آج نہیں تم مجھے کل کال کرو گے۔''

''ٹھیک ہے میں کل اسی وقت کال کروں گا اور اچھا ہوا تم نے رابطہ کر لیا ورنہ......''

''ورنہ کیا تم مجھ سے خود رابطہ کرتے بلیک میل کرنے کے لیے؟'' اس کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔

''نہیں میں ان تصاویر کو ضائع کرنے والا تھا۔ بے شک یہ تمہاری ہیں اور میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن میرے ضمیر پر بوجھ بن گئی ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے میں نے کچھ عجلت سے کام لیا ہے؟'' اس کے لہجے میں پچھتاوا تھا۔

''نہیں تم نے ٹھیک کیا ہے ورنہ کیا تم یقین کرتیں کہ میں نے وہ تصاویر ضائع کر دی ہیں؟''

''کبھی بھی نہیں۔'' اس نے بلا تامل کہا۔ ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو اس لحاظ سے یہ اچھا ہی ہوا ہے۔''

''کل بات کروں گا۔'' میں نے کہا اور کال کاٹ دی۔ میں نے اس سے جھوٹ کہا تھا کہ میرے پاس اس کی کوئی تصویر ہے اور اب میں سوچ رہا تھا کہ تبادلے کے لیے تصویریں کہاں سے پیدا کروں۔ مجھے خیال آیا کہ میں احمقانہ بات سوچ رہا تھا مجھے اصل میں یہ سوچنا چاہیے تھا کہ شہلا سے بریف کیس کس طرح حاصل کیا جائے۔ اگر وہ بریف کیس لے کر کہیں آ جائے تو یہ کام زیادہ مشکل نہیں تھا۔ اگرچہ دھوکا تو ہوتا لیکن شہلا خود کون سی شریف تھی اور اس نے موقع ملنے پر مجھے دھوکے دینے میں کون سے کسر چھوڑی تھی اس لیے اگر میں اس کے ساتھ دھوکا کرتا تو یہ بری بات نہیں تھی پھر دھوکا ان معنوں میں تھا کہ وہ جن تصاویر کا سوچ کر مری جا رہی تھی وہ میرے پاس نہیں تھیں اس لیے میں اسے نقصان بھی نہیں پہنچا سکتا تھا۔ ہاں اس بہانے میں بریف کیس نکلوا لیتا تو میرا فائدہ ضرور بن جاتا۔

O......❖......O

وسیم ٹرے میں کافی کا مگ لیے اندر آیا۔ "بات ہو گئی میں نے سوچا جب تک کافی بنالوں۔ مانی اچھی بناتا ہے لیکن بری میں بھی نہیں بناتا۔"

اس کی تصدیق پہلے گھونٹ نے کر دی تھی۔ وسیم بھی اچھی کافی بناتا تھا۔ میں اسے شہلا سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتانے لگا۔ وہ پُر جوش ہو گیا۔ "گڈ، وین کی پہلی آزمائش اس موقع پر ہو جائے گی۔"

"وین کی آزمائش کیسے؟"

"میں کوئی پلان سوچتا ہوں۔ وہ بہت چالاک عورت ہے یقیناً چیزوں کے تبادلے کے لیے ایسی جگہ منتخب کرے گی جہاں ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکیں یا اس کے ساتھ دھوکا نہ کریں۔"

"کارروائی کا ارادہ نہیں ہے لیکن دھوکا کرنا ہے اور وہ بھی اس لیے کہ وہ جو تصویریں مجھ سے مانگ رہی ہے وہ میرے پاس نہیں ہیں۔ یہ بات میں اسے بریف کیس حاصل کرنے کے بعد ہی بتا سکتا ہوں۔ ویسے میرے خیال میں اس کام کے لیے وین کا استعمال ضروری نہیں ہے۔"

"وہ دیکھ لیں گے ویسے آپ نے بالکل ٹھیک سوچا ہے شہلا اور فتح خان جیسے لوگوں کے معاملے میں ضمیر صاحب کو تھپکیاں دیتے رہا کریں۔ یہ شرافت کی زبان سمجھنے والے انسان نہیں ہیں۔"

"شہلا کو بھی فتح خان نے کوٹھی کا پتا بتایا ہے وہ اس طرح سے مجھے تنگ کرنے پر اتر آیا ہے۔"

"شاید وہ اس طرح سے ہمیں ایمن شاہ کے معاملے سے دور رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "شہلا نے کل بات کرنے کو کہا ہے۔"

"ہمارے پاس کل تک کا وقت ہے۔" وسیم نے سوچ کر کہا۔

"لیکن جب تک وہ نہیں بتائے کہ تبادلہ کہاں اور کس وقت ہوگا تم کوئی قابلِ عمل پلان کیسے بنا سکتے ہو؟"

"میں اپنے وسائل کا جائزہ لے سکتا ہوں۔" وسیم نے کہا۔ "میرا خیال ہے ہمیں عبداللہ کی مدد کی ضرورت بھی پڑے گی۔"

میں کچھ کہنے جا رہا تھا کہ موبائل کی بیل نے روک دیا عبداللہ کی کال تھی۔ میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔

"تم جس کا ذکر کر رہے تھے اس کی کال آ گئی ہے۔"

وسیم مسکرایا۔ "بڑی لمبی عمر ہے اس بندے کی۔"

میں نے کال ریسیو کی۔ ''ابھی تمہارا ذکر ہو رہا تھا۔''

وہ ہنسا۔ ''ایک شخصیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کا نام لو اور وہ حاضر ہو جاتی ہے۔''

''اس کے برعکس یہ بھی کہتے ہیں کہ لمبی عمر ہے۔ اطلاع یہ ہے کہ وہ عورت شہلا نکلی ہے۔''

''مجھے بھی یہی خدشہ تھا اور اسے بھی یقیناً اس مردود فتح خان نے بتایا ہوگا۔ وہ بیک وقت آپ سے اور راجا صاحب سے دشمنی کر رہا ہے۔''

''فتح خان وہ شخص ہے جس نے میرے اندازے ہمیشہ غلط ثابت کیے ہیں۔ اس وقت بھی یہ کس مقصد کے تحت یہ سب کر رہا ہے میں اس بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ یقیناً اس کے کئی مقاصد ہوں گے۔ بہر حال یہ ضمنی بات ہے۔ اصل معاملہ اس وقت یہ ہے کہ شہلا بریف کیس کے بدلے اپنی تصاویر چاہتی ہے جو میرے پاس سرے سے ہی نہیں ہیں۔''

''تب تبادلہ کیسے ہوگا؟''

''یہی تو کرنا ہے اگر میں اسے کہہ دیتا کہ تصاویر نہیں ہیں تو وہ بریف کیس نہیں دے گی۔''

''بالکل نہیں دے گی۔''

''اس لیے اسے دھوکا دے کر بریف کیس حاصل کرنا ہے۔ اب پلان ایسا تیار کرنا ہے جس سے ہم بہر صورت بریف کیس حاصل کر سکیں چاہے وہ کتنی چالاکی دکھائے۔''

''میں سمجھ گیا۔ ویسے اس قسم کے کام وسیم صاحب بہتر طریقے سے کر سکتے ہیں۔''

''نہیں یار تم بھی کم نہیں ہو تم نے جتنی صفائی سے ہمیں کوٹھی سے نکالا ہے یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔''

''نوازش ہے آپ کی۔'' وہ خوش ہو کر بولا۔ ''میں وسیم صاحب سے بات کر کے اس سلسلے میں کوئی لائحہ عمل تیار کرتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے تم اسے کال کر لو۔''

عبداللہ نے وسیم کو کال کر لی اور وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا وہ سمجھ گیا کہ میں کہیں اور بات کرنے جا رہا ہوں۔ اس کے جانے کے بعد میں نے انٹرنیٹ کی مدد سے ایمن کا دیا نمبر ملایا۔ اس نے فوری کال ریسیو کی اور چھوٹتے ہی بولی۔ ''تم انٹرنیٹ سے کال کر رہے ہو؟''

''تم جانتی ہو میں نارمل طریقے سے کال نہیں کر سکتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''تمہارے لیے کیا ہو رہا ہے؟''

''میں نہیں جانتی فی الحال میں سب سے الگ تھلگ رکھی گئی ہوں آج صبح ایک ماہر نے جیکٹ کا معائنہ کیا ہے اور اسے بعض آلات سے چیک کیا اس نے تصدیق کی ہے کہ جیکٹ میں نہایت خطرناک بارودی مواد ہے اور اس میں بہت جدید قسم کا کنٹرولنگ سرکٹ بھی موجود ہے۔ اس لیے اسے بے احتیاطی سے چھیڑنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے آج دو ماہر برطانیہ سے یہاں پہنچنے والے ہیں وہ جیکٹ کا معائنہ کریں گے۔''

''مجھے امید ہے وہ اس جیکٹ کا کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔''

''اور اگر نہیں نکال سکے تو......؟'' ایمن کے لہجے میں خوف نہیں تھا لیکن سوال ضرور تھا۔ میں کچھ دیر کے لیے چپ ہو گیا۔

''تم منفی سوچ مت رکھو۔ ایک آدمی کے مقابلے زیادہ آدمی ہوں تو زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔''

''لیکن اس ایک آدمی نے اس طرح جکڑ لیا ہے کہ مجھے نہیں لگتا کہ میں اس کی مرضی کے بغیر اس جیکٹ سے نجات حاصل کر سکوں گی۔'' اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔ ''شہباز نہ جانے کیوں میرا دل کہہ رہا ہے کوئی مجھے اس جیکٹ سے نجات نہیں دلا سکتا سوائے دو افراد کے۔ ایک تم اور ایک فتح خان۔''

''ایمن اتنی مایوسی اچھی نہیں ہوتی ہے۔ کیا برٹش حکومت نے تاوان دینے سے انکار کر دیا ہے؟''

''مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔ میں جب بھی یہاں کسی ذمے دار فرد سے معلوم کرتی ہوں مجھے یہی بتایا جاتا ہے کہ کیس حکومت کے ہاتھ میں ہے اور انہیں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔''

''یقیناً برٹش حکومت کچھ نہ کچھ کر رہی ہوگی۔''

ایمن کچھ دیر خاموش رہی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ''شہباز اگر وہ کچھ نہ کر سکی۔ فتح خان کو تاوان دینے کا فیصلہ نہیں کیا گیا اور ماہرین مجھے اس جیکٹ سے بھی نجات نہ دلا سکے تو پھر کیا ہوگا؟''

میں ایک لمحے کو چپ کر گیا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ مجھ سے پوچھ رہی ہے کہ میں اسے بچانے کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟ میں نے سوچ کر کہا۔ ''ایمن میں تمھیں یوں بے بسی سے مرتے نہیں دیکھ سکتا ہوں۔ تم یقین رکھو تم زندہ رہو گی میں وعدہ نہیں کر رہا یہ میرا یقین ہے۔''

''اگر تمھیں یقین ہے تو میں زندہ رہوں گی۔'' وہ ہنسی اور دل سے ہنسی تھی اس کا لہجہ بتا رہا تھا۔ ''اب میں نہیں پوچھوں گی کہ تم کیا کرو گے۔ مجھے معلوم ہے تمہارے بس میں جو ہوا وہ تم کرو گے اور شہباز یقین کرو اگر تم نہیں بچا سکے تب بھی میں خوشی سے اس دنیا سے جاؤں گی یہ سوچ کر کہ تم آخری لمحے تک مجھے بچانے کی کوشش کرتے رہے ہو گے۔''

میں نے موضوع بدل دیا۔ ''پرنٹ شا کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہے؟''

''پاپا کی لاش برطانیہ بھیج دی گئی ہے اور اب میں اس چکر سے نجات حاصل کر کے جاؤں تو ان کی آخری رسومات ادا کروں۔'' اس کا لہجہ دوبارہ افسردہ ہو گیا۔ ''یہ بھی ہو سکتا ہے ہم باپ بیٹی کی آخری رسومات ایک ساتھ ہی ادا کی جائیں۔''

''پھر مایوسی کی بات۔'' میں نے خفگی سے کہا۔ ''ایمن میں تمھیں اتنا کم حوصلہ نہیں سمجھتا تم تو بہت مشکل مراحل سے گزر چکی ہو۔''

''ہاں......لیکن میں نے پہلے موت کو یوں بدن پر لپٹا ہوا محسوس بھی نہیں کیا۔ یہاں موجود لوگوں کا یہ حال ہے کہ میرے کمرے کے پاس سے بھی نہیں گزرتے ہیں کمرے میں تو بس چند ایک افراد آتے ہیں ایک دو بار میں کمرے سے باہر آئی تو یہاں ایسا خوف پھیلا کہ پھر سفیر نے خود مجھے کمرے تک محدود رہنے کا حکم دے دیا۔ اب میں کمرے سے باہر نہیں جا سکتی ہوں۔''

''کیا خیال ہے ڈیوڈ شا کو پتا چل گیا ہوگا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟''

"بظاہر تو ایسے کوئی آثار نہیں ہیں لیکن شاید پتا چل گیا ہو۔"

"تم اس طرح مجھ سے بات کر رہی ہو کیا تمہیں بات کرنے کی اجازت ہے؟"

"بالکل یہ مجھ پر پابندی نہیں لگا سکتے ہیں۔ اتنا تو یہ بھی سمجھتے ہیں کہ میری زندگی و موت کا مسئلہ ہے اور میں کوئی غیر ذمے دارانہ حرکت نہیں کر سکتی ہوں۔"

"اگر تم پر رابطے کی پابندی نہیں ہے تو تم اپنے وکیل کو کال کر کے اس سے پوچھو کہ برٹ شا کی گمشدگی کا معمہ حل ہونے کے بعد اس کی وراثت کی کیا پوزیشن ہوگی؟"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔"

"تم معلوم کرو اور اپنا ذہن الجھنے سے بچاؤ۔ اس معاملے کو سلجھانا تمہارے بس میں نہیں ہے دوسروں کے ہاتھ میں ہے اس لیے انہیں کوشش کرنے دو اور اپنی توجہ یہ سوچ کر آنے والے معاملات کی طرف رکھو کہ بالآخر تمہیں اس جیکٹ سے نجات مل جائے گی۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہی ہوں۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "میں اس معاملے میں جتنی دیر کروں گی کسی پیچیدگی کا امکان اتنا ہی زیادہ ہو جائے گا۔"

"گڈ تم سمجھ گئی ہو بس اب یہ کام شروع کر دو اور اگر مجھ سے رابطہ کرنا ہو تو مجھے ای میل کر دینا کر دیا ایک نمبر بتا رہا ہوں اس پر کال کر کے کہہ دو کہ تم مجھ سے بات کرنا چاہ رہی ہو۔" میں نے اسے راجا عمر دراز کی کوٹھی کا نمبر دے دیا۔ کیونکہ اب تو یہ مرشد اور فتح خان سمیت میرے تمام دشمنوں کے علم میں آ چکا تھا تو ایمن کو دینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ "لیکن اسے زبانی یاد کرنا کہیں نوٹ مت کرو۔"

"ٹھیک ہے مجھے یاد ہو گیا۔" ایمن نے کہا۔ "تھینک یو شہباز تم سے بات کر کے میرے دل و دماغ پر طاری بوجھ کم ہوا ہے۔"

"ایمن تم میری اچھی دوست ہو اور دوست وہی ہوتا ہے جو ضرورت پڑنے پر کام آئے اور بغیر بلائے آئے۔ تم فکر مت کرو تمہارے لیے میں ایسے کروں گا جیسے اپنے لیے کر سکتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں اور تم سے میری درخواست ہے کہ میری طرف سے راجا عمر دراز کا شکریہ ادا کر دینا جو اس نے پاپا کی لاش کو اسلام آباد پہنچانے میں مدد دی۔"

"میں کہہ دوں گا۔" میں نے کہا اسی لمحے میرے موبائل کی بیل بجنے لگی۔ بیتو کا نام آ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے ایمن میں تم سے پھر بات کرتا ہوں ایک کال آ رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے بائے۔" اس نے کہا اور فون بند کر دیا میں نے بیتو کی کال ریسیو کی۔

"شوبی۔" اس نے میری آواز سنتے ہی چلا کر کہا۔ "یہ آپ نے اچھا نہیں کیا مجھ سے ملے بغیر چلے گئے۔"

"کہاں سے ملتا تم تو پڑے سو رہے تھے۔" میں ہنسا۔ "اب طبیعت کیسی ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہے میں آپ کے پاس آ رہا ہوں پر عبداللہ بھائی اجازت نہیں دے رہا۔"

"وہ ٹھیک کر رہا ہے جب تک تم بالکل ٹھیک نہیں ہو جاتے آرام کرو۔ وہاں تمہیں اچھے اچھے گھر کے کھانے ملیں گے یہاں تو باہر کے کھانوں پر گزارا چل رہا ہے۔"

''کوئی بات نہیں آپ کے ساتھ رہ کر ہم باہر کا بھی کھالے گا۔ میرا بخار اتر گیا ہے۔''

''بیتو تم حکم نہیں مان رہے؟''

''آپ حکم دے رہا ہے؟''

''ہاں یہ میرا حکم ہے کہ جب تک تم ٹھیک نہیں ہو جاتے تب تک وہیں رہو۔''

''حکم تو ہم عبداللہ بھائی کا بھی مان رہا ہے۔'' اس نے دبی زبان میں کہا۔ ''پر آپ سے اس لیے بولا کہ آپ عبداللہ بھائی کو بھی حکم دے سکتا ہے۔''

''اسے میں نے ہی کہا تھا۔ یہ موسمی بخار ہے اور ذرا سی بے احتیاطی سے بگڑ سکتا ہے اس لیے تم آرام کرو دوائیں کھاؤ اور طاقت والی خوراک لو۔ تین چار دن میں جب ٹھیک ہو جاؤ گے تو پھر بے شک آجانا۔''

''ٹھیک ہے، شوبی آپ خوش قسمت ہے یہ سویرا باجی تو سب سے اچھا کھانا بناتا ہے۔ کل میرے لیے میکرونی بنایا تھا۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے بیٹا چینی کھانے کی پریکٹس کرو ہو سکتا ہے تمہاری زندگی میں آنے والی چینی کھانے بنائے۔''

''شوبی۔'' اس نے خفگی سے کہا۔ ''یہ آپ ہم کو ہر وقت چین کا کیوں سناتا ہے۔''

''چلو اگر تمہیں چین پسند نہیں ہے تو تبت کی سنا دیتا ہوں یا کہو تو نیپال کا ذکر کروں۔''

''میں آپ سے بات نہیں کرے گا۔'' وہ بولا۔

''لگتا ہے ابھی سے بات چیت بند کر رہے ہو۔'' میں نے اسے چھیڑا تو وہ سچ مچ ناراض ہو گیا اور پھر اسے منانا پڑا تھا اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس نے منوالیا کہ وہ دو دن بعد لازمی میرے پاس آجائے گا اور ان دو دنوں میں لگ کر آرام کرے گا اور دوا پابندی سے کھائے گا۔ جس وقت وہ مجھے یقین دہانی کرا رہا تھا سعدیہ وہاں آگئی اور اس نے بیتو سے موبائل لے لیا۔

''شہباز بھائی یہ جھوٹ بول رہا ہے ابھی بھی یہ باہر سے آرہا ہے اور دوا نہیں کھاتا۔ اس کے سوا سب کھانے کو تیار رہتا ہے۔'' سعدیہ بتا رہی تھی اور پیچھے سے بیتو اس کی منت سماجت کر رہا تھا۔ ''میں تو کہہ رہی ہوں ڈاکٹر اسے گولیاں دینے کے بجائے انجکشن لگائے تب ہی یہ ٹھیک ہو گا۔''

''دیدی تم کیوں میرا دشمن ہو رہا ہے۔'' عقب سے بیتو چلایا۔

''ٹھیک ہے ذرا اس سے بات کراؤ۔'' میں نے کہا تو سعدیہ نے اسے موبائل دے دیا۔ ''بیتو سادی کیا کہہ رہی ہے۔''

''دیدی ٹھیک کہتا ہے ہم سے دوا نہیں کھایا جاتا۔ پر اب وعدہ کرتا ہے پورا آرام کرے گا اور ٹھیک سے دوا کھائے گا۔''

''دو دن بعد آنے والی اجازت منسوخ کی جاتی ہے اور اب میں تمہیں عبداللہ کے سپرد کروں گا وہی تمہارا ٹھیک سے علاج کرائے گا وہ اسپتال میں داخل کرنے کو کہہ رہا تھا۔''

بیتو گھبرا گیا۔ ''میں اسپتال نہیں جائے گا۔ جیسا آپ بولو گے ویسا ہی کرے گا پکا والا وعدہ۔''

"یہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔" پیچھے سے سعدیہ نے کہا۔ اسی لڑائی میں کال کٹ گئی۔ میں ہنس رہا تھا بیتو سے بات کر کے ذہن فریش ہو گیا تھا۔ وہ ایسا ہی معصوم اور سادہ انسان تھا جو اپنی باتوں سے آدمی کے اندر کی ٹینشن ختم کر دیتا تھا۔ الماری میں شال اور اونی ٹوپیاں رکھی تھیں۔ میں ایک شال اوڑھ کر نیچے آیا جہاں سفیر نشست گاہ میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

"کیا یہ ٹی وی اور دوسری چیزیں بھی کوٹھی کے ساتھ ہی ملی ہیں؟"

"ہاں مالک سب کچھ فراخدلی سے کرائے داروں پر چھوڑ گیا ہم تو اس سے ملے بھی نہیں، کیونکہ ایجنٹ کے توسط سے لیا ہے۔ آگے بھی ایڈوانس کا وہی ذمے دار ہوگا۔"

"دوپہر کے کھانے کا کیا ہوگا؟"

"میں نے پزا منگوالیا ہے میں صرف ناشتہ سپلائی کر سکتا ہوں اور چائے کافی بنا سکتا ہوں۔"

"یہ ٹھیک ہے صرف کھانے پینے کے لیے کسی کا باہر جانا ٹھیک نہیں ہے پنڈی اور اسلام آباد کوئی بڑے شہر نہیں ہیں یہاں دشمنوں سے سامنا ہو جانے کا پورا امکان ہے۔"

"بس یہی سوچ کر میں نے پزا والوں کو آرڈر کر دیا ایسے ہی ایک درجن فون نمبر ہیں میرے پاس جو چیز کھانے کو دل چاہے وہ منگوا سکتے ہیں۔"

"کب تک آئے گا تیرا پزا۔" میں نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ "تیرے بنائے ورقی پراٹھے کب کے ہضم ہو چکے ہیں۔"

"ورقی نہیں تھے بیٹے تم جیسوں کے لیے ورقی بن جاتے ہیں۔" اس نے کہا اور ایک ایسا چینل لگایا جہاں سے جدید قسم کے ڈانس دکھائے جا رہے تھے ایک بڑے سے اسٹیج پر کوئی دو درجن خواتین و حضرات رقاص اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اچانک کہیں گھنٹی بجی۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے سفیر سے پوچھا۔

"کال بیل ہے میرا خیال ہے پزا والا آ گیا ہے۔" سفیر بولا اتنے میں اسٹڈی سے مانی نکل کر باہر کی طرف لپکا۔ "پیزا والا ہی ہے ورنہ یہ اس طرح دوڑ نہ لگاتا۔ اس کی جسامت پر مت جانا کھانے میں اسے بیتو کا بھی باپ سمجھو۔"

وہ تو میں صبح ناشتے کے موقع پر دیکھ چکا تھا۔ "یار دماغی کام کرتا ہے بھوک تو لگے گی۔"

سفیر نے میری طرف دیکھا۔ "بھائی آپ الٹی بات فرما رہے ہیں بھوک تو جسمانی کام کرنے والوں کو لگتی ہے۔"

"یہی تو غلط فہمی ہے جسم میں سب سے زیادہ توانائی دماغ استعمال کرتا ہے میں نے کہیں پڑھا تھا کہ دماغ انسانی جسم کے کل وزن کا تقریباً تین فیصد ہوتا ہے لیکن یہ کل توانائی کا بیس فیصد استعمال کرتا ہے۔"

سفیر کے لیے یہ بات قابلِ ہضم نہیں تھی لیکن اس نے یوں ظاہر کیا جیسے صرف میری خاطر مان گیا ہو۔ مانی پزا کے چار پیکٹ اور جمبو سائز کولڈ ڈرنک کی بوتل لیے اندر آیا اور ہمارے سامنے سب میز پر رکھ دیا۔ یہ بڑے سائز کے پزا تھے۔ سفیر جا کر گلاس لے آیا۔ وسیم اوپر مصروف تھا اس نے کہا کہ اس کا حصہ رکھ دیا جائے وہ بعد میں

کھا لے گا۔ اس لیے ہم سب ٹوٹ پڑے تھے۔ مانی اپنا حصہ آدھا کھا کر باقی آدھا اسٹڈی میں لے گیا۔ میں اور سفیر اپنے حصے کا ختم کر کے وہیں صوفے پر قیلولہ کرنے لگے تھے۔ پڑا خاصا بھاری تھا اس لیے پہلے اونگھ آئی اور پھر آنکھ لگ گئی۔ سونے کے دوران ہی کسی نے مجھ پر کمبل ڈال دیا تھا۔ آنکھ کھلی تو کچن سے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں میں اٹھ کر وہیں چلا آیا عبداللہ موجود تھا۔ اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ ''میں آیا تو آپ سو رہے تھے۔''

''کیا حال ہیں؟''

''سب کے حال ٹھیک ہیں۔ ایک پلان بنایا ہے لیکن اس کے لیے آپ کی منظوری کی ضرورت ہے۔''

''پلان کس بارے میں؟''

''خواتین کو کوٹھی سے کہیں اور منتقل کرنے کے بارے میں۔'' عبداللہ بولا۔ وسیم شاید کافی تیار کر رہا تھا۔ سفیر اوپر سو رہا تھا۔ شادی کے بعد اسے نیند بہت آنے لگی تھی۔ جہاں موقع ملتا تو سو جاتا۔

''کہاں منتقل کرنے کا ارادہ ہے؟''

''سیٹلائیٹ ٹاؤن میں ایک کوٹھی کرائے پر لی ہے۔ فی الحال وہاں صرف ایک چوکیدار رکھا ہے۔ وہ بھی اعتماد کا آدمی ہے۔ انہیں وہاں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ زیادہ بھیڑ بھاڑ کی ضرورت نہیں ہے۔ بیتو اور ایاز ان کے ساتھ ہوں گے۔''

''ایاز آ گیا؟''

عبداللہ نے گھڑی دیکھی۔ ''راستے میں تھا سیدھا یہیں آئے گا۔ شاید دو گھنٹے میں پہنچ جائے گا۔''

وسیم نے کافی تیار کر لی تھی ہم اپنے اپنے مگ لے کر نشست گاہ میں آ گئے۔ ''پلان کیا ہے؟''

''کوٹھی کے پاس ہی لڑکیوں اور خواتین کا ایک بڑا مدرسہ ہے۔ روزانہ شام کو چھٹی کے بعد سینکڑوں کے حساب سے برقع پوش طالبات وہاں سے نکلتی ہیں۔ ان میں سے بہت ساری ہماری کوٹھی کے سامنے سے گزرتی ہیں۔ اگر یہ تینوں بھی اسی قسم کے سادہ برقع پہن کر ان میں شامل ہو جائیں تو کسی نگرانی کرنے والے کے لیے ان کا سراغ لگانا مشکل ہو جائے گا اور وہ آگے کہیں طے شدہ گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے نکل جائیں گی۔''

میں نے سوچا۔ ''پلان تو اچھا ہے لیکن گاڑی کا بندوبست باہر سے کرنا پڑے گا۔ ورنہ کوٹھی سے جو گاڑی نکلے گی اس کی نگرانی بھی کی جائے گی۔''

''آپ نے ٹھیک کہا ہے میں اس کا بھی خیال رکھوں گا۔ ہم آخر تک نگرانی کریں گے اور اگر ذرا بھی خطرہ محسوس ہوا تو خواتین کو واپس کوٹھی میں لے آئیں گے۔''

''اچھا پلان ہے اسے بعد میں مزید ری فائن کیا جا سکتا ہے فی الحال مسئلہ شہلا سے بریف کیس کا حصول ہے۔''

وسیم بولا۔ ''میں نے اس پر خاصا غور کیا ہے۔ میرا خیال ہے وہ کسی ایسی جگہ تبادلے کا کہے گی جہاں عوام زیادہ ہو اور آنے جانے کے کئی راستے ہوں۔''

''کوئی مارکیٹ پلیس؟'' عبداللہ نے سوال کیا۔

''بالکل وہ کسی ویران یا ایسی جگہ آنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی جہاں ہم اسے گھیر سکیں۔''

''حالانکہ اسے گھیرنے کا خیال بھی نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔ ''وہ تو خود دوسروں کو گھیر لیتی ہے۔''
وسیم نے سر ہلایا۔ ''اللہ بچائے ایسی عورتوں سے۔''
میں نے اس کی تائید کی۔ ''ویسے میرے ذہن میں ایک خیال آرہا ہے۔ کیونکہ ہماری نیت صاف ہے اس لیے نہایت آسانی سے شہلا کو دھوکا دے سکتے ہیں۔ وہ پبلک پلیس پر تصویریں چیک کرنے تو نہیں بیٹھ جائے گی۔''
''اس صورت میں ہمیں اس کی طرف سے بھی دھوکے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔'' وسیم بولا۔ ''بریف کیس میں نے بھی غور سے نہیں دیکھا تھا اور کسی نے تو سرے سے نہیں دیکھا ہے اس لیے اگر اس نے اس سے ملتا جلتا تھما دیا۔''
''تم بیتو کو بھول رہے ہو اس نے بہت غور سے دیکھا ہوا ہے۔ اگر بیتو لینے جائے گا تو شہلا اسے دھوکا نہیں دے سکتی ہے۔''
''ہاں اسے میں بھول گیا تھا۔'' وسیم بولا۔ ''لیکن اس کی طبیعت خراب ہے۔''
عبداللہ مسکرایا۔ ''شہباز صاحب نے اس کی کلاس لی ہے دوائی نہیں کھا رہا تھا آج اس نے ٹھیک سے دوا کھائی ہے اور اس کی طبیعت خاصی حد تک ٹھیک ہوگئی ہے امید ہے ایک دو دن میں بالکل فٹ ہو جائے گا۔''
''ضروری نہیں ہے سب کچھ شہلا طے کرے کچھ باتیں اسے ہماری بھی ماننا ہوں گی۔'' میں نے کہا۔ ''ہمارے لیے وہ بریف کیس ناگزیر نہیں ہے بس ایک امانت ہے جسے اس کے ملک تک پہنچانا ہے۔ اگر وہ نہیں بھی پہنچا تو اسے کوئی اور نہیں کھول سکتا لیکن وہ تصاویر شہلا کے لیے ناگزیر ہیں۔''
''جو ہمارے پاس سرے سے ہی نہیں ہیں۔'' وسیم ہنسا۔
''لیکن شہلا تو یہی سمجھتی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''اس لیے مجبور اصل میں وہ ہے ہم نہیں ہیں۔''
''گویا ہمیں بالادست بن کر بات کرنی چاہیے۔'' وسیم نے کہا۔ ''اگر وہ دام میں آگئی تو کم سے کم ایک مسئلہ تو حل ہو جائے گا۔''
''واقعی جتنے اِدھر اُدھر کے مسئلے کم ہوں گے ہم اپنے اصل مسئلے یعنی مرشد پر اتنی ہی توجہ دے سکیں گے۔'' میں نے سوچ کر کہا۔ ''یہ فتح خان اور شہلا جیسے لوگ بلاوجہ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔''
''بلاوجہ نہیں جناب، ان کی بھی غرض ہوتی ہے۔'' عبداللہ نے کہا۔ ''ویسے میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ فتح خان اتنا خطرناک ثابت ہوگا۔ آپ کو اس نے اتنے عرصے اپنے قابو میں رکھا۔''
''وہ واقعی حیران کر رہا ہے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اب اس نے ایمن کو بارودی جیکٹ پہنا دی۔ گویا اس نے پہلے سے سوچ رکھا تھا کہ اگر وہ برٹ شا سے ہیرے نکلوانے میں ناکام رہا تو اس کے بعد کیا کرے گا۔''
''اگر وہ برٹش حکومت سے رقم نکلوانے میں کامیاب رہا تب بھی وہ ملک سے باہر نہیں جا سکے گا۔ اس صورت میں انٹرپول سمیت بہت ساری بین الاقوامی ایجنسیاں اس کے پیچھے پڑ جائیں گی اور اس کے لیے ان سے چھپنا مسئلہ بن جائے گا۔''
''میرا خیال ہے فتح خان کے ذہن میں اس کا حل بھی ہوگا۔'' میں نے یاد کرتے ہوئے کہا۔ ''ایک بار فتح

خان نے مجھے بتایا تھا کہ اس کے وسط ایشیا کے ممالک میں بھی تعلقات ہیں اور اگر اسے کوئی مشکل ہوئی تو وہ وہاں بھی جاسکتا ہے۔"

"ایسا بالکل ہوسکتا ہے۔" وسیم نے سر ہلایا۔"روس کی افغانستان میں موجودگی کے دوران اس خطے کی مملکتوں کی آپس میں دشمنی تھی لیکن اس دوران میں مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث افراد کے آپس میں تعلقات خوب پھولے پھلے تھے۔ فتح خان کے جاننے والے وہاں ہوسکتے ہیں۔ درحقیقت روس سمیت یہ پورا خطہ دنیا بھر کے جرائم پیشہ اور دونمبر کام کرنے والے افراد کا گڑھ بنتا جارہا ہے کیونکہ یہاں وہ اپنی دولت سمیت مزے کرتے ہیں اور کوئی ان سے پوچھتا نہیں ہے۔ یہی نہیں وہ بلیک منی کو انویسٹ بھی کرسکتے ہیں۔ یہاں ذرائع اور وسائل لامحدود ہیں۔"

عبداللہ نے سر ہلایا۔"سرحدیں ملی ہونے کی وجہ سے فتح خان جیسے آدمی کے لیے آمدورفت بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگی۔ ہمارے شمالی علاقے اور قبائلی علاقے سے تو وسط ایشیا اور بھی قریب پڑتا ہے۔ اس پورے علاقے کی معیشت ہی باہمی تعاون پر چل رہی ہے امریکیوں کی افغانستان میں موجودگی بھی ان کے کاموں میں خلل نہیں ڈال سکتی ہے۔"

"میرا تو خیال ہے یہ دنیا کی سب سے بڑی بلیک مارکیٹ ہے یہاں ہر چیز مل سکتی ہے بس آپ قیمت ادا کرسکتے ہوں۔ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم تک مل سکتا ہے۔"

وسیم کی اس بات نے مجھے چونکا دیا۔"ایٹم بم بھی؟"

"بالکل سابق سوویت یونین کے اسلحہ خانے سے بہت بڑی تعداد میں ایٹمی مواد غائب ہے اور اس کے بارے میں سنا ہے کہ یہ سب زیرزمین گروپوں کے پاس ہے۔ اس کی خریدار تو حکومتیں ہوتی ہیں لیکن اگر کوئی فرد یا تنظیم بھی منہ مانگی قیمت دینے پر تیار ہو تو یہ اسے بھی ایٹمی مواد دے سکتے ہیں۔ سنا ہے دہشت گرد اس کوشش میں ہیں۔"

"لیکن میرا خیال ہے یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔"جو مسئلہ ہم جیسے عام افراد کی نظر میں ہے۔ وہ یقیناً حکومتوں اور اس قسم کی اسمگلنگ اور مواد کی منتقلی کی روک تھام پر مامور ایجنسیوں کے سامنے بھی ہوگا۔ دوسری طرف حکومتیں بھی اس قسم کے مواد کی پوری نگرانی کرتی ہیں اس لیے ایٹمی مواد کی چوری اتنا آسان کام نہیں ہے ہاں اس کا کچرا یقیناً چوری کیا جاسکتا ہے جس سے ڈرٹی بم بنایا جاسکتا ہے۔"

عبداللہ نے میری طرف دیکھا۔"یعنی ایسا بم جو دھماکہ تو عام بارودی مواد سے کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ تابکار مادہ بھی رکھا جاتا ہے جو پھٹ کر آس پاس تابکاری پھیلا دیتا ہے۔"

"بالکل ڈرٹی بم ایسا ہی کرتا ہے لیکن آج تک دنیا میں کہیں ڈرٹی بم بھی استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے اس قسم کے انسانیت سوز ہتھیار ہمیشہ حکومتوں اور فوج کی طرف سے استعمال کیے جاتے ہیں۔ امریکی فوج جنگ والے علاقوں میں یورینیم کی تہہ والے ہتھیار استعمال کررہی ہے۔ یہ صرف اسی وقت تباہی نہیں پھیلاتے ہیں جب استعمال کیے جاتے ہیں بلکہ انسانوں کو نقصان پہنچانے کا عمل اس کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔"

"ایٹم بم کا استعمال بھی خود کو مہذب کہلانے اور سمجھنے والے لوگوں نے کیا۔" وسیم بولا۔

بات کیا ہو رہی تھی اور کس طرف نکل گئی۔ طے یہ پایا کہ شہلا سے بریف کیس والے معاملے پر دب کر بات نہ کی جائے۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ ''شہلا کو یہ بات فتح خان نے بتائی ہے کہ ہمارے پاس اس کی تصویروں کے کچھ پرنٹ باقی ہیں جبکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہمارے پاس مزید کوئی پرنٹ نہیں ہے اس نے ہمیں جتنے پرنٹ دیئے تھے وہ میں نے شہلا کے حوالے کر دیئے تھے اور اس نے انہیں جلا دیا تھا فتح خان نے یقیناً شہلا سے اس کی تصدیق کر لی ہوگی پھر اس نے کیوں شہلا سے جھوٹ بولا کہ ہمارے پاس مزید پرنٹ ہیں اور اس وجہ سے شہلا ہم سے رابطہ کر کے بریف کیس کی بات کرنے پر مجبور ہوئی؟''

عبداللہ نے پوچھا۔ ''آپ کا مطلب ہے کہ فتح خان نے آپ کا فیور کیوں کیا؟''

''بالکل دیکھو اس کا یہ قدم ہمارے حق میں گیا ورنہ شہلا کی طرف سے بلاوجہ بریف کیس کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس کی اہمیت سے تو فتح خان بھی واقف نہیں ہے ورنہ وہ خود اسے حاصل کر کے کسی سے اس کا سودا کرنے کی کوشش کرتا۔''

''مثلاً کس سے؟''

''اس خطے میں ایسی طاقتوں کی کمی نہیں ہے جو چین کی معاشی اور فوجی ترقی سے شدید خوف زدہ ہیں اور ان کی ہر ممکن کوشش ہے کہ کسی طرح چین پر دباؤ قائم رکھ سکیں۔ ایسی طاقتوں کے لیے یہ بریف کیس بہت قیمتی چیز ثابت ہو سکتا ہے۔'' میں وضاحت کی۔

''آپ کی مراد یقیناً امریکہ یا بھارت سے ہے۔''

''چین کے سب سے بڑے دشمن یہی دو ممالک ہیں۔ خوش قسمتی سے فتح خان یا شہلا بریف کیس کی اہمیت سے آگاہ نہیں ہیں اس لیے وہ اتنی آسانی سے اسے واپس کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔''

''اگر فتح خان جانتا ہے کہ ہمارے پاس شہلا کی مزید تصاویر نہیں ہیں تو وہ اسے دھوکا دے رہا ہے۔''

''بالکل وہ اسے دھوکا دے رہا ہے اور ہمارا فیور کر رہا ہے۔'' میں نے سوچ کر کہا۔ ''شاید فتح خان اپنے رویے کا ازالہ کرنا چاہ رہا ہے۔ جو اس نے کچھ عرصے سے میرے اور میرے ساتھیوں کے ساتھ روا رکھا ہے۔ ویسے معاملہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔''

''لیکن ساتھ ہی وہ مرشد اور شہلا کو بھی ہماری طرف متوجہ کر چکا ہے۔'' عبداللہ نے کہا۔ ''ممکن ہے اس نے ڈیوڈ شا کو بھی بتا دیا ہو۔''

''شاید...... اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے نہ بتایا ہو۔ پچھلے کچھ عرصے سے فتح خان بڑی الجھی ہوئی چالیں چل رہا ہے جو سامنے آجاتی ہیں تب بھی ان کا سر پیر سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ اس وقت بھی وہ کچھ ایسا ہی کر رہا ہے۔''

''وہ مجھے اندھا دھند قدم اٹھانے والا تو نہیں لگتا ہے۔'' وسیم بولا۔

''وہ بالکل بھی ایسا نہیں ہے اس کی کھوپڑی میں شیطان کا دماغ فٹ ہے یہ بات اب میری سمجھ میں آرہی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''فتح خان کے معاملے میں ہمیں بہت محتاط رہنا چاہیے ممکن ہے وہ اس بریف کیس کو ٹریپ بنا کر ہمیں پھانسنا چاہتا ہو؟''

''میرا خیال ہے ہمیں اس سے نجات حاصل کر لینی چاہیے۔'' وسیم نے گلے پر انگلی پھیری۔

''بعض اوقات میں بھی یہی سوچتا ہوں لیکن نہ جانے کیا بات ہے فتح خان کے خلاف میرے جذبات کبھی مار ڈالنے کی حد تک نہیں جاتے ہیں۔''

''میں نے بھی محسوس کیا ہے آپ اسے رعایت دے جاتے ہیں۔'' عبداللہ نے سر ہلایا۔

''حالانکہ وہ موقع ملنے پر کوئی کمی نہیں رکھتا ہے۔'' وسیم کسی قدر تلخی سے بولا۔

''نہیں یار اس نے بھی کئی مواقع پر مجھے چھوٹ دی ہے جیسے ابھی کا واقعہ لو وہ وادی سے فرار ہونے سے پہلے مجھے گولی مار سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ مگر مجھے خاموشی سے چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ کچھ دیر پہلے ہی برٹ شا مارا گیا تھا اور تم لوگ سوچ سکتے ہو کہ وہ اس کے لیے کتنا اہم تھا۔''

''وہ پاگل ہو گیا ہوگا؟''

''اس نے اپنے ساتھی کو بلا تامل شوٹ کر دیا تھا جس نے برٹ شا پر گولی چلائی تھی۔'' میں نے کہا۔ میں نے ابھی تک برٹ شا کے آخری الفاظ خود تک محدود رکھے تھے اور اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں بتائے تھے۔ اس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی بس میں فی الحال اس معاملے کو ایک طرف ہی رکھنا چاہتا تھا مستقبل میں کبھی کوئی ایسا موقع آتا تو میں اپنے ساتھیوں کو بتا سکتا تھا۔ مگر فتح خان کے موجودہ رویے کو دیکھتے ہوئے مجھے خدشہ ستانے لگا تھا کہیں اس کے شیطانی ذہن میں یہ خیال تو نہیں آ گیا تھا کہ برٹ شا نے مرنے سے پہلے مجھے کچھ بتایا ہو۔ اگر اسے یہ خیال آیا ہوگا تو وہ اسے حقیقت سمجھنے لگا ہوگا اور اب اس کا لائحہ عمل اسی کے مطابق ہوگا۔ تو فتح خان میرے بارے میں پھر سے کوئی منصوبہ لے کر سرگرم عمل ہو گیا ہے اور وہ جو کر رہا تھا اس کے پیچھے یہی منصوبہ ہو سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فتح خان مرشد اور شہلا کو آگے کر کے ان کی آڑ میں خود بھی موجود ہو۔

اس معاملے پر غور کرتے ہوئے مجھے لگا جیسے میں کسی بہت ہی پیچیدہ بین الاقوامی جاسوسی کے چکر میں آ گیا ہوں۔ انسانوں کے آپس کے ذاتی معاملات بھی اتنے پیچیدہ ہو سکتے ہیں یہ اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں جانا تھا۔ اب میں پہلے کی طرح اندھا دھند قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ مجھے ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھانا ہوگا۔ حالات پہلے سے یوں بھی مختلف اور پیچیدہ ہو گئے تھے کہ اب ہمارے ساتھ خواتین بھی تھیں۔ پہلے صرف مونا تھی اور سفیر سے اس کا رشتہ محبت کا تھا اس لیے وہ اس سے دور بھی رہ سکتی تھی۔ مگر اب وہ بیوی تھی اور شوہر سے دور نہیں رہ سکتی تھی جب کہ اس کا اپنا کوئی گھر بھی نہیں تھا یہی حال سعدیہ کا تھا صرف ایک سویرا ابھی بیوی نہیں بنی تھی لیکن وہ بھی یہیں تھی۔ ان کی وجہ سے ہم پر دباؤ آتا تھا اور ہمارا بہت سارا وقت اور توانائی ان کے تحفظ میں صرف ہو جاتی تھی۔ ان کا تحفظ ہماری اولین ترجیح ہو سکتی تھی۔ صرف خواتین ہی نہیں بلکہ مجھے بعض اوقات اپنے ساتھیوں کی وجہ سے بھی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا کیونکہ وہ بھی میری کمزوری تھے۔ اکیلا میں مضبوط اور پُر اعتماد ہوتا ہوں کہ میری ذات پر جو گزرے گی میں جھیل جاؤں گا۔ کسی کا ساتھ بعض اوقات مجھے کمزور کر دیتا ہے اور میں درست اور بروقت فیصلے نہیں کر پاتا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے میرے ساتھیوں سے کوئی مدد نہیں ملی۔ اگر وہ نہ ہوتے تو شاید میں کب کا مرشد اور نادر جیسے درندوں کا نشانہ بن چکا ہوتا۔ وہ میرے دست و بازو تھے۔

''کیا سوچ رہے ہیں؟'' وسیم کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

''کچھ نہیں۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا تو وسیم عجیب سے انداز میں مسکرا دیا۔ ایسا لگا جیسے وہ میری سوچ بھانپ گیا ہو۔ پھر اس نے تصدیق بھی کر دی۔

''میرا خیال ہے آپ بھیڑ بھاڑ سے مشکل محسوس کرتے ہیں؟''

میں نے حیرت ظاہر نہیں کی لیکن اعتراف کر لیا۔ ''ہاں جب گھٹیا دشمن سے مقابلہ ہو تو میں اکیلے میں زیادہ اطمینان محسوس کرتا ہوں۔''

''میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔'' وسیم نے سر ہلایا۔ ''کم سے کم خواتین کے بارے میں میری بھی یہی رائے ہے کہ ان کو کہیں دور دراز محفوظ جگہ ہونا چاہیے جس سے دشمن بھی ناواقف ہوں۔''

اس دوران میں سفیر آ گیا اور اس نے کیتلی سے اپنے لیے کافی انڈیلی اس نے کہا۔ ''لیکن میرے بھائی وہ اس رائے سے کہاں متفق ہوں گی جن کے لیے یہ رائے ہے۔''

''مجھے تو ان سے زیادہ تم نامتفق لگ رہے ہو۔'' میں نے کہا تو سفیر بھنا گیا۔

''ٹھیک ہے تو خود ہی منوانا میرے سر مت مارنا اس بلا کو۔''

''لو بھائی ابھی سے بلا ہو گئی۔'' وسیم ہنسا۔ ''ویسے شہباز صاحب آپ بھی اپنے والد صاحب کی بات مان لیں تاکہ تینوں ایک ہی جگہ صبر سے رہیں۔''

میں پھر اپنی اور وسیم کی سوچ کی یکساں کا قائل ہو گیا یہی میں بھی سوچ رہا تھا کہ ان تینوں کو حویلی بھیج دوں۔ وہ وہاں دشمنوں کی نظروں سے دور اور محفوظ ہوں گی۔ سفیر بھی سمجھ گیا اس نے ملائمت سے کہا۔ ''تم بھول رہے ہو بھائی سویرا کو وہیں سے اغوا کیا گیا ہے اور وہ دشمنوں کے لیے جانی پہچانی جگہ ہے۔''

''پھر تیرا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟'' میں نے اس کی طرف دیکھا۔ ''یہ تو طے ہے کہ اب انہیں یہاں نہیں رکھنا ہے۔''

''دیکھ سویرا کو تو حویلی بھیج دے اس کا معاملہ الگ ہے اور حویلی سے زیادہ دیر تک دوری اس کے لیے دوسرے مسائل کو جنم دے گی میری بات سمجھ رہا ہے ابھی تک صرف ملک صاحب ہی جانتے ہیں کہ سویرا حویلی میں نہیں ہے۔''

''تو ٹھیک کہہ رہا ہے لیکن باقی دو کا کیا کریں؟'' میں نے سوچ کر کہا اس کی بات دل کو لگی تھی۔

''وہ ہمارے ساتھ رہ سکتی ہیں۔'' سفیر نے کہا تو اس بار میں بھنا گیا۔

''بات وہیں رہی ان کو ہمارے ساتھ ہی سب سے زیادہ خطرہ ہے۔'' میں نے کہا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ انہیں کچھ عرصے کے لیے منظرِ عام سے بالکل غائب کر دیا جائے۔ وہ نہ صرف دشمن بلکہ ہماری پہنچ سے بھی دور رہیں۔''

''یہ بالکل مناسب نہیں ہوگا۔'' سفیر ہڑبڑا کر بولا۔ ''ہماری پہنچ سے کیوں دور رہیں۔''

وسیم اور میں نے قہقہہ مارا تو سفیر جھینپ گیا۔ ''تب ایسا کرتے ہیں ان کے ساتھ تجھے بھی چھوڑ دیتے ہیں۔''

''اب تم بکواس کرنے پر اتر آئے ہو۔'' سفیر نے کہا۔ ''میرا یہ مطلب نہیں ہے۔''

وسیم کچھ سوچ رہا تھا اس نے کہا۔ ''میری ایک تجویز ہے۔ دیکھیں خواتین کو خود سے جدا کر کے ملک میں کہیں بھی رکھیں ان کے بارے میں ہمیں تشویش تو رہے گی۔''

''آپ کا مطلب ہے انہیں کہیں باہر بھیج دیا جائے؟'' عبداللہ نے پوچھا

''میری یہی تجویز ہے۔ دیکھیں آس پاس کئی ایسے ملک ہیں۔ جہاں کا ٹورسٹ ویزہ آسانی سے مل جاتا ہے۔''

''مثلاً چین۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''لیکن ٹورسٹ ویزے پر بھی وہاں لامحدود نہیں رہا جا سکتا ہے۔''

''میرا خیال ہے دو تین مہینے کا ویزہ مل سکتا ہے۔'' عبداللہ بولا۔ ''آپ کہیں تو میں معلوم کر کے بتاتا ہوں۔''

''یہ بعد میں دیکھیں گے کہ کون سا ملک موزوں ہے لیکن میں تمہاری تجویز سے متفق ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''تم صرف چین ہی نہیں بلکہ مالدیپ، تھائی لینڈ اور اسی طرح ان ملکوں کے بارے میں معلوم کرو جہاں پاکستانی اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔''

''میں بھی اس تجویز سے متفق ہوں۔'' خلاف توقع سفیر نے بھی کہا۔

''ان کو یہاں سے روانہ کر کے ہم سکون سے اپنے دو تین معاملات نمٹا سکیں گے۔ جیسے بریف کیس والا، پھر ایمن کا معاملہ ہے اور سب سے اہم نادر کا معاملہ ہے۔ ایک بار اس کا کانٹا نکل جائے تو مرشد سے معاملہ کیا جا سکتا ہے۔'' وسیم بولا تو میں نے نفی میں سر ہلایا۔

''اگرچہ مجھے اس کی امید نہیں ہے مرشد اور نادر ایک ہی نسل کے زہریلے سانپ ہیں اور یہ موقع ملنے پر ڈسے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں لیکن سانپ ایک کم ہو تو خطرہ بھی کم ہو جائے گا۔''

سفیر نے مجھے غور سے دیکھا۔ ''کیا تو مرشد کی بات سے متفق ہے کہ نادر کو اس دنیا سے رخصت کر دیا جائے۔''

''یہ تو میری پرانی خواہش ہے لیکن یہ کام مرشد کی مرضی کے مطابق نہیں ہوگا۔''

''بالکل ٹھیک وہ ہمیں پھنسانا چاہ رہا ہے لیکن ہم اس کے چکر میں نہیں آئیں گے۔'' وسیم نے کہا۔ مانی نے ڈائننگ روم میں جھانکا۔

''یہ بے ایمانی ہے خادم تو سب کی خدمت کرے اور جب اپنی باری آئے تو لوگ اسے بھول جاتے ہیں۔''

''یار تم روتے ہی رہتے ہو۔'' سفیر نے کہا۔ ''آ کر یہاں بنا لو کسی نے منع نہیں کیا ہے۔''

''جی نہیں شکریہ۔'' اس نے خفگی سے کہا اور واپس چلا گیا۔

''ویسے یہ زیادتی ہے۔'' میں نے مانی کی تائید کی۔

''دوسرا بیتو آ گیا ہے۔'' وسیم ہنسا۔ ''ویسے خواتین کے ساتھ کسی کو تو بھیجنا ہوگا تو بیتو چلا جائے یہ اس کی کمی محسوس نہیں ہونے دے گا۔''

عبداللہ کھڑا ہو گیا۔ ''اچھا اب مجھے اجازت ہے میں کل سے اس کام کا آغاز کرتا ہوں۔''

عبداللہ کے جانے کے بعد وسیم نے اٹھ کر کیتلی سے مانی کے لیے کافی نکالی اور اسے دینے چلا گیا۔ کچھ دیر میں وہ اس کے ساتھ خوش خوش آ گیا اور بولا۔ ''شہباز بھائی مجھے لگتا ہے اللہ نے دو کاموں کے لیے مجھے اس دنیا میں بھیجا ہے ایک کمپیوٹر کے لیے اور دوسرا کافی پینے کے لیے۔''

''نہیں برخوردار اس کے علاوہ بھی تم سے بہت سے کام لینے ہیں۔'' سفیر نے حسبِ عادت اسے چھیڑا۔ ''یہ بتاؤ کبھی پستول، رائفل، مشین گن، بھاری مشین گن اور راکٹ لانچر چلانے کا اتفاق ہوا ہے۔ نشانہ کیسا ہے دستی بم کو نشانے پر پھینک لو گے۔''

مانی نے جلدی سے کافی کا بڑا سا گھونٹ لیا اور کانوں کو ہاتھ لگا۔ ''ان سب ہتھیاروں کا استعمال کمپیوٹر گیم میں کیا ہے۔ سچ میں تو کبھی دیکھا بھی نہیں ہے اور فائر کی آواز سن کر میرے ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے ہیں۔''

''تب دستی بم کا دھماکہ تمہارا ہارٹ فیل کر دے گا۔'' وسیم نے کہا۔

''جی بالکل مجھے اس قسم کے معاملات میں معاف رکھیں ہاں جہاں تک کمپیوٹر کا تعلق ہے تو میں آپ کے لیے جان لڑا دوں گا۔''

''تو بس برخوردار تم جا کر جان لڑاؤ۔'' سفیر نے اس کا شانہ تھپکا۔

''رات کے لیے جو منگوائیں ذرا اچھی مقدار میں منگوائیے گا۔'' اس نے جاتے ہوئے کہا۔ ''پزا سے میرا پیٹ نہیں بھرا۔''

سفیر کی آنکھیں باہر آ گئیں اس نے مجھے اور وسیم کو دیکھا۔ ''لارج سائز پزا کھا کر بھی اس کا پیٹ نہیں بھرا۔''

وسیم ہنسا اور ٹی وی پر دکھائے جانے والے ایک اے سی کے ایڈ کی نقل کی۔ ''اس کے چھوٹے سائز پر مت جانا۔''

کچھ دیر ہنسی مذاق کے بعد ہم دوبارہ اصل موضوع پر آ گئے۔ ''یہ طے ہے کہ انہیں کہیں باہر بھیجنا ہے۔'' سفیر نے کہا۔

''بیٹے ان سے پوچھے بغیر طے کر رہے ہو اکیلے میں کیسے نمٹو گے؟''

''ابھی کچھ اور کہہ رہے تھے۔'' سفیر جھنجلا گیا۔ ''تمہاری کوئی ایک زبان ہے۔''

''اوہ بھائی ڈپلومیسی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔'' میں نے ملائمت سے کہا۔ ''اب طریقے سلیقے سے منواؤ تو کیوں نہیں مانیں گی۔''

وسیم ہماری نوک جھوک سے قطع نظر سوچ و بچار میں مصروف تھا۔ اس نے کہا۔ ''شہباز صاحب اگر ان کو چین بھیج دیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا ہم بھی چینی حکومت کے ایک معاملے میں ملوث ہیں اور اگر ہم بریف کیس واپس کرنے میں کامیاب رہے تو یقیناً چین کی حکومت خوش ہوگی۔''

''وہ دوسرا معاملہ ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اگر ہم بیٹو اور خواتین کو چین ٹورسٹ ویزے پر بھیجیں تب بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ چین نے ٹورسٹوں کے لیے بہت سہولیات رکھی ہیں اور یہ سہولیات پاکستانی سیاحوں کے

لیے بھی ہوں گی۔''

''یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔'' سفیر نے کہا۔ ''بریف کیس والا معاملہ الگ ہے اور میرا تو خیال ہے کہ ہمیں بریف کیس مل جائے تو اسے یوں واپس کرنا چاہیے کہ ہم سامنے نہ آئیں ورنہ ممکن ہے کسی اور چکر میں پڑ جائیں۔''

میں نے سر ہلایا۔ ''مملکتوں کے لیے راز انسانوں یا ان سے وابستہ کسی بھی جذبے سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ اس قسم کے چکروں سے دور رہنا ہی ٹھیک ہوگا۔''

وسیم نے گہری سانس لی۔ ''اس کا مطلب ہے کہ یہ بریف کیس ہماری اخلاقی ذمے داری ہے لازمی مجبوری نہیں ہے؟''

''بالکل اگر ہم اسے حاصل کر کے چین کو واپس کر دیں تو اپنی اخلاقی ذمے داری پوری کریں گے اور اگر نہ کر سکے تو ہم پر کسی قسم کا الزام نہیں آئے گا کیونکہ نہ تو ہم نے اس حوالے سے کسی قسم کی ذمے داری لی ہے اور نہ ہی چین کے رازوں کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ ویسے بھی وہ بریف کیس میں محفوظ ہیں۔ اسے سوائے درست لاک کمبی نیشن کے اور کسی طریقے سے کھولنے کی کوشش کی گئی تو یہ دھماکے سے تباہ ہو جائے گا۔ اس طرح اس کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے کہ بریف کیس غلط ہاتھوں میں چلا گیا تو وہ اسے کھول کر اس کے راز معلوم کر سکتے ہیں۔''

''مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔'' وسیم نے کہا۔ ''حکومتوں کے پاس وسائل لامحدود ہوتے ہیں۔ ان کے ماہرین کسی نہ کسی طریقے سے بریف کیس کھول سکتے ہیں۔''

''لیکن فی الحال وہ شہلا کے پاس ہے۔'' میں نے بات ختم کر دی۔ ''اب اس سے بات کر کے دیکھتے ہیں۔''

سورج غروب ہو چکا تھا کچن میں ہلکی سی سردی محسوس ہونے لگی۔ وسیم نے کہا۔ ''شاید نیچے بھٹی میں آگ کم ہو گئی ہے میں جا کر دیکھتا ہوں۔''

''روز کتنی لکڑی ڈالتے ہو بھٹی میں؟'' میں نے پوچھا۔

''ڈھائی سے تین من۔'' اس نے جواب دیا۔ ''ابھی پیچھے شیڈ میں تقریباً تین سو من کے قریب لکڑی موجود ہے جو ساری سردیوں کے لیے کافی ہوگی۔''

''یہ تو اچھا ہے۔ میرا خیال ہے یہاں گیس نہیں ہوگی۔'' میں نے کہا۔

''گیس یہاں سے کچھ ہی دور ہے لیکن شاید فارم ہاؤس کے مالک نے خود نہیں لی۔'' سفیر نے کہا۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ ''سات بجنے والے ہیں کیا خیال ہے کھانے کے لیے آرڈر کر دوں۔''

''منگوا لو۔'' وسیم نے کہا اور تہہ خانے کی طرف چلا گیا جہاں بھٹی لگی تھی۔ میں مانی کے پاس آیا جو حسبِ معمول اپنے لیپ ٹاپ پر جھکا ہوا تھا۔ میں اس سے گپ شپ کرنے کے ارادے سے آیا تھا لیکن ایک موقع پر جب اس نے بتایا کہ وہ کسی کا ای میل ایڈریس بھی ہیک کر سکتا تو مجھے خیال آیا اور میں نے اس سے پوچھا۔

''کوئی بھی ای میل ایڈریس؟''

''ہاں کوئی بھی۔''

''ایک شخص ہے ڈیوڈ شا کیا تم اس کا ای میل ہیک کر سکتے ہو؟''

''کس پوزیشن کا آدمی ہے؟''

''یہ سوال کیوں کیا ہے؟''

''آدمی رازداری کی اہمیت کے حساب سے اپنے ای میل ایڈریس کی سیکورٹی کرتا ہے۔''

میں نے سوچ کر کہا۔ ''سمجھ لو امریکی صدر کے ای میل کی جتنی سیکورٹی ہوگی اتنی ہی اس شخص کے ای میل کی بھی ہوگی۔ کیا ایسے شخص کا ای میل ہیک کرنا مشکل ہوتا ہے؟''

''نہیں جناب مشکل تو نہیں ہوتا ہے لیکن سیکورٹی کی وجہ سے اسے پتا چل جاتا ہے اس لیے وہ اپنا پاس ورڈ بدل لیتا ہے یا ای میل پھر استعمال ہی نہیں کرتا ہے۔ تو پھر ہیکنگ کا مقصد ہی فوت ہوگیا نا۔ اس لیے ہمیں ایسے ای میل ایڈریس اس طرح ہیک کرنے ہوتے ہیں کہ اس کے مالک کو پتا نہ چلے۔''

''تم کس طرح معلوم کرو گے کہ ڈیوڈ شا کا ای میل ایڈریس کیا ہے؟''

''اس کے لیے آپ کو مزید معلومات دینا ہوں گی اس شخص کے بارے میں۔''

میں اسے ڈیوڈ شا کے بارے میں بتانے لگا۔ مانی کا منہ کھل گیا تھا جب میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

''جناب آپ کس شخص کے ساتھ پنگا کرنا چاہ رہے ہیں۔ یہ تو اپنے تعارف سے بہت خطرناک لگ رہا ہے۔''

''یہ پہلے ہی میرے ساتھ پنگے میں ہے۔ اس لیے مزید پنگے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

مانی نے کی بورڈ پر انگلیاں چلانا شروع کیں۔ ''اس شخص کے لیے بہت محتاط ہونا پڑے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک رات فارم ہاؤس میں ہیلی کاپٹر اتر آئیں اور اگلے دن جیسے ہی آنکھ کھلے تو میں گوانتاناموبے جیسے کسی قید خانے میں پڑا ہوں۔''

''سمجھ لو تقریباً اتنا ہی خطرناک آدمی ہے۔'' میں نے کہا

مانی نے چند منٹ میں معلومات کی مدد سے ڈیوڈ شا کا ای میل نکال لیا۔ یہ اس کے اپنے نام سے تھا۔ مانی نے کہا۔ ''ممکن ہے یہ اس کا عام ای میل ایڈریس ہو خاص اس نے کسی اور نام سے بنایا ہو۔''

''اسے تلاش کرنے کا کیا طریقہ ہوگا۔''

''طریقہ بڑا طویل ہوگا لیکن ہمارا کام ہی ایسا ہے۔ سب سے پہلے اس ای میل کو ہیک کر کے اس کی کونٹیکٹ لسٹ دیکھنا ہوگی ممکن ہے ڈیوڈ شا کا خفیہ ای میل ایڈریس اس میں شامل ہو۔''

''چلو پہلے اسے تو ہیک کرو۔'' میں نے کہا اور اپنے کمرے کا رخ کیا۔ ایک محفوظ طریقہ رابطہ ہاتھ آجانے کے بعد میرا دل کر رہا تھا کہ مرشد سے چھیڑ خانی کروں۔ میں نے انٹرنیٹ کی مدد سے اس کے موبائل پر کال کی۔ ایک بار اس نے کال کاٹ دی لیکن جب میں نے دوسری بار ملائی تو اس نے ریسیو کر لی اور جھنجھلائے انداز میں بولا۔ اس کی آواز میں ہلکی سی گنگناہٹ تھی جیسے وہ پیے ہوئے ہو۔

''کون ہو کیا بات ہے؟''

''میں بات کر رہا ہوں۔'' میں نے اپنا نام لینے سے گریز کیا لیکن اس نے فوراً میرا نام لیا۔

''شہباز ملک تم نے اس وقت کیوں کال کی۔''

''صرف یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ڈیوڈ شا سے تمہارا اب بھی رابطہ ہے یا نہیں۔''

مرشد نے اسے ایک گندی سی گالی دی۔ ''وہ خود کو کیا سمجھتا ہے میں اس کا غلام ہوں کیا؟''

میں ہنسا۔ ''یہ تو ٹھیک سمجھتا ہے اور تم لوگ...... میری مراد ہمارے ملک کی حکمران کلاس سے ہے ان گوروں کے غلام ہی ہو۔ ابھی تم اسے گالی دے رہے ہو لیکن اگر وہ تمہارے سامنے آجائے تو مجھے یقین ہے تم اس کے جوتے چاٹنے سے بھی گریز نہیں کرو گے۔''

''بکواس مت کرو۔'' مرشد غرایا۔ ''کام کی بات کرو میں بہت مصروف ہوں۔''

اس کی مصروفیت کی گنگناتی آواز مجھ تک آرہی تھی۔ مرشد خلوت میں تھا اور اس کے ساتھ کوئی عورت بھی تھی۔ مرشد نے اسے بھی بکواس بند رکھنے کا حکم دیا تو وہ زور سے ہنسی۔ وہ مرشد سے بھی زیادہ نشے میں تھی۔ میں نے ہنس کر کہا۔ ''ٹھیک ہے تم اپنی مصروفیات دیکھو میں بعد میں کال کرلوں گا۔''

''سنو شہباز اگر مجھے تم سے رابطہ کرنا ہو تو میں کیسے کروں گا؟''

''فی الحال ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے اس کوٹھی پر دوبارہ کال مت کرنا اب میں وہاں سے رابطے میں نہیں ہوں۔''

''جھوٹ وہ راجا عمر دراز کی کوٹھی ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ تم اس کے آدمیوں سے رابطے میں نہ ہو۔''

''تم آزما کر دیکھ لو ویسے تم فکر مت کرو میں جلد تمہیں دوبارہ کال کروں گا۔''

''ایک منٹ میری بات......'' مرشد نے کہنا چاہا لیکن میں نے کال کاٹ دی۔ میں شال لے کر نیچے آیا اور باہر لان میں نکل آیا۔ سردی غضب کی تھی لیکن اس کا بھی ایک الگ ہی مزہ ہے۔ مانی نے باہر کی روشنیاں آن کر دی تھیں اور ہلکی دھند کی وجہ سے لیمپ لائٹس خواب ناک سا تاثر دے رہی تھیں۔ سفیر کی سردی سے جان جاتی تھی اس لیے اس نے باہر آنے کی کوشش نہیں کی البتہ وسیم آگیا۔

''سردی کے مزے لے رہے ہیں۔''

''ہاں یار اللہ کی نعمتوں کا شمار ہی نہیں ہے ہر موسم کا بھی الگ مزہ رکھا ہے۔''

''یہ تو ہے۔'' اس نے کہا اور پھر موضوع بدل دیا۔ ''مس شا کے مسئلے کا کوئی حل سامنے آیا؟''

''ابھی تو نہیں...... سنا ہے آج انگلینڈ سے دو ماہر آکر جیکٹ کا معائنہ کریں گے۔ ویسے اس قسم کے کام بہت رسکی ہوتے ہیں۔ بم ٹریپ ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں ماہر ترین آدمی بھی کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اسے سو فیصد محفوظ طریقے سے ناکارہ بنا سکے گا۔ مجھے لگ رہا ہے بات بالآخر فتح خان پر جائے گی۔ بس یہ طے کرنا ہوگا کہ اس کا مطالبہ پورا کرنا ہے یا نہیں کرنا ہے۔''

''نہ کرنے کی وجہ کیا ہوگی؟''

''حکومتی اَنا اور کیا ہو سکتا ہے ورنہ یہی ملک چپکے چپکے تاوان ادا کرتے رہے ہیں۔ ہاں اگر بات کھل کر میڈیا تک پہنچ گئی تو پھر ملک کی عزت کا بہانہ کرتے ہیں اور افراد کو قربان کر دیا جاتا ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے اس میں ڈیوڈ شا بھی ملوث ہو سکتا ہے؟''

''بالکل اس کے لیے یہ جاگیر اور خطاب کا مسئلہ ہے اگر ایمن زندہ رہ گئی تو جاگیر اور خطاب اسے منتقل ہو جائے گا اور ڈیوڈ شا اس معاملے میں خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ اس لیے اگر وہ اس معاملے میں ملوث ہو گیا تو ایمن کے لیے آسانی نہیں ہوگی صرف مشکل ہوگی۔''

''ڈیوڈ شا آپ سے بھی معاملہ طے کرنا چاہتا تھا لیکن مرشد نے دھوکا دیا۔ دوسری طرف وہ جانتا ہے ایمن شا سے آپ کی دوستی ہے تو کیا وہ اس معاملے کو استعمال کرنے کی کوشش نہیں کرے گا؟''

میں نے گہری سانس لی۔ ''درحقیقت مجھے یہی خدشہ ہے۔ وہ مجھ سے بات کرے گا اور مجھے پھر معاہدہ میں جکڑنے کی کوشش کرے گا۔ جیسا کہ اس نے پہلے کیا تھا لیکن مرشد نے وعدہ خلافی کر کے اور اس کے آدمی نے غداری کر کے مجھے معاہدے کی اس زنجیر سے آزاد کر دیا تھا۔''

''اگر اس نے دوبارہ آپ کو وہی زنجیر پہنانے کی کوشش کی تو آپ کا ردِعمل کیا ہوگا۔''

''اس بار میں مکمل طور پر اس کے قابو میں نہیں ہوں گا اس لیے وہ پہلے جیسی بات نہیں کر سکے گا۔'' میں نے سوچ کر کہا۔ ''لیکن مجھے ایمن شا کو بچانے کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا کیونکہ میری حفاظت میں ہوتے ہوئے فتح خان نے اسے ٹریپ کیا ہے۔''

''ڈیوڈ شا آپ تک رسائی نہیں رکھتا ہے۔ آپ غائب ہو سکتے ہیں جب آپ سامنے نہیں ہوں گے تو وہ کس سے بات کرے گا؟''

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس صورت میں ڈیوڈ شا ایمن کے خاتمے پر تل جائے گا اور اس کا اثر ورسوخ کام نہ آیا تو وہ معاملے کو پبلک کر دے گا اس کا نقصان بھی ایمن کو ہوگا۔ ممکن ہے فتح خان کے خلاف ہماری حکومت کو کارروائی پر مجبور کیا جائے اور وہ کہیں غائب ہو جائے اس کے بعد بم کو ناکارہ کرنے والا کوڈ کون بتائے گا؟''

''ایک خدشہ اور بھی ہے جس سے تاوان کی ادائیگی سے گریز کیا جا سکتا ہے اگر فتح خان رقم وصول کر کے بھی غلط کوڈ بتا دے تو کوئی اس کا کیا بگاڑ سکے گا۔''

''اس صورت میں اس کی تلاش بین الاقوامی پیمانے پر کی جائے گی۔'' میں نے کہا۔ ''دوسرے فتح خان جانتا ہے کہ ایمن کی موت کے بعد میری اور اس کی دشمنی خونی ہو جائے گی۔ کسی ایک کا خون ہی اس دشمنی کو ختم کر سکے گا۔ اس لیے مجھے امید ہے وہ اس حد تک نہیں جائے گا۔''

''وہ تو ویسے بھی کی جائے گی۔'' وسیم نے کہا۔ ''مغربی طاقتیں اس شخص کے پیچھے پڑ جاتی ہیں جو کسی طرح بھی ان کی ناک نیچی کرے۔''

''مگر ایمن کی موت کی صورت میں معاملہ کہیں زیادہ سنگین ہو جائے گا۔ میں نے سنا ہے ہر سال دنیا کے مختلف حصوں میں اغوا کیے جانے والے مغربی سیاحوں کے تاوان کی ادائیگی چپ چاپ کر دی جاتی ہے اور ایسے کیس کو منظرِ عام پر آنے نہیں دیا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ معاملہ منظرِ عام پر آنے سے عام طور سے تاوان ادا نہیں کیا جاتا ہے اور نتیجے میں مغوی اغوا کاروں کے ہاتھ مارا جاتا ہے اور ان کی حکومتوں کو دکھاوے کے لیے سہی لیکن کارروائی کرنا پڑتی ہے جو انہیں تاوان سے کہیں زیادہ مہنگی پڑ جاتی ہے اس لیے ان کی کوشش ہوتی ہے کہ خاموشی

سے تاوان ادا کر دیں۔ کیونکہ وہ نہ اپنے لوگوں کو دنیا کی سیاحت سے روک سکتے ہیں اور نہ اغوا کاروں کو انہیں اغوا کرنے سے روک سکتے ہیں۔"

میں اور وسیم ٹہلتے رہے اور مختلف معاملات پر بات کرتے رہے۔ خاصی دیر بعد سفیر نے اندر سے جھانکا۔

"کیا بات ہے بھائی کیا موسم بہت خوشگوار ہو گیا ہے اندر نہیں آ رہا ہے۔"

"تم باہر آ جاؤ۔" وسیم نے کہا۔ "موسم واقعی بہت خوشگوار ہو گیا ہے۔"

"مجھے معاف رکھو، اس سے بہتر ہے میں مانی کے پاس جا کر بیٹھ جاؤں۔" سفیر نے کہا اور اندر چلا گیا۔

کچھ دیر بعد میں اور وسیم بھی اندر آ گئے۔ میں نے مانی سے ڈیوڈ شا کے ای میل کا پوچھا تو اس نے بتایا کہ ڈیوڈ شا شاید مستقل لاگ ان ہے اس لیے وہ ابھی تک اپنا کام نہیں کر سکا ہے۔ ہمارے پاس کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا اس لیے ٹی وی دیکھتے رہے پھر کھانا آ گیا وہ کھایا اور دوبارہ لاؤنج میں آ گئے۔ میرا سونے کا موڈ ہوا تو میں اوپر چلا آیا۔ شاید یہ گزشتہ کچھ عرصے سے نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے تھا۔ میں سارا دن آرام کرنے کے بعد لیٹا اور سو گیا۔ صبح بھی دیر سے آنکھ کھلی جسم میں کسلمندی تھی۔ میں گرم پانی سے نہایا تو کسلمندی کسی حد تک ٹھیک ہو گئی تھی آج ناشتہ حلوہ پوری اور بھاجی کا تھا یہ بھی آرڈر کرنے پر آ گیا تھا۔ سفیر مجھے دیکھ کر چہکا۔ "موبائل فون کا سب سے اچھا استعمال یہی ہے۔"

"اچھا میں تو سمجھتا تھا بیوی سے بات کرنا ہے۔" میں نے ناشتے کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ سفیر نے منہ بنایا۔

"جب آدمی دوبدو گفتگو اور دوسرے امور انجام دے سکتا ہے تو موبائل فون کی کیا ضرورت ہے اس معاملے میں؟"

"یہ بھی ہے۔" میں نے تائید کی۔ "وسیم کہاں ہے؟"

"عبداللہ کی کال آئی تھی اس نے بلایا ہے وہ خواتین کو نکالنے کے منصوبے کو حتمی صورت دینا چاہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں وسیم کو بلایا ہے وہ وین لے گیا ہے۔"

"جتنی جلد یہ کام ہو جائے اچھا ہے اس کے بعد ہم زیادہ بے فکری سے مرشد کی طرف توجہ دے سکیں گے۔" میں نے کہا۔ "لیکن فی الحال میں بے کار ہوں۔"

سفیر نے یاد دلایا۔ "تمہیں ناشتے کے بعد شہلا سے بات کرنی ہے بریف کیس کے لیے۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن نہ جانے کیوں میں خود کو فی الحال بے کار محسوس کر رہا ہوں۔"

"شاید اس لیے کہ تمہیں کچھ عرصے سے اکیلے کام کرنے کی عادت پڑ گئی ہے اور اب سب مل کر کرتے ہیں اس لیے تمہیں اپنا آپ بے کار لگ رہا ہے۔ ویسے دشمنوں کی طرف سے بھی سناٹا ہے۔ فتح خان صرف چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے اور مرشد نے بھی دشمنی سے ہاتھ اٹھانے کا اشارہ دے دیا ہے۔ شہلا بریف کیس دینے پر آمادہ ہے۔"

میں نے سر ہلایا۔ "لیکن مجھے یقین ان میں سے کسی پر بھی نہیں ہے۔ یہ سب اپنے ہی چکروں میں ہیں۔"

''ٹھیک کہا اور ہمیں ان کے چکروں سے اپنا کام نکالنا ہے۔'' سفیر نے چائے میرے سامنے رکھی۔ ''میں بھی جا رہا ہوں کچھ سامان لانا ہے۔''

''عبداللہ کی طرف مت جانا۔'' میں نے خبردار کیا۔

سفیر نے سرد آہ بھری۔ ''ہاں یار فی الحال تو کوئے جاناں کی طرف جانے پر پابندی ہے۔''

''کیونکہ وہاں سے سُوئے دار کی طرف جانے کا بھی پورا امکان ہے۔'' میں نے سر ہلایا اور چائے کا کپ اٹھالیا۔ ''آؤ ذرا شہلا سے بات ہو جائے۔''

''تم کرو میں جا رہا ہوں آج دوپہر کے لیے خود کچھ لے کر آؤں گا۔'' سفیر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ میں نے اسٹڈی میں جھانکا مانی حسبِ معمول کمپیوٹر کے سامنے موجود تھا۔

''کیا ہو رہا ہے؟''

''نوٹ کما رہا ہوں جناب۔'' اس نے انگلیاں چلاتے ہوئے جواب دیا۔ ''دو گھنٹے میں چار سو ستر ڈالرز کما چکا ہوں۔''

''انٹرنیٹ کے ذریعے؟'' میں نے حیرت سے کہا۔

''ہاں یہاں کمائی کے بہت مواقع ہوتے ہیں۔ مجھے اتنا وقت نہیں ملتا ہے ورنہ اس سے بھی زیادہ کما سکتا ہوں۔''

''یعنی فی گھنٹہ دو سو پینتیس ڈالرز؟''

''نہیں جناب یہ تو خاص کام ہے ایک سافٹ ویئر کی خامی ٹھیک کی ہے۔ یہی کام کسی کمپنی سے کراتے تو ان کو کم سے کم بھی دو ہزار ڈالرز دینا پڑتے۔ مجھ سے پانچ سو سے بھی کم میں لے لیا۔ ویسے نارمل میں روز سو سے ڈیڑھ سو ڈالرز کمائے جا سکتے ہیں۔''

''تمہیں ادائیگی کس طرح ہوتی ہے؟''

''انٹرنیٹ پر میرا اکاؤنٹ ہے دنیا کے کسی بھی بینک یا کریڈٹ کارڈ سے مجھے ادائیگی کی جا سکتی ہے۔ اب تو انٹرنیٹ بینک بھی آ گئے ہیں۔''

''تم تو ماشاءاللہ کماؤ پوت ہو۔''

''لیکن میرے ڈیڈی اس سے مطمئن نہیں ہیں وہ چاہتے ہیں کہ میں سول سروس میں آ جاؤں اور پھر میرے بھی امریکہ اور یورپ میں اثاثے ہوں اور سوئس بینک میں اکاؤنٹ ہو۔'' مانی کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔ ''مانی تم جیسے نوجوان آج کے دور میں قابلِ فخر ہیں کیونکہ ہماری نئی نسل اچھے برے کی تمیز کھو چکی ہے۔''

''میں بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ عبداللہ بھائی اور آپ جیسے لوگ مل گئے جو فطرت کے لحاظ سے اچھے ہیں اور اچھوں کی قدر کرتے ہیں۔''

''فی الحال تو ہم تمہاری قدر کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔'' میں نے ندامت سے کہا۔ ''الٹا تم سے فری میں کام لے رہے ہیں۔''

''یہ آپ سے کس نے کہا عبداللہ بھائی نے مجھے باقاعدہ جاب دی ہے اور مجھے تنخواہ دی جاتی ہے۔ پہلی تنخواہ تو انہوں نے پیشگی دے دی تھی کیونکہ میں کپڑے تک نہیں لایا تھا صرف اپنا کمپیوٹر اور اس کا ضروری سامان لایا تھا۔''

''انٹرنیٹ کام کر رہا ہے میں ایک کال کرنے جا رہا ہوں۔''

''جی بالکل کام کر رہا ہے۔'' اس نے کہا۔

میں اوپر آیا اور لیپ ٹاپ آن کیا۔ شہلا کا نمبر ملایا۔ اس نے کچھ دیر بعد کال ریسیو کی۔ ''کون بات کر رہا ہے؟''

''کسی نامعلوم نمبر سے کون بات کر سکتا ہے؟'' میں نے کہا۔

''صرف تم نہیں ہو۔'' وہ خشک لہجے میں بولی۔ ''مجھے انٹرنیٹ سے اور بھی کالز آتی ہیں۔ یہ بتاؤ تم تبادلے کے لیے تیار ہو؟''

''ہاں لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم کوئی دھوکا نہیں کرو گی۔''

''یہ سوال تو مجھے کرنا چاہیے۔''

''تمہیں؟'' میں نے طنز کیا۔ ''جس نے موقع ملنے پر ہمیشہ مجھے دھوکا دیا۔ اب یہ بریف کیس تمہارے کس کام کا تھا لیکن جب کمانڈ تمہارے ہاتھ میں آئی تو تم نے بلا تکلف اسے ہتھیا لیا۔ دوسرے مجھے شبہ ہے کہ تمہارے پیچھے اب بھی فتح خان ہے اور وہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو قابو کرنے کی فکر میں ہے۔''

''میرا اب فتح خان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''تبھی اس نے تمہیں راجا عمر دراز کی کوٹھی کا بتایا ہے۔''

''اس نے خود مجھے کال کر کے اطلاع دی تھی۔''

''یعنی اس کے پاس تمہارا نمبر ہے دوسری طرف وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اب اس کا تم سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔''

''ہماری راہیں الگ ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم میں کوئی رابطے کا ذریعہ نہیں رہا ہے۔ اگر تم اعتبار نہیں کر رہے ہو تو تبادلے کی کیا صورت ہوگی۔''

''تمہیں میری بتائی جگہ آنا ہوگا۔''

''یہ نہیں ہو سکتا۔'' اس نے فوراً کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے لاپروائی سے کہا۔ ''بریف کیس تم اپنے پاس رکھو تم اس کو کھول نہیں سکتی ہو اور اپنی تصویریں بھول جاؤ۔''

''کیوں۔'' اس نے جلدی سے کہا۔ ''تم ان تصویروں کا کیا کرو گے؟''

''وہی جو تم بریف کیس کا کرو گی۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''شہلا تم بھول رہی ہو مجبور تم ہو میں نہیں اس لیے تبادلہ میری شرائط پر ہوگا۔''

وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے مرے ہوئے انداز میں کہا۔ ''ٹھیک ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ تبادلہ

آج ہی ہو جائے۔"

"مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کہا۔"میں تمہیں گیارہ بجے کال کر کے بتاتا ہوں کہ تبادلہ کیسے اور کہاں ہوگا۔"

میں نے کال کاٹ کر موبائل سے وسیم کو کال کی۔"شہلا مان گئی ہے تبادلہ اور اس کا طریقہ کار میں بتاؤں گا اب سے دو گھنٹے بعد۔"

"میں اور عبداللہ طے کر چکے ہیں کہ ہم نے آج ہی خواتین کو یہاں سے نکالنا ہے۔طریقہ مجھے پسند آیا ہے اب آپ فرمائیں۔"

"اگر تم مطمئن ہو تو کر گزرو۔یہ بتاؤ کہ بیتو کی طبیعت کیسی ہے؟"

"ٹھیک نہیں ہے آج پھر اسے بخار ہے۔ڈاکٹر آیا ہے دیکھنے کے لیے۔"

"اس کا مطلب ہے مجھے خود جانا ہوگا بریف کیس لینے کے لیے۔" میں نے سوچ کر کہا۔"اچھا ایاز آ گیا ہے؟"

"نہیں کل اس کی گاڑی خراب ہو گئی تھی وہ سرگودھا میں ہے اب نکلا ہے وہاں سے میرا خیال ہے دوپہر تک آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے تم اور عبداللہ اس کام پر توجہ دو میں اور ایاز شہلا کا مسئلہ نمٹاتے ہیں۔اگر ضرورت ہو تو سفیر کو بھی کال کر کے اپنی طرف بلوا لو وہ باہر نکلا ہوا ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے وہ آرام سے امورِ خانہ داری نمٹا سکتا ہے۔"

میں ہنسا۔"سامان بھی اسی کا لینے نکلا ہے۔ٹھیک ہے زیادہ بھیڑ بھاڑ سے کام خراب ہو جاتا ہے لیکن ایک مسئلہ ہے ہمارے پاس جتنی گاڑیاں ہیں وہ سب دشمنوں کی نظر میں آ چکی ہیں۔"

وسیم بولا۔"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں ہمیں اب اپنی گاڑیاں بدل لینا چاہئیں۔"

"ٹھیک ہے اس پر بھی کام کرنا۔"

میں سوچ رہا تھا کہ میرے پاس ہیوی بائیک جانی پہچانی ہو گئی تھی کم سے کم شہلا اور فتح خان اسے پہچانتے تھے اس لیے میں اس کام میں اسے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔سیاہ وین اس کام کے لیے مناسب نہیں تھی اور اول مجھے اس کے سسٹم آپریٹ کرنا بھی نہیں آتے تھے دوسرے اسے وسیم لے گیا تھا۔اسے آج خواتین کو عبداللہ والی کوٹھی سے نکالنے کے آپریشن میں استعمال ہونا تھا۔میں نے پوچھا نہیں کہ ان کو وہاں سے نکال کر کہاں لے جایا جائے گا۔جب کام نمٹ جاتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہے۔اب مجھے اس کام کے لیے دوسری بائیک کی ضرورت تھی۔میں نے جیکٹ اور ہیلمٹ لیا اور نیچے آیا اب صرف مانی رہ گیا تھا میں نے اسے اپنی روانگی اور ایاز کی ممکنہ آمد کے بارے میں بتایا۔اس نے کہا۔"آپ بے فکر رہیں جناب میں ایاز بھائی کو پہچانتا ہوں۔" پھر اس نے اپنا شاید پچیس انچ کا سینہ پھلا کر کہا۔"آپ بے فکر ہو کر جائیں میں ہوں یہاں نگرانی کے لیے۔"

"لیکن برخوردار اگر دشمن یا کوئی غیر متعلقہ فرد یہاں گھس آئے تو بلاوجہ کی بہادری مت دکھانا پچھلی طرف

سے فرار ہو جانا۔'' میں نے کہا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ بائیک پر ہیلمٹ لینے کی وجہ سے میں ناقابلِ شناخت ہو گیا تھا اور اس طرح پورے شہر میں دندنا سکتا تھا لیکن اس بائیک کی وجہ سے مجھ پر شک کیا جا سکتا تھا۔ اب میں اس سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا میں سیدھا اسی ڈیلر قریشی کے پاس گیا جس سے یہ بائیک لی تھی اس نے مجھ سے پہلے بائیک کو پہچان لیا اور گرم جوشی سے ملا۔'' کیسے ہیں سرکار، آج ایاز نہیں آیا؟''

''وہ شہر سے باہر ہے۔'' میں نے کہا اور براہِ راست کام کی بات پر آ گیا۔'' مجھے یہ بائیک چینج کرنی ہے۔''

''بائیک بھی چینج ہو جائے گی جناب پہلے چائے پانی تو ہو جائے لسی کا موسم نہیں ہے۔''

''نہیں دوست میرے پاس وقت نہیں ہے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔'' چائے پانی پھر سہی۔''

''ٹھیک ہے جی پھر آئیں۔'' وہ کھڑا ہو گیا۔'' کیسی چاہیے اس بار؟''

''نارمل ہو لیکن انجن طاقتور ہو اور کنڈیشن اے ون ہو۔''

''ٹھیک ہے میرے پاس ایک سوزوکی اسپرنٹر آئی ہے۔ بہترین کنڈیشن ہے صرف تین چار مہینے استعمال ہوئی ہے اور وہ بھی صرف دو ہزار کلومیٹرز۔ ہر چیز نئی جیسی ہے۔ سیاہ رنگ ہے۔''

بائیک واقعی بہترین کنڈیشن میں تھی۔ میں نے اسٹارٹ کی تو نصف کک میں اسٹارٹ ہو گئی تھی۔ ایاز کا دوست قریشی اس کی تعریف میں زمین آسمان ایک کیے دے رہا تھا۔ کاغذات بھی مکمل تھے اور وہ ایک دن میں ٹرانسفر کرا سکتا تھا۔ میں نے کہا۔'' ٹھیک ہے میں یہ بائیک چھوڑ کر اسے لے جا رہا ہوں۔ حساب کتاب بعد میں ایاز کر لے گا۔''

''بعد میں۔'' وہ ہچکچایا۔'' پر سرکار یہ مناسب نہیں ہوگا۔ اگر سودا آپ کر لو تو بہتر ہے اس کا حساب میں ایاز سے کر لوں گا۔''

میں نے سوچا اور سر ہلایا۔'' ٹھیک ہے معاہدہ کر لو اور آدھی قیمت ابھی لے لو اور باقی رجسٹری کے بعد۔''

''آپ بے فکر رہو جناب ایسا ہی ہوگا برامت مانناجی کسی کی چیز ہے بغیر لکھا پڑھی کے نہیں دے سکتے۔''

اس نے قیمت چالیس مانگی تھی اور پینتیس پر مان گیا۔ معاہدے عام طور سے تیار رکھے ہوتے تھے اس نے صرف میرا نام اور بائیک کا نمبر وغیرہ ڈالے اور سائن کرا کے مجھ سے اٹھارہ ہزار وصول کیے اور بائیک معہ کاغذات، چابی اور اس کے اوریجنل ہیلمٹ کے ساتھ میرے حوالے کر دی۔ اپنی بائیک کے بارے میں کہا۔

''اسے بیچنا نہیں چینج کرنا ہے اس کے بدلے کوئی ایسی ہی طاقتور بائیک نکال کر رکھو لیکن حلیے میں اس سے مختلف ہو۔''

''آپ دیکھ لیں کئی ایسی بائیک ہیں۔''

''یہ بھی ایاز دیکھ لے گا۔'' میں نے کہا اور وہاں سے نکل آیا کیونکہ مجھے ابھی شہلا سے رابطہ کرنا تھا۔ وقت کم رہ گیا تھا میں بائیک دوڑاتا ہوا فارم ہاؤس پہنچا تو اتفاق سے اسی وقت سفیر اور ایاز بھی پہنچ گئے تھے۔ ایاز بیلے سے لگ گیا۔

''کیسے ہیں شہباز صاحب آپ؟''

''میں تو ٹھیک ہوں لیکن تم بہت خوش نظر آرہے ہو۔''

وہ جھینپ گیا۔''بس جی خوشی کی خبر ہے۔میری موسی نے میرا اور شاہین کا رشتہ طے کر دیا ہے۔''

''مبارک ہو ویسے اگر تم دونوں میاں بیوی بن جاتے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی۔''

''موسی کی تو یہی خواہش تھی لیکن میں ابھی شادی کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔''

''ہماری وجہ سے؟''

ہم اندر آگئے تھے اس نے سر ہلایا۔''یہ وجہ بھی ہے شادی کے بعد بیوی توجہ مانگتی ہے۔''

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔''ایاز تم شادی کرو اور شاہین پر توجہ بھی دو ہمارا ساتھ دینے سے زیادہ یہ کام ضروری ہے۔''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔''میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا اور اس سلسلے میں آپ کی یا کسی اور کی بات بھی نہیں مان سکتا۔''اس کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔

''ایاز یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے اتنی محبت کرنے والے پُرخلوص دوست دیئے ہیں۔''میں نے کہا۔''میرے ساتھ آؤ آج ہمیں دو اہم کام نمٹانے ہیں۔''

سفیر سچ مچ امورِ خانہ داری کا ماہر ہو گیا تھا وہ جیپ سے سامان لے جا کر کچن میں رکھ رہا تھا۔میں ایاز کے ساتھ اوپر آیا اور شہلا کو کال کرنے سے پہلے اسے موجودہ صورتِ حال کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔بائیک کا سن کر اس نے کہا۔''یہ آپ نے اچھا کیا یہ بائیک یونیک تھی اور فوراً نظروں میں آجاتی تھی اب جو آپ لائے ہیں اسی شہر میں ایسی ہزاروں بائیک ہوں گی۔باقی میں دیکھ لوں گا۔خواتین کو کہاں منتقل کیا جا رہا ہے؟''

''یہ عبداللہ اور وسیم کا دردِ سر ہے۔میں نے پوچھا بھی نہیں۔میں اپنی ساری توجہ شہلا سے بریف کیس حاصل کرنے پر لگا رہا ہوں اور تم میرے ساتھ ہو گے۔''

''میں سمجھ گیا جناب۔اب آپ کا پلان کیا ہے؟''

''میرا ارادہ شہلا کو ٹریپ کرنے کا ہے۔''میں نے کہا۔''میں اسے مری میں نئے بننے والے ملینیم شاپنگ مال میں بلاؤں گا لیکن ہم اسے راستے میں ٹریپ کر لیں گے۔''

''میں سمجھ گیا ہم ہائی وے پر اس کا انتظار کریں گے اور پھر اس کا تعاقب کر کے جائزہ لیں گے کہ کوئی اور تو اس کے ساتھ نہیں ہے۔اس کے بعد کوئی مناسب جگہ دیکھ کر اسے روک لیں گے۔''

''بالکل یہی سوچا ہے میں۔''میں نے سر ہلایا اور انٹرنیٹ سے شہلا کا نمبر ملایا۔وہ شاید موبائل ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''تم نے کیا سوچا تبادلہ کس طرح کرنا ہے۔''

''تبادلہ مری میں ہو گا۔''

''مری؟''وہ چونکی۔''اتنی دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔''

''میں نے کہا نا کہ تبادلہ میری شرائط پر ہو گا تمہیں وہاں ملینیم شاپنگ مال کے سامنے موجود ہونا چاہیے شام کے ٹھیک چار بجے،اور تم وہاں تک اپنی سرخ چیری کار میں جاؤ گی۔''

''اس میں کیوں؟''

''تا کہ ہمیں اطمینان رہے کہ تم کسی کو ساتھ نہیں لا رہی ہو اس کار میں اتنی گنجائش نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے مجھے کب تک وہاں پہنچنا ہوگا؟''

''ٹھیک چار بجے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''یعنی اب سے کوئی چار گھنٹے بعد۔''

وہ چپ ہوگئی پھر بولی۔ ''میں آ جاؤں گی لیکن شہباز مجھے امید ہے تم مجھے دھوکا نہیں دو گے۔''

''میں دھوکا دینے والا آدمی نہیں ہوں اور شہلا تم اطمینان رکھو میری ذات سے تمہیں نقصان نہیں ہوگا۔ یاد رکھنا ٹھیک چار بجے ملینیم پر، دیکھا ہوا ہے نا تم نے؟''

''ہاں میں نے دیکھا ہے۔'' وہ بولی۔

''بس تو وہیں ملاقات ہوگی۔'' میں نے کہا اور کال ختم کر دی۔ ایاز خاموش بیٹھا تھا اس نے کہا۔ ''ہمیں جلدی نکلنا ہوگا۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے لیکن ایک چکر ہے شہلا نے تمہاری جیپ دیکھ رکھی ہے اسے دیکھ کر وہ کھٹک سکتی ہے۔ اس لیے تمہارے لیے بھی کوئی دوسرا بندوبست کرنا ہوگا۔''

''سفیر صاحب والی جیپ ٹھیک رہے گی؟''

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں فتح خان اسے دیکھ چکا ہے اور اسے ٹریپ بھی لگایا تھا۔ میرا خیال ہے تمہارے لیے بھی بائیک ٹھیک رہے گی۔ اگر ہم کہیں پھنسنے لگیں تو فرار میں بھی آسانی رہے گی۔''

''یعنی دوسری بائیک لینا پڑے گی۔'' ایاز نے میری بات پر غور کیا۔

''ہاں ہمیں تمہارے اس جاننے والے قریشی کے پاس جانا پڑے گا۔''

سفیر دوپہر کے کھانے کے لیے پائے اور روٹی لے آیا تھا لیکن ہمارے پاس وقت نہیں تھا اس لیے ہم روانہ ہوگئے۔ میں نے پستول کے ساتھ چھوٹی نال والی شاٹ گن لے لی یہ میری جیکٹ میں آسانی سے آ گئی تھی۔ ایاز کے پاس پستول تھا۔ ساتھ ہی اس نے دھویں والے بم رکھ لیے تھے کہیں فرار کی ضرورت پیش آتی تو یہ بم کام آتے ہیں۔ سفیر کو پروگرام بتا کر ہم نکلے اور پہلے قریشی کے پاس پہنچے۔ ایاز کو دیکھ کر اس نے بلا ہچکچاہٹ ایک ون ٹو فائیو اس کے حوالے کر دی اور معاہدے کی بات بھی نہیں کی۔ صرف دو ہزار روپے ٹوکن کے پکڑائے ایاز نے اس سے کہا۔ ''اگر بائیک پسند آ گئی تو کل حساب کرلوں گا ورنہ بائیک واپس کر جاؤں گا۔''

میں نے باہر نکل کر ایاز کو بتایا کہ قریشی نے بغیر معاہدہ کیے بائیک میرے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایاز طیش میں آ گیا۔ ''آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا میں اس حرامی کا پیٹ پھاڑ دیتا۔ احسان کر رہا ہے ہم پر اپنا کمیشن پورا رکھتا ہے میں کل ہی اس کا دماغ درست کرتا ہوں۔''

''تم آرام سے اس کا دماغ درست کرتے رہنا۔ ابھی تو ہمیں دو مختلف جگہوں پر جانا ہے۔ تمہیں شہلا کے گھر کی طرف مین روڈ پر آنے والے راستے پر موجود رہنا ہے اور جیسے ہی وہ روانہ ہو تم مجھے اطلاع کرو گے اور پھر اس کا پیچھا کرو گے لیکن اس طرح کہ اسے احساس نہ ہو۔''

''میں سمجھ گیا۔''

''اپنا موبائل ہینڈ فری سے لگالو تا کہ جب اس کا تعاقب کرو تو تمہیں اطلاع کرنے میں مشکل نہ ہو۔''

ہم دونوں نے روانہ ہونے سے پہلے یہ کام کرلیا۔ ایاز نے پوچھا۔ ''آپ کہاں ہوں گے۔''

''میں راول چوک سے ذرا آگے سڑک پر ہی کہیں ہوں گا۔''

''ٹھیک ہے لیکن کسی سنسان جگہ مت رکیے گا آج کل پولیس چیکنگ کر رہی ہے بلاوجہ آجائے گی۔''

''میں کسی ریستوران یا ہوٹل میں رک جاؤں گا۔'' میں نے کہا۔ ''ابھی ایک بجا ہے ایسا کرو تم کھانا کھا لینا۔''

''کھالوں گا کوئی چیز راستے سے لے لوں گا۔'' اس نے کہا اور روانہ ہوگیا۔ میں مری روڈ کے لیے روانہ ہو۔ راستے میں ایک دکان سے پشت پر لٹکانے والا سیاہ رنگ کا بیگ لیا۔ آدھے گھنٹے بعد میں راول چوک کراس کر کے آگے آیا۔ ایک جگہ سے بائیک کا ٹینک فل کرایا اور ایک جھگی ہوٹل کے سامنے رک گیا۔ یہاں مزدور پیشہ لوگ دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے۔ آلو گوشت کے علاوہ صرف دال فرائی تھی۔ میں نے دال فرائی اور روٹی منگوالی۔ کھانے سے فارغ ہو کر دودھ پتی پی۔ تمام چیزوں کا معیار معمولی قسم کا تھا۔ گزشتہ چند دن سے جو چیزیں کھا رہا تھا اس کے مقابلے میں اسے حلق سے اتارنا دشوار ثابت ہوا تھا۔ بہر حال پیٹ تو بھرنا تھا۔ وقت گزاری کے لیے میں نہایت سُست رفتاری سے چائے پیتا رہا۔ مجھے ایاز کی کال کا انتظار تھا۔ ڈھائی بجے کے قریب اس کی کال آئی۔ ''جناب وہ نکل گئی ہے سرخ چیری کار میں ہے اور رخ مری روڈ کی طرف ہی ہے۔''

''تم تعاقب کر رہے ہو؟''

''جی اس وقت رش ہے اس لیے میں قریب سے پیچھا کر رہا ہوں۔''

میں نے اسے اپنا پتا بتایا۔ ''میں یہاں ہوں جب پانچ منٹ کی ڈرائیو رہ جائے تو مجھے دوبارہ کال کر کے بتانا۔''

''ٹھیک جناب۔''

میں ایاز سے گفتگو کے دوران ہی ہوٹل سے دور پارکنگ کی طرف آگیا تھا۔ اٹھتے ہوئے ایک سو کا نوٹ میز پر رکھ دیا تھا اس لیے ہوٹل کے مالک نے میری اچانک روانگی پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ ایاز سے بات کر کے میں نے بائیک اسٹارٹ کی اور اسے سڑک کی طرف لے آیا اور وہیں رک گیا۔ انجن بند کر کے اسے اسٹینڈ پر کھڑا کیا اور خود اس سے ٹک گیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ ایاز اور شہلا نصف گھنٹے میں یہاں پہنچ جائیں گے۔ سردی کی وجہ سے سڑک پر رش بہت کم تھا۔ اس لیے ڈرائیو کرنے والے فری ڈرائیونگ کر رہے تھے۔ کیونکہ خطرناک علاقہ ابھی اوپر تھا اس لیے سامنے سے گزرنے والی گاڑیاں زن زن کرتی گزر رہی تھیں۔ کوئی بیس منٹ بعد ایاز کی کال موصول ہوئی۔

''ہم تقریباً پانچ منٹ کی دوری پر ہیں۔''

''ٹھیک ہے اب تم مجھ سے مستقل رابطہ رکھو گے۔'' میں نے کہا اور موبائل کو ہینڈ فری پر منتقل کر دیا۔ انجن اسٹارٹ کر کے میں سڑک پر آیا اور سُست روی سے بائیک چلانے لگا۔ ''ایاز اس دوران میں تم نے دیکھنے کی کوشش کی کہ شہلا کے ساتھ گاڑی میں کوئی اور تو نہیں ہے؟''

''جی جناب رش میں،مَیں اس کے بالکل پاس چلا گیا اور پچھلے حصے میں جھانک لیا تھا۔کار میں اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔''

میں عقبی آئینے میں دیکھتا جا رہا تھا جیسے ہی مجھے سرخ کار کی جھلک نظر آئی میں نے بائیک کی رفتار بڑھا دی لیکن سرخ چیری کی رفتار خاصی تیز تھی اس سے فاصلہ برقرار رکھنے کے لیے مجھے رفتار مزید بڑھانی پڑی تھی۔ کچھ دیر بعد ہم بھارہ کہو سے گزرنے لگے یہاں شور بہت تھا اس لیے میں ایاز سے بات نہیں کر سکا۔آبادی سے آگے نکل کر میں نے اس سے کہا۔''میرا ارادہ ٹول پلازا سے آگے نکل کر اسے کسی ایسی جگہ روکنے کا ہے جہاں دائیں بائیں کوئی سڑک نکل رہی ہو۔ممکن ہے آگے سگنل نہ ہوں تو ہمارا رابطہ ٹوٹ جائے اس صورت میں تم راستے پر نظر رکھو گے۔''

''آپ کا پروگرام کیا ہے؟''

''بس اس سے بریف کیس لینا ہے اس کی گاڑی کا ٹائر پنکچر کرنا ہے اور واپس آنا ہے۔'' میں نے کہا۔

''اب تم اپنے عقب میں بھی نظر رکھنا ممکن ہے کوئی ہمارے پیچھے ہو۔''

''میں دیکھتا آرہا ہوں جناب بعض گاڑیاں نظر آئیں لیکن وہ آگے نکل گئیں یا کسی اور راستے پر مڑ گئیں۔ کوئی مستقل ہمارے پیچھے نہیں ہے۔''

''پھر بھی تم اس طرح ہوشیار رہو جیسے ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔''

''ٹھیک جناب۔'' ایاز نے کہا اور اسی لمحے رابطہ ٹوٹ گیا۔ یہاں پر سگنل ختم ہو گئے تھے۔ہم ذرا آگے آئے تو مری کا ٹول پلازہ آ گیا۔ میں جیسے ہی آگے نکلا شہلا کی کار آ گئی اور میں نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ میں آگے بڑھتا چلا گیا۔اب مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں میں کسی مداخلت کے بغیر شہلا کو روک سکوں۔ چند کلومیٹرز اوپر جانے کے بعد مجھے دائیں طرف ایک سڑک اوپر جاتی دکھائی یہ شاید کوئی نجی راستہ تھا یہاں پہاڑوں پر بے شمار چھوٹی چھوٹی بستیاں بن گئیں ہیں یہ سب دولت مندوں کی بستیاں ہیں جنہوں نے چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں خرید کر ان پر اپنے لیے کوٹھیاں بنا لی ہیں جہاں وہ اور ان کے اہلِ خانہ گرمیاں گزارنے آتے ہیں۔ مجھے یہ جگہ مناسب لگی۔ میں نے بائیک اس سڑک پر ذرا آگے جا کر روک دی اور ہیلمٹ اتار کر واپس آیا۔ میں نے پستول نکال کر اسے پشت پر کر لیا تھا شہلا کی کار دو منٹ بعد نمودار ہوئی اور جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا اس کی رفتار کم ہونے لگی تھی۔اس نے یقیناً مجھے پہچان لیا تھا۔کار مجھ سے کوئی دس گز کی دوری پر رک گئی۔شہلا کار سے اتر کر میری طرف بڑھی لیکن اس کا ہاتھ خالی تھا۔ میں نے پوچھا۔

''بریف کیس کہاں ہے؟''

''تصاویر کہاں ہیں؟'' اس نے بھی سوال ہی کیا۔ میں نے پستول سامنے لا کر کہا۔

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔''

وہ ہنسی۔''اور میرے سوال کا جواب تمہارے پاس یقیناً یہ پستول ہے۔''

''شہلا اسے مذاق مت سمجھو۔ میرے گھر پر ہاتھ ڈال کر فتح خان اور تم نے اپنے حق میں بہت برا کیا ہے۔ میں بنا کسی لحاظ کے گولی مار دوں گا اگر اگلے ایک منٹ میں بریف کیس مجھے نہ ملا۔''

''بریف کیس گاڑی میں ہے۔'' اس نے اشارہ کیا۔

''چلو اور نکالو لیکن کوئی چالا کی مت کرنا میں گولی چلانے میں ایک سیکنڈ کی دیر نہیں کروں گا۔''

وہ پلٹی اور اس نے کار کی فرنٹ سیٹ پر رکھا ہوا بریف کیس نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس پر سے نظریں ہٹائے بغیر بریف کیس لیا اور بولا۔''اب تم نیچے اتر جاؤ۔''

اس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔''نیچے......کیا مطلب؟''

''نیچے کا مطلب نیچے ہی ہوتا ہے اوپر نہیں......اس ڈھلان سے نیچے اترو اور کم سے کم سو گز نیچے چلی جاؤ۔''

''لیکن میری تصویریں......؟''

''پہلے میں تصدیق کروں گا کہ یہ بریف کیس اصلی ہے تب ہی میں تمہاری تصویریں حوالے کروں گا۔ اب نیچے اتر جاؤ۔ میرے پاس وقت نہیں ہے کوئی آ گیا تو اس کے ساتھ تم بھی مشکل میں پڑ جاؤ گی۔''

''شہباز تم دھوکا کر رہے ہو۔'' وہ روہانسی نظر آنے لگی۔

''نہیں میں اپنے وعدے پر قائم ہوں کہ میری ذات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔''

شہلا نے میرے تیور سے بھانپ لیا تھا کہ میں اس وقت کسی رعایت کے موڈ میں نہیں ہوں۔ وہ مجبوراً ڈھلان سے نیچے جانے لگی یہاں ڈھلان بہت زیادہ ترچھی تھی اور اگر سہارے کے لیے بڑے تنوں والے درخت نہ ہوتے تو وہ اتنی آسانی سے نیچے نہیں جا سکتی تھی۔ ذرا سی غفلت اس کے قدم اکھاڑ دیتی اور وہ کئی سوفٹ کی گہرائی میں جا کر رکتی۔ جب وہ سو گز سے زیادہ دور چلی گئی تو میں نے پہلی بار بریف کیس کا معائنہ کیا۔ بظاہر یہ وہی بریف کیس لگ رہا تھا۔ سلور رنگ کی دھات سے بنا ہوا اور اس میں ویسے ہی نمبر سے کھلنے والے تالے تھے۔ اس کی خاص نشانی اس کا پش بٹن تھا جو سرخ رنگ کا تھا۔ یقیناً اس قسم کا بریف کیس مہیا کر لینا آسان نہیں تھا لیکن یہ ناممکن بھی نہیں تھا۔

وقت نہیں تھا میں نے اسے بیگ میں ڈال کر اسے پشت پر باندھ لیا اور تیزی سے بائیک کی طرف لپکا۔ اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے کار کے پاس سے گزرا تو اس کے عقبی پہیے پر فائر کر کے اسے ناکارہ بنا دیا اور خود نکلتا چلا گیا۔ فائر اور ٹائر پھٹنے کے دھماکے کی آواز کچھ دیر پہاڑوں میں گونجتی رہی تھی۔ جب میں موڑ مڑ رہا تھا تو بائیک کے عقبی آئینے میں شہلا سڑک پر آتی دکھائی دی اس نے حیرت انگیز پھرتی دکھائی تھی لیکن اس سے بھی زیادہ حیران کن بات اس کا اتنی آسانی سے بریف کیس میرے حوالے کر دینا تھا۔ میرا خیال تھا کہ جس طرح میں خالی ہاتھ تھا اس بات کا پورا امکان تھا کہ وہ بھی خالی ہاتھ ہوگی۔ وہ اتنی آسانی سے مجھے بریف کیس نہیں دے گی جب تک کہ تصویروں کے سلسلے میں اسے اطمینان نہ ہو جائے۔ اس کا اتنی آسانی سے بریف کیس حوالے کرنا مجھے کھٹکنے لگا تھا۔

ایاز موڑ پر میرا منتظر تھا میں نے ہاتھ سے اسے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ کچھ دور واپس جانے کے بعد ایک سڑک ہائی وے سے نیچے اتر رہی تھی میں اس پر مڑ گیا اور اتنی دور جا کر رک گیا جہاں سے ہائی وے نظر نہیں آ رہی تھی۔ چند لمحوں بعد ایاز بھی میرے پیچھے آ گیا تھا۔ اتنی دیر میں بیگ سے بریف کیس نکال لیا تھا۔ ایاز نے بائیک روکی تو میں نے اسے اشارے سے بولنے سے منع کیا اور پھر بریف کیس کو کان سے لگا کر کچھ سننے کی کوشش کی

لیکن اندر بالکل خاموشی تھی۔ اگر اندر کوئی ٹائم بم تھا بھی تو وہ ڈیجیٹل ٹائمر والا تھا اور اس میں کوئی آواز نہیں آتی ہے۔ میں نے بریف کیس لے جا کر سڑک کی ڈھلان والی طرف رکھ دیا۔ جہاں بائیک کھڑی تھیں اس سے محفوظ فاصلہ تھا۔ ایاز نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔

''مجھے شک ہے اس میں کوئی خطرناک چیز ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے کوئی بم؟''

''بالکل ہو سکتا ہے۔ اس نے نہایت آسانی سے بریف کیس میرے حوالے کر دیا اور تصویروں کے حوالے سے بھی کوئی خاص اصرار نہیں کیا۔ وہ اتنی کم عقل عورت نہیں ہے کہ اس طرح بریف کیس اٹھا کر لے آتی۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔'' ایاز نے سر ہلایا۔ ''کیا یہ ویسا ہی بریف کیس ہے؟''

''تقریباً۔'' میں نے کہا۔ ''اسے دیکھے ہوئے خاصا عرصہ ہو گیا ہے اس لیے صحیح سے یاد نہیں ہے۔ مگر مجھے وہی لگا ہے۔''

''اس قسم کا بریف کیس تلاش کرنا کوئی مشکل نہیں ہے پنڈی میں ایک مارکیٹ ہے جہاں ہر قسم کا بریف کیس مل جاتا ہے اور اگر آپ چاہیں تو اپنی پسند کا آرڈر پر بھی بنوا سکتے ہیں۔''

''مجھے بھی یہی شک ہے یہ کام ناممکن نہیں ہے۔''

''ممکن ہے بریف کیس میں ٹائم بم نہ ہو ی اور قسم کا بم ہو۔''

''نہیں وہ یا فتح خان جانتے ہیں کہ میں بریف کیس کھولنے کی کوشش نہیں کروں گا یا کم سے کم اس امکان کو ذہن میں رکھوں گا کہ بریف کیس میں بم ہو سکتا ہے اس لیے وہ ٹائم بم ہی استعمال کریں گے۔''

''ہو سکتا ہے.....'' ایاز نے کہنے کی کوشش کی تھی کہ فضا ایک زوردار دھماکے سے گونج اٹھی تھی۔ جہاں میں نے بریف کیس رکھا تھا وہاں سے پہلے شعلہ نکلا تھا اور گرد و غبار اڑنے لگا تھا۔ دھماکے نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا تھا اور اب پہاڑوں میں اس کی آواز گونج رہی تھی میں نے سنبھلتے ہوئے ایاز سے کہا۔

''یہاں سے نکلو لیکن سڑک کی طرف مت جانا۔''

ہم آگے پیچھے روانہ ہوئے۔ کچھ دور جا کر ایاز میرے برابر آ گیا۔ ''آپ کو اس علاقے میں راستوں کے بارے میں پتا ہے؟''

''نہیں میں اس طرف پہلے نہیں آیا۔'' میں نے چلا کر کہا دو بائیکوں کے انجن کا مشترکہ شور زیادہ تھا۔

''تب میرے پیچھے آیئے میں اس علاقے سے واقف ہوں۔''

ایاز واقعی اس علاقے سے واقف تھا۔ آدھے گھنٹے بعد ہم ہائی وے پر واپس آ گئے تھے۔ ہم ٹول پلازہ سے کچھ دور تھے۔ ابھی تک ہمیں کوئی ایسا فرد نظر نہیں آیا تھا جو ہمارا پیچھا کر رہا ہو۔ اگر اس چکر کے پیچھے فتح خان تھا تو اس نے شہلا کو استعمال کیا تھا وہ جانتا تھا کہ اگر تعاقب کیا گیا تو میں کھٹک جاؤں گا اور شاید اس دھوکے میں نہ آؤں۔ کسی کے پیچھے نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ شہلا نے اپنے طور پر میرا کام تمام کرنے کی کوشش کی تھی۔ میرا اس سے ایسا کوئی معاملہ نہیں تھا لیکن شاید اسے خطرہ تھا کہ میں سویرا کے اغوا کا بدلہ لینے کے لیے اس

کے خلاف کوئی کارروائی کروں کیونکہ وہ اس معاملے میں ملوث رہی تھی۔ چار بجے ہم واپس اسلام آباد کی حدود میں داخل ہو گئے تھے۔ ایک جگہ بائیک روک کر میں نے وسیم سے رابطہ کیا کیونکہ اس وقت تک انہوں نے خواتین کو عبداللہ والی کوٹھی سے نکال لیا ہوگا۔

''وسیم کام ہو گیا؟'' میں نے پوچھا۔

''جی کام ہو گیا ہے۔'' اس نے جواب دیا تو میں اس کے لہجے پر چونکا۔

''وسیم کیا بات ہے خیریت تو ہے؟''

''سویرا ابھی تک مقررہ جگہ نہیں پہنچی۔'' وسیم نے جواب دیا اور مجھے لگا جیسے میرا دل رک گیا ہو۔



''کیا مطلب؟'' میں نے ڈوبتی آواز میں کہا۔ میرے آس پاس ٹریفک کا شور تھا لیکن یک لخت مجھے لگا جیسے میں اس کائنات میں اکیلا رہ گیا ہوں آس پاس ہر طرف خاموشی چھا گئی ہے۔ ''سویرا کیوں نہیں پہنچی؟''

وسیم کچھ دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا۔ ''ہم نے پلان پر کامیابی سے عمل کیا تھا۔ عبداللہ کے آدمی اور ہم سب آس پاس کی گلیوں میں موجود تھے کوئی مشکوک فرد بھی نہیں تھا۔ جس گاڑی میں خواتین کو لے جانا تھا وہ کچھ دور پارک کے ساتھ کھڑی تھی اور اس کے آس پاس بھی ہمارے آدمی موجود تھے۔ یہ تینوں برقع پہن کر باہر نکلیں جب گلی سے بے شمار لڑکیاں اسی طرح برقع پوش گزر رہی تھیں وہ ان میں گھل مل گئیں اور یقین کریں ہم بھی نہیں جان سکے تھے کہ ان میں کہاں تھیں۔ سعدیہ اور مونا پانچ منٹ بعد گاڑی میں پہنچ گئی تھیں لیکن......''

''سویرا کیوں نہیں آئی؟'' میں بے اختیار چیخ اٹھا تھا۔ وسیم خاموش رہا اور میں خود پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد میں نے بدلے لہجے میں کہا۔ ''سوری یار میں جذباتی ہو گیا تھا، یہ واقعہ ہوئے کتنی دیر ہوئی ہے؟''

''آدھا گھنٹہ ہو چکا ہے ہم سب آس پاس سویرا کو تلاش کر رہے ہیں۔ میں خود گلیوں میں چکر لگا رہا ہوں۔''

''اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔'' میں نے بے خیالی سے کہا میرے اندر کوئی کہہ رہا تھا کہ سویرا کے ساتھ پھر کوئی حادثہ پیش آ چکا ہے۔ اس کا گاڑی تک نہ پہنچنا اتفاق نہیں تھا اور نہ وہ راستہ بھٹکی تھی۔ ''مونا اور سعدیہ کہاں ہیں؟''

''انہیں واپس کوٹھی پہنچا دیا گیا ہے عبداللہ نے منتقلی کا پلان ملتوی کر دیا ہے۔''

''اس نے ٹھیک کیا ہے، تم لوگ کوٹھی کی حفاظت پر بھی توجہ دو اسے خالی مت چھوڑو دشمن نہ جانے کہاں اور کس چکر میں ہے۔''

''جی میں نے عبداللہ کو کچھ آدمیوں سمیت کوٹھی واپس بھیج دیا ہے۔''

اچانک مجھے خیال آیا۔ ''سویرا کے پاس موبائل ہوگا۔''

''وہ...... بند جا رہا ہے۔''

''میں آ رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''نہیں آپ مت آئیں کوئی فائدہ نہیں ہے، ہم تلاش ہم کر رہے ہیں لیکن آپ کی تاک میں شاید دشمن ہوں۔''

''میں بائیک پر ہوں اور ہیلمٹ پہنا ہوا ہے اس لیے کسی کی نظر میں نہیں آؤں گا اور تم لوگوں سے نہیں ملوں گا صرف موبائل پر رابطہ کروں گا میرے ساتھ ایاز ہے۔ وہ بھی بائیک اور ہیلمٹ کے ساتھ ہے۔''

''ٹھیک ہے۔''

ایاز میرے پاس ہی رکا ہوا تھا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا تو میں نے اسے تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ سویرا کے نہ پہنچنے کا سن کر وہ پریشان ہو گیا۔ ''اس کا مطلب ہے دشمن کی چال کامیاب رہی اور اس وقت ہمارے پیچھے مرشد ہے۔''

میں اس بارے میں سوچتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ سویرا مرشد یا نادر جیسے دشمنوں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے وہ صرف جان کے ہی نہیں عزت کے بھی دشمن تھے۔ ان کے قبضے میں زندہ رہنے سے بہتر تھا کہ سویرا زندہ ہی نہ رہتی لیکن حالات بتا رہے تھے کہ ایسا ہی ہوا ہے۔ مرشد نے اس کوٹھی کا پتا چلا لیا تھا اور اسے یقیناً علم ہو گا کہ یہاں عورتیں ہیں اور وہ جانتا تھا کہ ان سے بڑھ کر ہماری کوئی کمزوری نہیں تھی۔ میں نے ہینڈ فری استعمال کرتے ہوئے عبداللہ سے رابطہ کیا۔ میری آواز سن کر اسے چپ لگ گئی پھر اس نے بمشکل کہا۔

''شہباز صاحب آئی ایم ریئلی......''

''احمقانہ باتیں مت کرو۔'' میں نے اسے ڈانٹا۔ ''یہ بتاؤ کہ مدرسے سے نکلنے والی لڑکیاں کن طریقوں سے علاقے سے نکلی تھیں۔''

اس نے مستعد ہو کر رپورٹ دینی شروع کی۔ ''زیادہ تر تو آس پاس متوسط آبادیوں میں رہتی ہیں۔ کچھ دور جاتی ہیں تو وہ بس اسٹاپ سے ویگن یا بس میں بیٹھ جاتی ہیں۔ شاید کچھ ٹیکسی کر کے بھی جاتی ہوں گی۔ رکشہ یہاں نہیں ہوتا ہے۔''

''بس، ٹیکسی اور ویگن میں جانے والیوں کو چیک کیا ہے؟''

''یہ ممکن نہیں ہے جناب ان کی تعداد کم سے کم بھی سو سے زائد ہوتی ہے اور کسی کو براہِ راست چیک نہیں کیا جا سکتا امن و امان کا مسئلہ بن جاتا آپ سمجھ رہے ہیں نا میری بات......؟''

''میں سمجھ رہا ہوں پھر بھی وہاں کوئی آدمی تھا؟''

''جی پھر بھی میرے دو آدمی وہاں تھے اتفاق سے وہ اس وقت میرے ساتھ ہی ہیں۔''

''ان سے بات کراؤ۔'' میں نے کہا لیکن ان سے بات کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وہ کوشش کے باوجود بس اسٹاپ سے نکلنے والی لڑکیوں میں سویرا یا کسی بھی مشکوک ہستی کو تلاش نہیں کر سکے تھے۔ عبداللہ کے مطابق اس دوران میں وہاں سے جو چند گاڑیاں نکلی تھیں اس کے آدمیوں نے کسی نہ کسی بہانے روک کر ان کو بھی دیکھ لیا تھا۔ سویرا ان میں بھی نہیں تھی۔ عبداللہ یقین سے کہہ رہا تھا کہ سویرا کو کسی گاڑی میں نہیں لے جایا گیا ہے۔ اب دو ہی طریقے تھے۔ ایک سویرا کو علاقے کی کسی کوٹھی میں لے جایا گیا تھا۔ یا پھر اسے پیدل ہی لے گئے تھے۔ دشمن نے اپنی گاڑی کہیں آگے کھڑی کی تھی جہاں تک عبداللہ اور اس کے آدمی نہیں پہنچ سکے تھے۔ مگر اس میں شبہ تھا کیونکہ

اتنی دور پیدل جاتے ہوئے وہ لازمی عبداللہ اور اس کے آدمیوں کی نظر میں آ سکتے تھے۔ جو گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں پر تھے اور پیدل آدمی کی نسبت کہیں تیزی سے حرکت کر سکتے تھے۔ میں نے عبداللہ سے کہا۔

"علاقے سے نکلنے والے تمام راستوں کی نگرانی کرو ممکن ہے سویرا کو کسی کوٹھی میں رکھا گیا ہو۔"

"وسیم صاحب نے یہی کہا تھا اور اب وہ تمام راستوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

اس گفتگو کے دوران میں اور ایاز اس علاقے میں داخل ہو گئے تھے۔ ایک سڑک پر آتے ہی مجھے عبداللہ کا ایک آدمی موٹر سائیکل سمیت دکھائی دیا۔ وہ اس سڑک کی نگرانی کر رہا تھا۔ میں نے اسے مخصوص اشارہ دیا تو وہ سمجھ گیا اور میں اس کے پاس رکا۔ انداز ایسا تھا جیسے میں اس سے کوئی پتا پوچھ رہا ہوں۔ "کوئی پروگریس ہوئی ہے؟"

"نہیں جناب۔" اس نے کہا۔ "اس سڑک سے ابھی تک کوئی گاڑی نہیں گزری ہے۔"

"نگرانی کرتے رہو۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ ایاز میرے پیچھے آنے کے بجائے دوسری سڑک پر مڑ گیا تھا۔ ابتدائی جذباتی ردعمل کے بعد میں نے خود پر قابو پا لیا تھا اور میرا ذہن مستعدی سے امکان پر غور کر رہا تھا۔ اس کا امکان ففٹی ففٹی تھا کہ سویرا کو علاقے سے باہر لے جایا گیا ہے لیکن اگر وہ یہیں تھی تب بھی سینکڑوں ہزاروں مکانات میں یہ معلوم کرنا تقریباً ناممکن تھا کہ سویرا کہاں رکھی گئی ہے۔ اس سے آگے امکانات یہ تھے کہ سویرا کو مرشد نے اغوا کرایا ہے اور اب وہ مجھ سے سودے بازی کرے گا لیکن میرے پاس اسے دینے کو کیا تھا سوائے جان کے۔ اگر وہ سویرا کے بدلے میری زندگی مانگتا تو میں بلا تامل دے دیتا لیکن اگر سویرا کی گمشدگی میں مرشد ملوث نہیں تھا تو یہ کام فتح خان ہی کر سکتا تھا وہ پہلے بھی یہ کام کر چکا تھا لیکن اب اسے مجھ سے ایسی کوئی غرض نہیں تھی۔ شاید وہ میری جان کا گاہک بن گیا تھا۔ شہلا کی مدد سے مجھے مروانے کی کوشش بھی اس نے کی تھی۔ میری قسمت تھی جو بریف کیس میں موجود بم نے میری جان نہیں لی تھی۔ شاید اسے بھی یقین نہیں تھا کہ اس کا حربہ مجھے مارنے کے لیے کافی ہوگا اس لیے اس نے دوسرا وار یہاں کیا تھا۔

وسیم آگے میرا منتظر تھا اس نے ہیلمٹ میں ہونے کے باوجود مجھے پہچان لیا۔ اس نے مجھے کال کیا وہ ایک کمرشل بیلٹ میں دکانوں کے ساتھ بک اسٹال پر کھڑا تھا۔ شام کا اندھیرا چھا رہا تھا اور کچھ دیر میں رات ہو جاتی ایم نے براہ راست میری طرف آنے کے بجائے کال کی اتفاق سے اس نے بھی وہی بات کی جو میرے ذہن میں تھی۔ "شہباز صاحب میرا خیال ہے وہ سویرا کو اسی علاقے کی کسی کوٹھی میں لے گئے ہیں تاکہ حالات دیکھ کر یہاں سے نکال لے جائیں۔"

"اگر ایسا بھی ہے تب بھی سویرا کا سراغ ملنا بہت مشکل ہے وہ لامحدود وقت تک انتظار کر سکتے ہیں اور ہم لامحدود نگرانی نہیں کر سکتے اور نہ ہی اسے تلاش کر سکتے ہیں۔"

"ابھی عبداللہ نے کال کی ہے اس کے پاس ایک آئیڈیا ہے مونا کے کتے براؤن نے آپ کو تلاش کر لیا تھا اگر اسی طرح سویرا کو تلاش کیا جائے۔"

میرا دل دھڑک اٹھا تھا۔ "ہاں یہ ہو سکتا ہے لیکن کیا سویرا کا کوئی تبدیل شدہ لباس موجود ہے۔"

"مونا اور سعدیہ یہی دیکھ رہی ہیں۔ عورتیں اس قسم کے کاموں میں ماہر ہوتی ہیں انہیں یاد ہوگا کہ سویرا

نے آخری بار کون سا لباس تبدیل کیا تھا۔"

"میں عبداللہ سے بات کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور عبداللہ کو کال کی۔

"تم براؤن کی مدد سے سویرا کو تلاش کر رہے ہو؟"

"جی جناب مونا بی بی نے ان کا ایک لباس بھی تلاش کر لیا اور اب براؤن کو سونگھا کر اسے سمجھایا جا رہا ہے کہ وہ اس بو کو تلاش کرے۔"

"مونا کتوں کی ماہر نہیں ہے۔"

"جی لیکن ہم ان ہی پر انحصار کر سکتے ہیں آپ کو تلاش کرنے کے لیے مونا بی بی نے کتے کو سمجھایا تھا۔ آپ کہاں ہیں؟"

"میں اسی علاقے میں گھوم رہا ہوں۔"

"آپ کوٹھی آنے کی کوشش مت کیجئے گا۔ سویرا بی بی کو جس طرح سے غائب کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ کوٹھی پوری طرح دشمنوں کی نظر میں ہے اور وہ بہت منظم بھی ہیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو میں دور ہوں۔" میں نے بائیک سُست رفتاری سے گلیوں میں چلاتے ہوئے کہا۔ "کتے کے ساتھ زیادہ بھیڑ بھاڑ مت کرنا ورنہ لوگ چوکنا ہو سکتے ہیں بلکہ بہتر ہوگا کوٹھی کے کسی ملازم کے ساتھ کتے کو روانہ کرو اور اپنے آدمیوں کے ساتھ دور سے نگرانی کرو۔ بظاہر ایسا لگے کہ ملازم کتے کو ٹہلانے نکلا ہوا ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔"

"جب براؤن باہر نکلنے لگے تو مجھے بھی اطلاع کرنا میں کوٹھی کے پاس ہی موجود رہوں گا۔"

عبداللہ نے آدھے گھنٹے بعد مجھے اطلاع دی۔ "کتا کوٹھی سے نکل گیا ہے۔"

میں نے بائیک عبداللہ کی کوٹھی کی گلی کی طرف موڑ دی لیکن میں گلی میں داخل ہونے کے بجائے میں باہر ہی رک گیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ میں نے وسیم اور عبداللہ سے مدرسے سے نکلنے والی لڑکیوں کا روٹ پوچھا نہیں تھا کہ وہاں کہاں سے گزرتی تھیں۔ میں نے عبداللہ کے بجائے وسیم سے رابطہ کیا۔

"لڑکیاں کن گلیوں سے گزرتی ہیں؟"

وسیم نے مجھے سمجھایا کہ لڑکیاں کہاں سے گزرتی تھیں۔ براؤن کو بھی ان ہی گلیوں میں گھمانے کا ارادہ تھا۔ یہ تو طے تھا اگر سویرا اسی علاقے میں تھی تو ان ہی گلیوں میں کہیں تھی جہاں سے لڑکیاں گزرتی تھیں۔ یہ کل چار گلیاں تھیں ان کے علاوہ باقی گلیاں بند تھیں یا راستے میں نہیں آتی تھیں۔ میں دوسری گلی میں آیا تو مجھے دور سے براؤن نظر آ گیا جو عبداللہ کے ایک ملازم کے ساتھ فٹ پاتھ سونگھتا ہوا جا رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے سویرا کی بو مل رہی ہو۔ اچانک اس نے ملازم کو زنجیر سمیت کھینچنا شروع کر دیا۔ میں نے وسیم سے کہا۔ "ایسا لگ رہا ہے براؤن کو بو مل رہی ہے۔"

"میں باہر ہوں گلیوں میں نہیں آ سکتا آپ مجھے باخبر رکھئے گا جیسے ہی کوئی پروگریس ہو میں اپنے آدمیوں سمیت آ جاؤں گا۔"

میری نظر براؤن پر تھی۔ وہ فٹ پاتھ سونگھتا ہوا تیزی سے آگے جا رہا تھا۔ عبداللہ اور اس کے آدمی باہر آگئے تھے اور ایک مخصوص فاصلے سے کتے کی نگرانی کر رہے تھے۔ وسیم نے کہا۔ ''مجھے خیال نہیں آیا اس پریشانی میں، آپ نے شہلا سے بریف کیس حاصل کر لیا؟''

''حاصل کر لیا اور ضائع بھی ہو گیا۔''

''کیا مطلب؟''

میں نے مختصراً اسے خود پر گزرنے والی سنائی وسیم بولا۔ ''جناب یہ فتح خان کی حرکت لگ رہی ہے خود شہلا میں اتنی ہمت نہیں ہے۔''

''ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ فتح خان کی حرکت ہے لیکن بریف کیس مجھے شہلا نے دیا ہے اور جس انداز سے دیا اس سے صاف لگ رہا تھا کہ اس کو معلوم تھا بریف کیس میں بم ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ بے خبر ہو۔''

وسیم قائل ہو گیا۔ ''جی اور بم کا ٹائمر بھی اسی نے چلایا ہو گا ورنہ پہلے سے ٹائمر آن کر کے لانا ممکن نہیں ہے۔''

''بالکل یہی ہوا ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ فتح خان اس کے پیچھے ہے تب بھی وہ اس کے ساتھ ہے اور اگر میں مارا جاتا تو وہ قتل میں برابر کی شریک ہوتی۔''

''شہباز صاحب میرے خیال میں ان لوگوں کو بہت رعایت دے دی گئی ہے۔'' وسیم سنجیدگی سے بولا۔

''اب اگر یہ ہاتھ آئیں تو......''

''اس کی بعد میں دیکھی جائے گی پہلا مسئلہ تو سویرا کی بازیابی ہے۔''

اس دوران میں براؤن گلیوں سے نکل کر بڑی سڑک پر آ گیا تھا۔ اس سے ذرا آگے کمرشل ایریا تھا جہاں وسیم موجود تھا اور اس سے آگے بس اسٹاپ تھا۔ براؤن کا رخ اسی طرف تھا۔ مجھے ایک خدشہ ہوا سویرا یہاں نہیں تھی دشمن اسے کسی طریقے سے نکال کر لے گئے تھے اور اس کے لیے انہوں نے بس اسٹاپ والا راستہ اختیار کیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ سینکڑوں برقع پوش طالبات میں کسی ایک عورت کا سراغ لگانا ناممکن تھا۔ اگر سویرا کو لے جانے والی کوئی عورت ہو اور اس نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا ہو تو برابر میں چلنے والی کو بھی اصل صورت حال کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک یا دو مسلح عورتیں نہایت آسانی سے سویرا کو نکال کر لے گئی ہوں گی۔ براؤن جیسے جیسے بس اسٹاپ کی طرف جا رہا تھا میرے اس خدشے کی تصدیق ہوتی جا رہی تھی۔ براؤن کا انداز جارحانہ تھا جیسے اسے سویرا کی بو مل رہی ہو۔ کمرشل ایریا میں موجود وسیم نے براؤن اور اس کے آگے پیچھے چلنے والی پارٹی کو دیکھ لیا تھا اس نے مجھ سے کہا۔

''یہ تو بس اسٹاپ کی طرف جا رہا ہے۔''

''کچھ دیر پہلے مجھے خیال آیا کہ اگر ایک یا دو مسلح عورتیں برقع پوش ہو کر سویرا کو گن پوائنٹ پر لے جائیں تو اس جگہ سے نکلنے کا سب سے آسان راستہ یہی بس اسٹاپ ہو سکتا ہے بیک وقت سو سے زیادہ لڑکیاں یہاں موجود ہوں گی اور ان میں سویرا کو تلاش کرنا تقریباً ناممکن ہو گا۔ اغوا کرنے والیاں اسے کسی ویگن یا بس میں بٹھا

کر نکل گئی ہوں گی اور آگے اتار کر کسی گاڑی میں بٹھالیا ہوگا۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ انہوں نے سویرا کو شناخت کیسے کیا۔ کیا وہ صرف سویرا کے لیے آئے تھے یا جو ہاتھ لگے اسے لے جانا تھا؟"

"میرا خیال ہے وہ کسی کو بھی لے جانے کے لیے آئے تھے۔" میں نے کہا۔ "اتفاق سے سویرا ان کے ہاتھ آگئی۔"

"آپ کی بات درست لگ رہی ہے۔" وسیم بولا براؤن بس اسٹاپ تک پہنچ گیا تھا اور وہاں یوں کھڑا تھا جیسے سوچ رہا ہو کہ اب کہاں جائے۔ شاید بو کا سلسلہ یہاں پہنچ کر رک گیا۔ ظاہر ہے اس سے آگے سویرا کسی بس یا ویگن میں گئی ہوگی اور بو غائب ہوگئی تھی۔ کچھ دیر بعد عبداللہ براؤن تک پہنچ گیا اور اس کے ساتھ ملازم سے بات کرنے لگا۔ میں نے بائیک گرین بیلٹ کے ساتھ روک دی تھی۔ رات ہوتے ہی یہاں سناٹا چھا گیا تھا اور دیر بعد کوئی گاڑی گزرتی تھی۔ ہاں مین روڈ سے گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ پھر براؤن اور اس کے ساتھ کی پارٹی واپس آنے لگی۔ میں نے وسیم کی کال کاٹ کر عبداللہ کو کال کی۔

"کیا ہوا ہے؟"

"براؤن کو بو نہیں مل رہی ہے۔"

"یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے؟"

"جی کوٹھی کا یہ ملازم اتفاق سے کتوں کا بھی ماہر ہے اور اسے کتے سنبھالنا آتے ہیں اس لیے میں اس کی بات ماننے پر مجبور ہوں اس کا کہنا ہے کہ کتے کو یقینی طور پر بو ملی تھی اور سویرا بی بی کو اس بس اسٹاپ تک لایا گیا تھا اس سے آگے وہ کسی گاڑی میں بٹھا کر لے جائی گئی ہیں اس لیے آگے بو نہیں مل رہی ہے۔"

"اگر براؤن کو اسی طرح گھمایا جائے جیسے مجھے تلاش کرنے کے لیے گھمایا جا رہا تھا۔"

"میں یہی کرنے جا رہا ہوں میں نے گاڑی تیار کرنے کو کہہ دیا ہے یہ ملازم ساتھ جائے گا اور چار مسلح افراد ہوں گے ایک بیک اَپ گاڑی تیار رہے گی۔" عبداللہ نے تفصیل سے بتایا۔

"ٹھیک ہے ایک دو آدمیوں کو چھوڑ کر باقی کو واپس بلالو۔ میں اور ایاز واپس جا رہے ہیں۔ وسیم کو یہیں رہنا چاہیے۔"

"شہباز صاحب میں سویرا بی بی کو واپس لانے کی پوری کوشش کروں گا۔" عبداللہ کے لہجے میں ندامت تھی۔

"اس میں تمہارا یا کسی کا بھی کوئی قصور نہیں ہے۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "تم نے اپنے طور پر بہترین انتظامات کیے تھے۔ یہ سب ہمارے نصیب میں ہے۔"

"جناب اگر یہ کام مرشد کا ہے تو وہ لازمی آپ سے رابطہ کرے گا۔"

اس وقت میں نے دل سے دعا کی کہ کاش یہ کام مرشد کا نہ ہو۔ ورنہ سویرا کی عزت و آبرو کے ساتھ واپسی کا امکان نہ ہونے کے برابر رہ جاتا۔ "میں جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "شہلا والا معاملہ بھی گڑبڑ نکلا۔"

"جی مجھے وسیم صاحب نے بتایا ہے میرا آدمی اس کی کوٹھی کی نگرانی کر رہا ہے۔"

''اس کے معمولات پر کڑی نظر رکھو اس سے بعد میں نمٹیں گے۔''

ایاز نے یہیں رکنے کے لیے کہا تھا وہ اس ٹیم کے ساتھ جانا چاہتا تھا جو براؤن کی مدد سے سویرا کا سراغ لگاتی۔ ورنہ بیک اپ ٹیم میں شامل ہوتا۔ مجھے خیال آیا میں نے وسیم کو کال کی۔ ''نادر والی کوٹھی کی نگرانی بڑھا دو اور وہاں کوئی سرگرمی ہو تو مجھے بتانا۔''

''میں ابھی وہاں موجود اپنے آدمی سے بات کرتا ہوں۔''

فارم ہاؤس کی طرف جاتے ہوئے میں نے دل ہی دل میں عہد کیا کہ اگر یہ کام مرشد کا ہے تو اسے اس کا تاوان دینا پڑے گا۔ سویرا کا معمولی سا نقصان بھی اس کے لیے نا قابلِ تلافی نقصان کی وجہ بن جائے گا۔ فارم ہاؤس پر سفیر میرا منتظر تھا اس نے خاموشی سے مجھے گلے لگا لیا اور پھر اندر لے آیا۔ ''چل کھانا کھا لے بھوکا ہوگا۔''

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' میں نے صوفے پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہا لیکن سفیر اندر چلا گیا تھا کچھ دیر بعد وہ کچن سے ٹرے اٹھائے نمودار ہوا جس میں پنیر اور انڈوں سے بنے سینڈوچز کے ساتھ کافی تھی۔ اس بار میں نے انکار نہیں کیا اور خاموشی سے کھانے لگا۔ مانی بھی آ گیا تھا اور خاموش بیٹھا تھا۔ میں نے کھانا ختم کیا تو سفیر نے کہا۔ ''اب تُو سو جا۔''

''یار مجھے نیند نہیں آئے گی۔''

''آ جائے گی ابھی میں جاگ رہا ہوں اور یہ مانی تو ہے ہی اُلو......''

''سفیر بھائی۔'' اس نے احتجاج کیا۔

''میرا مطلب تمہارات بھر جاگتا ہے۔'' سفیر نے ڈھٹائی سے کہا۔ ''اُلو بھی رات کو جاگتا ہے۔''

''وہ تو میاں بیوی بھی جاگتے ہیں تو کیا وہ اُلو ہوتے ہیں۔'' مانی نے سوچے بغیر کہا اور جب اسے احساس ہوا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے تو وہ بوکھلا کر وہاں سے بھاگ گیا سفیر نے خفت سے کہا۔

''گدھا کہیں کا۔''

اس چھوٹے سے مزاحیہ ایکٹ سے میرے ذہن پر طاری اداسی کا بوجھ اترا نہیں تھا لیکن کسی قدر کم ضرور ہو گیا تھا۔ سفیر نے مجھے زبردستی باتھ روم میں دھکیل دیا کہ میں گرم پانی سے غسل کروں اور جب میں غسل کر کے آیا تو اس نے زبردستی ہی مجھے ایک گلاس گرم دودھ دیا۔ میں سچ مچ سکون والی کیفیت میں آ گیا تھا اور جب لیٹا تو کچھ دیر بعد نیند میرے ذہن پر غلبہ پا چکی تھی۔ پھر سویرا نے مجھے اٹھایا۔ میں دنگ رہ گیا تھا۔ ''سویرا تم یہاں ہو یا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔''

''میں یہاں ہوں آپ کے پاس۔'' وہ بولی تو میں نے یقین کرنے کے لیے اس کے ریشم جیسے نرم وجود کو بانہوں میں سمیٹ لیا۔ مجھے لگا جیسے رنگوں اور خوشبوؤں سے سجا وجود مجھ میں سما گیا ہو۔ وہ شرما کر گنگنائی۔

''اب آپ کو یقین آ گیا۔''

''ہاں لیکن تم کہاں چلی گئی تھیں؟''

''میں کہیں نہیں گئی تھی یہیں تھی آپ کے پاس۔''

''اب کہیں نہیں جاؤ گی؟''

"کہیں نہیں۔" اس نے یقین دلایا۔ "کبھی بھی نہیں۔"

میں سویرا کو تھامے رکھنا چاہتا تھا لیکن وہ خود میری بانہوں سے نکلنے لگی میں نے روکنے کی کوشش کی اور ناکامی پر سویرا سے کہا۔ "تم مجھ سے دور ہو رہی ہو۔"

"میں کیا کروں۔" وہ بے بسی سے بولی۔ "میں خود سے نہیں ہو رہی ہوں کوئی اور طاقت ہے۔"

میں نے سویرا کا رنگین آنچل پکڑنا چاہا لیکن وہ اس کے وجود جتنا ریشمی نکلا اور میری انگلیوں سے پھسلتا چلا گیا تھا۔ سویرا نہ جانے کہاں چلی گئی میں اسے پکارتا رہ گیا اور پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ میرا جسم پسینے میں شرابور تھا اور گلا پیاس سے خشک ہو رہا تھا میں نے برابر میں رکھا پانی کا جگ اٹھایا اور ایک ہی سانس میں اسے خالی کر دیا۔ خنک پانی نے میری جسمانی حدت کو کم کر دیا اور رفتہ رفتہ میں پُرسکون ہوتا چلا گیا۔ صبح کا وقت ہو گیا تھا اور دور کہیں مؤذن اللہ کی کبریائی بیان کر رہا تھا۔ میں نے اٹھ کر وضو کیا اور جائے نماز بچھا کر اللہ کے حضور کھڑا ہو گیا۔ وہ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے سب اس کے اختیار میں ہے۔ انسانوں کی زندگی و موت اس کے اختیار میں ہے۔ نماز پڑھ کر میں نے اس سے سویرا کے لیے زندگی اور عزت مانگی۔ دعا مانگ کر مجھے ہمیشہ کی طرح سکون ملا تھا۔ اندر سے ایک یقین سا آ گیا تھا کہ اللہ نے میری سن لی ہے۔ میں نیچے آیا تو خلاف توقع سفیر کو جاگتے پایا۔ البتہ مانی سو رہا تھا۔ "تُو جاگ رہا ہے۔"

"آج تو سب ہی جاگ رہے ہیں۔" وہ بولا۔

"کوئی رپورٹ آئی ہے؟"

"نہیں...... اس وقت بھی عبداللہ کے آدمی براؤن کو لے کر گھوم رہے تھے لیکن براؤن تھک گیا تھا اور اس کا کام کا موڈ نہیں تھا اس لیے واپس کوٹھی آ گئے ہیں۔"

"مرشد یا کسی اور نے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہے؟"

"نہیں البتہ عبداللہ کا جو آدمی شہلا کی کوٹھی کی نگرانی کر رہا ہے اس نے رپورٹ دی ہے کہ واپس نہیں آئی ہے۔"

"فی الحال وہ واپس بھی نہیں آئے گی۔"

"ویسے میں سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہ تجھے قتل کرنے کی کوشش کرے گی۔"

"شاید فتح خان اور شہلا سمجھ رہے ہیں کہ سویرا کو اغوا کر کے انہوں نے مجھے اپنا جانی دشمن بنا لیا ہے اس لیے اس سے پہلے میں ان پر وار کرتا انہوں نے مجھ پر وار کر دیا۔ خاص طور سے فتح خان جیسے لوگ دشمن نہیں پالتے ہیں وہ ان سے پہلی فرصت میں چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں۔"

"ممکن ہے۔" سفیر نے کہا۔ "ہاں ایک کال اور آئی تھی ایمن کی طرف سے اس نے کہا ہے کہ تم اس سے رابطہ کر لو۔"

"عبداللہ کی کوٹھی پر آئی تھی کال؟"

"ہاں اس نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ کس نمبر پر رابطہ کرنا ہے۔"

مجھے خیال آیا کہ اگر ایمن نے کال کی تھی تو یقیناً کوئی خاص بات ہو گی۔ "یار کافی بنا دے تقدیر کی طرح

سیاہ اور روزگار ایام کی طرح تلخ۔"

"رات سے جاگ رہا ہوں۔" اس نے فریاد کی۔

"بیٹے مانی کی بات بھول گیا۔" میں نے اوپر جاتے ہوئے اسے یاد دلایا۔ اوپر آ کر میں نے نوٹ بک آن کی اور ویب سائٹ پر جا کر ایمن کا نمبر ملایا۔ صبح کے ساڑھے سات بج رہے تھے لیکن مجھے امید تھی کہ ایمن عام انگریزوں کی طرح سحر خیز ہوگی۔ میرا اندازہ درست نکلا جب اس نے دوسری بیل پر کال ریسیو کر لی۔

"شہباز یہ تم ہو۔" اس نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"ایمن کیسی ہو تم؟"

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ بولی۔ "بم بلاسٹ ہونے میں چار دن کا وقت رہ گیا ہے۔"

"یعنی ماہرین جیکٹ کھولنے یا بم کو ناکارہ بنانے میں ناکام رہے ہیں؟" میں پریشان ہو گیا۔

"ہاں۔" وہ سکون سے بولی۔ "برطانیہ سے آنے والے ماہرین نے متفقہ طور پر فیصلہ دیا ہے کہ جیکٹ کو ناکارہ بنانے کی کوشش کرنا نہایت رسکی ہے اور نوے فیصد امکان ناکامی کا ہے۔"

"تب برٹش حکومت نے تاوان دینے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا لیکن مجھے میرے وکیل سے پتا چلا ہے کہ ڈیوڈ شا اس معاملے میں ملوث ہو چکا ہے اور وہ تاوان دینے کی مخالفت کر رہا ہے۔"

"اس نے تو ایسا کرنا ہی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ برٹش حکومت اپنی ایک شہری کی جان بچانے کے لیے کیا کر رہی ہے؟"

"شہباز مجھے لگ رہا ہے یہ لوگ نہیں مانیں گے ورنہ اب تک کم سے کم فتح خان سے بات چیت تو شروع کر سکتے تھے۔"

مجھے یاد آیا کہ فتح خان نے تاوان کی ادائیگی کا معاملہ طے کرنے کے لیے رابطے کا طریقہ کار نہیں بتایا تھا۔

"فرض کرو اگر حکومت تاوان دینے پر آمادہ ہو جاتی ہے تو فتح خان سے رابطہ کس طرح لیا جائے گا؟"

"اس نے ایک خط سفارت خانے بھیجا ہے اس میں کہا ہے اگر برطانوی حکومت [illegible] پر آمادہ ہے تو وہ مقامی ٹی وی چینلو پر برٹش سفارت خانے میں اتوار کو ہونے والے [illegible] کی خبر چلوا دے لیکن مجھے امید نہیں ہے کہ اس کی نوبت آئے گی۔"

"ایمن اگر برٹش حکومت تیار نہ ہوئی تو میں فتح خان سے بات کروں گا۔"

"تم کیا بات کرو گے؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"ابھی سوچا نہیں ہے لیکن میں تمہیں مرتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"سچ۔" وہ خوش ہو گئی۔ "تمہارے دل میں میرے لیے جگہ ہے؟"

"ایمن میں نے تم کو ہمیشہ اپنی اچھی دوست سمجھا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "میں جانتا ہوں تم مجھے پسند کرتی ہو لیکن تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں تمہارے جذبات کا جواب اس طرح نہیں دے سکتا ہوں۔"

وہ کچھ دیر کے لیے چپ ہوئی تھی پھر اس نے کہا۔ "ہاں میں سمجھتی ہوں میرے لیے یہ بھی بہت ہے کہ تم

میرے لیے فکر مند ہو اور مجھے مرتا نہیں دیکھ سکتے۔"

"میں فتح خان سے بات کرتا ہوں کیونکہ وقت کم رہ گیا ہے۔"

"پلیز مجھ سے کچھ دیر بات کرو میرا دل گھبرا رہا ہے۔" اس نے التجا کی۔ "شاید میرا وقت پورا ہونے والا ہے اور اس دنیا میں ایسا کوئی نہیں ہے جس سے میں آخری وقت میں بات کرنا چاہوں گی۔"

"تمہاری ماں ہے؟"

"ہے لیکن آخری بار میں نے بارہ سال کی عمر میں اسے دیکھا تھا۔" ایمن کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ "اس نے پاپا سے طلاق لے لی تھی اور پھر امریکہ چلی گئی۔ اس کے بعد اس نے ہم سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔"

میرا دل بوجھل ہو گیا یہ مغرب کا المیہ تھا وہاں رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ میں ماں باپ کے رشتے بھی شامل ہو گئے تھے۔ ہمارے ہاں اب بھی یہ تصور محال ہے کہ کوئی ماں اپنی اولاد سے لاپروا ہو جائے اور اسے چھوڑ کر چلی جائے۔ اسی لمحے میرے موبائل پر کال آنے لگی۔ میں نے موبائل دیکھا اور اچھل پڑا تھا کیونکہ کال سویرا کی تھی۔ میں ایمن کو بھول گیا اور بے تابی سے کال ریسیو کی۔ "سویرا تم کہاں ہو......؟ تم ٹھیک تو ہو......؟"

"سویرا۔" ایمن نے حیرت سے کہا۔ "یہ تم اس سے بات کر رہے ہو۔"

ایمن سے میں ہینڈ فری سے بات کر رہا تھا۔ مگر میں نے اس کی بات سنی نہیں تھی۔ میں موبائل کی طرف متوجہ تھا۔ "سویرا تم بول کیوں نہیں رہی ہو...... پلیز کچھ تو بولو...... تم ٹھیک ہو نا؟"

"میں سویرا نہیں ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا تو میرا خون کھینچ کر سر میں آ گیا تھا لمحوں میں، مَیں جیسے آگ میں جلنے لگا تھا۔

"فتح خان۔" میں نے کہا تو مجھے اپنی آواز خود اجنبی لگی تھی۔ "سویرا کہاں ہے؟"

"اس کا فکر مت کرو وہ اپنی جگہ پر ہے آرام اور عزت کے ساتھ۔"

"بکواس مت کرو...... اس کا فون تمہارے پاس ہے تو وہ کیسے ٹھیک ہو سکتی ہے۔"

"شہباز خانا اپنا دماغ ٹھنڈا رکھو۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہے وہ بالکل آرام اور سکون سے حویلی میں ہے۔"

"میری حویلی میں......؟" میں نے بے یقینی سے کہا۔

"ہاں میں اسے وہاں چھوڑ آیا ہوں۔ ادھر سے سیدھا حویلی لے گیا تھا رات میں بھی وہیں رہا جب صبح میرا ساتھی آیا تو میں وہاں سے نکل آیا۔"

مجھے لگا جیسے میری عقل خبط ہو کر رہ جائے گی۔ فتح خان نے سویرا کو اغوا کیا اور وہ اسے فوراً ہی حویلی بھی چھوڑ آیا لیکن اس نے ایسا کیوں کیا۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا لیکن میں نے بہتر سمجھا کہ پہلے حویلی کال کر کے تصدیق کر لوں۔ "فتح خان میں حویلی کال کر کے تم سے بات کرتا ہوں۔"

میں نے کال کاٹی اور ایمن سے کہا۔ "تم نے سن لیا ہو گا یہاں ایک مسئلہ ہے سویرا کل سے غائب تھی اسے فتح خان لے گیا تھا اور اس نے میری حویلی پہنچا دیا ہے میں اس کے بیان کی تصدیق کرنے جا رہا ہوں تم ذرا ہولڈ رکھو۔"

"نہیں تم اطمینان سے یہ کام کرو مجھ سے بعد میں بات کرنا تم نے بتایا نہیں تھا کہ تم اتنے پریشان ہو۔

اوکے بائے۔"

میں نے حویلی کا نمبر ملایا اور دھڑکتے دل کے ساتھ بیل جانے کی آواز سنتا رہا۔ کچھ دیر بعد بابا نے کال ریسیو کی۔"ہیلو۔"

"بابا میں بات کر رہا ہوں۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔"سویرا ٹھیک ہے نا؟"

"اللہ کا شکر ہے۔" بابا بولے تو میرے رویں رویں نے یہی الفاظ کہے تھے۔

"بابا اس سے بات ہو سکتی ہے؟"

"ہاں رکو میں بلاتا ہوں۔" وہ بولے اور شاید ملازمہ سے کہا پھر بولے۔"تم ٹھیک ہو نا؟"

"جی بابا بس مسئلے سمٹنے کا نام نہیں لے رہے ہیں۔"

"بیٹے تم خود نہیں سمیٹ رہے ہو۔ چاہو تو ملک سے باہر چلے جاؤ ان مسئلوں سے جان چھڑالوں۔"

"نہیں بابا میں میدان چھوڑ کر بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" میں نے انکار کر دیا۔"پھر دشمن آپ سب کے اور میرے ساتھیوں کے پیچھے بھی ہے وہ سب تو نہیں جا سکتے اور میں بھی آپ کو اور ان سب کو نہیں چھوڑ سکتا۔"

"میں سمجھتا ہوں پتر۔" بابا نے گہری سانس لی۔"لے سویرا آ گئی ہے اس سے بات کر۔"

بابا شاید اسے ریسیور دے کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ اس کی بھرائی آواز آئی۔"آپ...... آپ ٹھیک ہیں نا......؟"

"تمہاری آواز سن کر پھر سے جی اٹھا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔"سویرا کیا ہوا تھا؟"

"وہ جو کسی نے سوچا بھی نہیں تھا۔ میں کوٹھی سے نکل کر جاتی لڑکیوں میں شامل ہوئی تھی ہم تینوں کو الگ رہنا تھا۔ فتح خان نے اسی کا فائدہ اٹھایا۔ وہ خود بھی برقع میں تھا۔"

"فتح خان......؟" میں دنگ رہ گیا۔"برقع میں اس نے اپنی جسامت کیسے چھپائی؟"

"ہاں میں بھی حیران رہ گئی تھی جب اس نے پاس آ کر پستول میری کمر سے لگایا اور اپنا تعارف کرایا۔ اس نے دھمکی دی کہ میں نے ذرا بھی آواز نکالی تو بلا تامل مجھے شوٹ کر دے گا۔ میں جانتی ہوں وہ ایسا ہی کرتا اس لیے میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ برقع میں وہ بس ذرا ایک موٹی اور چھوٹے قد کی لڑکی لگ رہا تھا۔"

"تم نے ٹھیک کیا وہ واقعی تمہیں شوٹ کر دیتا۔"

"لیکن میں نے صرف اس وجہ سے اس کی بات نہیں مانی تھی۔ شہباز میں عورت ہوں اور میری نسوانی حس نے مجھے بتایا کہ فتح خان ذاتی طور پر کیسے ہی کردار کا مالک سہی لیکن مجھے اس سے خطرہ نہیں ہے۔ ورنہ شاید میں اس کے ساتھ جانے کے بجائے مرنے کو ترجیح دیتی۔"

"وہ تمہیں بس اسٹاپ کی طرف لے گیا تھا؟"

"ہاں اس نے چالاکی سے کام لیا۔ زیادہ لڑکیاں اسی طرف جا رہی تھیں وہ بھی مجھے لے کر وہیں پہنچ گیا لیکن بس یا ویگن میں سوار نہیں کیا تھا وہاں ایک ٹیکسی پہلے سے موجود تھی ہم اس میں بیٹھے اور وہ روانہ ہو گئی۔ کچھ دور جا کر فتح خان نے ٹیکسی رکوائی اور مجھے لے کر اتر گیا وہاں ایک گاڑی کھڑی تھی اس نے مجھے اس میں بٹھایا اور

خود ڈرائیو کرنے لگا اس نے برقع اتار دیا تھا۔"

"وہ تمہیں حویلی لے گیا؟"

"ہاں سیدھا حویلی کی طرف گیا تھا۔ مسلسل چار گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ہم حویلی پہنچ گئے تھے۔ رات کے دس بج رہے تھے۔ فتح خان نے حویلی کے پاس پہنچ کر پھر سے برقع پہن لیا اور اس نے کہا کہ میں حویلی کے گارڈ سے، بات کروں وہ بولتا تو اس کا راز کھل جاتا۔"

"فتح خان نے تمہیں بتا دیا تھا وہ تمہیں حویلی لے جا رہا ہے؟"

"ہاں اس نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہی بتا دیا تھا اور نہ جانے کیوں مجھے اس کے الفاظ پر اسی وقت یقین بھی آ گیا تھا۔ حویلی پہنچ کر میں نے گارڈز سے بات کی اور پھر انٹرکام پر اندر بابا سے بات کی تو انہوں نے گارڈز سے کہہ دیا کہ ہمیں اندر آنے دیا جائے۔ اندر پہنچ کر فتح خان سامنے آ گیا۔ اندر صرف بابا، ماں جی اور ایک ملازمہ تھی۔ بابا نے اسے فتح خان کے کہنے پر چھٹی دے دی۔ فتح خان نے اندر پہنچتے ہی پستول نکال لیا تھا۔ میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وہ اندر کیوں آیا وہ چاہتا تو مجھے باہر سے چھوڑ کر چلا جاتا۔"

"اس نے سب کو یرغمال بنا لیا تھا؟"

"ہاں ساری رات اس نے ہمیں ایک کمرے میں بند رکھا تھا۔ میرا مطلب ہے مجھے اور ماں جی کو ایک کمرے میں بند رکھا تھا اور خود بابا کے ساتھ بیٹھک میں رہا۔ صبح وہ چلا گیا۔"

"بابا نے اسے کیسے جانے دیا؟"

"یہ میں نہیں جانتی، صبح بابا نے کمرے کا دروازہ کھولا اور ہمیں بتایا کہ وہ جا چکا ہے۔"

"تمہارا موبائل اس کے پاس ہے۔"

"صرف سم ہے، موبائل اس نے ٹیکسی میں بیٹھنے سے پہلے مجھ سے لے کر آف کر دیا تھا اور بعد میں سم نکال کر مجھے واپس کر دیا۔"

فتح خان شروع سے مجھے حیران کرتا آیا تھا اور ہر بار جب وہ کوئی غیر متوقع کام کر جاتا تو میں سوچتا کہ اب وہ مجھے حیران نہیں کر سکے گا لیکن اگلی بار وہ پھر حیران کر دیتا تھا۔ میں سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس نے اتنی زحمت کس خوشی میں کی کہ پلاننگ کر کے سویرا کو لے گیا اور پھر اسے حویلی پہنچا دیا۔ کیا ہیروں سے ہمیشہ کے لیے محرومی نے پاگل کر دیا تھا۔ یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا تھا کہ اس نے ہماری پلاننگ جاننے کے بعد اس کا توڑ نکالا اور پھر نہایت کامیابی سے سویرا کو لے کر نکل بھی گیا۔ اس سے سویرا کو کوئی نقصان نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "سویرا اب اس واقعے کا کسی سے ذکر نہیں کرنا ہے کہ یہ کام فتح خان نے کیا ہے۔"

"آپ کے ساتھیوں سے بھی نہیں؟"

"ان سے میں کوئی بات نہیں چھپاتا ہوں میری بابا سے بات کراؤ۔"

"شہباز میں...... آپ سے پھر دور ہو گئی ہوں۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

میں نے اسے تسلی دی۔ "یہ دوری عارضی ہے، بس کچھ عرصے کی، اللہ نے چاہا تو ہم جلد ایک دوسرے کے پاس ہوں گے۔"

''میں آپ کا انتظار کروں گی۔'' اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''اللہ حافظ...... میں بابا کو بھیجتی ہوں۔''

''اللہ حافظ۔'' میں نے کہا۔ کچھ دیر بعد بابا لائن پر تھے۔

''بابا سویرا کے غائب ہونے اور واپس آنے کے بارے میں کتنے لوگوں کو پتا ہے۔''

''مجھے اور تمہاری ماں کو۔''

میں نے سکون کا سانس لیا۔ ''بس یہ بات آپ تک ہی محدود رہے۔''

''تم فکر مت کرو برخوردار۔'' وہ نرمی سے بولے۔ ''حویلی کے معاملات دیکھنا میرا کام ہے۔ میں نے اب تک صغراں اور شمی کو روکا ہوا تھا کل ہی انہیں حویلی بلوا لیتا ہوں۔''

''یہ ٹھیک رہے گا سویرا نے مشکل وقت دیکھا ہے اس کا دل بہلانے کی ضرورت بھی ہے۔ فتح خان کب تک رہا تھا؟''

''وہ فجر کے بعد نکلا تھا موبائل پر اس کی کال آئی اس کے ساتھی آ گئے تھے اور وہ مجھے خبردار کر کے نکلا کہ اگر اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی گئی تو یہاں بہت خون خرابہ ہوگا۔ میں نے اسے جانے دیا۔''

''آپ نے بالکل ٹھیک کیا۔''

''میں نے حویلی کے پیچھے کا میدان صاف کرا دیا ہے اور وہاں زمین سیدھی کرا رہا ہوں دشمن دونوں بار اسی طرف سے حویلی میں داخل ہوا ہے۔''

''یہ آپ نے اچھا کیا۔ بلکہ اس پر کاشت بھی شروع کرا دیں تو زیادہ اچھا ہوگا۔''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کچھ لوگ پہلے بھی زمین مانگتے رہے ہیں آباد کرنے کے لیے......''

میں نے ماں جی سے بھی بات کی وہ سویرا کی باعزت اور باحفاظت واپسی پر خدا کا شکر ادا کرتے نہیں تھک رہی تھیں۔ ''پتر شہباز اب یہ ہمارے پاس تیری امانت ہے۔''

''نہیں ماں جی یہ آپ کی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''آپ کی دعائیں ہی اسے واپس لائی ہیں۔''

ماں جی سے بات کرتے ہوئے میرا فون بند کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن ابھی فتح خان سے بات بھی کرنی تھی اس لیے دل پر جبر کر کے میں نے کال ختم کی۔ میرے پاس بیلنس کم رہ گیا تھا اس لیے میں نے انٹرنیٹ اکاؤنٹ سے فتح خان کو کال کی سویرا والے نمبر پر لیکن اس نے ریسیو نہیں کی۔ پھر میں نے اپنے نمبر سے کال کی۔ اس نے ریسیو کر لی۔

''فتح خان بغیر نمبر کے میں کال کر رہا ہوں ریسیو کرو۔''

''ٹھیک ہے میں سمجھا کوئی اور ہے۔''

میں نے انٹرنیٹ سے کال کی تو فتح خان نے ریسیو کر لی۔ ''تمہاری تسلی ہو گیا؟''

''ہاں سویرا خیریت سے ہے اور اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں لیکن فتح خان میں سمجھنے سے قاصر ہوں تم نے ایسا کیوں کیا؟''

''اس کا دو وجہ ہے جو اصل میں ایک ہے۔'' اس نے کہا۔ ''پہلا وجہ یہ کہ سویرا کو حویلی سے میں لایا تھا اس

لیے میرا ذمے واری تھا اس کو واپس ادھر چھوڑ کر آئے۔ دوسرا مرشد بھی اس چکر میں تھا اور اگر وہ کامیاب ہو جاتا تب بھی تم میرے پر شک کرتا اس لیے میں نے سوچا سویرا کو حویلی پہنچا دے تا کہ میں بری الذمہ ہو جائے۔''

''اور اس کا مقصد؟'' میں نے ملائمت سے پوچھا۔''تم کوئی کام صرف اللہ واسطے۔ یا اخلاقی ذمے داری سمجھ کر یا بلا مقصد نہیں کر سکتے ہو۔''

''تم نے ٹھیک سمجھا ہے۔'' وہ بولا۔''شہباز خانا اب تم میرے لیے کام کرے گا مجھے ایمن کا تاوان دلوائے گا۔''

''تم بھول رہے ہو برٹش حکومت میں میرا کوئی چاچے یا مامے کا پتر شامل نہیں ہے۔ وہ میری بات کیوں ماننے لگے۔''

''تم میری طرف سے ان سے بات کرے گا اور ان کو قائل کرے گا کہ وہ تاوان دیدے ورنہ اس کا شہری مر جائے گا۔''

''اس معاملے کو تقریباً تین دن گزر چکے ہیں۔ ابھی تک برٹش حکومت کی طرف سے ایسا کوئی ردِ عمل سامنے نہیں آیا ہے کہ وہ تمہیں تاوان ادا کرنے کا سوچ رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے تب ایمن نہیں بچے گا۔''

میں نے اسے یاد دلایا۔''فتح خان تم بھول رہے ہو ایمن میری دوست بھی ہے اور میں اس کی موت کو آسانی سے برداشت نہیں کروں گا۔''

''مت کرو۔'' وہ لاپروائی سے بولا۔''تم ابھی کوشش کر دا اپنا موبائل نمبر آن رکھنا میں سویرا والے نمبر سے تم کو کال کرے گا۔'' اس نے کال کاٹ دی۔ میں نے دوبارہ نمبر ملایا لیکن نمبر بند جا رہا تھا۔ میں نے کوشش ترک کر دی اور وسیم کا نمبر ملایا۔

''شہباز صاحب آپ مصروف تھے میں خاصی دیر سے ٹرائی کر رہا ہوں۔''

''ہاں فتح خان اور سویرا سے بات ہو رہی تھی۔''

''فتح خان اور سویرا۔'' وہ شاید اچھل پڑا تھا۔''یہ کام فتح خان کا ہے......؟ سویرا کیسی ہے؟''

میں نے وسیم کو تفصیل سے بتایا اس نے سویرا کے حویلی پہنچنے کا سن کر سکون کا سانس لیا تھا۔''یہ اچھا ہو گیا جناب۔''

''فتح خان نے اس کی ایک وضاحت تو کی ہے اور وہ دل کو لگنے والی بھی ہے لیکن میں اس سے مطمئن نہیں ہوں۔''

''یعنی آپ کے خیال میں فتح خان کا اصل مقصد کچھ اور ہے۔''

''ایسا سمجھنے کی معقول وجوہات ہیں فتح خان کچھ عرصے سے ایسی گھمانے والی چالیں چل رہا ہے جن کا مقصد بہت دیر سے سمجھ میں آتا ہے۔''

''دیکھیے اس کا بنیادی مقصد تو کسی طرح بھی ہیروں یا ان کے مساوی دولت حاصل کرنا ہے۔ باقی چالیں اس مقصد کے آس پاس ہی گھومتی ہیں۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو، اس نے ایمن کو ٹریپ سے نجات دلانے کے عوض تاوان کی بات کرنے کی ذمے داری بھی مجھے دے دی ہے۔''

''شہباز صاحب آپ کے لیے ویسے ہی خاصی مشکلات ہیں میرا نہیں خیال ہے کہ آپ کو کوئی ایسی ذمے داری قبول کرنا چاہیے جس سے آپ حکومتوں کی نظر میں آجائیں۔''

وسیم ٹھیک کہہ رہا تھا اگر میں فتح خان کی طرف سے برٹش حکومت سے بات کرتا تو لازمی بات ہے ان کی نظروں میں بھی فتح خان کا شریک قرار پاتا اور بعد میں اس کے ساتھ میرے خلاف کارروائی بھی ہوتی لیکن دوسری طرف میں ایمن کو بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ میرے ساتھ تھی جب فتح خان نے اسے بارودی جیکٹ پہنائی تھی۔ اس طرح میری ذمے داری بنتی تھی۔ میں وسیم سے اس معاملے میں بحث نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے میں بات گول کر گیا اور اس سے کہا۔ ''تم خواتین اور عبداللہ کو بتا دو۔ ہاں میں نے تم سے نادر والی کوٹھی کی نگرانی کرنے کو کہا تھا۔''

''دو آدمی وہاں ہیں۔ اب تک جو معلومات جمع کی ہیں ان کے مطابق اندر محافظوں سمیت کوئی ایک درجن افراد ہیں۔ ان میں تین چار ملازم بھی ہیں یعنی کم سے کم آٹھ مسلح گارڈز ہیں اور ان کے پاس جدید ترین خود کار اسلحہ صاف نظر آتا ہے میرا اندازہ ہے اندر ان کے پاس مزید بھاری ہتھیار بھی ہو سکتے ہیں۔''

''روزانہ کی آمدورفت کیا ہے؟''

''دو ملازمائیں آتی ہیں کاموں کے لیے، وہ نزدیکی بستی میں رہتی ہیں۔ نادر کو فزیوتھراپی کرانے کے لیے ایک شخص صبح شام آتا ہے۔ اس علاوہ ہر دوسرے دن ایک یا دو کال گرل بھی آتی ہیں۔''

''مختلف آتی ہیں یا کوئی بار بار بھی آتی ہے۔''

''صرف ایک ہے جو اب تک چار بار آچکی ہے۔ میرے آدمیوں نے اس کا گھر بھی دیکھ لیا ہے آبپارہ کی ایک چھوٹی سی کوٹھی میں رہتی ہے۔ ذرا اسٹینڈرڈ کی کال گرل ہے اور ہفتے میں تین چار دن ہی کام پر نکلتی ہے۔''

''میرا خیال ہے سچ مچ کی کال گرل ہے کال پر اس کا کام چلتا ہوگا۔''

''آپ نے ٹھیک کہا۔ خود اور اکیلی جاتی ہے۔ نادر کی کوٹھی پر بھی اکیلی آتی ہے۔''

''ایسا کرو اس کے گھر کو کسی طرح بگ کر دو اس کی مصروفیات پر نظر رکھو۔''

''آپ کا کچھ کر گزرنے کا ارادہ ہے؟''

''ہاں اب ہمیں بھی ذرا حرکت میں آنا چاہیے۔ دشمن شاید ہمیں کمزور سمجھ رہا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''کم سے کم ایک آدمی مستقل اس کال گرل پر لگا دو اس کا نام کیا ہے؟''

''ثمینہ۔'' وسیم نے کہا۔ ''دیکھنے میں کسی قدر ہالی ووڈ کی اداکارہ سینڈرا بلوک کی شباہت آتی ہے۔ رکھ رکھاؤ اور لہجے سے تعلیم یافتہ لگتی ہے۔''

''اس کے الگ سے وصول کرتی ہوگی۔''

''بالکل، لیکن ہے یہ بھی کوٹھے کی پیداوار، میں نے اس کے بیک گراؤنڈ کی تحقیق بھی کرائی ہے۔''

''وسیم یہی ہمیں نادر کی کوٹھی تک لے کر جائے گی۔ تم ایک طرف اس پر کام کرو اور دوسری طرف نادر کی

کوٹھی کے اندر کی سیکورٹی کے بارے میں معلوم کرو۔"

"میں آج ہی اس پر کام شروع کر دیتا ہوں۔"

وسیم سے بات کر کے میں نے عبداللہ کو کال کی اور اسے بھی سویرا کے بارے بتایا۔"عبداللہ اگر کسی موبائل کے استعمال کی لوکیشن کے بارے میں معلوم کرنا ہو تو......؟"

"ایک صاحب ہیں پی ٹی اے میں اعلیٰ افسر ہیں۔ راجا صاحب کے دوستوں میں سے ہوتے ہیں وہ یہ کام کر سکتے ہیں۔"

"تمہیں سویرا کا نمبر معلوم ہے نا، اس کے استعمال کی لوکیشن کا معلوم کرنا ہے، آج کے دن سے۔"

"میں ان سے بات کرتا ہوں ویسے امید ہے کہ یہ کام ہو جائے گا۔" عبداللہ نے کہا سویرا کے بارے میں سن کر وہ بھی خوش تھا۔ اس نے بیتو کے بارے میں بتایا۔"اس کی طبیعت تقریباً ٹھیک ہو گئی ہے اور وہ آپ کے پاس جانے کی ضد کر رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے اسے فارم ہاؤس بھجوا دو۔" میں نے کہا اور موبائل بند کیا تھا کہ سفیر تیزی سے کمرے میں آیا۔ اس نے چلا کر کہا۔

"شہباز تجھے معلوم ہو گیا کہ سویرا حویلی پہنچ گئی ہے۔"

"ہاں تو اس میں اتنا چلانے کی کیا بات ہے۔"

"تُو نے مجھے نہیں بتایا۔" سفیر برہمی سے بولا۔

"یار بات ہی چل رہی تھی۔ پہلے ایمن سے بات ہو رہی تھی اتنے میں سویرا والے نمبر سے فتح خان کی کال آ گئی۔ پھر وسیم کو بتایا اور عبداللہ سے کہا کہ وہ سویرا کے نمبر کے استعمال کی لوکیشن تلاش کرے۔ ابھی تجھے بتانے کا سوچ رہا تھا کہ تُو خود آ گیا۔"

سفیر کی برہمی کم ہوئی اور اس نے مجھے کافی کا مگ تھمایا۔"ذرا دیر ہو گئی مانی کے بچے نے کافی کی بوتل کہیں رکھ دی تھی اسے اٹھا کر پوچھنے میں دیر لگی ہے۔"

"سفیر، فتح خان نے سویرا کو واپس حویلی پہنچا دیا ہے میری اس سے بات ہوئی ہے۔" میں نے کہا اور اسے تفصیل سے بتایا کہ فتح خان سے کیا بات ہوئی ہے درمیان میں سفیر اسے گالیاں دیتا رہا۔ اس نے مجھے بھی سنائی تھیں کہ میں نے موقع ملنے کے باوجود اس خبیث کی گردن کیوں نہیں مروڑ دی۔ میں نے سرد آہ بھری۔

"تم ہی نہیں بابا جان بھی نہیں چھوڑیں گے کیونکہ اب بات عزت پر آ گئی ہے۔"

"شہباز سنجیدگی سے اس کا خاتمہ کرنے کا سوچ ورنہ یہ اسی طرح ہماری مشکلات میں اضافہ کرتا رہے گا۔"

"دیکھ میں نے عبداللہ سے کہا ہے وہ سویرا کے موبائل کی لوکیشن کا پتا چلانے کی کوشش کرے۔"

"صرف فتح خان ہی نہیں ہمیں مرشد اینڈ کمپنی کے خلاف بھی حرکت میں آ جانا چاہیے۔"

میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔"یہی بات میں نے ابھی وسیم سے کی ہے۔" میں نے اسے کال گرل کے بارے میں بتایا جس کی مدد سے ہم نادر کی کوٹھی میں داخل ہو سکتے تھے۔ سفیر نے غور سے مجھے دیکھا۔

"تُو کیا چاہتا ہے نادر کا خاتمہ......؟"

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نادر کو مارنے سے ایک تو میں قاتل بن سکتا ہوں میں نے آج تک کسی کو سوچ سمجھ کر نہیں مارا۔ ہمیشہ اپنا دفاع کیا جس کا حق قانون بھی مجھے دیتا ہے۔ دوسرے اسے مارنے سے مرشد طاقتور ہو جائے گا اور دکھاوے کو سہی بدلہ لینے کے لیے ہمارے ساتھ دشمنی برقرار رکھے گا۔''

''تب تیرا کیا ارادہ ہے؟''

''نادر کو اپنی گرفت میں رکھ کر میں مرشد سے سودے بازی کی پوزیشن میں ہوں گا۔ میرے ذہن میں سب سے پہلے اپنے خلاف مقدمات کا خاتمہ ہے۔ چاہے اس کے لیے مجھے عدالت میں کیوں نہ پیش ہونا پڑے۔''

''تُو نے ندیم سے بات کی کہ تیرے کیسز کا کیا ہوا ہے؟''

''نہیں بہت دنوں سے اس سے بات کرنے کا موقع بھی نہیں ملا ہے میں کرتا ہوں اس سے بات۔'' میں نے کہا اور انٹرنیٹ سے ندیم کے گھر کا نمبر ملایا۔ مجھے امید تھی کہ وہ ابھی گھر میں ہوگا۔ فون اس کے بڑے صاحبزادے نے ریسیو کیا اور اطلاع دی۔

''پاپا ماما سے ڈانٹ کھا رہے ہیں۔''

ندیم کی بیوی تیز مزاج کی تھی اور ندیم پر حاوی رہتی تھی لیکن اس میں شک نہیں تھا اس نے ندیم کے گھر کو بہت اچھی طرح سنبھال رکھا تھا۔ ساتھ ہی اسے چھ سال میں چار یا پانچ مرتبہ صاحبِ اولاد بھی بنا دیا تھا۔ ندیم ایک منٹ بعد آیا اور غرا کر بولا۔ ''کون ہے صبح سویرے؟''

''جورو کے غلام۔'' میں نے آواز بدل کر کہا۔ ''ہم سے اکڑ کر بات کرتا ہے۔''

''کون ہو تم۔'' ندیم اس بار دھیمے لہجے میں کہا۔

''تیری موت۔'' میں نے قہقہہ مارا تو وہ پہچان گیا۔

''تُو شہباز...... تیری......'' اس نے گالیوں سے استقبال کیا۔ ''تُو سچ مچ میری موت کی وجہ بنے گا۔ کل پھر دھمکیاں ملی ہیں۔''

''مرشد کی طرف سے؟''

''پتا نہیں کوئی حرامی تھا فون پر بک بک کر رہا تھا۔ میں نے کہا اگر تمہیں زیادہ ہی اعتراض ہے تو سامنے آ کر بات کرو، اس پر اس نے بہت نازیبا باتیں کیں جواب میں مَیں نے بھی برابر کی گالیاں دیں۔ بیگم بچوں سمیت شاپنگ پر گئی تھی اس لیے مجھے آسانی رہی سنانے میں۔ یہ بتا تُو کہاں مر گیا تھا؟''

''بس یار مرتے رہتے ہیں۔ محاورے کے مطابق تو ایک پر ہی مر گئے اور باقی کام دشمن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بتا میرے مقدموں کا کیا بنا؟''

''فقیر کے قتل والا کیس تو ختم ہو گیا۔ راجا صاحب نے معاونت کی تھی اور اس کے بارے میں معلومات فراہم کر دیں۔ پھر دوبارہ پوسٹ مارٹم سے بھی ثابت ہو گیا کہ اس کا انتقال اصل میں کسی وجہ سے ہارٹ فیل ہونے سے ہوا تھا۔''

''ہاں یار وہ اچانک میری گاڑی کے سامنے آ گیا تھا اور شاید اسی چیز نے اس کا دل بند کر دیا۔''

''باقی چھوٹے موٹے کیسز کی اہمیت نہیں ہے اصل کیس نادر پر قاتلانہ حملے کا ہے۔''

''جو سراسر جھوٹا ہے۔''

''بیٹے عدالت میں جھوٹ سچ نہیں گواہیاں اور ثبوت دیکھے جاتے ہیں اور فی الحال اس معاملے میں حریفوں کا پلہ بھاری ہے ایک بڑا بھاری اور بڑا احرامی قسم کا وکیل کر رکھا ہے۔ کیس تیرے خلاف جا رہا ہے اگر کبھی پولیس کے ہاتھ آیا تو سیدھا جیل جائے گا ضمانت منسوخ ہو چکی ہے تیری۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' میں نے سوچ کر کہا۔ ''یہ بتا کہ مخالف پارٹی پیچھے ہٹ جائے تو کیس میں کتنا دم رہ جائے گا؟''

''تب آسانی ہو جائے گی لیکن پارٹی کیوں پیچھے ہٹے گی؟''

''اسے چھوڑ یہ بتا کہ اس صورت میں میرا عدالت میں آنا ضروری تو نہیں ہوگا؟''

''نہیں ایک بار تو آنا پڑے گا عدالت دوبارہ تیری بیل منظور کرے گی تب ہی تُو آزاد ہو سکے گا اور کیس آگے چلے گا۔''

''ٹھیک ہے میں مرشد سے بات کرتا ہوں اس کا وکیل ہلکا پڑ جائے گا۔''

''تیرا اس سے رابطہ ہے؟''

''ہاں اب اس کی گوٹ بھی پھنسنے لگی ہے۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے ناشتے کے لیے بیوی چلا رہی ہے جیسے ناشتہ میرے لیے نہیں...... میں ناشتے کے لیے ہوں...... آتا ہوں میری ہونے والی بیوہ......''

میں نے ہنستے ہوئے کال کاٹ دی۔ سفیر نیچے جا چکا تھا۔ میرے موبائل پر مونا کی کال آئی اس کے بعد سعدیہ سے بھی نمٹنا پڑا۔ وہ سویرا سے بات کرنے کے لیے بے چین تھیں میں نے انہیں حویلی کا نمبر دے دیا۔

''مگر احتیاط رکھنا ممکن ہے حویلی کے نمبر انڈر آبزرویشن ہوں۔''

''تم فکر مت کرو۔'' مونا بولی۔ ''یہ بیتو سے بات کر لو مرا جا رہا ہے تم سے بات کرنے کے لیے۔''

''شوبی بھائی۔'' بیتو نے فون لیتے ہی شکایتوں کے دفتر کھول دیئے۔ ''یہ لوگ اب ہم سے بالکل اچھا نہیں کرتا ہے۔

''کیوں......؟''

''ہم جو بولتا ہے وہ نہیں بناتا ہے الٹا ہنستا ہے کھانے کو۔''

''جو ڈاکٹر نے کہا ہے وہ بنائیں گے۔'' پیچھے سے سعدیہ کی بھنائی ہوئی آواز آئی۔ ''تم تو کھا کر مرنا چاہتے ہو۔''

''ایسا کرو تم میرے پاس آ جاؤ۔'' میں نے کہا۔

بیتو خوش ہو گیا، چہک کر بولا۔ ''یہی تو ہم بھی کہتا ہے۔''

''ٹھیک ہے عبداللہ سے کہو وہ تمہیں بھیج دے گا لیکن بہت خیال رکھنا کوئی پیچھا نہ کر رہا ہو۔''

''ہم خیال رکھ کر آئے گا۔''

میں نیچے آیا تو سفیر ناشتہ تیار کر چکا تھا۔ وسیم کی غیر موجودگی میں وہ اکیلا کام کر رہا تھا۔ مانی صرف کھانے کا شیر تھا باقی اسے صرف کافی بنانی آتی تھی۔ ناشتہ بننے سے پہلے وہ میز پر براجمان تھا اور چمچ بجا کر وقت گزار رہا تھا۔ سفیر نے اس سے کہا۔ ''یار تم رات کے برتن ہی دھو دو۔''

''سوری میں جس کام کے لیے ملازم ہوں وہ کرتا ہوں باقی ذمے داری آپ کی ہے۔'' اس نے صاف انکار کر دیا۔

''تو میں باورچی ہوں۔'' سفیر بھنا گیا۔

مانی نے چالاکی سے کہا۔ ''نہیں جی آپ مالک ہیں اور مجھے کھانا مہیا کرنا آپ کی ذمے داری ہے خود بنائیں یا کسی سے پکوائیں۔''

''لاؤ یار میں دھو دیتا ہوں۔'' میں نے آستین اوپر کرتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں شہباز بھائی۔'' مانی تیزی سے سنک کی طرف آیا۔ ''میں کرتا ہوں سفیر بھائی کو تنگ کر رہا تھا۔''

''جھوٹ مت بولو۔'' سفیر اب بھی ناراض تھا۔ ''اگر شوبی نہ کہتا تو تم نے بیٹھ کر چمچ ہی بجانا تھا۔''

''آپ کے لیے تو ہرگز نہیں دھوتا۔'' مانی نے بھی تمیز بالائے طاق رکھ کر کہا۔ ''آپ مجھے تنگ کرنے میں کون سی کسر چھوڑتے ہیں۔''

وہ دونوں لڑنے لگے اور میں بیٹھ کر چمچ بجانے لگا۔ کچھ دیر میں سفیر نے ناشتہ لگا دیا اور ہم تینوں ناشتہ کرنے لگے۔ ناشتے کے دوران مانی اور سفیر کی صلح ہو گئی اور دونوں ہنس ہنس کر بات کر رہے تھے۔ ناشتے کے بعد میں کافی کا مگ لے کر باہر نکل آیا۔ سورج بلند ہو رہا تھا لیکن ہلکی دھند باقی تھی۔ میں نے عبداللہ کو کال کی۔ ''یار بیٹو کو بھیج دو کسی کے ساتھ اور ہاں سویرا کے موبائل کے بارے میں بات ہوئی؟''

''جی میری بات ہو گئی ہے ان کا کہنا ہے کہ کرنٹ لوکیشن نکالنا تو بہت مشکل ہے کیونکہ اس صورت میں نیٹ ورک تمام کام چھوڑ دیتا ہے اور لاکھوں کالز رک جاتی ہیں۔ باقی استعمال کا پتا کیا جا سکتا ہے لیکن اس میں بھی تین سے چار گھنٹے لگ جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے جیسے ہی رپورٹ آئے مجھے اطلاع کرنا، شہلا کی کوئی اطلاع ملی ہے؟''

''نہیں لیکن آپ نے فتح خان سے نہیں پوچھا اس بارے میں......''

''بے کار ہے وہ انکار کر دے گا۔'' میں نے کہا۔ ''ابھی میں انجان بن کر اسے دھوکا دے سکتا ہوں ایک بار میں نے اس پر الزام لگا دیا تو وہ ہوشیار ہو جائے گا اور میرے چکر میں نہیں آئے گا لیکن شہلا کو تلاش کرنا ضروری ہے۔''

''آپ مانی سے کہیں پہلے بھی اس نے تلاش کیا تھا۔''

میں چونکا۔ ''یہ خیال تو مجھے آیا ہی نہیں۔''

عبداللہ سے بات کر کے میں مانی کے پاس آیا۔ ''تمہیں یاد ہے تم نے کریڈٹ کارڈ کی مدد سے ایک خاتون کا سراغ لگایا تھا۔''

"جی بالکل یاد ہے۔" اس نے سر ہلایا۔ "اللہ معاف کرے نہایت واہیات خاتون ہیں۔ میں نے نیٹ پر سرچ کیا تو انٹرنیٹ پر ان کی نیوڈز موجود ہیں۔"

میں دنگ رہ گیا تھا۔ "تمہارا مطلب ہے شہلا کی نیٹ پر عریاں تصویریں موجود ہیں؟"

اس نے سر ہلایا۔ "نیوڈز کا یہی مطلب ہوتا ہے۔"

"مجھے دکھاؤ۔" میں نے ایک خدشے کے ساتھ کہا۔ مانی نے شرماتے ہوئے اپنے لیپ ٹاپ پر وہ سائٹ نکالی اور منہ دوسری طرف کرتے ہوئے لیپ ٹاپ کا رخ میری طرف کر دیا۔ اس پر شہلا کی تصویریں موجود تھیں اور یہ سب وہ عریاں تصویریں تھیں جو میں فوٹوز کی صورت میں دیکھ چکا تھا۔ نہ جانے کس نے انہیں نیٹ پر اَپ لوڈ کر دیا تھا۔ شہلا کو شاید اس کی خبر ہی نہیں تھی کہ جن تصویروں کے لیے وہ کئی بار جان کی بازی لگا چکی تھی وہ کسی کی مہربانی سے یوں انٹرنیٹ پر عام دستیاب تھیں۔ میں نے سائٹ بند کر دی اور لیپ ٹاپ واپس مانی کی طرف کیا۔

"صرف اسی سائٹ پر ہے یا اور سائٹس پر بھی ہے؟"

"اور پر بھی ہو سکتی ہیں لیکن اصل لنک یہی ہے یعنی اگر کوئی سرچ کرے تو کوئی اور سائٹ جس پر اس کا لنک ہوگا اس سائٹ کو کھول دے گی۔"

میں سوچ رہا تھا کہ یہ اچھا نہیں ہوا ہے اگر شہلا اس بات سے واقف ہے تبھی اس نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی۔ یعنی اب اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ میں اس کی تصویریں رکھتا ہوں یا اس کی بدنامی جس سے وہ ڈر رہی تھی ویسے ہی ساری دنیا میں ہو چکی تھی۔ اس صورت میں اس کا سراغ لگانا اور بھی ضروری ہو گیا تھا۔ میں نے مانی سے کہا۔ "تم دوبارہ معلوم کر سکتے ہو کہ یہاں کہاں اپنا کریڈٹ یا ڈیبٹ کارڈ استعمال کر رہی ہے۔"

"جی معلوم کر سکتا ہوں۔" اس نے کمپیوٹر پر انگلیاں چلانی شروع کر دیں۔ "اس کے لیے مجھے دوبارہ اس بینک کے سسٹم میں گھسنا پڑے گا جہاں اس کا اکاؤنٹ موجود ہے۔ وہیں سے معلوم ہوتا ہے۔"

"اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں ہے؟"

"ہاں ای میل ہیک کر کے بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔"

"اگر وہ انٹرنیٹ استعمال کرتی ہے تو کیا اس کی مدد سے اس کی لوکیشن تک پہنچا جا سکتا ہے؟"

"بالکل پہنچا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ انٹرنیٹ مسلسل استعمال کرتی رہے۔" اس نے سر ہلایا۔ "لیکن پہلے میں بینک میں انٹر ہوتا ہوں۔ اس کے بعد دیکھتے ہیں۔"

مانی اپنے کام میں لگ گیا تھا۔ میں نشست گاہ میں آ گیا جہاں سفیر غالباً مونا سے باتیں سن رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے جلدی سے کہا۔ "دیکھو شوبی آ گیا ہے یہ کیا سوچے گا؟"

"شوبی کچھ نہیں سوچے گا۔" میں نے صوفے پر گرتے ہوئے کہا۔ "سوائے اس کے کہ مستقبل قریب میں یہ حال میرا بھی ہوگا جو ابھی تیرا ہے۔"

میں نے ٹی وی کھولا۔ ایک نیوز چینل لگایا تو اس پر جی ٹی روڈ پر واقع کسی فیکٹری میں آتشزدگی کی اطلاع تھی۔ کوئی نصف درجن فائر انجن اور درجنوں فائر فائٹر آگ بجھانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ میں چینل بدلنے جا رہا تھا کہ نیوز کاسٹر نے ایک نام لیا اور میں رک گیا وہ بتا رہا تھا کہ فیکٹری معروف مذہبی اور سیاسی رہنما مرشد علی

کی تھی۔ اب تک کی اطلاعات کے مطابق فیکٹری میں صبح چھ بجے آگ بھڑکی اور بدقسمتی سے الارم ناکارہ ہونے کی وجہ سے اس کی بروقت خبر نہ ہو سکی۔ فائر بریگیڈ والے آٹھ بجے آئے تب تک آگ نے پوری فیکٹری کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ یہ لکڑی، گتے اور کاغذ کی مختلف مصنوعات بنانے والی فیکٹری تھی جس میں اربوں روپے کی مشینری، تیار اور خام مال موجود تھا اور یہ سب آگ پکڑنے والا سامان تھا۔ ٹی وی پر جو مناظر دکھائے جا رہے تھے ان سے تو لگ رہا تھا کہ فیکٹری میں کچھ نہیں بچا تھا۔

''مرشد کی ایک اور فیکٹری گئی۔'' میں نے سفیر سے کہا جو اب ایس ایم ایس کے ذریعے موناسے سر کھپا رہا تھا وہ چونکا۔

''واقعی......؟''

''دیکھو ٹی وی پر دکھا رہے ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''اب پتا نہیں یہ فتح خان کا کام ہے یا کسی اور دشمن کا یا پھر خود آگ لگ گئی بہت بڑی کاغذ اور گتہ بنانے والی فیکٹری تھی۔''

''کسی کا بھی کام ہو مرشد کے لیے ایک اور جھٹکا ہو گا۔'' سفیر نے کہا۔ ''افسوس صرف ان مزدوروں کا ہو گا جو بے روزگار ہو گئے۔ مگر مرشد جیسے فرعون کو ایک جھٹکا اور لگا۔''

اسی لمحے میرے موبائل پر کال آئی۔ سویرا کا نمبر تھا میں نے کال ریسیو کی۔ ''شہباز خان اگر تم نے ٹی وی نہیں دیکھا ہے تو ابھی لگا کر دیکھو تمہارا دل خوش ہو جائے گا۔''

''میں دیکھ رہا ہوں۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''فتح خان میرا خیال ہے تم بے کار کے کام کر رہے ہو۔''

''بے کار کیسے اس فیکٹری کا مالیت کم سے کم بھی دو ارب روپے تھا۔''

''مرشد یہ نقصان انشورنش سے پورا کر لے گا۔ اس کا کوئی نقصان نہیں ہوا ہاں مزدوروں کا ہوا ہے۔ فتح خان اگر تم نے کچھ کرنا ہے تو اس کے اصل کاروبار پر وار کرو۔''

''اصل کاروبار......؟''

''اس کا پیری مریدی کا دھندہ۔ یہ اس کا اصل کاروبار ہے۔ باقی سارے کاروبار تو اضافی ہیں جن کے تباہ ہونے سے مرشد کو کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔ اگر تم نے وار کرنا ہے تو جڑوں پر کرو پتوں اور شاخوں کو کاٹنا اپنی توانائی ضائع کرنے کے برابر ہے۔''

میری بات نے فتح خان کو سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے کہا۔ ''شہباز خان تم ٹھیک کہتا ہے۔ اب میں دیکھے گا اس کا پیری مریدی کا دھندہ بھی دیکھے گا۔''

''دوسرے فتح خان مجھے شہلا کا پتا چاہیے۔''

''میں نہیں دے سکتا۔'' اس نے انکار کیا۔

''تب تم نے مجھے احمق سمجھا ہے کہ میں تمہارے کام آؤں۔''

''اگر تم ایمن کو بچانا چاہتا ہے تو میرے کام آنا پڑے گا۔''

''میں ایمن کو بچانا چاہتا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمہاری ہر بات مان لوں۔ اگر اس کے مقدر میں اس طرح مرنا لکھا ہے تو میں تمام تر کوشش کے باوجود اسے بچا نہیں سکوں گا مگر اس کے بعد فتح خان

کیا تم بچ سکو گے؟"

"شہباز خانا تمہیں یقین ہے تم نے تمام تر کوشش کر لیا ہے۔" فتح خان کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "میرا تو خیال ہے تم نے تمام کوشش نہیں کیا ہے۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"شہباز خان جب وادی میں برٹ شا مر رہا تھا تو اس کے پاس تم تھا کیا اس نے تم کو کچھ بتایا نہیں ہو گا۔"

میں اس کی بات پر دنگ رہ گیا تھا فتح خان کے سر میں شاید شیطان کا دماغ فٹ تھا میں نے تردید کی۔ "وہ مجھے کچھ کیوں بتانے لگا۔"

"اپنا بیٹی کا خاطر۔" فتح خان کے پاس جواب تھا۔ "اسے معلوم تھا کہ میں اس کی بیٹی کو نہیں چھوڑے گا جب تک مجھے ہیرا نہیں ملے گا۔ ہیرے کا صرف اسے پتا تھا اس لیے وہ مرنے سے پہلے اس کا بتا کر گیا ہو گا تاکہ اس کا بیٹی بچ جائے۔"

"ایسا نہیں ہے فتح خان اسے موقع نہیں ملا تھا ورنہ شاید وہ ایسا ہی کرتا۔ وہ باپ ہے اور ایمن اس کی ایک ہی اولاد ہے وہ اسے بچانے کی کوشش کیوں نہیں کرتا۔"

"تم کہتا ہے تو ہم مان لیتا ہے۔ شہباز خان میرا شرافت دیکھو یہ بات ذہن میں ہوتے ہوئے بھی میں نے سویرا کو واپس حویلی پہنچا دیا۔"

"میں اسے شرافت نہیں مان سکتا۔" میں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ "تمہارے ذہن میں یقیناً کوئی بات ہو گی۔ ورنہ تم موقع چھوڑنے کے قائل نہیں ہو۔"

"تب تم بتاؤ میرے ذہن میں کیا ہو سکتا ہے۔"

"ابھی میں اس بارے میں نہیں جانتا۔"

"تب میرا بات مان لو۔ ابھی میں ایمن کی مدد سے رقم حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ ایسا ہو گیا اور اگر تم ہیرے کے بارے میں جانتا ہے تو وہ ہیرا تمہارا ہو گا اگر فتح خان اس میں سے ایک پیسہ بھی مانگے تو اپنے باپ کا نہیں ہو گا لیکن اگر ایمن کا تاوان نہیں ملا تو اس کا جان بچانے کا دوسرا راستہ وہ ہیرا ہو گا تیسرا راستہ کوئی نہیں۔"

فتح خان اپنے پتے نہایت ہوشیاری سے کھیل رہا تھا۔ اس نے میرے سامنے ہیروں کا لالچ بھی رکھ دیا تھا اسے معلوم نہیں تھا کہ بھارت میں کمار کی وادی میں اس سے کہیں زیادہ مالیت کے ہیرے میں چھوڑ آیا تھا۔ بہر حال مجھے بھی اپنے پتے نہایت ہوشیاری سے کھیلنے تھے اگر وہ لالچ دے رہا تھا تو میرا لالچ نہ کرنا اس کے نزدیک غیر فطری ہوتا اس لیے میں نے بے یقینی سے کہا۔ "تمہارا مطلب ہے کہ وہ پانچ کروڑ ڈالرز مالیت کے ہیرے تم مجھے دے دو گے۔"

"ہاں اگر مجھے پانچ کروڑ ڈالرز ادھر سے مل جائے۔"

"لیکن جب میں ان ہیروں کے بارے میں......"

اس نے میری بات کاٹی۔ "شہباز خانا...... یہ بے کار کا بحث ہے میں تم سے جو چاہتا ہے وہ بتا چکا ہے۔ اگر میرے کو رقم مل گئی تو میں جیکٹ کو ڈی اینکی وییٹ کرنے والا کوڈ بتا دے گا۔"

''فتح خان اول تو مجھے یقین نہیں ہے کہ برطانوی حکومت تمہیں تاوان ادا کرنے کو تیار ہو جائے گی۔ دوسرے اگر اس نے تمہیں رقم دے بھی دی تب بھی وہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اس کی ایجنسیاں انٹرپول کے ساتھ مل کر دنیا کے آخری سرے تک تمہارا پیچھا کریں گی۔''

''بے شک کرتا رہے لیکن پہلے رقم تو دیوے۔'' فتح خان ہنسا۔ ''اس کے بعد بے شک پیچھے پڑا رہے۔'' اس نے آخری لفظ کہتے ہی کال کاٹ دی اور موبائل بھی بند کر دیا۔ سفیر میرے سر سے کان لگائے فتح خان کی گفتگو سن رہا تھا اس نے کہا۔

''شہباز یہ بہت حرامی شخص ہے تجھے دھمکی دے رہا ہے کہ اگر تاوان کی رقم نہیں ملی تو یہ دوبارہ ہیروں کے حصول کے لیے تجھے استعمال کرے گا کیونکہ اس کے شیطانی دماغ میں بیٹھ گیا ہے کہ ہیرے تیری مدد سے مل سکتے ہیں۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

''تب اس کا ایک ہی علاج ہے۔'' سفیر نے گلے پر انگلی پھیر کر وہی تجویز دی جو کچھ دیر پہلے وسیم دے چکا تھا۔ ''ورنہ یہ مستقل درد سر بنا رہے گا۔''

میں نے سرد آہ بھری میرے ساتھی فتح خان کے دشمن ہو رہے تھے جذبات تو میرے بھی مختلف نہیں تھے لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وقت آنے پر میں فتح خان پر ہاتھ اٹھا سکوں گا۔ ''پہلے یہ ہاتھ تو [illegible] جائے پھر اس کے بارے میں سوچتے ہیں۔''

آج ایمن کو جیکٹ پہنے چوتھا دن تھا اور ساڑھے تین دن کا وقت باقی رہ گیا تھا۔ اگر برٹش حکومت تاوان نہ د[illegible] کا فیصلہ کرتی۔ ڈیوڈ شا کے ملوث ہونے کے بعد اس کا امکان بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ فتح خان [illegible] رعایت کے موڈ میں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اگر اسے رقم نہ ملتی تو وہ ایمن کو زندہ نہیں چھوڑتا۔ دوسری طرف وہ جانتا تھا کہ میں ایمن کو یوں مرتے نہیں دیکھ سکتا تھا اور میں اسے بچانے کی پوری کوشش کرتا۔ مکار فتح خان جاننا چاہتا تھا کہ میں اس کی مدد کے لیے کس حد تک جا سکتا تھا۔ اس کی کال کا مقصد بھی یہی تھا۔ اس نے غیر محسوس انداز میں مجھے پیغام دے دیا تھا کہ اس نے سویرا کو بہ عزت طور پر حویلی پہنچایا تو یہ اس کی مہربانی ہے اور وہ جب چاہے [illegible]سے یا میرے کسی ساتھی کو کہیں سے اٹھا سکتا ہے۔ اس لیے مجھے اس کی بات مان لینی چاہیے۔ [illegible] خان اور [illegible]یرے درمیان رسہ کشی کا کھیل جاری تھا جس میں دونوں فریق کبھی کھینچتے تھے اور کبھی ڈھیل دیتے ہیں۔ رسہ نہ [illegible]ٹتا ہے اور نہ کوئی ایک فریق ہار مانتا ہے۔ کال بیل بجی تو مانی نے جا کر دیکھا۔ وسیم کی گاڑی اندر آئی۔ میں او[illegible] سفیر بھی باہر آئے۔ گاڑی رکتے ہی بیتو کود کر باہر آیا اور مجھ سے لپٹ گیا اس نے والہانہ انداز میں کہا۔ ''شوبی میں نے آپ کو بہت مس کیا۔''

''شکر ہے مسز نہیں کیا۔'' سفیر نے کہا۔

''مسز کیسے کر سکتا ہے۔'' بیتو نے خفگی سے کہا۔ ''ہم کو معلوم ہے مسز مونا دیدی کو کہتا ہے۔''

مانی دلچسپی سے بیتو کو دیکھ رہا تھا۔ بیتو شاید پہلے اس سے نہیں ملا تھا لیکن اس کے بارے میں سن رکھا تھا اس نے مانی سے ہاتھ ملایا۔

''تم مانی ہے۔''

''اور تم بیتو ہو۔''

''مانی بیتو کو بھی کمپیوٹر کا شوق ہے تم اسے سکھاؤ۔'' میں نے کہا۔

''کیوں نہیں جی میں اسے سکھاؤں گا۔'' مانی بولا اور ہاتھ پکڑ کر بیتو کو اندر لے گیا۔ میں وسیم اور سفیر نشست گاہ میں آ گئے۔ وسیم بتانے لگا کہ اس نے مزید آدمی نادر کی کوٹھی کے آس پاس لگا دیئے تھے اور ثمینہ کی نگرانی بھی کی جا رہی تھی اگر وہ آج رات گھر سے نکلتی تو اس کا گھر بھی بگ کیا جا سکتا تھا۔ میں نے اسے فتح خان سے ہونے والی گفتگو سنائی۔ وسیم نے سر ہلایا۔

''آپ دونوں کا خیال ٹھیک لگتا ہے وہ ہم پر دباؤ ڈال رہا ہے۔ اس سے پہلے وہ کوئی بڑا اقدام اٹھائے ہمیں اس کا پتا صاف کر دینا چاہیے۔''

''پہلے اس کا پتا چلنا چاہیے۔'' میں نے کہا۔ ''اس کے بعد ہی صاف کیا جا سکتا ہے۔''

''شہباز صاحب وہ زیادہ دن چھپا نہیں رہے گا ہمارے سامنے آنا اس کی مجبوری ہے اور ہم اسی مجبوری کا فائدہ اٹھائیں گے۔ آپ اس کے لیے اپنے رویے میں تبدیلی نہ آنے دیں ایک بار وہ جال میں آ جائے تو بچ کر نہیں جائے گا۔''

''عبداللہ اس پر کام کر رہا ہے۔'' میں نے موضوع بدل دیا۔ ''ابھی پتا چلا ہے کہ شہلا جن تصویروں کے لیے مری جا رہی تھی وہ انٹرنیٹ پر عام دستیاب ہیں۔''

''اس کی وہ بے ہودہ تصویریں؟'' وسیم کے ساتھ سفیر بھی دنگ رہ گیا تھا۔ ''آپ نے خود دیکھیں؟''

''ہاں یار مانی نے نکالی تھیں وہ ایسے ہی شہلا کے حوالے سے سرچ کر رہا تھا تو یہ تصویریں سامنے آ گئیں۔''

''وہ ایسے ہی سرچ نہیں کر رہا ہو گا۔'' سفیر نے یقین سے کہا۔ ''وہ جتنا معصوم لگتا ہے اتنا ہے نہیں۔''

''ظاہر وہ تیری طرح جوان ہے معصوم کہاں سے ہو گا۔'' وسیم بولا۔

''اس کو بھی دیکھوا کیلے اکیلے دیکھ لیں اور ہمیں بتایا بھی نہیں۔'' سفیر نے شکوہ کیا۔

''مجھے کیا معلوم تھا کہ تم شہلا کی تصویریں دیکھنے کے لیے مرے جا رہے ہو ورنہ وہ تصویریں میرے پاس بھی رہی ہیں۔''

''جناب اس وقت بھی تڑپ رہے تھے۔'' وسیم ہنسا۔ ''وہ تو مونا بی بی موجود تھیں ورنہ......''

''بیٹے تم بھی سادی سے کم نہیں ڈرتے ہو۔'' سفیر نے جوابی حملہ کیا۔ ''ہمت ہے تو اس کے سامنے شہلا کی تصویریں دیکھ کر دکھاؤ۔''

''میں بے ہودہ چیزیں نہیں دیکھتا۔''

''یہ کہو کہ ہمت نہیں ہے۔''

میں نے تنگ آ کر کہا۔ ''بحث کرنے کے بجائے تم دونوں مانی کے پاس چلے جاؤ وہ تصویریں دکھا دے گا۔ مگر خدا کے لیے اب یہ موضوع چھوڑ دو۔''

''مجھے تو معاف رکھیں شہباز صاحب۔'' وسیم نے بدک کر کہا۔ ''مجھے وہ عورت ویسے ہی پسند نہیں ہے۔ عورت کے نام پر دھبہ ہے۔''

''تم نے ٹھیک کہا۔'' میں نے کہا۔ ''اس کے مقابلے میں زرین مرشد جیسے آدمی کی رکھیل تھی۔ اس کے باوجود اس میں عورت کی پاکیزگی موجود تھی۔ شہلا جیسی عورتوں کے نزدیک عزت آبرو کی کوئی اہمیت نہیں ہے اسے صرف سوسائٹی میں اپنے نام کی فکر تھی۔''

وسیم ہنسا۔ ''اب تو وہ بھی نہیں رہا۔ جو تصویریں مانی نے دریافت کی ہیں وہ بہت سارے لوگ بہت پہلے دیکھ چکے ہوں گے۔''

''پتا نہیں وہ کس چکر میں ہے اور مجھے قتل کرنے کی کوشش کیوں کی؟'' میں نے سوچ کر کہا۔ ''کیا اسے نہیں معلوم کہ مجھے کچھ ہوا تو میرے ساتھی اسے نہیں چھوڑیں گے۔''

''اگر اس کے پیچھے فتح خان ہے تب بھی شہلا اس کی مکمل شریک ہے کیونکہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ بریف کیس میں بم ہے اور اس کا ٹائمر بھی اسی نے آن کیا ہوگا۔'' سفیر بولا۔

''شہباز صاحب وہ سوچ سمجھ کر آپ کو قتل کرنے آئی تھی۔'' وسیم نے تائید کی۔

''میں نے مانی سے کہا ہے کہ وہ کریڈٹ کارڈ کی مدد سے اس کا سراغ لگائے جیسا کہ اس نے پہلے بھی کیا تھا۔ شہلا کو نہیں معلوم ہوگا کہ تم لوگوں نے اس کا سراغ کیسے لگایا؟''

''وہ اس مکان سے فرار ہوگئی تھی جہاں سویرا کو رکھا تھا۔'' سفیر نے کہا۔ ''مجھے یقین ہے وہ لاعلم ہے کہ اس کا سراغ کیسے لگایا گیا تھا۔''

''اس صورت میں امکان ہے وہ دوبارہ اپنا کریڈٹ کارڈ استعمال کرے گی اور مانی پتا چلا لے کہ وہ کہاں کارڈ استعمال کر رہی ہے۔''

''اس کام میں دیر لگے گی۔'' وسیم بولا۔ ''پچھلی بار بھی ہمیں مسلسل نگرانی کے بعد کامیابی ملی تھی۔''

''ایک بار معلوم ہو جائے کہ یہ کہاں کریڈٹ کارڈ استعمال کر رہی ہے تو اس جگہ کی مسلسل نگرانی بھی کی جاسکتی ہے۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''وسیم یہ بتاؤ ہمارے پاس افرادی قوت کی کیا پوزیشن ہے۔''

''ہمارے علاوہ پندرہ افراد ہیں۔'' وسیم نے کہا۔ ''ان میں سے چار عبداللہ والی کوٹھی کے مستقل گارڈز ہیں ان کے علاوہ گیارہ افراد مل سکتے ہیں۔''

''میں، تم، سفیر، بیتو، ایاز اور عبداللہ یہ ہوئے چھ یعنی کل سترہ افراد ہیں جو کسی مشن کے لیے دستیاب ہو سکتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک۔''

''یہ بتاؤ اسلحے کی کیا پوزیشن ہے؟''

''ہر قسم کا اسلحہ موجود ہے۔ پستول، شاٹ گن، اسالٹ رائفل، مشین گن، ایل ایم جی، منی راکٹ لانچر، ہینڈ گرنیڈ، اسموک گرنیڈ اور فائر گرنیڈ تک ہر قسم کا اسلحہ موجود ہے۔'' وسیم نے تفصیل سے بتایا۔

''وسیم فرض کرو ہمیں نادر کی کوٹھی پر حملہ کرنا ہے اور اس طرح کرنا ہے کہ ہمارا جانی نقصان نہ ہو تو کیا کرنا

ہوگا۔"

"میں سمجھ گیا جناب، سب سے پہلے ہمیں گیٹ پر موجود گارڈز کو قابو کرنا ہوگا کیونکہ وہ دور تک نظر رکھتے ہیں اور کسی پر شک کرتے ہی دور سے گولی چلا سکتے ہیں۔"

"ان کو قابو کرنے کے بعد؟"

"کوٹھی کی چھت پر بھی دو مسلح گارڈز ہمہ وقت موجود ہوتے ہیں اور ان کو اندر جائے بغیر قابو کرنا مشکل ہے اس لیے سب سے آسان طریقہ یہی ہے کہ انہیں دور سے شوٹ کر دیا جائے۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا۔"کسی انسان کو جان بوجھ کر مارنا میرے لیے ہمیشہ سے ایک مشکل کام رہا ہے اور میں اس چیز سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا ہوں اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے؟"

"نہیں کیونکہ گیٹ پر کسی سرگرمی کی صورت میں یہ لازمی اوپر سے جھانک کر دیکھتے ہیں اور کوئی گڑبڑ ہو تو یہ اوپر سے گولی چلا سکتے ہیں۔"

میں متفکر ہو گیا۔"یعنی ایک درجن مسلح گارڈز کے جھرمٹ میں نادر محفوظ ہے۔"

"نہیں اگر ہم فیصلہ کر لیں گے کہ سامنے آنے والے ہر شخص کو اڑا دینا ہے تو یہ مشن بہت آسان بھی ہو سکتا ہے۔"

"یہی تو مشکل ہے۔" میں نے ہاتھ پر مکا مارا۔"ہم انسانوں کو بے دریغ قتل نہیں کر سکتے ورنہ اب تک مرشد اور اس کے بھائی کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔"

میرے موبائل نے بیل دی۔ عبداللہ کی کال تھی۔"جناب ابھی اطلاع آئی ہے فتح خان موبائل اسلام آباد میں ایک جگہ استعمال کر رہا ہے۔"

اس نے لوکیشن بتائی تو میں چونک گیا۔"نادر کی کوٹھی بھی اسی علاقے میں ہے۔"

"ہاں جناب ہمارے دو دشمن ایک ہی علاقے میں موجود ہیں۔" عبداللہ نے تصدیق کی۔"نادر جس سے یہ کال آئی ہے نادر کی کوٹھی سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

عبداللہ کی بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ فتح خان نادر کی کوٹھی کے کہیں آس پاس تھا۔ کیا اسے علم تھا کہ نادر یہیں ہے اور ہم اس کی کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں؟ وہ میرے پیچھے ہے اور اس نے ثابت کیا ہے کہ چالاکی اور وسائل میں وہ کسی طرح مرشد سے کم نہیں تھا۔"عبداللہ یہ پریشانی کی بات ہے۔ فتح خان کے اس علاقے میں موجود ہونے کا مطلب سمجھتے ہو؟"

"جی جناب...... ہمیں کسی کارروائی کی صورت میں اس کی طرف سے مداخلت کا خطرہ رہے گا۔"

"اس صورت میں فتح خان کا سراغ لگانا نہایت ضروری ہے۔" میں نے کہا۔"عبداللہ ایسی ڈیوائسز موجود ہیں جو کسی موبائل کی فریکوینسی پکڑ کر اس کی لوکیشن کی نشاندہی کر سکتی ہیں کیا ایسی کوئی مشین مل سکتی ہے۔"

"مل سکتی ہے میرا خیال ہے ایسی کوئی مشین ہمارے خلاف استعمال کی گئی ہے۔"

"کئی بار۔" میں نے تصدیق کی۔"ڈیوڈ شا جب یہاں تھا تو اس نے ایسی ہی مشین کی مدد سے میرا سراغ لگا لیا تھا۔ یہ مشین موبائل کی پن پوائنٹ حد تک نشان کر سکتی ہے۔"

''چاہے موبائل استعمال ہو رہا ہو یا نہ ہو؟''

''ہاں لیکن موبائل آن ہونا چاہیے یہ مخصوص موبائل کی کال بھی پکڑ سکتی ہے اور اسے ریکارڈ بھی کر سکتی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''عبداللہ ہمیں ایسی مشین کی ضرورت ہے۔''

''میں تلاش کرتا ہوں جناب شاید مقامی مارکیٹ میں میسر ہو ورنہ باہر سے منگوانی پڑے گی۔''

''ٹھیک ہے جہاں سے جس قیمت پر مل رہی ہو منگوا لو میں اس کی ادائیگی کروں گا۔''

''شہباز صاحب۔'' عبداللہ کے لہجے میں شکوہ آ گیا۔ ''آپ غیریت کی بات کر رہے ہیں۔''

''یار میرے پاس رقم ہے اس لیے کہہ رہا ہوں مشین خاصی مہنگی ہو گی۔''

''آپ فکر نہ کریں اگر مشین موجود ہے تو آ جائے گی۔'' عبداللہ نے کہا۔ ''وسیم اور بیتو آ گئے ہیں؟''

''ہاں آ گئے ہیں۔''

عبداللہ سے ہونے والی گفتگو وہ دونوں بھی سن رہے تھے اور یک طرفہ گفتگو سے بھی انہوں نے بات سمجھ لی تھی۔ فتح خان کے بارے میں جان کر وہ بھی فکر مند ہو گئے تھے۔ وسیم نے کہا۔ ''شہباز صاحب کہیں فتح خان نے نادر علی سے گٹھ جوڑ تو نہیں کر لیا ہے؟''

میں نے اس کی بات پر غور کیا اور بولا۔ ''ہو سکتا ہے لیکن مجھے مشکل لگتا ہے۔ فتح خان نے آج مرشد اینڈ کمپنی کو تیسرا بڑا نقصان پہنچایا ہے نادر کا اپنے بھائی سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن دولت و جائیداد سے نہیں۔ تباہ ہونے والی فیکٹریوں میں یقیناً نادر کا حصہ بھی ہو گا۔ وہ ان کی تباہی کسی صورت برداشت نہیں کرے گا۔ ہاں اس کا امکان ہے کہ فتح خان بے خبری میں یا جان بوجھ کر یہیں کہیں ٹھکانہ بنائے ہوئے ہو۔''

''مجھے بھی اس کا امکان نظر نہیں آتا کہ فتح خان نے نادر علی سے ہاتھ ملا لیا ہو اس کی بھائی سے دشمنی ہی دولت و کاروبار کے پیچھے ہوئی ہے۔'' سفیر بولا۔ مگر وسیم کا خیال مختلف تھا اس نے کہا۔

''اس کے برعکس مجھے لگتا ہے کہ فتح خان ایسا کر سکتا ہے۔ اس نے احمق نادر کو سبز باغ دکھائے ہوں گے کہ وہ مرشد کی جگہ اسے گدی پر بٹھا دے گا۔ اصل چیز تو گدی ہے باقی جائیداد و فیکٹریاں تو اس کے طفیل ہیں۔ اس لیے گدی پر قبضہ کرنے کا خیال نادر کو فتح خان سے اتحاد پر مجبور کر سکتا ہے۔ ایک بار گدی اس کے قبضے میں آ جائے تو سب اس کا ہو جائے گا۔''

''ایسا بھی ہو سکتا ہے۔'' سفیر بولا۔

''اب تم اس نکتہ نظر سے بھی کوٹھی کی نگرانی کرو اگر فتح خان کا نادر سے کوئی تعلق ہے تو وہ لازمی اس کی کوٹھی میں آتا جاتا ہو گا۔ نگرانی کرنے والوں کو فتح خان کا حلیہ بتا دو۔''

میں نے کہا تو وسیم نے اسی وقت کسی کو کال کر کے ہدایت جاری کر دی پھر اس نے مجھ سے کہا۔ ''اگر ایسا ہے تو ایک دو دن میں فتح خان پکڑا جائے گا۔''

''اسے بیوقوف مت سمجھو۔'' میں نے کہا۔ ''وہ اتنا شاطر ہے کہ اس نے مجھے چکرا دیا ہے اتنا تو مرشد یا ڈیوڈ شا نے تنگ نہیں کیا جتنا یہ تنگ کر رہا ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے کہ اگر اس کا نادر سے رابطہ بھی ہے تو وہ اس سے ملتا نہیں ہو گا۔''

میں نے سر ہلایا۔ ''امکان یہی ہے فتح خان کسی پر اندھا اعتماد کرنے والا شخص نہیں خاص طور سے مرشد اور نادر جیسے لوگوں پر اگر اس کا ان سے کوئی رابطہ بھی ہے تو اس نے محفوظ طریقے سے ہی رکھا ہوگا۔''

''سوال یہ ہے کہ نادر جیسا شخص اس پر اعتماد کیوں کرنے لگا؟'' سفیر نے نکتہ اٹھایا۔

''وہ مجبور ہے۔'' وسیم نے جواب دیا۔ ''معذوری سے زیادہ مرشد سے اختلاف نے اسے مجبور کیا ہے کہ وہ فتح خان سے اتحاد کر لے کیونکہ اس کے آس پاس جو بھی لوگ ہیں ان پر وہ بھروسہ نہیں کر سکتا ہے۔ وہ مرشد سے گٹھ جوڑ کر سکتے ہیں اور ممکن ہیں ان کی اصل وفاداریاں مرشد کے ساتھ ہوں اور وقت آنے پر نادر کے سامنے ان کا اصل چہرہ آئے۔ یہ بات نادر بھی سمجھتا ہوگا اس لیے وہ ابھی سے اپنے لیے نئے اتحادی تلاش کر رہا ہے ممکن ہے وہ فتح خان کی مدد سے خود مرشد کا تختہ الٹ دے۔ اسے معلوم ہے خاندان والے اس کا ساتھ دیں گے۔ بس اسے قابلِ اعتماد لوگ درکار ہیں۔''

''فتح خان اس کے نزدیک زیادہ قابلِ اعتماد ہے؟'' سفیر نے اگلا سوال کیا۔

''وہ بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے لیکن فتح خان اس پر مسلط نہیں ہو سکتا ہے۔ ایک بار وہ مرشد سے چھٹکارا حاصل کر لے تو پھر اسے باہر کا کوئی آدمی مجبور نہیں کر سکتا ہے۔''

''یہ لمبی بحث ہے۔'' میں نے مداخلت کی۔ ''فی الحال ہمیں فتح خان اور نادر کے ممکنہ گٹھ جوڑ کا پتا چلانا ہے۔''

''اس کے لیے کام شروع ہو گیا ہے۔''

''دوسرے میں چاہتا ہوں کہ شہلا کو تلاش کیا جائے تاکہ اس سے بھی ایک بار ہی نمٹ لیا جائے۔''

''شہلا پر عبداللہ کا آدمی لگا ہوا ہے۔'' وسیم نے بتایا۔ ''لیکن وہ زیادہ تیز نہیں ہے میرا خیال ہے کوٹھی کی نگرانی کے لیے میں دوسرا آدمی لگا دوں۔''

''دیکھتے ہیں مانی نے کیا کیا ہے اب تک۔'' میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''میں دوپہر کے کھانے کے لیے کچھ دیکھتا ہوں۔'' سفیر بھی کھڑا ہو گیا۔ ''باہر سے منگوانا پڑے گا۔''

وسیم مسکرایا۔ ''وہاں کوٹھی میں مزے ہیں دونوں خواتین نے ایک مددگار کے ساتھ پورا کچن سنبھالا ہوا ہے اور سب کے لیے کھانا اندر ہی بنتا ہے۔ صرف روٹیاں باہر ایک ہوٹل سے آرڈر پر بنتی ہیں۔''

''یہاں سب باہر سے آتا ہے یا خود بنانا پڑتا ہے۔'' سفیر نے ٹھنڈی سانس لی۔ میں اسٹڈی میں آیا تو مانی لیپ ٹاپ کے ساتھ مصروف تھا اس نے مجھے دیکھتے ہی پُر جوش لہجے میں کہا۔

''میں آپ کو بلانے والا تھا شہلا کا ڈیبٹ کارڈ استعمال ہوا ہے۔''

''کہاں؟''

مانی نے اسلام آباد کے ایک سپر اسٹور کے بارے میں بتایا۔ ''اس نے کل اور آج اس جگہ سے شاپنگ کی ہے اور دس ہزار سے اوپر کا سامان لیا ہے۔''

''یہ کس قسم کا اسٹور ہے۔''

''ایک گروسری سپر اسٹور ہے۔'' مانی نے بتایا۔ ''کل اس نے رات میں یہاں شاپنگ کی اور آج صبح بھی

یہاں اس کا ڈیبٹ کارڈ استعمال ہوا ہے۔"

میں نے پتا نوٹ کیا اور مانی نے گوگل پر اس کا نقشہ بھی نکال کر دکھایا۔" کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جب وہ ڈیبٹ کارڈ استعمال کر رہی ہو تو تم اسی وقت ٹریس کر سکو۔"

"کیوں نہیں لیکن اس کے لیے مستقل بنک کے سرور میں موجود رہنا پڑے گا۔ خوش قسمتی سے وہ ڈیبٹ کارڈ استعمال کر رہی ہے اگر کریڈٹ کارڈ استعمال کر رہی ہوتی تو اس کی تو رپورٹ ہی کئی گھنٹے بعد بنک میں آتی ہے۔"

میں باہر آیا وسیم ٹی وی دیکھ رہا تھا اسے سپر اسٹور کا بتایا۔" شہلا اس جگہ کل اور آج اپنا ڈیبٹ کارڈ استعمال کر چکی ہے۔"

وسیم نے اپنے ان آدمیوں کو کال کی جو شہلا کو دیکھ چکے تھے اور اس نے انہیں فوری اس سپر اسٹور کی نگرانی کا حکم دیا۔" اسٹور کی مکمل نگرانی کرنی ہے اور جیسے ہی شہلا وہاں دکھائی دے بہت احتیاط سے اس کا تعاقب کر کے اس کا ٹھکانہ پتا نا چلانا ہے۔"

وسیم نے فون بند کیا تو میں مسکرایا۔" میں خود کو بے کار محسوس کرنے لگا ہوں سارے کام تو تم لوگ اور دوسرے کر رہے ہیں۔"

"جب آپ کے حرکت میں آنے کا وقت آئے گا تو آپ حرکت میں آ جایئے گا۔" وسیم نے کہا اور اٹھ کر کچن کا رخ کیا اسے چائے یا کافی کی طلب ہو رہی تھی۔ میں فارغ تھا اس لیے دوبارہ اوپر کا رخ کیا اور انٹرنیٹ سے ایمن کو کال کی۔ اس نے کال کاٹ دی تھی تا کہ میں فتح خان سے بات کر سکوں۔ وہ بھی میری کال کی منتظر تھی۔ اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"سویرا حویلی پہنچ گئی؟"

"ہاں اللہ کا شکر ہے وہ خیریت سے ہے فتح خان اسے وہاں پہنچانے خود گیا تھا۔"

"تھینک گاڈ۔" اس نے کہا۔" یہ فتح خان آج تک میری سمجھ میں نہیں آ سکا اس نے میرے بابا کو اتنے عرصے قید رکھا۔ انہیں اذیتیں دیتا رہا حد یہ کہ مجھے اغوا کرا لیا لیکن جب اس کے ایک آدمی نے بابا پر گولی چلائی تو اس نے پاگل ہو کر اپنے آدمی کو شوٹ کر دیا۔ پھر اس نے مجھے جانے دیا لیکن راستے میں مجھے روک کر زبردستی جیکٹ پہنا دی۔"

"سچی بات ہے میں خود ابھی تک اسے ٹھیک سے نہیں سمجھ سکا ہوں وہ ہر بار میرے اندازے کو شکست دے جاتا ہے۔ وہ مجھے ڈھیل دیتا ہے اس چکر میں کہ کبھی میں اس کے کام آؤں گا اور کئی بار قابو میں آنے کے بعد میں نے اسے چھوڑ دیا۔"

"اس نے میرے بابا کو قید میں رکھا اور ان کی موت کا ذمے دار بھی وہی ہے۔" ایمن کے لہجے میں غصہ تھا۔" اگر وہ کبھی میرے ہاتھ آیا تو میں اسے معاف نہیں کروں گی۔"

"تم فکر مت کرو اس بار میں بھی اسے نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے اسے تسلی دی۔" ہم اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

''شہباز اب میرے پاس ستر گھنٹے رہ گئے ہیں۔''

''ایمن میرا فتح خان سے رابطہ ہو گیا ہے لیکن جب وہ چاہے تب ہی رابطہ ہو سکتا ہے۔ اس کا مطالبہ پانچ کروڑ ڈالرز ہیں۔''

''مجھے نہیں لگ رہا ہے۔'' وہ مایوسی سے بولی۔ ''اب تک حکومت کے کسی نمائندے نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ یہاں کوئی سن نہیں رہا ہے صرف سفیر دن میں ایک دو بار آ کر بات کرتا ہے لیکن اس کے پاس بھی کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اوپر والے میرے لیے کیا کر رہے ہیں اور کچھ کر بھی رہے ہیں یا نہیں، مجھے کچھ نہیں معلوم ہے۔''

''تمہارے خیال میں ڈیوڈ شا کا اثر و رسوخ کام کر رہا ہے۔''

''بات ڈیوڈ شا کی نہیں ہے۔'' وہ تلخ ہو گئی۔ ''اگر میرے بارے میں میڈیا میں آ جائے تو حکومت پر دباؤ آئے گا اور وہ کوئی نہ کوئی فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔''

''ہاں کوئی فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔'' میں نے کہا اور دل میں سوچا کہ یہ فیصلہ ایمن کی موت کا بھی ہو سکتا تھا۔ حکومتیں کھلے عام بلیک میل ہونا پسند نہیں کرتی ہیں۔ سوچتے ہوئے اچانک مجھے خیال آیا کہ اگر اس میں ایمن کا ٹی وی چینل ملوث ہو جائے تو حکومت پر دباؤ آ سکتا تھا۔ بے شک ماحولیاتی صحافی سہی لیکن اس کا تعلق میڈیا سے تو تھا۔ اگر صحافی برادری حکومت پر دباؤ ڈالتی تو ایمن کے لیے کچھ نہ کچھ کیا جا سکتا تھا۔ میں نے ایمن سے یہ بات کہی تو اس نے جواب دیا۔

''اس صورت میں معاملہ پبلک ہو جائے گا۔''

''درست ہے لیکن میں بھول گیا تھا کہ تم ایک عام فرد نہیں ہو بلکہ صحافی ہو اور تمام صحافی برادری تمہارے لیے مل کر حکومت پر دباؤ ڈال سکتی ہے۔''

ایمن کے لہجے میں امید آ گئی۔ ''ہاں یہ تو میں نے سوچا نہیں تھا، مگر میں نے اب تک اپنے چینل والوں سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ درحقیقت میرے بارے میں کسی کو علم نہیں ہے۔''

''سوائے ڈیوڈ شا کے۔'' میں نے چبھتے لہجے میں کہا۔ ''کیا تمہیں منع کیا گیا ہے؟''

''ہاں......'' وہ ہچکچائی۔ ''ان لوگوں نے بتایا ہے کہ میں جو کال کروں گی وہ انڈر آبزرویشن رکھی جائے گی۔''

میں اچھل پڑا اور چلا کر کہا۔ ''ایمن بے وقوف یہ بات تم اب بتا رہی......''

میری بات ادھوری رہ گئی تھی اسی لمحے دروازہ کھلا اور میں نے کسی کی آواز سنی۔ ''سوری مس ایمن تم نے وعدہ خلافی کی ہے۔''

''تم مجھ سے سیل نہیں لے سکتے۔'' ایمن چلائی لیکن شاید اس سے سیل چھین لیا گیا اور اگلے ہی لمحے لائن کٹ گئی تھی۔ میں ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا تھا۔ میں نے ہینڈ فری کان سے نکال کر بستر پر پٹخ دیا۔ مجھے پہلے خیال نہیں آیا تھا کہ وہ سفارت خانے میں تھی اور وہاں اس کی کال کی مانیٹرنگ کی جا رہی ہو گی یعنی میں نے ایمن سے جو باتیں کی تھیں وہ سب ریکارڈ ہو چکی تھیں۔ اگرچہ ان سے مجھے کوئی نقصان نہیں ہو سکتا تھا لیکن انہیں یہ بات معلوم ہو

چکی تھی کہ فتح خان سے میرا رابطہ تھا اور بعد میں مجھے بھی ایمن کے معاملے میں ملوث کیا جا سکتا تھا۔ اب مجھے فوری طور پر اس کی اطلاع ایمن کے ٹی وی چینل اور برطانیہ اور یورپ کی صحافیوں کی انجمنوں کو دینی تھی۔ میں نیچے مانی کے پاس آیا۔ وہ برگر کھاتے ہوئے گیم کھیل رہا تھا۔

''برخوردار گیم اور برگر بعد میں پہلے ایک نہایت ضروری کام ہے۔''

اس نے جلدی سے دونوں چیزیں ایک طرف کیں اور مستعد ہو گیا۔ ''آپ حکم کریں شوبی بھائی۔''

''تمہیں بھی پتا چل گیا میرا نک نیم۔'' میں بولا۔ ''خیر...... مجھے ٹی وی چینل کو ای میل کرنی ہے اور یہی ای میل برطانیہ اور یورپ کی صحافیوں کی تنظیموں کو بھی کرنی ہے۔''

''آپ پہلے ای میل بتائیں۔'' اس نے کہا اور میں نے اسے ای میل لکھوائی۔ اس کی انگلیاں کی بورڈ پر اتنی تیز چل رہی تھیں کہ میرے الفاظ پیچھے رہ جاتے تھے۔ ای میل مکمل کر کے اس نے سب سے پہلے اس ٹی وی چینل کو میل کی اور اس مقصد کے لیے اس نے ایک ایسا ای میل اکاؤنٹ استعمال کیا جو اس نے کبھی کسی کا ہیک کر لیا تھا اور اب اسی کے استعمال میں تھا۔ پھر اس نے برطانیہ اور یورپ کی صحافی تنظیموں کو یہی ای میل بھیجی۔ آخر میں اس نے ذرا سے ردوبدل کے بعد یہی ای میل دنیا کے دس بڑے نیوز چینلز کو بھیج دی۔ میں نے اس کا شانہ تھپکا۔

''شاباش یہ کیا ہے تم نے کام......''

''یہ کام تو آج کل بچے بھی کر لیتے ہیں جی۔'' اس نے شکوہ کیا۔ ''کام تو آپ بتاتے ہی نہیں ہو۔''

''میں نے تمہیں ڈیوڈ شا کا ای میل اکاؤنٹ ہیک کرنے کو کہا تھا۔''

''میں نے کوشش کی تھی جناب لیکن وہ بہت چالاک آدمی ہے اس نے پاس ورڈ کی جگہ اپنی آنکھ کی پتلی لگا رکھی ہے۔ وہ ویب کیم میں دیکھتا ہے تو اکاؤنٹ سرور اس کی پتلی شناخت کر کے اس کا ای میل اکاؤنٹ کھول دیتا ہے۔''

میں حیران ہوا۔ ''ایسا بھی ہو رہا ہے؟''

''جی جناب...... پہلے فنگر پرنٹ ریڈر کی مدد سے اسے پاس ورڈ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اب یہ چیزیں آگئی ہیں۔'' اس نے دوبارہ گیم لگا لیا اور برگر اٹھا لیا۔ سارا کام اس نے مشکل سے پانچ منٹ میں کیا تھا۔ میں باہر آیا جہاں بیتو اور سفیر آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ گفتگو کا موضوع لنچ تھا۔ جس میں آج خاصی تاخیر ہو گئی تھی اس لیے مانی نے اپنی تسلی کے لیے برگر منگوا لیا تھا۔ بیتو کا اصرار تھا کہ پائے اور بریانی منگوائی جائے جب کہ سفیر بروسٹ اور کٹا کٹ کے حق میں تھا۔ میں نے کہا۔ ''یار کچھ بھی منگوا لو ورنہ میں بھوک سے فوت ہو جاؤں گا اور کٹا کٹ یہاں آتے آتے ٹھنڈا ہو جائے گا۔''

طے ہوا کہ بریانی منگوائی جائے۔ میں باہر کے کھانے بس ایک حد تک کھاتا ہوں کیونکہ ان میں مرچ مسالے ذرا تیز ہی ہوتے ہیں ورنہ میں گھر کے سادہ کھانے زیادہ شوق سے کھا لیتا ہوں لیکن یہاں مجبوری تھی۔ بلکہ یہاں کیا کچھ عرصے سے مجبوری ہی تھی۔ باہر کے کھانے صحت کے لیے بہتر نہیں تھے۔ اس سے میری صحت پہلے جیسی نہیں رہی تھی اسٹیمنا بھی کم ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا اور سفیر سے کہا۔ ''یار میرے لیے

دودھ، انڈے، مکھن اور کارن فلیکس منگوالے۔"
بیتو نے حیرت سے مجھے دیکھا۔"شوبی آپ یہ پھیکا کھانا کھائے گا۔"
"ہاں یار چٹ پٹے کھانے کھا کھا کر پیٹ کا بیڑا غرق ہو گیا ہے۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ سادہ غذا کھاؤں اور ایکسر سائز پر توجہ دوں۔"
"بالکل ٹھیک فرمایا آپ نے۔" وسیم اندر آتے ہوئے بولا۔"میں نے ان دنوں یہی روٹین اپنالی ہے۔ سادہ غذا اور ایکسر سائز، ہمارے لیے جسمانی طور پر فٹ رہنا لازمی ہے۔"
"تم لوگ فٹ رہو۔" سفیر نے موبائل اٹھاتے ہوئے کہا۔"ہم تو قورمے بریانی کے بغیر نہیں رہ سکتے۔"
"تم لوگ کھاؤ یار تمہیں کون منع کر رہا ہے لیکن میرے لیے یہ چیزیں منگوالینا۔" میں نے وسیم کو باہر چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ باہر دھوپ تھی اور لان چیئرز پر اس کا مزہ لیا جا سکتا تھا لیکن میں وسیم سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اسے مجموعی صورتِ حال کا علم تھا میں نے اسے ایمن کے معاملے میں تازہ پیش رفت سے آگاہ کیا۔"ایمن کا مسئلہ تو اس کی حکومت حل کر سکتی ہے یا فتح خان ہاتھ آجائے تو وہ حل کر سکتا ہے۔ ہماری توجہ کا اصل مرکز نادر کی کوٹھی اور شہلا ہونی چاہیے۔"
"میرے آدمی ان دونوں جگہوں پر ہیں۔" وسیم نے کہا۔
"ان میں شہلا کم قابلِ توجہ ہے اصل کام نادر کی کوٹھی میں داخل ہو کر اسے اٹھانا ہے اور یہ کام اس طرح کرنا ہے کہ ہمارا کوئی نشان نظر نہ آئے۔"
"میں سمجھ گیا۔" وسیم نے سر ہلایا۔"اگر ہم نادر کو وہاں سے نکال لاتے ہیں تو اسے رکھنے کے لیے جگہ چاہیے ہوگی۔"
"ایک جگہ میرے علم میں ہے۔ یہاں کبھی فتح خان نے مجھے قید رکھا تھا اور سویرا کو بھی وہیں لے آیا تھا۔"
"شاید آپ جنگل والے مکان کی بات کر رہے ہیں اخباری اطلاعات کے مطابق اسے آگ لگادی گئی تھی۔"
"مجھے معلوم ہے لیکن اس میں ایک تہہ خانہ بھی تھا اور میرے خیال میں وہ ٹھیک ٹھاک ہوگا۔ ہم وہاں جا کر دیکھ لیتے ہیں اور اگر اس میں کچھ کمی ہے تو پوری کر سکتے۔ وہ اچھی جگہ ہے آبادی اور کسی کو خیالوں سے دور ہے۔"
"فتح خان اس کے بارے میں جانتا ہے۔" وسیم نے خبردار کیا۔
"ہاں لیکن وہ سمجھتا ہے کہ یہ ٹھکانہ تباہ ہو چکا ہے اس لیے وہ یہ نہیں سوچے گا کہ ہم اسے اپنے استعمال میں لا رہے ہیں۔ وہ اس جگہ سے زیادہ دور بھی نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے میں کھانا کھا کر روانہ ہو جاتا ہوں اور اسے دیکھتا ہوں۔"
"اکیلے مت جانا سفیر اور بیتو کو بھی لے جانا اور پوری طرح مسلح ہو کر جانا کسی بھی غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔"
سفیر کا شاید فون پر رابطہ نہیں ہوا تھا۔ اس لیے وہ بائیک پر کھانے کے لیے خود روانہ ہوا تھا اس کی واپسی

تک میں نے ایکسر سائز کی پھر غسل کیا۔ جب وہ سب تکے اور بریانی سے شوق فرما رہے تھے تو میں دودھ میں کارن فلیکس بھگو کر کھا رہا تھا۔ اس کا ذائقہ برا نہیں تھا لیکن اتنے عرصے تک مسالے دار چیزیں کھانے کے بعد اسے حلق سے اتارنا ذرا مسئلہ ہو رہا تھا۔ بہر حال اصل مقصد تو پیٹ بھرنا تھا۔ کھانے کے بعد وسیم نے سب کو زبردستی کھینچ کھینچ کر اٹھانا شروع کر دیا لیکن سفیر اور بیتو پر گہرا خمار طاری تھا اور کسی صورت وسیم کے ساتھ جانے کے لیے راضی نہیں تھے۔ سفیر نے جماہی لے کر کہا۔ ''اوہ بھائی تُو ہو آ......''

''چل یار یہ کسی کام کے نہیں رہے ہیں۔'' میں کھڑا ہو گیا۔

بیتو نے ایک احمقانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''شوبی ہم کام کا آدمی ہے پر کھانے کے بعد نہیں۔''

''یعنی تم کسی وقت بھی کام کے آدمی نہیں رہتے ہو۔'' وسیم نے بھنا کر کہا۔ ''بہتر ہو گا تم لوگ کوٹھی چلے جاؤ وہیں خواتین کے ساتھ پکاتے اور کھاتے رہنا۔''

وسیم کی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ دونوں سو گئے تھے یا پوز کر رہے تھے۔ میں نے اسے اشارہ کیا اور ہم باہر آ گئے۔ مانی کھاتے ہی اسٹڈی کی طرف چلا گیا۔ وسیم سفیر کی جیپ میں آیا تھا اس نے وین وہیں چھوڑ دی تھی۔ اس کے علاوہ ایک کار اور ایک بائیک تھی۔ ایاز والی بائیک اس کے پاس تھی اور وہ کوٹھی میں تھا۔ وسیم نے جیپ منتخب کی کیونکہ یہ کچے راستوں پر چلنے کے لیے بہترین تھی۔ ہمارے پاس پستول تھے اور سیٹوں کے نیچے دو شاٹ گن اور دو خود کار رائفلیں موجود تھیں۔ یعنی اسلحے کی پوزیشن تسلی بخش تھی۔ ہم روانہ ہوئے اور تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہم فتح خان کے اس ٹھکانے پر تھے لیکن اب وہاں صرف ایک جلا ہوا کھنڈر کھڑا تھا۔ اس کی کھڑکیاں اور دروازے جل چکے تھے اور باقی رہ جانے والی چیزیں لوگ نکال کر لے گئے تھے باہر سے شدید قسم کی توڑ پھوڑ کے آثار نمایاں تھے۔ وسیم نے کہا۔ ''اس کا تو حشر ہو گیا ہے مجھے امید نہیں ہے کہ اس کا تہہ خانہ بھی سلامت ہو گا۔''

''چل کر دیکھ لیتے ہیں ویسے یہ بھوت بنگلہ اس قسم کے کاموں کے لیے موزوں ہے۔''

ہم جلے ملبے اور چیزوں کو پھلانگتے ہوئے اندر آئے۔ وسیم طاقتور ٹارچ لے آیا تھا۔ اس کی روشنی میں اندر سب صاف نظر آ رہا تھا ورنہ دھویں اور آگ نے ہر چیز کو سیاہ کر دیا تھا۔ تہہ خانے والی جگہ پر ملبہ بہت زیادہ تھا اور یہ دیکھ کر مجھے مایوسی ہوئی کہ اس کا دروازہ غائب تھا۔ یعنی یہاں کسی کو رکھنا مشکل کام تھا۔ دروازہ لگانے کے لیے یہ ملبہ صاف کرنا ضروری تھا۔ مزدور اور دوسرا تعمیراتی سامان یہاں تک لانا مشکل کام تھا۔ اس دردسری سے بہتر تھا کہ ہم کوئی دوسرا ٹھکانہ تلاش کرتے۔ میں نے وسیم سے اتفاق کیا اور ہم واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔ سفر مایوس کن رہا تھا لیکن ذرا آؤٹنگ ہو گئی تھی۔ جس راستے سے آئے تھے اس پر گزشتہ بارش کا پانی کھڑا تھا اور جیپ بعض مقامات سے خاصی مشکل سے گزری تھی ایک بار تو کیچڑ میں پھنس گئی تھی۔

اس لیے وسیم نے دوسرا راستہ اختیار کیا یہ بھی کچا تھا لیکن کسی قدر بلندی پر ہونے کی وجہ سے بہتر تھا۔ درختوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے اچانک میری نظر خانہ بدوشوں کے خیموں کی طرف گئی اور میں نے بے اختیار وسیم کو جیپ روکنے کو کہا۔ وسیم نے خانہ بدوشوں کو دیکھ لیا تھا ان کے خیمے کسی قدر نشیب میں پانی کے ایک تالاب کے پاس تھے۔ تالاب میں بارش کا پانی بھرا ہوا تھا۔ شہری لوگ اس کا پانی پی کر بیمار پڑ جاتے لیکن یہ سخت جان خانہ بدوش آرام سے اس اسے استعمال کر رہے تھے۔ وہ نہ صرف اسے نہانے اور کپڑے دھونے کے لیے

استعمال کر رہے تھے بلکہ اسی پانی کو پی بھی رہے تھے ان کے جانور بھی آس پاس بندھے تھے اور وہ بھی پانی استعمال کر رہے تھے۔ مجھے شبہ ہوا تھا کہ یہ مہرو کا قبیلہ تھا۔ نظر آنے والے لوگوں کے نقوش ویسے ہی تھے۔ عورتیں اور بچے گورے چٹے تھے۔ جب کہ مردوں کے رنگ کسی قدر سنولائے ہوئے تھے۔

''ممکن ہے یہ کوئی دوسرا قبیلہ ہو؟'' وسیم نے کہا۔

''ہوسکتا ہے۔'' میں نے کہا اور نیچے اتر آیا۔ ''تم گاڑی میں رہو اور اگر کوئی گڑ بڑ ہو تو مجھے کور دو گے۔''

''میں سمجھ گیا جناب۔'' وسیم نے کہا اور پچھلی نشست سے اسلحہ نکالنے لگا۔ گاڑی دیکھ کر خانہ بدوش جمع ہونے لگے تھے ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی تھے لیکن ان کے تیور جارحانہ نہیں تھے۔ مجھے دیکھنے کے باوجود کسی کے چہرے پر حیرت یا ایسے تاثرات نہیں آئے جیسے وہ مجھے جانتے ہوں۔ اس کا مطلب تھا یہ مہرو کا قبیلہ نہیں تھا ورنہ اس میں بہت سارے لوگ مجھے دیکھ چکے تھے۔ اب مجھے تو ان کے چہرے یاد نہیں تھے لیکن ان خانہ بدوشوں سے یہ توقع محال تھی کہ وہ کسی کو دیکھ کر بھول جائیں جب کہ مجھے دیکھے زیادہ دن بھی نہیں ہوئے تھے وہاں جمع ہونے والوں کے چہروں پر سوالیہ نشان تھے کہ ہم کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں۔ میں نے بلند آواز میں کہا۔

''تمہارا سردار کون ہے؟''

ایک عمر رسیدہ لیکن تنومند شخص مجمع کو چیرتا ہوا آگے آیا۔ ''میں ہوں سرکار حکم کرو۔'' اس نے صاف اردو میں کہا۔

''تم لوگ کب سے یہاں ہو؟''

''جی ہم دو دن پہلے لاہور کی طرف سے آئے ہیں اور وادی نیلم کی طرف جا رہے ہیں۔''

''تم لوگ گوجر ہو؟''

''جی سرکار کشمیری ہیں۔'' بوڑھا ادب سے کہہ رہا تھا۔

''چند دن پہلے اس علاقے میں ایک قبیلہ اور بھی تھا اور وہ بھی گوجر تھے۔'' میں نے کہا۔

''ہوں گے سرکار ہمیں تو اپنے قبیلے سے مطلب ہے۔'' وہ چالاکی سے بولا۔ ''اگر کوئی کام ہے تو حکم کرو سرکار۔''

بوڑھے کا مطلب تھا کہ کام کی بات کرو ورنہ چلتے پھرتے نظر آؤ۔ مہرو کا قبیلہ یقیناً اس کی طرف سے ناامید ہو کر یہاں سے جا چکا تھا ویسے فتح خان کی مخبری پر وہ اسلام آباد تک چلے آئے تھے۔ بہرحال ایک عورت کی خاطر وہ زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتے تھے۔ میں واپسی کے لیے مڑا تھا کہ عورتوں کے ہجوم میں مجھے ایک عورت کی جھلک دکھائی دی۔ جب تک میں چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوتا عورت کہیں غائب ہو گئی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے لگا کہ وہ مہرو ہے۔ وہی مہرو جو وادی تک میرے ساتھ گئی تھی کیونکہ اس کا اپنا قبیلہ اس کے خون کا پیاسا ہو گیا تھا اور میں نے خود دیکھا تھا وہ اسے اور مجھے تلاش کرتے ہوئے اسلام آباد تک آ گئے تھے۔ مہرو کا واپس اپنے قبیلے میں جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن وہ مجھے یہاں نظر آئی تھی۔

لیکن مہرو یہاں کہاں وہ تو راجا عمر دراز کے محل میں تھی اور اس کی روسی نژاد عبدالرحمن سے شادی ہونے

والی تھی جو اس کی خاطر مسلمان ہو گیا تھا۔ میں عورتوں میں مہرو کو دیکھ رہا تھا اور اس پر بوڑھے سردار کے تیور خراب ہونے لگے تھے وہ سمجھنے میں حق بجانب تھا کہ میں کوئی اوباش آدمی ہوں اور اس کے قبیلے کی عورتوں کو تاڑ رہا ہوں لیکن اس سے پہلے وہ کچھ کہتا میں اس بات کو اپنا وہم قرار دے کر جیپ کی طرف مڑ گیا تھا ایک ہی برادری سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ان کے چہرے مہرے ایک جیسے تھے اس لیے مجھے اس لمحے بھر کو نظر آنے والی اس عورت پر مہرو کا شبہ ہوا تھا۔ وسیم مستعد اور کسی قدر ٹینشن میں تھا اس نے رائفل نیچے رکھی تھی اور ایک سیکنڈ میں اسے اٹھا سکتا تھا۔ میرے بیٹھتے ہی اس نے جیپ آگے بڑھا دی اور بولا۔

''یہ خانہ بدوش بہت خطرناک لوگ ہوتے ہیں جناب۔ ایک بار ایک معاملہ میں ان سے مڈ بھیڑ ہو گئی اور ان غریب سے نظر آنے والے لوگوں کے پاس اتنا جدید اور مہنگا اسلحہ نکل آیا کہ میرے ساتھیوں کے لیے جان بچانا مشکل ہو گیا تھا۔ ہم بڑی مشکل سے بچ کر نکلے تھے۔''

''مجھے بھی اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''میں نے سنا ہے کہ یہ کسی کے پیچھے پڑ جائیں تو جب تک اسے پکڑ نہ لیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے؟''

''اس سے بھی زیادہ خطرناک اور کینہ پرور ہوتے ہیں۔ ان کی بھی ایک مافیا ہے اور یہ سب آپس میں ملے ہوتے ہیں آج کل ان کا سب سے اہم مسئلہ اپنے نوجوان ہوتے لڑکے اور لڑکیوں کو فرار سے روکنا ہے کیونکہ شہروں میں قیام کے دوران وہ جدید طرز زندگی کے شیدائی ہو جاتے ہیں۔ خانہ بدوش طرز زندگی ان کو بوجھ لگنے لگتا ہے اور پھر کسی بہانے فرار ہو جاتے ہیں زیادہ تر جنس مخالف کے چکر میں بھاگتے ہیں۔ نوجوانوں کی کمی کی وجہ سے ان کی آبادی مستقل گھٹ رہی ہے۔''

''قبیلوں کا بااثر طبقہ اس خانہ بدوشی کو برقرار رکھنا چاہتا ہے؟''

ظاہر ہے کیونکہ ان قبیلوں کی دولت کے اصل مالک یہی ہیں۔ تمام ناجائز دھندے ان کے اشارے پر ہوتے ہیں اور اس کا ثمر بھی یہی لوگ حاصل کرتے ہیں عام لوگوں کے حصے میں سوکھی روٹی ہی آتی ہے۔ اس لیے عام نوجوان فرار ہو رہے ہیں تاکہ اپنی زندگی خود بنا سکیں۔''

''یہ اور بات ہے کہ جب وہ فرار ہو کر شہروں اور قصبوں میں بستے ہیں تو انہیں پتا چلتا ہے کہ یہاں بھی ان کے سرداروں جیسے طبقات کی کوئی کمی نہیں ہے یہاں بھی انہیں بے بسی اور غلامی کی زندگی بسر کرنی ہوتی ہے اور کھانے کو روکھی سوکھی ملتی ہے جب تک وہ خود کوئی دو نمبر کام کر کے اوپری طبقے میں نہ شامل ہو جائیں۔''

میں نے سرد آہ بھری۔ ''ٹھیک کہا تم نے یہ پورا ملک ہی اوپر سے لے کر نیچے تک مافیاؤں کے چنگل میں ہے۔''

جی ٹی روڈ تک آتے آتے شام ہو گئی تھی۔ جیسے ہی موبائل پر سگنل نمودار ہوئے مانی کی کال آنے لگی۔ میں نے ریسیو کی تو وہ چھوٹتے ہی بولا۔

''کہاں ہیں جناب میں دیر سے کال کر رہا ہوں۔''

''کیا ہوا؟''

''شہلا نے دس منٹ پہلے اپنا ڈیبٹ کارڈ اسی علاقے میں ایک پیٹرول پمپ پر استعمال کیا ہے۔''

''لوکیشن بتاؤ؟''

مانی نے لوکیشن بتائی جو میں نے وسیم کو بتائی اور اس نے کال کر کے اپنے آدمیوں کو ہوشیار کیا۔ ''دونوں مت دوڑ جانا ایک سپر اسٹور کے سامنے رہے اور دوسرا جا کر پیٹرول پمپ کا معائنہ کر کے آئے۔ مجھے فوراً رپورٹ کرنا۔''

ہم اس جگہ سے خاصی دور تھے۔ پھر بھی میں نے وسیم سے کہا۔ ''ہمیں خود بھی وہاں جانا چاہیے۔''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں ممکن ہے شہلا نظروں میں آجائے اور ہمیں فوری فیصلہ کرنا پڑے۔''

''اگر اسے اٹھانے کا موقع ملے تو اس سے دریغ نہیں کرنا ہے۔'' میں نے فیصلہ کیا۔ ''اس خطرناک عورت کو مزید چھوٹ دینا مناسب نہیں ہوگا۔''

''سوچ لیں۔'' وسیم نے دبے انداز میں کہا۔ ''وہ بڑی خطرناک عورت ہے اور اپنے عورت ہونے کا پورا فائدہ اٹھاتی ہے۔''

''تم فکر مت کرو اب اس کے معاملے میں میرا ذہن واضح ہو گیا ہے۔'' میں نے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔ تاریکی تیزی سے چھا رہی تھی۔ فروری کا دوسرا ہفتہ چل رہا تھا اور موسم سرما کی شدت بھی یقیناً آخری دنوں پر تھی۔ ایک دو ہفتے بعد سردی کی شدت میں یقیناً کمی آتی۔ دس منٹ بعد وسیم کے آدمی نے کال کر کے اطلاع دی۔ وسیم نے اسپیکر فون آن کر لیا۔

''سر وہ غائب ہے پیٹرول پمپ کے آس پاس کہیں نہیں ہے میں نے بائیک میں پیٹرول بھروانے کے بہانے ایک ملازم سے معلوم کیا ہے شہلا اپنی سرخ شیوی میں تھی۔ ملازم کو شیوی اور شہلا کے حلیے کی وجہ سے وہ یاد رہ گئی وہ اکثر یہاں آتی ہے۔''

شہلا کو ایسی تراش کے لباس پہننے کا شوق تھا جس میں اس کی تسلی بخش نمائش ہو سکے اور ظاہر ہے دیکھنے والے اسے یاد بھی رکھتے تھے یہی وجہ تھی وہ پیٹرول بوائے کو یاد رہ گئی جو دن میں سینکڑوں عورتوں کو دیکھتا ہوگا۔ وسیم نے پوچھا۔ ''یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ کس طرف گئی ہے؟''

''نہیں ملازم یہ نہیں دیکھ سکا۔''

''ٹھیک ہے تم پیٹرول پمپ کی آس پاس کی سڑکوں پر گھوم پھر کر دیکھو خاص طور سے گھروں میں دیکھو اگر کہیں سرخ شیوی نظر آئے تو مجھے اطلاع کرنا۔''

''یس سر۔''

وسیم نے میری طرف دیکھا۔ ''یہ تو طے ہے کہ وہ اسی علاقے میں کہیں موجود ہے اور اسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔''

''مجھے تو اس کی دیدہ دلیری پر حیرت ہے وہ پھر کھلے عام گھوم رہی ہے جب کہ اسے معلوم ہے میں اسے تلاش کر رہا ہوں گا۔''

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہم اس سپر اسٹور کے سامنے تھے۔ یہ خاصا بڑا اور لگژری طبقے کے لیے مخصوص سپر اسٹور تھا جہاں ہر چیز اعلیٰ درجے کی اور باہر کی یا ایکسپورٹ کوالٹی ملتی تھی اور اسی مناسبت سے مہنگی بھی تھی۔ یہاں

ہر کوئی خریداری کے لیے نہیں آتا تھا اس لیے رش نہ ہونے کے برابر تھا۔ وسیم جیپ میں رہا اور میں اتر کر اسٹور کے اندر آیا۔ یہاں تمام ہی صرف سیلز گرلز تھیں اور تمام ہی چن کر رکھی ہوئی تھیں۔ میں اس کاؤنٹر کی طرف بڑھا جس پر زیادہ تر پروڈکٹس خواتین کے لیے مخصوص تھیں ان میں میک اَپ، خوشبو، لوشن اور ہائی جین پروڈکٹ نمایاں تھیں۔ عام طور سے مرد حضرات یہاں نہیں آتے ہیں لیکن ان کی آمد پر پابندی بھی نہیں تھی اسٹور کو سیل سے مطلب تھی چاہے وہ کوئی بھی لے۔ سیلز گرل نے مسکرا کر خوش آمدید کہا۔

''سر واٹ کین آئی ڈو فار یو۔''

''مجھے ڈرائی اسکن کے لیے کچھ لوشن دکھایئے جو حساس جلد پر بھی اپلائی ہو سکیں۔''

''جی سر۔'' وہ جلدی سے اردو میں بولی۔ ''ہمارے پاس جرمنی سے آئے ہوئے کچھ خاص لوشن ہیں جو اسی قسم کی جلد کے لیے مخصوص ہیں آپ کس برانڈ کا چاہتے ہیں؟''

''برانڈ تو مجھے یاد نہیں ہے لیکن میری ایک جاننے والی خاتون شہلا رضوی یہاں آتی رہتی ہیں۔ انہوں تجویز کیا ہے میں اپنی وائف کے لیے یہاں سے لوشن لے سکتا ہوں۔''

''وائے ناٹ سر۔'' اس نے شہلا کے نام پر کوئی ردِ عمل ظاہر کیے بغیر کہا۔ ''آپ کو یہاں بیسٹ کوالٹی ملے گی۔''

اس نے لوشن نکال کر میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے انہیں دیکھا اور پھر کسی قدر بے بسی سے کہا۔

''مجھے یاد نہیں شہلا نے ایک خاص لوشن کہا تھا لیکن مجھے یاد نہیں آ رہا ہے۔''

''آپ ان کو کال کر کے معلوم کر سکتے ہیں۔''

''گڈ۔'' میں نے اس کی ذہانت کو خراج تحسین پیش کیا۔ ''اس کا مجھے خیال ہی نہیں آیا۔'' میں نے اپنا موبائل نکالا اور اپنا ہی ایک ایسا نمبر ملایا جو بند تھا ظاہر ہے مجھے جواب نہیں ملا۔ وہاں اتنی خاموشی تھی کہ سیلز گرل نے بھی ریکارڈ آواز سنی کہ آپ کا مطلوبہ نمبر بند ہے۔ میں نے پریشانی سے کہا۔ ''نمبر تو بند ہے۔''

''آپ کے پاس کوئی اور نمبر نہیں ہے۔'' سیلز گرل اب پوری طرح دلچسپی لے رہی تھی۔

''نہیں اور بدقسمتی سے میں نے شہلا کا گھر بھی نہیں دیکھا ہے وہ کچھ عرصے پہلے ہی یہاں منتقل ہوئی ہے۔ یہاں ایک کام سے آیا تھا تو سوچا لوشن بھی لیتا جاؤں۔ میں واہ کینٹ میں رہتا ہوں۔''

''اوہ آپ بہت دور سے آئے ہیں۔'' اسے اب ہمدردی بھی ہو گئی تھی۔ ''کاش میں آپ کی مدد کر سکتی۔''

میں نے سوچنے کی اداکاری کی۔ ''ہاں آپ چاہیں تو ایک مدد کر سکتی ہیں۔ شہلا اکثر خریداری کے لیے آتی ہے آپ نے دیکھا ہو گا۔'' میں نے تفصیل سے شہلا کا حلیہ بیان کیا اور یہ بھی بتایا کہ وہ ایسا لباس پہننے کی عادی جس میں اس کی خوب صورتی نمایاں ہو۔ اس حوالے سے سیلز گرل فوراً پہچان گئی۔

''جی وہ تو آج صبح بھی آئی تھیں اور کہیں پاس ہی رہتی ہیں کیونکہ میں نے دو تین بار انہیں سامان والی ٹرالی کے ساتھ آتے دیکھا ہے۔''

''تب ممکن ہے آپ کو یا آپ کے اسٹور میں کسی کو معلوم ہو کہ وہ کہاں رہتی ہے۔''

''میں معلوم کرتی ہوں سر۔'' سیلز گرل بولی اور اپنی ساتھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے میری بات پر

مکمل اعتبار کیا تھا۔ ایک تو میں صورت اور حلیے سے شریف اور معزز آدمی نظر آ رہا تھا دوسرے میں نے اداکاری یقیناً اچھی کی تھی اور اسے میری کہانی پر یقین آ گیا تھا۔ میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ سیلز گرل کی کسی ساتھی کو معلوم ہو کہ وہ کہاں رہتی ہے لیکن سیلز گرل اور اس کی ساتھیوں کی گفتگو کا انداز بتا رہا تھا کہ کسی کو شہلا کے گھر کا علم نہیں تھا البتہ جب سیلز گرل میرے پاس واپس آئی تو پُر جوش تھی۔ اس نے آتے ہی کہا۔ ''سر ہم میں سے کسی کو نہیں معلوم کہ میڈم شہلا کہاں رہتی ہیں لیکن یہاں ہمارا ایک سروس بوائے ماجد ہے۔ وہ کئی بار میڈم شہلا کے ساتھ سامان لے کر ان کے گھر تک جا چکا ہے۔''

''وہ اس وقت کہاں ہے؟''

''وہ آج صبح کی شفٹ میں تھا اور چار بجے آف کر کے جا چکا ہے۔''

''اوہ...... یعنی کل صبح آئے گا لیکن میں صبح نہیں آسکوں گا۔ کیا اس کا کوئی موبائل نمبر نہیں ہے وہ صرف نشاندہی کر دے تو مکان میں تلاش کر لوں گا۔''

''موبائل نمبر تو صرف منیجر کے پاس ہوتے ہیں۔'' وہ سوچتے ہوئے بولی۔ میں نے سراپا التجا بن کر کہا۔

''پلیز مس آپ ان سے معلوم کر کے بتائیں۔''

میری التجا نے اسے موم کر لیا اور وہ سر ہلاتی ہوئی اسٹور کے پچھلے حصے کی طرف بڑھ گئی۔ اب میں دعا مانگنے لگا کہ منیجر کوئی خشک مزاج مشکوک آدمی نہ ہو اور وہ نمبر دینے کے بجائے بال کی کھال نکالنے میں نہ لگ جائے۔ سیلز گرل خوب صورت لڑکی تھی اور اگر منیجر ذرا بھی حسن پرست ہوتا تو وہ کامیاب لوٹتی۔ اس کی کامیاب واپسی پانچ منٹ بعد ہوگئی یقیناً یہاں تمام ملازمین کا ڈیٹا کمپیوٹرائزڈ تھا اس لیے ایک منٹ میں منیجر نے ماجد کا سیل نمبر نکال دیا۔ سیلز گرل نے نمبر مجھے دینے کے بجائے اسے اپنے سیل سے کال کی۔ وہ پوری طرح میری مدد پر آمادہ تھی۔ ''ماجد میں اسٹور سے فریحہ بات کر رہی ہوں۔ ہاں ایک کسٹمر کو مسئلہ ہے تم سروس کے لیے گھروں تک جاتے ہو تمہیں وہ خوب صورت سی خاتون یاد ہیں جو آج صبح بھی آئی تھیں؟''

جواب میں ماجد نے شہلا کے حوالے سے یقیناً کوئی ایسی بات کی کہ فریحہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ''پلیز کام کی بات کرو ان صاحب کو ان کے گھر کا پتا چاہیے وہ ایک لوشن کے بارے میں ان سے گائیڈنس لینا چاہتے ہیں لیکن ان کا نمبر بند جا رہا ہے...... ٹھیک ہے...... لو سر سے بات کرو اور انہیں سمجھا دو۔'' فریحہ نے کہتے ہوئے موبائل میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے موبائل لیا۔

''جی سر۔'' ماجد نامی لڑکے نے کسی قدر تمسخرانہ انداز میں کہا۔ ''آپ کو میڈم شہلا کے گھر کا پتا چاہیے۔''

''ہاں وہ ابھی یہاں شفٹ ہوئی ہیں اور میرے پاس ان کے گھر کا پتا نہیں ہے۔'' میں نے اس کا لہجہ نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''اسٹور سے نکلنے کے بعد دائیں طرف مڑ جائیں اسی سڑک پر سیدھا جائیں بائیں طرف کی چوتھی لین میں بائیں طرف کا پانچواں بنگلہ ہے اس کے گیٹ پر شیر کا سر بنا ہوا ہے۔''

اس نے پتے کی وضاحت کر دی تھی لیکن میں نے احتیاطاً موبائل پر آنے والا اس کا نمبر دیکھ کر ذہن نشین کر لیا اور موبائل شکریے کے ساتھ واپس کر دیا۔ ''میں پوچھ کر آتا ہوں۔''

''ویلکم سر اسٹور رات بارہ بجے تک کھلا رہتا ہے۔'' وہ دلکش انداز میں مسکرائی اور میں دل میں اس سے سوری کرتا باہر نکل آیا کیونکہ اب میں دوبارہ یہاں نہیں آتا۔ وسیم گاڑی میں میرا منتظر تھا۔

''کام ہوگیا۔'' میں نے اندر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''شہلا کا پتا مل گیا ہے۔''

''پتا چل گیا۔'' وہ اچھل پڑا۔ ''اتنی آسانی سے؟''

''بس جب تقدیر ساتھ دینے پر آمادہ ہو تو اسی طرح سراغ مل جاتا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''اسی سڑک پر سیدھے چلو بائیں طرف چوتھی گلی میں موڑ لینا۔''

وسیم نے گاڑی آگے بڑھائی۔ ''میں اپنے آدمیوں کو کال کرلوں؟''

''نہیں پہلے ہم جائزہ لے لیں لیکن ان کو اسٹور کے پاس بلالو تاکہ کال کرتے ہی وہ آجائیں۔''

وسیم نے دوسرے کو کال کی اور اسے واپس آنے کا حکم دیا۔ چوتھی گلی میں بائیں طرف پانچواں بنگلہ تھا اس کے گیٹ پر شیر کا سر بنا ہوا تھا لیکن بنگلہ اندر سے تاریک تھا اور گیٹ کی روشنیاں بھی گل تھیں گویا شہلا گھر پر نہیں تھی۔ ''وہ گھر پر نہیں ہے۔'' وسیم نے کہا۔

''شاید وہ پٹرول ڈلوا کر واپس نہیں آئی اور کہیں گئی ہے۔ ہمیں اس کا انتظار کرنا ہوگا۔''

یہ سارے بڑے بنگلے تھے۔ شاید ایک کنال پر پھیلے ہوئے تھے۔ گلی سنسان تھی لیکن گھروں میں روشنی تھی۔ صرف شہلا کا بنگلہ تاریک تھا۔ یعنی وہ اکیلی رہتی تھی۔ ورنہ بنگلے میں تاریکی نہ ہوتی۔ شہلا کا تعلق ایک جدی پشتی رئیس جاگیردار گھرانے سے تھا اس لیے اس کی دولت مندی میں شبہ نہیں تھا پھر وہ جس فطرت کی عورت تھی اس کے اندر دولت کی بھوک تھی۔ اس نے مزید دولت کمانے کے طریقے بھی آزمائے ہوں گے۔ ممکن ہے یہ بنگلہ اس کا ہو یا اس نے کرائے پر حاصل کیا ہو۔ دروازے کے ساتھ کہیں کوئی نیم پلیٹ نہیں تھی۔ جس سے پتا چلتا کہ صاحبِ خانہ کون ہے۔ میں اتر کر گیٹ تک گیا۔ پہلے میں نے سن گن لی احتیاطاً میں نے چہرہ نیچے رکھا تھا کیونکہ اندر کسی سیکورٹی کیمرے کی موجودگی عین ممکن تھی جو گیٹ تک آنے والے کسی بھی فرد کی تصویر لے سکتا تھا۔ گیٹ کی جھریوں سے اندر کا جائزہ لیا اور پھر بیل بجائی۔ باہر آواز نہیں آئی تھی بیل یا تو اندر تھی یا پھر بند تھی۔ کوئی ردِعمل نہیں ہوا تو میں وسیم کے پاس آیا۔

''جیپ کہیں اور لے جاؤ اس طرح کھڑے دیکھ کر کسی کو شک ہو سکتا ہے۔''

اتنی دیر میں وسیم پہلے ہی ایک جگہ دیکھ چکا تھا۔ یہ دو بنگلے آگے ایک خالی پلاٹ تھا۔ وہ جیپ وہاں لے گیا میں وہیں رہا پھر مجھے خیال آیا کہ اس طرح کھڑا ہوا تو میں خود بھی مشکوک لگ رہا تھا۔ میں ٹہلتا ہوا گلی کے سرے سڑک کی سمت جانے لگا۔ وسیم جیپ میں موجود رہا تھا اس کے سیاہ شیشوں کے پیچھے اندازہ لگانا دشوار تھا کہ کوئی جیپ میں ہے یا نہیں۔ سڑک تک جا کر میں واپس آیا اور جیپ میں گھس گیا کیونکہ سردی کی شدت بڑھ رہی تھی اور ساتھ ہی دھند پڑنے لگی تھی۔ ذرا سی دیر میں جیپ کا شیشہ اوس پڑنے سے بالکل اندھا ہوگیا تھا۔ میں نے وسیم سے کہا۔ ''اس سے تو کچھ نظر نہیں آرہا ہے اگر شہلا آئی تو کیسے پتا چلے گا؟''

''ایسا کرتے ہیں کھڑکی کا ذرا سا شیشہ نیچے کرلیتے ہیں اس سے نظر آتا رہے گا۔''

''نہیں جیپ اندر سے بھی یخ ہو جائے گی۔'' میں نے کہا۔ ''میں اندر جانے کی سوچ رہا ہوں۔''

وسیم نے نفی میں سر ہلایا۔ "میرا خیال ہے اس ایڈونچر کی ضرورت نہیں ہے اندر جانے کے لیے آپ کو ٹریس پاس کا خطرہ مول لینا پڑے گا اور بدقسمتی سے کسی نے دیکھ لیا تو شہلا سے پہلے پولیس آجائے گی۔"

میں نے اس کی بات پر غور کیا وہ ٹھیک کہہ رہا تھا خطرہ زیادہ تھا لیکن اندر جانے کا مقصد صرف شہلا کو قابو کرنا نہیں تھا۔ ممکن ہے مجھے یہاں بریف کیس مل جاتا۔ اگر صرف شہلا کو قابو کیا جاتا تو اسے جلدی یہاں سے لے جانے کے چکر میں ہم بریف کیس آسانی سے تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے وسیم کو بریف کیس کے بارے میں اپنے خیال سے آگاہ کیا تو اس کی سوچ بدل گئی۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ہم موقع سے فائدہ اٹھا کر اگر بریف کیس حاصل کر لیں تو اس کے بعد شہلا جہنم میں جائے۔ آپ گیٹ تو پھلانگ سکتے ہیں لیکن اندر تالے کیسے کھولیں گے؟"

"ممکن ہے مجھے کوئی دروازہ کھلا مل جائے کھڑکیوں پر تو گرل نظر آرہی ہے۔"

"شہلا اتنی لاپرواعورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "میں دیکھتا ہوں کوئی راستہ مل جائے۔ کوئی پن یا سخت تار ہے۔"

وسیم نے نیچے اتر کر ٹول بکس سے مجھے اس قسم کے تار اور پنیں نکال دیں جن سے کسی تالے کو کھولا جا سکتا تھا۔ مجھے ایک دو بار اس قسم کے کاموں کا تجربہ ہوا لیکن مجھے مہارت نہیں تھی۔ پستول میری جیکٹ میں تھا۔ دھند کی وجہ سے مجھے آسانی تھی۔ دس گز بعد چیزیں دھندلی دکھائی دے رہی تھیں۔ گھروں میں کھڑکیوں کے شیشے دھندلا گئے تھے اور کھلے دروازے رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا میں آسانی سے گیٹ پھلانگ کر اندر داخل ہو گیا اور کتے کا خیال مجھے بعد میں آیا کیونکہ ابھی میرے پاؤں فرش سے لگے تھے کہ کتے کے بھونکنے کی آواز آئی۔ اگرچہ آواز کہیں دور سے آئی تھی لیکن میرا خون فوراً خشک ہو گیا اور میں نے بے ساختہ پستول نکال لیا۔ کتا اگر سامنے سے آتا تو میں آسانی سے اس سے نمٹ سکتا تھا لیکن اگر وہ دائیں بائیں کہیں جھاڑیوں سے نمودار ہوتا تو میرے پاس اس سے نمٹنے کا وقت کم رہ جاتا۔ شہلا کی کوٹھی میں لان کا رقبہ اتنا نہیں تھا لیکن اس پر آرائشی جھاڑیوں سمیت بہت کچھ لگا تھا لیکن پہلی آواز کے بعد کتا کہیں سے نمودار نہیں ہوا۔

"شش......" میں نے آہستہ سے آواز نکالی کہ اگر کتا کہیں ہو تو تشریف لے آئے ابھی تو میں ہوشیار تھا بعد وہ بے خبری میں آلیتا تو میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ مگر کتا اس بار بھی نہیں آیا میں نے آس پاس دیکھا گیٹ کے دونوں طرف لان تھا جس میں کراٹا کی باڑھ لگی تھی۔ آہستہ آہستہ میں نے آگے پیچھے کے پورے لان کا معائنہ کر لیا۔ کتا کہیں اور تھا وہ شاید کسی پڑوس میں تھا اور آہٹ سن کر بھونکا تھا یا پھر اس کی طبیعت گدگدائی تھی۔ میں گھوم کر کوٹھی کے پیچھے آیا۔ اس طرف کئی کھڑکیاں تھیں لیکن سوائے صرف ایک کے سب پر گرل لگی تھی۔ مجھے تعجب ہوا کہ اس کھڑکی پر گرل کیوں نہیں ہے۔ میں اسے چھونے جا رہا تھا کہ میری چھٹی حس نے خبردار کیا۔ میں نے کھڑکی کی جالی کو ہاتھ لگانے کے بجائے اپنے پاس موجود تار اس پر کھینچ کر مارا اور فوراً ہی جالی سے چنگاریاں پھوٹی تھیں اس میں کرنٹ دوڑ رہا تھا۔ اگر میں اسے ہاتھ لگاتا تو مرحوم نہ بھی ہوتا تب بھی کرنٹ مجھے بے دم ضرور کر دیتا۔

یہ ٹریپ تھا چوروں کی طرح آنے والا فوراً اس کھڑکی کی طرف متوجہ ہوتا اور اندر جانے کی کوشش میں

وفات پا جاتا اور یہ ٹریپ بتا رہا تھا کہ اندر کوئی چیز تھی جس کی حفاظت کے لیے یہ ٹریپ لگایا گیا تھا۔ میں نے ٹارچ روشن کی اور کھڑکی کا معائنہ کیا لیکن مجھے کہیں سے کوئی تار جالی کو چھوتا دکھائی نہیں دیا تھا۔ یعنی یہ سسٹم اندر سے تھا۔ میں زیادہ دیر ٹارچ نہیں جلا سکتا تھا آس پاس گھروں میں سے کوئی دیکھ سکتا تھا۔ میں پلٹ کر سامنے والے حصے میں آیا گیٹ کے پاس سرکٹ بریکر اور سوئچ بورڈ لگا ہوا تھا۔ یہ پرانے طرز کی کوٹھی تھی جس میں اس قسم کی چیزیں باہر ہوتی تھیں آج کل لوگ سوئچ بورڈ اور سرکٹ بریکر گھر کے اندر لگانا پسند کرتے ہیں تاکہ کسی قسم کی خرابی کی صورت میں ان کو گھر سے باہر نہ جانا پڑے۔ میں نے مین سوئچ بند کیا اور دوبارہ جا کر جالی پر تار مار چیک کیا اس بار چنگاریاں نہیں اڑی تھیں۔ پھر بھی میں نے ڈرتے ڈرتے کھڑکی کو ہاتھ لگایا۔

یہ المونیم کی کھڑکی تھی جس کا ایک فکس پٹ تھا اور دو سلائیڈ کرنے والے پٹ تھے باہر والا پٹ فلائی نیٹ کا تھا جسے مزید مضبوط کرنے کے لیے اس پر لوہے کی باریک جالی لگائی گئی تھی اور کرنٹ اسی میں دوڑ رہا تھا۔ مین سوئچ آف کرنے سے کرنٹ رک گیا تھا۔ میں نے زور لگا کر پٹ کھسکایا اور پھر اندر والا بھی کھسکا کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ کچن کے ساتھ لاؤنج تھا۔ میں نے جلدی سے کھڑکی کے دونوں پٹ برابر کیے اور پھر ٹارچ کی روشنی میں مکان کے اندر کا جائزہ لینے لگا۔ کھڑکیوں پر دبیز پردے تھے اس لیے روشنی باہر جانے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ البتہ میرے کان باہر کسی آہٹ پر مرکوز تھے آنے والے کا پتا آوازوں سے چلتا۔ میرے پاس موبائل تھا اور میں نے اسے سائلنس کر کے وائبریٹ پر کر دیا۔ اب وسیم یا کوئی اور مجھے کال کرتا تو مجھے پتا چل جاتا۔

یہ ایک منزلہ کوٹھی تھی جس کا حجم بتا رہا تھا کہ اس میں کم سے کم تین بیڈ روم تھے۔ لاؤنج کے بعد ایک راہداری تھی جو بائیں طرف ایل کی شکل میں مڑ رہی تھی۔ اس میں دائیں طرف [illegible] اسا ڈرائنگ روم تھا اور بائیں طرف دو بیڈ روم تھے۔ آگے جہاں راہداری مڑ رہی تھی وہاں ایک بیڈ روم اور اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں تھیں۔ میں نے نشست گاہ میں جھانکا اور پھر اس کی مخالف سمت میں واقع بیڈ روم کا دروازہ کھولا۔ اندر تاریکی تھی۔ میں نے ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ ایک جہازی سائز بیڈ کے ساتھ اسی طرح کا شاندار ڈریسر اور بہت بڑی چار پٹ والی الماری تھی۔ میں نے الماری چیک کی اس کے دروازے لاک تھے چابیاں تلاش کرنے میں وقت ضائع ہوتا میں نے بلا تکلف پٹ کھینچ کر لاک توڑ دیئے اور اندر موجود چیزوں کو نیچے گرانے لگا۔ مجھے بریف کیس کی تلاش تھی لیکن میں نے سامان کا وہ حال کیا جو کوئی پیشہ ور چور کر سکتا تھا۔

ذرا دیر میں مَیں چاروں پٹ کھول کر اس میں موجود سامان نیچے گرا چکا تھا۔ پھر [illegible] نے الماری کے اندر موجود لاکر کو کھولا تو اس میں اندر خاصی بڑی رقم نظر آئی یہ ہزار اور پانچ سو کے نوٹوں والی گڈیاں تھیں اور رقم کی مالیت کم سے کم پانچ لاکھ تھی۔ میں نے گڈیاں سمیٹ کر جیکٹ میں رکھ لیں۔ میرا ارادہ رقم چوری کا نہیں تھا لیکن میں اسے شہلا کے لیے بھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ لاکر میں ایک بڑا سیٹ زیور کا رکھا تھا میں نے وہ بھی ڈبے سے نکال کر جیکٹ میں ڈال لیا۔ کچھ زیور مجھے ڈریسر سے ملا لیکن بیڈ روم میں کہیں بریف کیس نہیں تھا اور نہ ہی کوئی اور خاص چیز تھی۔ یہاں سے نمٹ کر میں نے دوسرے بیڈ روم کا رخ کیا۔ یہ استعمال میں نہیں تھا اور یہاں کچھ نہیں ملا۔ پھر بھی میں نے اس کا بھی وہی حال کیا۔ تیسرا بیڈ روم خالی تھا۔ مزید نصف گھنٹے میں، مَیں نے سارا گھر چھان مارا تھا۔ میں نے دیواروں جائزہ لیا کہ اس میں کہیں کوئی خفیہ خانہ نہ ہو۔ دیواروں پر لگی تمام تصویروں کو

اتار کر پھینک دیا۔ کچن اور اسٹور روم بھی دیکھ لیا۔ کوٹھی میں تہہ خانہ نہیں تھا۔
یہ یقین کرنے کے بعد کہ بریف کیس یا بنک لاکر سے نکلنے والا بلیک میلنگ کا مواد یہاں نہیں ہے۔ میں نے وسیم کو کال کی۔ ''یہاں کچھ نہیں ہے ہمیں اسے قابو کرنا ہوگا۔''
''آپ نے مکمل تلاشی لی ہے؟''
''ایک......ایک جگہ کی یار، میں نے گھر کے ساتھ پیشہ ور چوروں والا سلوک کیا ہے۔''
وسیم خوش ہوگیا۔ ''کیا یاد کرے گی شہلا۔''
''میرا خیال ہے اس نے اپنے اسی مکان میں سب کچھ چھپا رکھا ہوگا کیونکہ اس میں چوری چھپے داخلہ ناممکن ہے۔ مکان کو جدید ترین ڈیجیٹل سیکورٹی دی گئی ہے۔''
''یعنی ہمیں شہلا کو پکڑنا پڑے گا۔''
''بالکل اس کی واپسی تک میں اندر ہی رہوں گا۔''
''لیکن وہ مکان میں گھستے ہی ہوشیار ہو جائے گی۔''
''اچھا یاد دلایا مکان میں گھستے ہی نہیں بلکہ گیٹ پر پہنچتے ہی کیونکہ میں نے مین سوئچ آف کر دیا ہے اور ڈور بیل کے ساتھ جلنے والی سرخ ایل ای ڈی آف ہوگی۔ تم ہوشیار رہنا اور جیسے ہی وہ آئے مجھے خبردار کر دینا میں مین سوئچ آن کرنے جا رہا ہوں۔''
میں ایک دروازے سے باہر آیا اور سایوں کی آڑ لیتا مین گیٹ تک آیا سوئچ آن کر کے میں واپس اسی راستے سے اندر آیا اور سب سے پہلے کچن کا رخ کیا کیونکہ مجھے بھوک لگ رہی تھی دوپہر میں، مَیں نے جو پھیکا سیٹھا کھانا کھایا تھا وہ زود ہضم بھی تھا اس لیے اب پیٹ خالی تھا۔ میں نے ایک چولہے پر فریج سے دستیاب ہونے والے انڈوں کو ابالنے کے لیے رکھا اور دوسرے چولہے پر کافی کا پانی چڑھایا۔ ڈبل روٹی تھی اور ساتھ میں پنیر مکھن سب دستیاب تھا میں نے مالِ مفت سمجھ کر ہر چیز کا دل کھول کر استعمال کیا۔ اس خود ساختہ ڈنر سے فارغ ہو کر میں نے وسیم کو کال کر کے باہر کا احوال لیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ سفیر کو اطلاع کر دوں لیکن نمبر انگیج جانے کا سوچ کر میں نے یہ کام وسیم کے سپرد کر دیا۔ جیسے ہی وسیم سے بات کر کے کال کاٹی فوراً ہی اسکرین روشن ہوگئی سویرا کا نام جگمگا رہا تھا لیکن کال منحوس صورت فتح خان کی تھی۔ میں نے کال ریسیو کی۔
''فتح خان کیا بات ہے میں ذرا مصروف ہوں۔''
''میں جانتا ہے تمہاری مصروفیت......'' اس نے کہا تو ایک لمحے کو میں سمجھا کہ وہ جان گیا ہے کہ میں کہاں ہوں۔ ''تم آج کل مرشد کے چکر میں ہے۔''
''وہ تو تم بھی ہو۔'' میں نے چبھتے لہجے میں کہا۔ ''بلکہ شاید نادر کے چکر میں بھی ہو۔''
میری جوابی کارروائی پر اسے بھی ایک لمحے کو سانپ سونگھ گیا تھا پھر اس نے سنبھل کر کہا۔ ''نادر......اس سے میرا کیا تعلق......؟''
''یہ تو تمہیں ہی معلوم ہوگا لیکن تم اتنا تو جانتے ہو کہ وہ ایسا سانپ بن گیا ہے جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو اور صرف ایک جگہ پڑا تلملا سکتا ہے۔''

''میں نہیں جانتا اس کے بارے میں۔'' فتح خان نے صاف انجان بن کر کہا۔ وہ اچھا اداکار تھا اگر اسے توقع ہوتی کہ میں نادر کے بارے میں پوچھوں گا تو وہ پہلے سے سوچ کر جواب دیتا اور مجھے شک بھی نہ ہوتا لیکن جلدی میں اس کا لہجہ مصنوعی ہو گیا تھا۔

''تم کہتے ہو تو میں مان لیتا ہوں اب کام کی بات کرو۔''

''تم نے گورا لوگ سے بات کیا؟''

''وہ مجھے منہ لگائیں گے تو میں بات کروں گا اور میں کس منہ سے ان سے بات کروں جب کہ میری اپنی پوزیشن مشکوک ہے۔''

''تم چاہے تو کر سکتا ہے۔'' فتح خان نے کسی قدر معنی خیز انداز میں کہا۔

''کس سے؟''

''ڈیوڈ شا سے۔''

''ڈیوڈ شا سے کس خوشی میں؟''

''کیونکہ ڈیوڈ شا اگر چاہے تو اپنا حکومت کو راضی کر سکتا ہے۔''

''تب تم اس سے بات کیوں نہیں کر لیتے ہو، تم ایک زمانے میں اس کے دست ناراست رہے ہو اور تمہیں شاید اس سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا کیونکہ انگریز الٹے ہاتھ کا وہ استعمال نہیں کرتے ہیں جو ہم کرتے ہیں۔''

فتح خان شاید میری بات سمجھا نہیں تھا اس نے کہا۔ ''میں اس کا ملازم تھا اس سے اس طرح بات نہیں کر سکتا۔ تم اس سے برابر سے بات کر سکتا ہے۔''

''تم اس سے برابر سے بات نہیں کر سکتے لیکن اس کی بھتیجی کو ٹریپ کر کے اس کا تاوان مانگ سکتے تھے۔''

''وہ دوسرا بات ہے اور ڈیوڈ شا کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا ایمن اس کا دشمن ہے۔''

''تب تو اس کی خواہش ہوگی کہ اس کی جیکٹ صحیح سالم نہ اترنے پائے۔''

''ہاں اس کا خواہش تو یہی ہوگا لیکن تم نہیں جانتا اس کا سب سے بڑا خواہش کیا ہے اگر وہ پورا ہونے کا چانس نظر آئے تو وہ ایمن کو چھڑوا سکتا ہے۔''

میں فتح خان کی بات سمجھ رہا تھا اور اس سے مجھے شبہ ہوا کہ کہیں اس سارے کھیل کے پیچھے ڈیوڈ شا تو نہیں ہے۔ مگر فتح خان کے لیے ہیرے اور پانچ کروڑ ڈالرز کی رقم معمولی نہیں تھی اور ڈیوڈ شا یقیناً اسے اتنا معاوضہ نہیں دے سکتا تھا۔ فی الحال میں نے اس خیال کو مسترد کر دیا میں نے اس خیال کو مسترد کر دیا لیکن فتح خان کی بات میں وزن تھا۔ ڈیوڈ شا وادی کے چکر میں تھا اور اس کے لیے میرے چکر میں تھا اس لیے اگر میں ایمن کی خاطر اس سے بات کرتا تو وہ کم سے کم میری بات سن سکتا ہے اور ہو سکتا تھا اس کے بعد تصفیے کی بھی کوئی صورت نکل آتی۔ مگر میں اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میرے دشمنوں میں ایک وہی تھا جو اس وقت خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اسے چھیڑنا سوئے ہوئے اژدہے کو چھیڑنے کے برابر تھا۔

''فتح خان تم ڈیوڈ شا کی بات چھوڑو اپنی بات کرو۔ تم اپنے مطالبے میں لچک کرو تو ممکن ہے تمہیں تاوان مل جائے۔''

''میں اپنے مطالبے میں کمی تو اس وقت کرے جب دوسرا طرف سے اس کا بات کیا جائے۔'' فتح خان کے لہجے میں مایوسی تھی۔ ''میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ لوگ اتنا...... نکلے گا۔'' اس نے بڑی مہارت سے خالی جگہ میں ایک گالی فٹ کی تھی۔ ''میں تو سمجھتا تھا کہ تہلکہ مچ جائے گا۔''

''میں تم سے متفق ہوں لیکن برٹش حکومت کے رویے سے مجھے بھی بہت مایوسی ہوئی ہے۔'' میں نے اس سے اتفاق کیا لیکن اسے یہ نہیں بتایا کہ میں گوروں کو جھنجھوڑنے کے لیے کیا کام کر چکا تھا۔

''اگر یہ میرے کو رقم نہیں دے گا تو میں ایمن کو نہیں چھوڑے گا۔''

''فتح خان اب مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے یہ سب تم اپنے لیے نہیں کر رہے ہو۔''

''کیا مطلب؟''

''تم یہ کام ڈیوڈ شا کے لیے کر رہے ہو۔'' میں صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ فتح خان حیران ہوا۔

''تمہارا مطلب ہے میں پانچ کروڑ ڈالرز کا ڈرامہ کر رہا ہے۔''

''فتح خان شاید تمہیں بھی پتا ہے تمہیں پانچ کروڑ ڈالرز نہیں مل سکتے ہیں لیکن ایمن ضرور اپنی جان سے جا سکتی ہے اور اگر ایمن بچ جاتی ہے تو اس میں بھی صرف ڈیوڈ شا کا فائدہ ہو سکتا ہے۔''

فتح خان یوں چپ ہوا جیسے میں نے اسے لاجواب کر دیا ہو لیکن کچھ دیر بعد اس نے ڈھٹائی سے کہا۔ ''یہ تمہارا سوچ ہے شہباز خان۔''

''ممکن ہے...... لیکن تم خود سوچو اگر برٹش حکومت نہیں مانتی ہے تو ایمن ماری جائے گی اور فائدہ ڈیوڈ شا کا ہو گا۔ اس کی جاگیر اور خطاب کے لیے واحد خطرہ بھی ٹل جائے۔ اگر میں ایمن کو بچانے میں کوئی کردار ادا کرتا ہوں اور اس کے بدلے مجھے ڈیوڈ شا کی کوئی بات ماننی پڑے تب بھی فائدہ اسی کا ہو گا۔''

''یہ تمہارا سوچ ہے میں نے تم کو ڈیوڈ شا سے بات کرنے کا اس واسطے نہیں کہا تھا۔''

''فتح خان میرا خیال ہے تمہیں اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہیں کچھ نہیں ملے گا سوائے ایک گناہِ بے لذت کے اور بین الاقوامی ایجنسیاں ہاتھ دھو کر تمہارے پیچھے پڑ جائیں گی۔ اس لیے بہتر یہی ہے تم ایمن کو چھوڑ دو۔''

''ایسا نہیں ہو سکتا۔'' وہ لاپروائی سے بولا۔ ''بیشک کچھ بھی ہو فتح خان کسی سے ڈرنے والا نہیں ہے۔''

اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں کس سچویشن میں تھا اور میں اتنی دیر سے اس سے بات کر رہا تھا اگر شہلا آ جاتی اور وسیم مجھے آگاہ کرنا چاہتا تو میرا نمبر اسے انگیج ملتا۔ میں نے عجلت میں کہا۔ ''فتح خان میں مصروف ہوں تم سے پھر بات کروں گا۔''

اس کی بات سنے بغیر میں نے لائن کاٹ دی تھی۔ موبائل رکھ کر میں نے سامنے والی کھڑکیوں سے باہر دیکھا۔ فی الحال وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا اگر اس دوران میں شہلا آ جاتی تو ممکن ہے اس کے اندر آنے کے بعد مجھے اس کی آمد کا پتا چلتا اور اس وقت تک وہ مجھے ہینڈز اَپ کرا چکی ہوتی یا گولی مار چکی ہوتی۔ میں کھا پی کر فارغ ہو گیا تھا اور اب مجھے وسیم کا خیال آیا وہ بے چارہ بھوکا بیٹھا تھا لیکن میں اسے سینڈوچز پیش کرنے نہیں جا سکتا تھا اس دوران میں شہلا آ جاتی یا کوئی اور اس آمد و رفت کو نوٹ کر لیتا تو ہم مشکل میں پڑ جاتے اس لیے میں نے اپنی جگہ رہنا مناسب سمجھا رات کے نو بجنے والے تھے۔ شہلا پتا نہیں کہاں اور کتنی دیر کا

ارادہ لے کر گئی تھی۔ کم سے کم رات کا کھانا وہ باہر ہی کھاتی اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس کے بعد بھی اس کا کہیں باہر شب بسری کا ارادہ ہو۔ وہ کوئی گھریلو عورت نہیں تھی جسے گھر واپس آ کر چولہے ہانڈی کی فکر ہوتی دوسرے وہ آزاد خیال تھی اور ممکن ہے اس کا ارادہ رات کہیں اور کسی کے ساتھ گزارنے کا ہو اس صورت میں اس کی رات بھر واپسی مشکوک تھی۔

دس بجے میں نے وسیم کو کال کی۔ اس کے فون پر بیل جانے لگی لیکن وہ ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ ایک بار بیل بج بج کر بند ہو گئی تو میں نے دوبارہ کال ملائی مجھے خیال آیا کہ وسیم نے بھی میری طرح وائبریٹ پر لگا دیا ہو گا اور شاید موبائل جیب میں نہیں تھا لیکن دوسری بار بھی بیل بجتی رہی اور وسیم نے ریسیو نہیں کیا تو مجھے خطرے کا احساس ہونے لگا۔ میں جھرجھری لے کر کھڑا ہو گیا۔ تعجب تھا کہ مجھے پہلے کیوں خیال نہیں آیا کہ فتح خان کی کال کی اس وقت آمد کوئی سازش بھی ہو سکتی ہے۔ جتنی دیر اس نے مجھے کال کی تھی باہر کچھ ہو چکا تھا۔ فتح خان اور اس کے آدمیوں نے وسیم پر قابو پا لیا ہو گا۔ وسیم کے آدمی یہاں سے ذرا دور سپر اسٹور پر تھے اور ان کو کیا معلوم کہ اس پر کیا گزر چکی ہے۔ پہلے میں نے سامنے سے نکلنے کا سوچا لیکن مجھے اس میں رسک نظر آیا۔ ممکن ہے دشمن منتظر ہوں کہ میں باہر آؤں تو وہ وسیم کی طرح مجھے بھی قابو کر لیں میں نے کال کر کے ان کو پہلے ہی خبردار کر دیا تھا کہ میں بے تاب ہوں اور وسیم کی طرف سے جواب نہ ملنے پر جلد یا بدیر باہر آؤں گا۔

میں نے سیڑھیوں کا رخ کیا۔ اوپر سے میں دیکھ سکتا تھا لیکن جب میں نے باہر قدم رکھا تو دھند اتنی گہری ہو چکی تھی کہ چند گز آگے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا آس پاس مکانوں کے لان میں روشن تیز لائٹس بھی مدھم سی پڑ گئی تھیں۔ اسٹریٹ لائٹس کے تیز بلب زیرو کے بلب کی طرح ٹمٹما رہے تھے۔ اب میرے پاس باہر جا کر حالات کا جائزہ لینے کے سوا کوئی اور راستہ باقی نہیں رہا تھا لیکن میری چھٹی حس نے پھر مجھے روکا اور میں نے نیچے آ کر عبداللہ کو کال کی اسے حالات سے آگاہ کر کے پہلے میں نے وسیم کے ان ساتھیوں کے نمبر مانگے جو سپر اسٹور پر موجود تھے۔ عبداللہ نے مجھے نمبر نوٹ کراتے ہوئے کہا۔ ”میں آ رہا ہوں اس وقت تک آپ باہر مت نکلیے گا۔“

”میں اندر ہی ہوں۔“ میں نے نمبر نوٹ کرتے ہوئے کہا۔ عبداللہ سے بات کرتے ہی میں نے ایک نمبر ملایا اس پر بیل جا رہی تھی لیکن کال ریسیو نہیں ہو رہی تھی۔ جب بیل خاموش ہو گئی تو خدشات کے ساتھ میں نے دوسرا نمبر ملایا اس پر بھی بیل جا رہی تھی اور کال ریسیو نہیں ہو رہی تھی۔ خطرے کا سگنل تیز ہوتا جا رہا تھا۔ باہر کچھ ہو چکا تھا وسیم اور اس کے دونوں ساتھی خاموش تھے۔ حالات بتا رہے تھے کہ دشمن نے مجھے کال میں الجھا کر باہر کوئی کارروائی کی تھی۔ اب وہ منتظر تھے کہ میں باہر آؤں تو وہ مجھ پر بھی قابو پا لیں۔ میں نے دوبارہ عبداللہ کو کال کر کے وسیم کے ساتھیوں کی خاموشی کی اطلاع دی۔ وہ فکر مند ہو گیا۔ ”جناب باہر کوئی گڑبڑ ہوئی ہے آپ دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کر لیں۔“

”عبداللہ میں ایک گھر میں گھسا ہوا ہوں اور زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتا اگر انہوں نے پولیس کو کال کر دی۔“

”ہم پندرہ منٹ میں پہنچ جائیں گے۔“ اس نے جواب دیا۔ ”آپ کو بس اتنی دیر انتظار کرنا پڑے گا۔“

”دیکھو دشمن اتنی مہلت دیتے ہیں یا نہیں.....“ میں نے کہا اور کال کاٹ کر کے نشست گاہ کی طرف

بڑھا۔ اسی لمحے کہیں سے شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی اور کوئی چیز اندر آ کر گری۔ میں نے ٹارچ کا رخ اس کی طرف کیا تو فرش سے دھواں سا اٹھتا دکھائی دیا میں پلٹ کر بھاگا۔ باہر سے گیس بم پھینکا گیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ گیس گھر کے دوسرے حصوں تک جاتی میں نے نشست گاہ کا دروازہ بند کر دیا۔ مگر فوراً ہی دوسری کھڑکیوں سے ایسے ہی گیس کے بم اندر گرے تھے۔ گیس پھیلنے کی رفتار اتنی تیز تھی کہ ایک منٹ سے بھی پہلے گیس دوسرے کمروں میں بھی پھیل چکی تھی۔ میں سانس روکے ایک باتھ روم میں گھسا۔ وہاں موجود تاول بھگو کر منہ پر رکھ لیا مجھے لگا تھا کہ یہ آنسو گیس جیسی کوئی چیز ہے لیکن جیسے ہی میں نے سانس لی۔ میرا ذہن چکرایا اور مجھ پر انکشاف ہوا کہ یہ آنسو گیس نہیں تھی۔ یہ کوئی زود اثر گیس تھی جو بھیگے ہوئے تولیے سے بھی گزر کر اثر کرتی ہے۔ ڈوبتے ذہن کے ساتھ میں نے آخری کام یہ کیا کہ جیب سے موبائل نکال کر کموڈ میں ڈال دیا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ تاکہ یہ آنے والوں کے ہاتھ نہ لگ سکے اگر لگے بھی تو بے کار ہو جائے۔ یہ کام کرنے کے بعد میں ایک طرف دیوار سے ٹک گیا اور پھر شاید نیچے گر گیا کیونکہ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔

فتح خان میرا وہ دشمن تھا جو تواتر سے میرے پیچھے رہا تھا اس سے دشمنی میں اونچ نیچ بھی ہوتی رہی تھی لیکن گزشتہ کچھ عرصے سے اس کی دشمنی میں ایک چونکا دینے والا عنصر شامل ہو گیا تھا۔ وہ ہمیشہ اس سمت سے وار کرتا تھا جس طرف میرا دھیان نہیں جاتا تھا ہمیشہ اس وقت میرے پیچھے آتا تھا جب میں نے اس بارے میں سوچا نہیں ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ میرے ہوتے کاموں میں ٹانگ اڑاتا تھا لیکن اس بار ایسا لگ رہا تھا جیسے میں اس کے پھیلائے جال میں پھنس گیا تھا۔ شہلا کی اس گھر میں موجودگی اور پھر ہمیں اس کی اطلاع ملنا ایک جال تھا۔ ہم نہایت ہوشیاری سے اس جال میں آن پھنسے تھے۔ یہ لازمی تھا کہ خالی مکان دیکھ کر ہم اندر گھسیں گے اور پکڑے جائیں گے۔

لیکن صرف میں اندر آیا تو انہوں نے تبدیل شدہ پلان کے ساتھ پہلے وسیم اور دوسروں کو گھیرا اور پھر جب میں نے باہر آنے کے بجائے مدد طلب کی تو انہوں نے راست اقدام کیا گھر میں یقیناً مائکروفون لگے تھے اور میری باتیں کہیں باہر سنی جا رہی تھیں۔ فتح خان نے میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا تھا وہ میرے اور میرے ساتھیوں کے ساتھ بلی چوہے والا کھیل کیوں کھیل رہا تھا۔ میں سمجھنے سے قاصر تھا اس نے سویرا کو اتنے جتن اور خطرات مول لینے کے بعد اغوا کیا اور پھر حویلی پہنچا دیا۔ اگر اس نے مجھ پر قابو پانا تھا تو سویرا کو اپنے قبضے میں رکھنا بھی کافی ہوتا۔ کیا سویرا کو اس طرح اغوا کر کے حویلی پہنچانا اس کا ذاتی فعل تھا؟ اور مجھے ٹریپ کر کے پکڑنے کا کام وہ دوسروں کے ساتھ مل کر کسی کے لیے کر رہا تھا؟ ان سارے سوالوں کے جواب مجھے آنے والا وقت ہی دے سکتا تھا۔



ہوش میں آنے کے بعد میں نے خود کو ایک صاف ستھرے لیکن سادہ بستر پر پایا۔ کمرہ خالی تھا یعنی اس میں سوائے اس بستر کے اور کچھ نہیں تھا جس پر میں استراحت فرما رہا تھا۔ ذہنی اور جسمانی حالت ٹھیک تھی کہیں کوئی تکلیف یا چکر وغیرہ نہیں تھے۔ ہاتھ پاؤں بھی آزاد تھے ویسے عام طور سے دشمن کی قید میں مجھے اچھی حالت میں ہی ہوش آتا رہا ہے یہ اور بات ہے کہ اس کے بعد بری حالت سے بھی گزرنا پڑا ہو۔ اس بار بھی دشمنوں نے مجھے اچھی حالت میں رکھا تھا۔ خود کو اکیلے پا کر میں نے اطمینان محسوس کیا تھا کیونکہ امکان یہی تھا کہ انہوں نے وسیم اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا ہو گا ورنہ وہ بھی یہاں میرے ساتھ ہوتے۔ مگر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کہیں اور رکھے گئے ہوں۔ ایک بات یقینی تھی کہ میں ایک بار پھر فتح خان کی گرفت میں آ گیا تھا۔ مگر کچھ دیر بعد مجھے ایک زبردست ذہنی جھٹکے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا کروں کہ دروازہ کھلا اور پہلے دو چاک و چوبند مسلح افراد اندر آئے انہوں نے چھوٹے سائز کی لیکن تباہ کن شاٹ گن اٹھا رکھیں تھیں۔ ان کا بلٹ گردن سے ٹانگوں اور بازوؤں کے علاوہ کہیں بھی لگے جان لیوا ہوتا ہے۔ انہوں نے کمرے کے دونوں کونوں میں پوزیشن سنبھال لی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے میرے حرکت میں آتے ہی وہ فائر کر دیں گے۔ اس لیے میں نے حرکت میں آنے سے گریز کیا اور استہزائیہ انداز میں بولا۔

''کیا کسی اسٹریٹ وار کا امکان ہے؟''

''نہیں یہ تمہیں کسی غلط حرکت سے روکنے کے لیے ہے۔'' دروازے کی طرف سے آواز آئی اور میں اچھل پڑا تھا۔ دروازے پر ایک وہیل چیئر میں نادر علی موجود تھا۔ اپنی معذوری سے قطع نظر وہ صحت مند اور ہٹا کٹا نظر آ رہا تھا لیکن وہیل چیئر بتا رہی تھی کہ وہ اپنی مرضی سے حرکت کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ ہتھیوں پر رکھے تھے اور ایک بیلٹ اس کے پیٹ سے ذرا اوپر بندھی تھی جیسے اسے سہارا درکار ہو۔ اس کا مطلب تھا وہ بغیر سہارے کے وہیل چیئر پر بھی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اس کے عقب میں ایک خوب صورت لڑکی تھی جو نرس کی یونیفارم میں تھی۔ پتا نہیں سچ مچ نرس تھی یا نادر نے اسے اپنی تسکین طبع کے لیے رکھا ہوا تھا نرس کی وردی پہنا کر۔ میں ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ نادر کے مکروہ ہونٹوں پر مخصوص شیطانی مسکراہٹ تھی۔ ''کیا بات ہے شہباز ملک مجھے دیکھ کر حیران ہو رہے ہو یا ابھی تک پہچانا نہیں۔''

''شیطان کسی بھی روپ میں ہو میں اسے پہچان سکتا ہوں۔'' میں نے کہا اور آلتی پالتی مار کر بستر پر بیٹھ

گیا۔ ''ویسے تمہیں یہ لاؤ لشکر لانے کی کیا ضرورت تھی۔ تمہیں خدشہ تھا کہ اس بار میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔''

میرے جواب اور لہجے پر اس کی آنکھوں میں ایک شعلہ سا لپکا تھا لیکن اس نے فوراً خود پر قابو پالیا۔

''شہباز...... تم نے ہوش میں آنے کے بعد اندازہ لگا لیا ہوگا کہ فی الحال تم غیر دوستانہ ماحول میں نہیں ہو۔''

''فی الحال۔'' میں نے اس کے الفاظ پر غور کیا۔ ''یعنی ماحول بدل بھی سکتا ہے؟''

''اس کا انحصار تم پر ہے۔''

''مجھ پر کیسے میں تو تمہاری قید میں ہوں ویسے میں سمجھ رہا تھا کہ یہ کام فتح خان کا ہوگا۔''

''کام فتح خان نے ہی کیا ہے۔'' نادر بولا۔ ''لیکن میرے لیے کیا ہے۔''

''تمہیں کیا ضرورت پیش آ گئی مجھے اغوا کرانے کی۔ تم میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہو تمہیں تو چاہیے تھا اسی جگہ مجھے مروا دیتے یا پھر تم اپنے سامنے مجھے مرتا دیکھنا چاہتے ہو۔''

نادر دروازے سے ذرا ہی اندر آیا تھا اور وہ بالکل محفوظ جگہ تھا میں اگر اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا تو بستر سے اترنے سے پہلے اس کے محافظ مجھے شوٹ کر دیتے۔ یعنی اسے مجھ پر قطعی اعتبار نہیں تھا کہ موقع ملنے پر میں اسے بخش دوں گا۔ وہ میرے لیے اس سے کہیں زیادہ بے اعتبار تھا اس لیے یہ جان کر مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ میں نادر کی قید میں تھا اور اب تک ٹھیک ٹھاک تھا نہ تو مجھے الٹا لٹکا کر ہنٹروں سے مارا گیا تھا اور نہ ڈنڈوں سے میری ہڈیاں توڑی گئی تھیں۔ اس کے بجائے میں ایک آرام دہ بستر پر موجود تھا۔ نادر نے نفی میں سر ہلایا۔

''میری ایسی کوئی خواہش نہیں ہے اور میں نے کہا نا ماحول خراب ہونے کا انحصار تمہارے رویے پر ہے۔ میں نے بات کرنے کے لیے تمہیں یہاں بلوایا ہے۔''

میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''نہ جانے آج کل دشمنوں کو کیا ہو گیا جس کا بات کرنے کو دل چاہتا ہے مجھے اٹھوا لیتا ہے۔''

''مجبوری ہوتی ہے کیونکہ تم سے رابطے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔'' نادر علی نے کہا۔

''حیرت ہے تمہارے حکم کے غلام فتح خان نے تمہیں نہیں بتایا کہ اس کا مجھ سے مستقل رابطہ ہے۔''

نادر نے انکار کیا۔ ''فتح خان میرا ملازم نہیں ہے اس نے مجھے معاوضے پر یہ کام کر کے دیا ہے اگر اس کا تم سے کوئی رابطہ ہوتا تب بھی اسے بتانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ فتح خان اور تمہارا آپس میں کوئی گٹھ جوڑ نہیں ہے اور وہ صرف عارضی طور پر تمہارے لیے کام کر رہا ہے۔''

''یہی بات ہے۔''

''تم ایک ایسے شخص سے کام لے رہے ہو جو تمہارے سگے بھائی مرشد کا دشمن بنا ہوا ہے اور اسے بے پناہ نقصان پہنچا چکا ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' نادر کا لہجہ سپاٹ ہو گیا۔ ''میرا خیال ہے تم بھی بے خبر نہیں ہو کہ مرشد سے میرے اختلافات شدت اختیار کر گئے ہیں اور بھائیوں والی بات ماضی کا حصہ بن چکی ہے۔ اب مرشد کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں جلد از جلد اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔''

''تم دونوں آپس میں دشمن بن گئے ہو۔''

اس نے جواب دینے کے بجائے صرف شانے اچکائے۔ ''یہ الگ موضوع ہے۔''

''ٹھیک ہے جو موضوع اس وقت مناسب ہو اس پر بات کرنی چاہیے مثلاً مجھے یہاں کیوں بلوایا گیا ہے۔''

''میں دشمنی ختم کرنا چاہتا ہوں۔'' نادر نے صاف لہجے میں کہا۔

''یہ بات تمہارے بھائی نے بھی کی تھی۔''

''مرشد۔'' اس کے لہجے میں نفرت آگئی۔ ''وہ کمینہ آدمی ہے وہ تمہیں دھوکا دے رہا ہے۔''

''اور تم شریف آدمی ہو۔'' میں ہنس پڑا۔ ''مجھے کہے الفاظ کا پاس رکھو گے ورڈ آف آنر کا خیال رکھو گے۔''

''میں شریف آدمی نہیں ہوں۔'' نادر کا چہرہ بگڑ گیا۔ ''شہباز سنجیدہ ہو جاؤ تم اس وقت بڑی مشکل میں ہو۔''

''جب سے تمہاری صورت دیکھی ہے کس چھوٹی مشکل کا سامنا نہیں کیا ہے۔ بہرحال تم کہتے ہو تو میں سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔''

''میں دشمنی کے اس باب کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔''

کیونکہ میں اس سے سنجیدہ رہنے کا اقرار کر چکا تھا اس لیے میں نے مذاق اڑانے سے گریز کیا اور پوری سنجیدگی سے کہا۔ ''نادر تمہاری بات میری لیے اتنی ہی ناقابلِ یقین ہے جتنی کسی زہریلے سانپ کی جو کہے میں نے ڈسنا چھوڑ دیا ہے۔''

اس کا چہرہ پھر بگڑا تھا لیکن اس نے جلدی سے خود کو سنبھال لیا۔ ''شہباز ابھی میں تمہیں یقین نہیں دلا سکتا ہوں لیکن جلد وقت آئے گا جب تم میری بات پر یقین کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے بشرطیکہ تم جہاں جا رہے ہو وہاں سے زندہ واپس آسکو۔''

میں چونکا۔ ''ایک منٹ...... میں کہاں جا رہا ہوں؟''

''جلد تمہیں پتا چل جائے گا۔'' اس نے کہا اور نرس کو اشارہ کیا اس نے وہیل چیئر گھمائی اور نادر کو وہاں سے لے جانے لگی۔ میں نے کہا۔

''ایک منٹ نادر میرے ایک سوال کا جواب مل سکتا ہے؟''

نادر کے اشارے پر وہیل چیئر رک گئی لیکن وہ مڑا نہیں۔ ''پوچھو۔''

''میرے ساتھ میرے تین ساتھی اور تھے وہ کہاں ہیں؟''

''یہاں صرف تم آئے ہو۔'' اس نے جواب دیا اور چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی اس کے دونوں گرگے بھی اسی مستعد انداز میں الٹے قدموں کمرے سے نکلے اور دروازہ بند ہو گیا نادر کے جواب سے بالکل واضح نہیں تھا کہ میرے ساتھی سرے سے نہیں لائے گئے تھے یا ان کو اٹھا لیا تھا لیکن رکھا کہیں اور تھا۔ دروازے کے سامنے دیوار تھی۔ میں کہاں تھا اور کتنی دیر بے ہوش رہا تھا؟ مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا۔ کمرے کا درجہ حرارت نارمل تھا اور مجھے اپنے لباس میں سردی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میرے لباس سے ہر چیز نکال لی گئی تھی میری کلائی سے گھڑی

بھی اتار لی تھی۔ البتہ میرے پیروں میں جوتے تھے۔ میں نے اپنے بازوؤں کا جائزہ لیا پھر جسم کے دوسرے حصوں میں تکلیف محسوس کرنے کی کوشش کی اگر میری بے ہوشی کو طویل رکھنے کے لیے مجھے انجکشن دیا گیا تھا تو مجھے سوئی کی چبھن محسوس ہوتی۔

لیکن ایسی کوئی تکلیف نہیں تھی اس کا مطلب تھا کہ میں زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے بعد ہوش میں آ گیا تھا اور ابھی صبح کا وقت تھا۔ شاید پانچ یا چھ بجے تھے۔ بے ہوش ہونے سے پہلے میں نے ڈٹ کر انڈے پنیر کے سینڈوچز کھائے تھے اس لیے پیٹ خالی ہونے کا احساس تھا لیکن بھوک نہیں لگ رہی تھی۔ وقت گزاری کے لیے میں ورزش کرنے لگا۔ پہلے پنجوں کے بل اچھل کر جسم کو گرم کیا پھر مختلف ورزشیں کرنے لگا۔ آدھے گھنٹے بعد میں تھک گیا تھا اور پسینہ آ گیا تھا لیکن سانس قابو میں تھا۔ مجھے یہ محسوس کر کے خوشی ہوئی کہ میرا اسٹیمنا بہتر تھا۔ ورزش سے دبی ہوئی بھوک چمک اٹھی تھی مگر دشمن کی قید میں طعام کی امید رکھنا بے وقوفی ہوتی چہ مجھے کوئی تکلیف نہیں دی گئی تھی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں تھا کہ وہ میری خاطر تواضع کرتے۔

جب میری تھکن اتر گئی تو میں نے دوبارہ ورزش کی اس بار بھی نصف گھنٹے تک جاری رکھی اور جب تھک گیا تو لیٹ کر ستانے لگا۔ اس ایک گھنٹے کی ورزش نے مجھ پر خوشگوار اثر ڈالا تھا۔ اول میں فضول سوچوں سے بچ گیا تھا اور دوسرے جسمانی لحاظ سے بہترین کنڈیشن میں آ گیا تھا اگر مجھے موقع مل جاتا اور فرار ہونا پڑتا تو میں اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتا تھا۔ فتح خان اور نادر کا گٹھ جوڑ بڑی جلدی سامنے آ گیا تھا۔ اگرچہ نادر نے انکار کیا تھا کہ فتح خان اس کا ساتھی ہے لیکن مجھے یقین تھا وہ جھوٹ بول رہا ہے فتح خان بڑے چکر میں تھا وہ کسی بھی معاوضے کے بدلے نادر کے لیے کام نہیں کر سکتا تھا۔ شاید نادر نے اسے کسی طرح مدد دی ہو۔ آدمیوں اور دوسرے طریقوں سے مدد کی اور جواب میں فتح خان اس کے کام آ رہا تھا۔ مجھے ایمن کا خیال آیا جس کے پاس اب شاید پچاس پچپن گھنٹوں کی مہلت باقی رہ گئی تھی۔

میری فتح خان سے جو گفتگو ہوئی تھی اس میں ڈیوڈ شا کا ذکر بھی آیا تھا اور یہ بے سبب نہیں تھا فتح خان نے کمزور انداز میں انکار کیا تھا کہ اس کا ڈیوڈ شا سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ مگر میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہ اس معاملے میں کہیں نہ کہیں شامل ہو چکا تھا۔ فتح خان کو مجھ سے براہ راست الجھنے کی ضرورت نہیں تھی اور نادر علی مجھے کسی صورت بخشنے والا نہیں تھا لیکن دونوں کا رویہ میری توقع کے خلاف تھا۔ اس کے پیچھے ڈیوڈ شا کی موجودگی فرض کر لی جاتی تو دونوں کے رویے کا جواز سمجھ میں آتا تھا۔ یعنی کھیل ڈیوڈ شا کا تھا لیکن کھیل فتح خان اور نادر رہے تھے ڈیوڈ شا کی وجہ سے وہ مجبور ہوئے تھے فتح خان میرے ساتھ پنگا لینے پر مجبور ہوا تھا جب کہ اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا اور وہ تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہا تھا جب کہ نادر علی مجھے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا تھا اور ڈیوڈ شا کی وجہ سے صرف خون کے گھونٹ پی کر رہ جانے پر مجبور ہوا تھا۔ ایمن کے ساتھ ہونے والے واقعے کا فائدہ اٹھا کر ڈیوڈ شا معاملے میں ملوث ہو سکتا تھا مگر ساتھ ہی اپنی موجودگی کو پوشیدہ بھی رکھ رہا تھا۔ میں سوچوں میں گم تھا کہ دروازہ کھلا اور ایک آدمی نے ناشتے کی ٹرے اندر رکھ دی اس سے پہلے میں بستر سے اٹھتا وہ نہایت پھرتی سے دروازہ بند کر چکا تھا۔

میں نے ٹرے اٹھائی اس میں ایک عدد ابلا ہوا انڈہ، دو عدد سادہ توس اور چائے کا ایک مگ تھا۔ طلب

کے لحاظ سے رسد نہ ہونے کے برابر تھی لیکن قیدی کو اپنی مرضی اور حساب کا مینو چننے کی اجازت کہاں ہوتی ہے؟ یہ میری خوراک کا تہائی بھی نہیں تھا لیکن مجھے اسی پر گزارا کرنا تھا۔ میں نے صبر شکر کر کے یہ ناشتہ کیا۔ آدھے گھنٹے بعد دوبارہ دروازہ کھلا اور اس بار ان دو مسلح افراد کی صورت دکھائی دی جو نادر کے ساتھ آئے تھے ان کے ہاتھوں میں شاٹ گن تھیں۔ پہلی بار میں نے غور سے انہیں دیکھا انہوں نے سیاہ رنگ کی بھاری پتلون اور سیاہ ہائی نیک جرسی پہن رکھی تھی اس کے اوپر بغیر بازو کی سیاہ کمانڈو جیکٹ تھی۔ اپنے انداز اور حلیے سے وہ کمانڈو ہی لگ رہے تھے۔ ایک نے گن سے اشارہ دے کر کہا۔ ''باہر آؤ دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر۔''

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ میرے باہر آتے ہی وہ دائیں بائیں ذرا پیچھے ہو گئے تھے۔ یہ راہداری تھی جس کے دونوں طرف کئی کمرے تھے۔ ساخت سے بالکل پتا نہیں چل رہا تھا کہ یہ کس مکان کا حصہ ہے؟ اور کس فلور پر ہے؟ میں اشارے پر آگے چل پڑا تھا۔ راہداری آگے سے گھوم رہی تھی۔ مجھے ایک دروازے کے سامنے روک کر کہا۔ ''یہ واش روم ہے اگر تم چاہو تو ضروریات سے فارغ ہو سکتے ہو اب تمہیں لمبے سفر پر جانا ہے۔''

ایک سفر کا حوالہ نادر نے بھی دیا تھا کیا یہ بھی اسی سفر کی بات کر رہا تھا۔ میں نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ ''کہیں ہمیشہ کے سفر پر تو روانہ نہیں کر رہے ہو؟''

''جو کہا جا رہا ہے وہ کرو۔'' اس نے سخت لہجے میں کہا۔

''تم لوگوں کے انداز سے ایسا لگ رہا ہے اس لیے میں نے پوچھ لیا۔'' میں نے اندر جاتے ہوئے کہا مگر اس بار وہ خاموش رہے تھے اب مجھے اپنے خیال پر ترمیم کرنا پڑی تھی ان آدمیوں کا تعلق نادر سے نہیں تھا وہ خود چھچھورا اور اوچھی طبیعت کا مالک تھا اس لیے اپنے آس پاس لوگ بھی ایسے ہی رکھتا ہوگا۔ یہ دونوں بہت ٹھنڈے مزاج کے اور پیشہ ور لگ رہے تھے۔ واش روم چھوٹا سا تھا اور صاف ستھرا تھا عمارت کا جتنا حصہ میں نے دیکھا تھا وہ صاف ستھرا اور خاموش تھا جیسے یہاں زیادہ لوگ نہ رہتے ہوں۔ میں نے ایک بات اور نوٹ کی تھی کہ کہیں آس پاس سے ایسی کوئی آواز نہیں تھی جو آبادیوں میں آتی ہیں ایسا لگ رہا تھا کہ یہ عمارت کسی آبادی میں بھی تھی تو بہت بڑے پلاٹ پر تھی اور آس پاس بھی ایسی ہی عمارتیں تھیں۔

ضروریات سے فارغ ہو کر میں نے منہ ہاتھ دھویا اور وہاں موجود کنگھے سے اپنے لمبے ہو جانے والے بے ترتیب بال درست کیے۔ واش روم میں اندر کی طرف کنڈی نہیں تھی یہ صرف خودکار طریقے سے بند ہو جانے والے ہینڈل پر مشتمل تھا۔ جسے ہینڈل گھما کر دونوں طرف سے کھولا جا سکتا تھا۔ میں باہر آیا تو وہ پہلے کی طرح مستعد تھے انہوں نے اپنے نرغے میں لیا اور اسی راہداری میں لے کر آگے چلنے لگے۔ وہ مستعد اور چوکنا تھے لیکن عام مسلح لوگوں کی طرح اعصاب زدہ نہیں تھے۔ ان کے ہاتھ ٹریگر پر نہیں تھے لیکن اس سے زیادہ دور بھی نہیں تھے۔ راہداری کے آخری سرے پر ایک دروازہ تھا اسے کھولا تو میں نے خود کو ایک بند گیراج میں پایا۔ وہاں ایک پرانی ساخت کی اسٹیشن ویگن کھڑی تھی اس کے پاس ایک چھوٹی سیاہ لیکن جدید اور طاقتور جیپ کھڑی تھی۔ ان میں سے ایک نے اسٹیشن ویگن کا دروازہ کھولا اور میری طرف دیکھا۔

''اندر داخل ہو جاؤ۔''

میں قدم مضبوطی سے جما کر کھڑا ہوا۔ ''اور اگر میں ایسا نہ کروں تو....

وہ ہر قسم کی صورتِ حال کے تیار تھے اس لیے میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی میری کمر پر عقب سے لات پڑی اور میں بے ساختہ آگے گیا۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر دروازے کے پاس کھڑے محافظ کی شاٹ گن پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن اس نے صفائی سے گن پیچھے کی اور گھوم کر مجھے نسبتاً ہلکی لات ماری جس نے میری رفتار میں اضافہ کیا اور میں عقبی خانے میں جا گرا فوراً ہی دروازے بند ہوئے اور باہر سے لاک بھی ہو گئے کیونکہ میری چلائی جوابی لات بے سود ثابت ہوئی تھی۔ خانہ بند ہو چکا تھا۔ انہیں پہلے ہی اندازہ تھا کہ میں مزاحمت کروں گا اس لیے وہ تیار تھے اور انہوں نے بغیر محنت کیے مجھے اس ڈبے میں بند کر دیا۔ میری لات خاصی قوت سے دروازے پر لگی تھی۔ مگر اس کی دھات میں ذرا بھی لرزش نہیں ہوئی تھی۔ میں نے آج تک کسی اسٹیشن ویگن میں اس قسم کا خانہ نہیں دیکھا تھا یہ خاص طور سے قیدیوں کو لانے لے جانے کے لیے تیار کرایا گیا تھا۔

یہ حصہ اندر سے بالکل کسی ٹھوس فولادی بکس کی طرح تھا اس میں چاروں طرف موٹی چادر چڑھی تھی اور اسے کسی صورت توڑا نہیں جا سکتا تھا شاید یہ بلٹ پروف بھی تھی۔ دروازہ بند ہو گیا اور ایک منٹ بعد وین بے آواز طریقے سے حرکت میں آئی۔ انجن اتنا خاموش تھا کہ آواز بالکل نہیں آئی حالانکہ وین خاصی پرانی قسم کی تھی۔ کچھ دیر بعد میری سمجھ میں آیا کہ اصل میں وین کا یہ خانہ مکمل طور پر ساؤنڈ پروف تھا اور اس سے کوئی آواز باہر نہیں جا سکتی تھی اسی طرح باہر کی آواز اندر نہیں آ سکتی تھی۔ ایک بار پھر میرا شبہ بڑھنے لگا کہ مجھے اغوا کرانے کی کارروائی نادر کی نہیں ہو سکتی تھی وہ اس معاملے میں شامل تھا اور کسی وجہ سے اس کی مجھ سے ملاقات بھی کرائی گئی تھی لیکن اس سارے چکر کے پیچھے کوئی اور ہی شخص تھا۔ نادر کو سامنے لانے کا مقصد شاید مجھے خوف زدہ کرنا بھی ہو سکتا تھا اور سچی بات ہے کچھ دیر کے لیے میں سچ مچ خوف زدہ بھی ہو گیا تھا۔ مگر اس کا رویہ میری توقع کے بالکل خلاف تھا۔ پھر بھی مجھے لگ رہا تھا کہ اس کی اداکاری کی برف تلے میرے لیے نفرت کا لاوا موجود تھا۔ اگر سچ مچ اسی نے مجھے اغوا کرایا ہوتا تو اس وقت میں اذیت کے کسی ناقابلِ بیان مرحلے سے گزر رہا ہوتا۔

میں غور کرنے لگا کہ کیا میرے دشمن جمع ہو گئے تھے اور اگر جمع ہوئے تھے تو ان کے کیا مقاصد ہو سکتے تھے؟ ایک مقصد تو واضح تھا انہوں نے مجھے اپنے قبضے میں لینا چاہا اور اس میں کامیاب رہے۔ اب اس کا مقصد کیا تھا وہ سامنے آنے والا تھا۔ فتح خان کے لیے میں بیکار تھا کیونکہ بظاہر ہیرے ہمیشہ کے لیے گم ہو چکے تھے۔ نادر اور مرشد میرے خون کے پیاسے تھے ان کے ہاتھ آ جاتا تو وہ فوراً میرا خاتمہ کر دیتے۔ صرف ڈیوڈ شا ایک ایسا دشمن تھا جسے میری زندگی درکار نہیں تھی اور اسے مجھ سے غرض بھی تھی۔ وہ اتنا طاقتور تھا کہ فتح خان جیسے طرم خان اور نادر و مرشد جیسے فرعون اس کے آگے دُم ہلانے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ وہ ان کو اپنی پلاننگ پر عمل کرنے پر مجبور کر سکتا تھا۔ ذہنی لحاظ سے وہ ان دشمنوں سے بہت آگے تھا۔ فتح خان کی شخصیت اور ذہن میں اتنی بڑی تبدیلی بھی یقیناً ڈیوڈ شا کی صحبت کا اثر تھی ورنہ وہ ایک گرم مزاج بدمعاش سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔

وین روانہ ہوئی صرف ہچکولوں اور حرکت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ چل رہی تھی ورنہ آواز کوئی نہیں تھی۔ اسی طرح اندر کا درجہ حرارت معمول کے مطابق تھا یعنی ہلکا سا سرد تھا اور مجھے اس میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔ جس طرح میں اندازہ کرنے سے قاصر تھا کہ مجھے کہاں ہوش آیا تھا اسی طرح میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ مجھے کہاں لے

جایا جا رہا تھا۔ مگر کچھ دیر بعد ایسا لگا جیسے وین کسی چڑھائی والی سڑک پر ہو جو سیدھی اور صاف ہو۔ اگر میں راولپنڈی اسلام آباد میں تھا تو اس وقت مری ہائی وے یا اس کی متبادل ہائی وے پر سفر کر رہا تھا کیونکہ بلندی کی طرف جانے والی یہی دو سڑکیں سیدھی اور ہموار تھی۔ ان میں گھماؤ پھراؤ کچھ دیر بعد آتا۔ اگر پندرہ بیس منٹ بعد وین موڑ لینے لگتی تو میرا اندازہ درست ثابت ہوتا۔ میں ایک طرف ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ پہلا موڑ آیا تو وین واضح طور پر جھولی اور میں ایک طرف سرک گیا اس کے بعد بار بار موڑ آنے لگے تھے۔ دھات کے چکنے فرش پر میں پھسل رہا تھا۔ اس میں پکڑنے والی کوئی چیز نہیں تھی اس لیے میں پھسلنے پر مجبور تھا۔ تنگ آ کر میں نے پشت دائیں طرف لگائی اور پاؤں سامنے دیوار پر ٹکا دیئے اس طرح میں پھسل نہیں رہا تھا۔

لیکن یہ پوز بھی آرام دہ نہیں تھا۔ کیونکہ بیٹھ کر پاؤں دیوار سے نہیں لگ رہے تھے اور انہیں دیوار سے لگانے کے لیے مجھے ذرا نیچے ہونا پڑتا تھا اور میری کمر دوہری ہو جاتی۔ آدھے گھنٹے بعد کمر اس طرح دکھنے لگی کہ مجھے مجبوراً سیدھا ہو کر بیٹھنا پڑا اور جب وین موڑ لیتی تو میں ذرا سا پھسلتا تھا میرے پاؤں سامنے دیوار سے ٹکراتے تھے۔ بہرحال کمر کی تکلیف سے یہ بہتر ہی تھا۔ جب دو گھنٹے گزرنے کے بعد بھی وین کے کہیں رکنے کے آثار نظر نہیں آئے تو میں فکرمند ہو گیا تھا۔ ہم مری یا اس کے گرد و نواح سے آگے نکل چکے تھے۔ اب مجھے کہاں لے جایا جا رہا تھا۔ ابھی میں چند دن پہلے تو پہاڑوں سے دھکے کھا کر واپس آیا تھا۔

صرف چند دن پہلے نہیں بلکہ آج سے بارہ تیرہ سال پہلے جب میں پہاڑوں کے عشق میں مبتلا ہوا تھا تب سے اب تک میں زیادہ تر پہاڑوں میں دھکے کھاتا رہا تھا۔ پہلے کاروبار کے نام پر اور اب حالات مجھے بار بار پہاڑوں پر لے جاتے تھے۔ اس بار بھی دشمن مجھے کہیں پہاڑوں پر لے جا رہے تھے۔ مری سے آگے ہم کہاں جا سکتے تھے؟ کیا فتح خان مجھے دوبارہ اس وادی کی طرف لے جا رہا تھا جہاں ہیرے دفن تھے۔ یا دشمن اپنے کسی دور دراز ٹھکانے پر لے جا رہے تھے لیکن اتنی دور لے جانے کا کیا مقصد تھا؟ اگر انہوں نے مجھ سے کچھ منوانا تھا تو مجھے شہر میں بھی رکھ سکتے تھے۔ ان کے یقیناً کچھ مقاصد تھے جس کے لیے وہ مجھے یوں لے جا رہے تھے۔

دونوں نگرانوں نے مجھے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا کہ مجھے طویل سفر پر بھیجا جا رہا ہے اس لیے میں ضروریات سے اچھی طرح فارغ ہو جاؤں ورنہ راستے میں مجھے موقع نہیں ملے گا۔ مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ راستے میں کسی قسم کا بھی موقع نہیں ملے گا اور یہ سفر نان اسٹاپ جاری رہے گا۔ راستے میں صرف دو بار وین شاید دس پندرہ منٹ کے لیے رکی تھی اور وہ بھی شاید ایندھن اور پانی وغیرہ ڈالنے کے لیے کیونکہ اتنے طویل سفر انجن لازمی گرم ہو جاتا۔ اس کے بعد یہ سفر کوئی دس گھنٹے لگاتار جاری رہا تھا۔ رفتار خاصی تیز تھی اور میرا اندازہ تھا کہ پہاڑوں پر بھی وین نے کم سے کم چار سو میل کا سفر طے کر لیا ہو گا۔ مسلسل حرکت میں رہنے میرا جسم اس ردھم کا اتنا عادی ہو گیا تھا کہ جب اچانک وین رکی اور پھر رکی رہی تو کچھ دیر میرا جسم حرکت میں رہا تھا۔ ایک خیال یہ آیا کہ وین پہلے کی طرح دس پندرہ منٹ کے لیے رکی ہے۔ مگر فوراً ہی دروازوں کا لاک کھلنے کی آواز آئی اور جھٹکے سے دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھلتے ہی شدید سرد ہوا اندر گھس آئی اور میں کانپ اٹھا۔ سامنے وہی دونوں مسلح نگران موجود تھے ان میں سے ایک بولا۔

"نیچے اتر آؤ دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر۔"

میں نے کسی قدر مشکل سے جسم سیدھا کیا اور نیچے اتر آیا۔ رات ہو چکی تھی لیکن چاروں طرف برف کی سفیدی نمایاں تھی۔ وین ایک لکڑی سے بنے کیبن کے سامنے کھڑی تھی اور اس کی کھڑکیوں سے روشنی جھلک رہی تھی۔ وین کی آمد کی اطلاع اندر پہنچ گئی تھی اور اندر سے ایک طویل قامت شخص نمودار ہوا جس نے فوجی وردی پہن رکھی تھی تاریکی میں ہونے کی وجہ سے میں اسے شناخت نہیں کر سکا تھا وہ نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا میری طرف آیا اور پھر اس نے کہا۔

''مسٹر شہباز ملک......خوش آمدید۔''

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔



اس طویل قامت شخص نے پی کیپ پہن رکھی تھی جس کے نیچے اس کے خدوخال چھپ گئے تھے۔ مگر اس کی آواز الگ سے پہچانی جا رہی تھی۔ یہ آواز سنے ہوئے مجھے زیادہ دن بھی نہیں ہوئے تھے۔ وہ زریسکی کوشیف عرف عبدالرحمن تھا۔ وہ بغیر نشانات کی مکمل فوجی وردی میں میرے سامنے تھا۔ کیبن ایک چھوٹی پہاڑی کے سب سے اوپری حصے میں تھا اور اس کی چمنی سے مسلسل دھواں خارج ہو رہا تھا۔ درجہ حرارت منفی سے کہیں نیچے تھا اور اندر موجود لوگ آگ جلائے بغیر رہ ہی نہیں سکتے تھے۔ میں معمولی گرم کپڑوں میں ٹھٹھر رہا تھا لیکن اس غیر متوقع صورت حال نے مجھے کچھ دیر کے لیے ماحول سے بے خبر کر دیا تھا۔ چوٹی اوپر سے ہموار تھی

مجھے فتح خان نے شہلا کا چارہ ڈال کر پکڑا اور پھر نامعلوم لوگوں کے حوالے کر دیا۔ وہاں میری ملاقات نادر علی سے ہوئی۔ اس نے مجھ سے مصالحت کی بات کی لیکن ساتھ ہی مجھے کہیں روانگی کا اذن سنایا۔ اس کا مطلب تھا کہ میں اصل میں نادر علی کی قید میں بھی نہیں تھا۔ ورنہ وہ مجھے کہیں کے بجائے دوسری دنیا بھیجنا پسند کرتا۔ جب منکر نکیر کے ساتھ روانہ ہوا تو میرا خیال تھا کہ اب میرا سامنا اس شخصیت سے ہوگا جس نے مجھے اغوا کرایا تھا۔ مگر یہاں میرے استقبال کے لیے راجا عمر دراز کا سیکورٹی انچارج موجود تھا اور میں سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ یہاں کیسے تھا؟ اس کی ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی تھی کہ وہ دشمنوں سے مل گیا تھا یا پہلے ہی دشمنوں کا آدمی تھا اور راجا عمر دراز کو دھوکا دے رہا تھا۔ اس کی آواز پہچانتے ہی میرے ذہن میں ایک لمحے کو وہ منظر آیا جب میں نے خانہ بدوشوں کے قبیلے میں مہرو کی جھلک دیکھی تھی اور اس وقت اسے اپنا وہم سمجھا تھا۔ جب کرنل زریسکی یہاں ہو سکتا تھا تو [illegible] خانہ بدوش قبیلے میں کیوں نہیں ہو سکتی تھی۔ میں سوچ رہا تھا اور خاموش تھا وہ بھی خاموشی سے میرے ردعمل کا جائزہ لے رہا تھا۔

''خوب میں تمہیں زریسکی کوشیف کہوں یا عبدالرحمن؟''

''جو تمہاری مرضی ہے مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔ ''آؤ اندر یہاں بہت سردی ہے۔''

میں اس کے ساتھ اندر آیا ہمارے پیچھے دونوں گارڈز بھی تھے۔ کیبن بہت بڑا نہیں تھا اس میں شاید دو ہی کمرے تھے۔ ہم لاؤنج میں داخل ہوئے یہاں آتش دان میں لکڑیاں جل رہی تھیں اور خوشگوار حرارت موجود تھی۔ زریسکی نے ایک کرسی نما صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ ''بیٹھو۔''

میں بیٹھ گیا۔ اس نے سامنے میز پر ایک چھوٹی ٹرے رکھی جس میں چند سینڈوچز تھے اور پھر پاٹ سے کافی کا مگ بھر کر میرے سامنے رکھ دیا۔ ''کھانا شروع کر دو مجھے پتا ہے تم بھوکے ہو۔''

اس طویل سفر نے میرا پیٹ بالکل خالی کر دیا تھا اور روانگی سے پہلے بھی مجھے نام نہاد سا ناشتہ دیا گیا تھا۔ اس لیے میں نے تکلف سے کام نہیں لیا۔ یہ انڈے اور پنیر کے سینڈوچز تھے اس لیے حرام کا خطرہ بھی نہیں تھا۔ گوشت کے ہوتے تو میں ہاتھ بھی نہ لگاتا۔ میں نے کھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ گورکھ دھندہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔''

''کون سا گورکھ دھندہ؟'' اس نے انجان بن کر پوچھا۔

''یہی کہ بظاہر تم راجا عمر دراز کے محل میں سیکورٹی انچارج ہو اور تم نے اس کی ایک ملازمہ سے شادی کا ارادہ بھی کر لیا تھا۔ یہ ملازمہ فتح خان کے ہاتھوں عبرت ناک حالات سے گزری تھی اور اس کی زندگی بچانے میں ایک کردار میرا بھی تھا۔ اس لحاظ سے تمہیں فتح خان کا جانی دشمن ہونا چاہیے تھا۔''

''یہ پرانی بات ہو چکی ہے۔'' اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ غالباً یہاں اسے مہرو کا ذکر پسند نہیں آیا تھا۔

''لیکن دوسری طرف مجھے اسی فتح خان نے باقاعدہ جال بچھا کر پکڑا اور میرے ایک اور جانی دشمن نادر علی کے حوالے کر دیا۔ اس نے حیرت انگیز سلوک کرتے ہوئے مجھے اس دنیا سے رخصت کرنے کے بجائے اس گاڑی میں بند کر کے روانہ کیا اور میں توقع کر رہا تھا کہ اس شخص سے ملوں گا جو اس چکر کے پیچھے ہے تو میرا سامنا تم سے ہو گیا۔ اب میں کیا سمجھوں؟''

میرے ساتھ آنے والے دونوں کمانڈو اسی مستعدی سے کیبن میں دو الگ جگہوں پر موجود تھے وہ بیٹھے تھے لیکن ان کی شاٹ گنیں ان کے ہاتھ میں تھیں اور وہ پوری طرح چوکس تھے۔ ان کے انداز میں طویل سفر کی تھکاوٹ کا شائبہ تک نہیں تھا مجھے وہ تربیت یافتہ کمانڈوز لگ رہے تھے۔ زریسکی کے علاوہ کوئی دوسرا کیبن میں نظر نہیں آیا تھا وہ یقیناً اکیلا تھا۔ زریسکی نے میرے سوالوں کا جواب دینے کے بجائے اٹھ کر اپنے لیے واڈکا کی بوتل سے ایک جام بنایا اور دوبارہ آ کر میرے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے ایک چسکی لی اور کھردری آواز میں بولا۔

''تمہارا کیا خیال ہے؟''

''کوئی خیال نہیں ہے۔ دشمنوں کی چین میں تمہاری موجودگی بتا رہی ہے کہ تم کس طرف ہو اور اب تک ہمیں دھوکا دیتے آئے تھے۔''

''یہ غلط ہے میں نے راجا صاحب کو دھوکا نہیں دیا اور نہ انہیں کوئی نقصان پہنچایا۔ میں کبھی ان کا وفادار رہا ہی نہیں اس لیے میرے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔''

''تمہارے پاس ضمیر نام کی کوئی چیز ہے؟'' میں نے طنز کیا۔

''تم اس بات کو نہیں سمجھو گے۔'' اس نے کہا۔ ''یوں سمجھ لو میں کچھ خاص مقاصد کی وجہ سے یہاں آیا اور اتفاق سے راجا عمر دراز سے ملاقات ہو گئی اس نے مجھے ملازمت کی پیشکش کی اور میں نے قبول کر لی۔''

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''راجا عمر دراز کسی ایسے ہی راہ چلتے شخص سے ملاقات کر کے اسے جاب کی پیشکش نہیں کر سکتا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں مانتا ہوں میں نے پلاننگ کے تحت جاب حاصل کی لیکن میں اسے نقصان نہیں پہنچانا

چاہتا تھا۔''

''او کے راجا عمر دراز کے لیے مجھے تمہاری نیک نیتی پر یقین آ گیا ہے اب یہ بتاؤ کہ مجھے کس لیے اغوا کیا گیا ہے۔ کیا یہ بھی تمہاری طرف سے خیر سگالی کے جذبے کا اظہار ہے۔''

اس نے میرا طنزیہ لہجہ نظر انداز کیا اور آہستہ سے بولا۔ ''شہباز ابھی تم ناواقف ہو۔ یہ معمولی کھیل نہیں ہے۔ تم جلد سب جان جاؤ گے۔''

''اس چکر کے پیچھے کون ہے؟''

''اس سے بھی جلد تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔'' اس نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ ''اب تم آرام کرو گے۔ صبح تمہیں پھر روانہ ہونا ہے اور ایک طویل سفر کرنا ہے۔''

''ایک...... منٹ...... مجھے اب کہاں...... جانا ہے۔'' میں نے رک رک کر کہا حالانکہ میں روانی سے کہنا چاہتا تھا۔ مگر میری زبان اٹک رہی تھی اور جب میں نے اٹھنا چاہا تو مجھ سے اٹھا بھی نہیں گیا تھا۔ میری سمجھ میں ذرا دیر سے آیا۔ ''تت...... تم نے کھانے...... میں کچھ......''

''ہاں تم طویل سفر کر کے آئے اور کل صبح تمہیں دوبارہ ایک طویل سفر پر روانہ ہونا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں تم تازہ دم ہو جاؤ۔''

کافی یا سینڈوچز میں کوئی زود اثر دوا تھی۔ ایک منٹ سے بھی پہلے میں صوفے پر بیٹھے بیٹھے سو چکا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کب مجھے اس کمرے میں منتقل کیا گیا جو کیبن کے اندر تھا۔ یہاں صرف ایک بیڈ اور دو معمولی سی کرسیوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ایک طرف کھڑکی تھی لیکن اس میں مضبوط سلاخیں لگی تھیں۔ دیواریں، چھت اور فرش سب لکڑی کا تھا۔ مجھے جاگ آئی تو صبح ہو چکی تھی اور کھڑکی کے شیشوں سے روشنی جھلک رہی تھی۔ سورج بادلوں کے پیچھے رُوپوش تھا لیکن دن نکل آیا تھا۔ مجھ پر ایک ہلکا کمبل پڑا تھا اور اس کمرے میں بھی ایک آتش دان جل رہا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد وقفے وقفے سے ایک ایسی آواز آ رہی تھی جیسے کوئی فرش پر کوئی چیز مار رہا ہو۔ لگنے کی آواز میں لرزش سی بھی آ جاتی تھی۔ پھر ایسی آواز آتی جیسے اس چیز کو فرش سے کھینچ کر نکالا گیا ہو۔

کیبن مکمل طور پر لکڑی کا بنا ہوا تھا اس لیے فرش بھی لکڑی کا تھا۔ اس آواز کے علاوہ خاموشی تھی لیکن کچھ دیر بعد ایک ہلکی سی کھڑکھڑاتی آواز سنائی دی۔ کچھ دیر بعد سمجھ میں آیا کہ یہ کسی ریڈیو کی آواز ہے جس پر کوئی بار بار مخاطب کر رہا ہے۔ میرے جسم پر رات والا لباس تھا اور پیروں میں جوتے بھی تھے۔ میں اتر کر دروازے تک آیا۔ اب آواز صاف آ رہی تھی۔ کوئی انگریزی میں کہہ رہا تھا۔ ''بیئر...... بیئر ڈو یو ریڈی۔''

بولنے والا کسی ریچھ کو پکار رہا تھا مجھے خیال آیا کہ سابقہ سوویت یونین کو بھی ریچھ سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ کہیں یہ کال کرنل زریسکی کے لیے تو نہیں تھی اس کا تعلق سوویت فوج سے تھا۔ کیبن میں خاموشی تھی۔ پھر دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور میں نے کرنل کی آواز سنی وہ ریڈیو کال کا جواب دے رہا تھا۔ ''بیئر از ہیر...... اوور۔''

''بیئر پارسل کب بھیجا جائے گا اوور۔'' دوسری طرف سے اسی کھڑکھڑاتی آواز نے سوال کیا۔

''آج بھیجنا تھا لیکن موسم پرندوں کی اڑان کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ جیسے ہی موسم صاف ہوتا ہے پارسل بھیج دیا جائے گا اوور۔''

''اسے جلد از جلد بھیجنے کا حکم ہے اوور اینڈ آل۔'' دوسری طرف سے کہہ کر کال ختم کر دی گئی۔ لازمی بات تھی کہ یہ ذکر خیر اس خاکسار کا تھا جسے کہیں پارسل کرنے کی تیاری کی جا رہی تھی۔ نہ جانے اس کوریئر سروس کو آرڈر کرنے والا کون تھا جسے میرا پارسل درکار تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے رہ رہ کر ڈیوڈ شا کا خیال آ رہا تھا۔ کیونکہ اس سارے کھیل کے پس پشت مہرے اسی کے تھے۔ صرف کرنل زریسکی کی اس کھیل میں شمولیت میرے لیے غیر متوقع تھی لیکن ڈیوڈ شا کے لیے اس جیسے مہروں کو توڑ لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا بلکہ اس کا پورا امکان تھا کہ ڈیوڈ شا نے ہی اسے راجا عمر دراز کے محل میں بھیجا ہو اور وہ اس کے کام کر رہا تھا۔ کم سے کم فتح خان سے اس کا گٹھ جوڑ ثابت تھا جو اس کے ہونے والی یا ہو جانے والی بیوی کی بے آبروئی کا براہِ راست ذمے دار تھا۔ میں واپس آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ کیونکہ میرے پاس کرنے کے لیے سوائے غور و فکر کے کچھ نہیں تھا اس لیے میں نے یہی شروع کر دیا۔

میرے دشمن دو طرح کے تھے۔ ایک مرشد اور نادر جنہیں مجھ سے کوئی مفاد نہیں تھا اور وہ میری اور میرے دوستوں کی جان کے دشمن تھے۔ دوسرے طرح کے دشمن میری جان کے گاہک نہیں تھے بلکہ مجھے اپنے کسی مفاد کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے جیسے ڈیوڈ شا اور فتح خان وغیرہ۔ اب سے پہلے یہ میرے دونوں دشمن الگ الگ سرگرم عمل تھے اور اگر میرے اور میرے ساتھیوں کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے تھے تو اکیلے ہی اٹھاتے تھے لیکن اس بار ایسا لگ رہا تھا کہ کسی وجہ سے میرے تمام دشمنوں نے میرے خلاف ایکا کر لیا تھا۔ نادر علی، فتح خان، شہلا اور کرنل زریسکی مجھے اغوا کر کے کہیں پہنچانے کے لیے ایک ہو گئے تھے۔ اگرچہ اب تک مرشد اور ڈیوڈ شا سامنے نہیں آئے تھے لیکن مجھے لگ رہا تھا کہ وہ بھی اس معاملے میں کہیں نہ کہیں شامل تھے۔

اب سوال یہ تھا کہ میرے ان دشمنوں کو کس نے یکجا کر دیا تھا؟ کیا وہ شخص ڈیوڈ شا تھا یا اس کے پس پشت بھی کوئی اور شخصیت تھی؟ اس نے مجھے کیوں اغوا کرایا ہے؟ اور سب سے اہم سوال مجھے کہاں لے جایا جا رہا تھا؟ سرد ترین موسم بتا رہا تھا کہ میں پاکستان کے کسی شمالی علاقے میں ہوں جہاں تک سڑک کے ذریعے رسائی ممکن تھی۔ مجھے اس سے بھی آگے کہیں بھیجا جانا تھا لیکن موسم راہ میں رکاوٹ بن رہا تھا۔ میری منتقلی یقیناً ہیلی کاپٹر کے ذریعے کی جاتی۔ کرنل زریسکی نے جن پرندوں کا ذکر کیا تھا ان سے مراد ہیلی کاپٹر ہی تھے۔ میں سوچوں میں گم تھا کہ دروازہ کھلا اور کرنل زریسکی کی صورت دکھائی دی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ ''گڈ مارننگ۔''

''ابھی تک تو گڈ ہی ہے۔'' میں نے اس سے اتفاق کیا تو اس نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

''تمہارا رویہ کچھ عجیب سا نہیں ہے؟''

''میرے رویے میں تمہیں کیا عجیب لگ رہا ہے؟''

''تم کچھ زیادہ ہی مطمئن اور پُرسکون ہو۔''

''اگر میں کچھ کم مطمئن اور پُرسکون رہوں تو اس سے مجھے کیا فائدہ ہو گا؟'' میں نے سوال کیا لیکن میں نے محسوس کیا کہ میرے اطمینان سے کرنل شک میں مبتلا ہو گیا تھا۔

''کیا تمہیں امید ہے تمہارے ساتھی تمہیں چھڑانے کے لیے یہاں تک آئیں گے؟''

''مجھے ایسی کوئی امید نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''وہ بے چارے تو ابھی مجھے اسلام آباد کی حدود میں

تلاش کر رہے ہوں گے۔"

"آؤ ناشتہ کرلو۔" اس نے کہا اور پیچھے ہٹ گیا۔

"ضرور لیکن اس سے پہلے مجھے باتھ روم جانے کا موقع ملے گا؟"

"بالکل۔" اس نے کہا لاؤنج میں منکر نکیر موجود تھے کرنل کے حکم پر وہ مجھے کیبن کے عقبی حصے میں موجود لکڑی کے بنے چھوٹے سے واش روم میں لے گئے۔ یہ صاف ستھرا تھا لیکن پانی جان لیوا حد تک سرد تھا۔ نہ جانے انہوں نے اسے پانی کی شکل میں کیسے رکھا تھا ورنہ اسے تو برف بن جانا چاہیے تھا۔ میں واپس آیا تو میرا حشر ہوگیا تھا۔ اتنا سرد پانی میں نے زندگی میں پہلی بار محسوس کیا تھا اور واپس آنے کے بعد میں تقریباً دس منٹ آتش دان کے سامنے ہاتھ سینکتا رہا تب کہیں جا کر ان کی حالت نارمل ہوئی تھی۔ اس بار بھی کھانے میں سینڈوچز اور کافی تھی۔ یہ آسانی سے اور فوراً بن جانے والی چیز ہے جس کے اجزائے ترکیبی یعنی ڈبل روٹی، پنیر اور انڈے خاصی دیر تک محفوظ رکھے جاسکتے ہیں۔ اس موسم میں ان کے خراب ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا لہٰذا وہ وافر مقدار میں یہاں ذخیرہ کیے جاسکتے تھے۔ مجھے بھوک لگ رہی تھی اور نہ کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اگر وہ مجھے کھانے میں نیند کی دوا دے رہا تھا اور میں نہ کھاتا تو وہ مجھے کسی دوسرے طریقے سے سلا دیتا۔

کرنل اپنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے پاس ہی فرش میں ایک چھوٹا سا چاقو گڑا ہوا تھا۔ وہ شاید چاقو فرش پر مارنے کا شغل کر رہا تھا۔ آواز اسی کی آرہی تھی۔ منکر نکیر رات بھر آرام کے بعد بالکل تازہ دم اور چوکس نظر آرہے تھے۔ صورت سے وہ وسط ایشیائی لگ رہے تھے۔ ممکن ہے ان کا تعلق براہِ راست کرنل زریسکی سے رہا ہو۔ "یہ تمہارے آدمی ہیں؟"

"ہاں یہ میری یونٹ میں رہے ہیں میرے ساتھ ہی آئے ہیں۔"

"تم ایک پلان کے تحت راجا عمر دراز تک آئے تو کسی کے پے رول پر تو ہوگے۔"

"تمہیں جلد پتا چل جائے گا۔" اس نے جواب دیا۔ صاف ظاہر تھا اس کا بتانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ سینڈوچز سے فارغ ہوکر میں نے کافی کا مگ سنبھالا۔ یہ تلخ اور سیاہ کافی تھی۔

"یہ جگہ کہاں ہے؟"

"چترال میں ایک جگہ ہے۔" اس نے بتایا تو میں حیران رہ گیا بے شک میں نے کوئی بارہ تیرہ گھنٹے سفر کیا تھا لیکن اتنی جلدی چترال تک رسائی آسان نہیں ہے اور وہ بھی اگر لواری ٹنل کھلی ہو لیکن یہ سفر سولہ سترہ گھنٹے سے پہلے طے نہیں ہوتا ہے۔ بس تو دو دن سفر کرتی ہے۔ اس کا مطلب ہے انہوں نے غیر معمولی رفتار سے ڈرائیونگ کی تھی۔ اس اطلاع نے مجھے حیران ہی نہیں فکر مند بھی کر دیا تھا۔ چترال پاکستان کے انتہائی شمال میں چین اور افغانستان کی پٹی کے ساتھ واقع ہے یہ نہایت دشوار گزار پہاڑی سلسلہ ہے جو آگے جا کر سطح مرتفع پامیر سے جا ملتا ہے یہاں سال کے چھ مہینے برف جمی رہتی ہے اور ہر قسم کی آمد و رفت بند ہوتی ہے۔ باقی چھ مہینوں میں برف نہیں ہوتی ہے لیکن آمد و رفت پھر بھی دشوار رہتی ہے۔ اس سے آگے صرف چین اور افغانستان تھے مجھے بھلا کہاں آگے بھیجا جا رہا تھا؟

یہ جاننے کے بعد کہ کرنل زریسکی کسی کے لیے کام کر رہا تھا اس کی میری نظر میں نادر علی اور فتح خان جیسی

اہمیت نہیں رہی تھی اور نہ اس کی اہمیت رہی تھی کہ وہ راجا عمر دراز سے غداری کر رہا ہے اہمیت اس شخص کی تھی جس نے مجھے کہیں منگوایا تھا۔ اب تک میں سکون سے تھا لیکن یہ جاننے کے بعد کہ مجھے چترال سے آگے کہیں بھیجا جا رہا ہے میں فکر مند ہو گیا تھا۔ مجھے اب کچھ کرنا تھا۔ اگر اس معاملے میں ڈیوڈ شاملوث تھا تب بھی مجھے ملک سے باہر بلوانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ مجھ سے پاکستان میں ملاقات کر سکتا تھا کیونکہ وطنِ عزیز آج کل پاکستانیوں کا کم اور ان گوروں کا زیادہ ہو گیا ہے جو دو سو سال سے ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔ یہاں ان کو وہ سہولتیں حاصل ہیں جو خود اپنے ملکوں میں بھی نہیں حاصل ہیں۔

مگر میں نہتا تھا اور میرے تینوں دشمن پوری طرح مسلح تھے۔ منکر نکیر کے پاس مہلک سٹاٹ گن تھیں جب کہ کرنل کے پاس بھی سروس پستول دکھائی دے رہا تھا۔ کرنل کا انداز بہت پُرسکون اور دھیما تھا لیکن مجھے یقین تھا اندر سے وہ بھی پوری طرح چوکنا تھا۔ اس کے آدمیوں کے بارے میں مجھے شک نہیں تھا کہ میری کسی بھی حرکت کے نتیجے میں وہ مجھے شوٹ کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ صرف ایک خیال امید افزا تھا کہ انہیں مجھ کو گرفتار کر کے کہیں پہنچانا تھا اور ظاہر ہے زندہ پہنچانا تھا مجھے مارنے کے لیے کسی کو اتنا تردد کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لیے یہ خیال بھی تھا کہ وہ مجھے مارنے سے ہر ممکن گریز کریں گے۔

کرنل زریسکی اپنی نشست پر کسی قدر آرام سے پھیل کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے دونوں آدمی کچھ دیر تو کھڑے رہے پھر وہ بھی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے اور انہوں نے شاٹ گنیں اپنے پاس زمین پر رکھ لی تھیں۔ مجھے ان کے انداز پر کسی قدر حیرت ہوئی تھی۔ کرنل سمیت وہ تینوں اچانک ہی ریلیکس نظر آنے لگے تھے۔ مجھے لگا جیسے قدرت نے مجھے یہ موقع دیا ہے۔ اگر میں کرنل پر قابو پا لیتا اور اس سے پستول چھین کر اسے یرغمال بنا لیتا تو اس کے آدمی یقیناً ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جاتے۔ میں نامحسوس طریقے سے اپنے جسم کو اس پوزیشن میں لانے لگا کہ ایک ہی جست میں کرنل پر جا پڑوں جو مجھ سے کوئی چھ فٹ کی دوری پر تھا۔ ایک بار اس پر گرنے کے بعد اس کے آدمی مجھ پر گولی چلانے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ اس صورت میں کرنل کو بھی گولی لگنے کا پورا امکان تھا۔ اس سے پہلے کہ اس کے آدمی پاس آتے میں کرنل کو ناک آؤٹ کر کے اس کا پستول حاصل کر سکتا تھا۔

لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ کرنل میری توقع سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوتا وہ خود ہی میرا حملہ بچا لیتا اور خود ہی مجھے ناک آؤٹ کر دیتا۔ اپنے انداز سے وہ کوئی کمانڈو قسم کی چیز لگتا تھا اور عین ممکن تھا فوج میں وہ اسپیشل گروپ میں ہو۔ اگر وہ مجھ پر قابو پا لیتا تب بھی اس کا امکان کم تھا کہ وہ مجھے شوٹ کر دے گا۔ ہاں وہ مجھے بے ہوش کر کے یا بس کر کے رکھ سکتا تھا۔ سارے امکانات ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے چانس لینے کا فیصلہ کیا اور اچانک ہی کرنل پر چھلانگ لگائی لیکن اس کے بعد جو ہوا وہ میں ساری عمر فراموش نہیں کر سکوں گا۔ بظاہر تو میں نے چیتے کی طرح چھلانگ لگائی تھی اور مجھے یقین تھا کہ میں کرنل پر اس کی بے خبری میں لینڈ کروں گا مگر ہوا یہ کہ میں کچھوے کی سی سستی سے کرسی سے اٹھا۔ یہ بالکل ایسا سین تھا جیسے کرکٹ میچ میں الٹرا سلو موشن میں دکھاتے ہیں۔ میرا جسم سست روی سے میرا ساتھ دے رہا تھا جب کہ میرا ذہن اس سے کہیں آگے تھا۔ میرے خیال میں مجھے سیکنڈ کے ایک تہائی حصے میں کرنل پر جا گرنا تھا لیکن میں تیسرے سیکنڈ میں کرسی سے کھڑے ہونے کے بعد ڈگمگا رہا تھا جیسے سوچ رہا ہوں کہ آگے گروں یا پیچھے۔ میرا جسم کسی شرابی کی طرح ڈول رہا تھا۔ جب کہ ذہن پوری

طرح چاک و چوبند تھا۔

بالآخر میں منہ کے بل سامنے گرا اور میرے سر سے ذرا آگے کرنل کے پاؤں تھے۔ ہاتھ بر وقت آگے کر لینے سے میرا منہ ناک ایک ہونے سے بچ گئے تھے۔ اگر کوئی اس وقت دیکھتا تو اسے لگتا جیسے میں کرنل کے قدموں میں گر رہا ہوں۔ جب کہ حقیقت یہ نہیں تھی میں سمجھنے سے قاصر تھا کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ میں اس طرح سُست کیوں ہو گیا ہوں؟ کیا پھر کھانے میں مجھے بے ہوشی کی دوا دے دی گئی تھی اور اس کا اثر اب ہو رہا تھا۔ میں نے اٹھنا چاہا تو میرا خیال تھا کہ اب مجھ سے اٹھا بھی نہیں جائے گا اور میں یہیں پڑے پڑے بے ہوش ہو جاؤں گا۔ مگر میں اٹھ گیا۔ مشکل نہیں ہوئی مگر انداز وہی تھا الٹرا سلو موشن والا۔ اسی طرح دھیرے سے میں کھڑا بھی ہو گیا اور مجھے نہ تو مشکل ہوئی اور نہ ہی کسی ناتوانی کا احساس ہوا۔ مجھے چکر بھی نہیں آ رہے تھے اور میں پہلے بھی اس وجہ سے گرا تھا کہ میں نے جسم کے ردِعمل سے زیادہ کام لینے کی کوشش کی تھی۔ اب میں اس سلو موشن کا عادی ہو رہا تھا اس لیے با آسانی اپنے پیروں پر کھڑا تھا۔

کرنل بالکل میرے سامنے کرسی پر اسی طرح آرام سے بیٹھا تھا اور مجھے کسی قدر تمسخرانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے جواب میں اٹھنے یا کچھ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور میں نے بھی دوبارہ کچھ کرنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ میں سمجھ گیا تھا میرے ساتھ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے البتہ یہ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ گڑبڑ کیا ہوئی ہے۔ میں پیچھے ہوا میرے قدم اسی طرح سُست روی سے اٹھ رہے تھے۔ چند قدم پیچھے ہٹ کر میں دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا اور کرنل کی طرف دیکھا۔ ''یہ سب کیا ہے؟''

میرا خیال تھا کہ میرے منہ سے الفاظ بھی سُست روی سے یا ٹوٹ ٹوٹ کر نکلیں گے۔ مگر بولنے میں بالکل ٹھیک تھا۔ کرنل نے آرام سے جواب دیا۔ ''ایک دوا کا معمولی سا ڈوز ہے۔ یہ دوا جسم پر کوئی منفی اثر نہیں ڈالتی ہے سوائے اس کے کہ دماغ کے احکامات کی رفتار سُست کر دیتی ہے۔ یہ جسم کے متعلقہ حصوں تک سُستی سے پہنچتے ہیں اور نتیجے میں جسم سُست ردِعمل دیتا ہے۔ جیسا کہ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔''

کرنل نے نہایت چالاکی سے کام لیا تھا اس نے مجھے سلانے کے بجائے یہ حربہ استعمال کیا تھا۔ اس کا تعلق دنیا کی ایک بڑی فوج سے رہا تھا اور فوج کے خصوصی شعبوں میں اس قسم کی دواؤں کا استعمال اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی ہے۔ حد یہ کہ انسانی حقوق کے نام نہاد چمپئن بھی اپنی فوج پر خصوصی دواؤں کے تجربے کرتے رہے ہیں۔ کرنل نے ایک ایسی ہی دوا کا استعمال مجھ پر کیا تھا۔ شاید آج کسی وقت بھی میری منتقلی عمل میں آ سکتی تھی اس لیے اس نے سلانے کے بجائے مجھے یوں بے بس کر دیا۔ اب ایک آدمی خالی ہاتھ سے بھی با آسانی مجھے قابو کر سکتا تھا۔ اسلحے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں نے کرنل سے پوچھا نہیں کہ اس دوا کا اثر کتنی دیر رہے گا۔ اس کا اندازہ مجھے خود ہو جاتا جب میرا جسم میرے قابو میں آ جاتا۔ لاؤنج میں مجھے وہ ریڈیو نظر نہیں آیا تھا جس پر کرنل نے کسی سے بات کی تھی۔

''جب تمہارے پاس ان جیسے تربیت یافتہ آدمی ہیں تو تم نے فتح خان یا نادر علی کی مدد کیوں حاصل کی؟''

میں نے منکیر نکیر کی طرف اشارہ کیا۔

وہ چونکا۔ ''نادر علی یہ کون ہے؟''

اس بار میں چونکا۔ ''تم نادر علی کو نہیں جانتے مرشد علی کا بھائی۔''

''میں مرشد کو جانتا ہوں اس کے بھائی کا نام پہلی بار سنا ہے لیکن تمہارے اغوا میں وہ کہاں سے آ گیا؟''

''یہ تمہارے گرگے جانتے ہیں جہاں مجھے رکھا گیا تھا وہاں نادر علی مجھ سے ملنے آیا تھا۔ یہی دونوں اس کو گارڈ کر رہے تھے۔''

کرنل نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا تو ان میں سے ایک نے کہا۔ ''ہم اس بارے میں کچھ نہیں جانتے تم نے ہماری کمان فتح خان کے ہاتھ میں دی تھی ہم اس کے کہنے پر عمل کر رہے تھے۔''

''تم اس وہیل چیئر والے کو نہیں جانتے؟'' میں نے کہا۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''فتح خان نے کہا تھا وہ تم سے بات کرے گا اور ہمیں اس کی حفاظت کرنی ہے وہ باہر سے آیا تھا اور تم سے مل کر چلا گیا۔''

کرنل کی پیشانی کی شکنیں بتا رہی تھیں کہ یہ بات اس کی توقع کے خلاف تھی۔ شاید اس نے فتح خان کی خدمات حاصل کی تھیں اور فتح خان نے اس کے علم میں لائے بغیر نادر علی کو مجھ سے ملاقات کا موقع دیا۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ وہ اتنا بے بس کیوں تھا اور پاگل کتے کی طرح غرانے اور بھونکنے کے بجائے شرافت سے کیوں بات کر رہا تھا۔ ظاہر ہے فتح خان نے اسے مجھ سے صرف ملاقات کی اجازت دی تھی۔ وہ مجھے انگلی لگانے کا مجاز بھی نہیں تھا۔ کرنل خاموش تھا میں اس کا جائزہ لے رہا تھا میں نے اچانک کہا۔

''کرنل مہرو کہاں ہے؟''

وہ چونکا۔ ''تمہیں اس سے کیا کہ وہ کہاں ہے؟''

''میرا مطلب ہے اب وہ راجا کے محل میں تو نہیں ہوگی؟''

''ظاہر اب اس کا وہاں کیا کام؟''

''گویا وہ پوری طرح تمہارے ساتھ مل گئی ہے۔''

''وہ میری بیوی ہے اور اسے میرے ساتھ ہی ہونا ہے۔'' کرنل نے بات ختم کرنے کے انداز میں کہا لیکن اس کی بات نے میرے اندر ایک نئی سوچ کا دروازہ کھول دیا تھا۔ مہرو راجا عمر وراز کے محل میں نہیں تھی۔ فتح خان کے سابق ٹھکانے کی طرف جاتے ہوئے میں نے خانہ بدوشوں کے درمیان جس عورت کی جھلک دیکھی تھی کیا وہ مہرو ہی تھی اور کسی خاص وجہ سے وہاں موجود تھی۔ فتح خان اور کرنل کے گٹھ جوڑ کے بعد مجھے اب سب کچھ ممکن نظر آ رہا تھا۔ کرنل نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔ ''تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''وہ کچھ دن میرے ساتھ رہی ہے اور میں نے اس کی جان بچائی تھی اس لیے پوچھ لیا ورنہ تمہاری بیوی سے مجھے کیا سروکار۔''

وہ مطمئن ہو گیا۔ کیبن کے باہر موسم بدستور سرمئی اور سرد تھا ہوائیں برف کے ٹکڑے اڑا کر کھڑکی کے شیشوں سے ٹکراتے تو ان کی شدت کا اندازہ ہوتا تھا۔ فی الحال موسم میں بہتری کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور اس لیے میری روانگی کے آثار بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ کرنل نے چالاکی سے کام لیا تھا اس نے مجھے معمولی گرم کپڑوں میں رکھا تھا جو کیبن کی حد تک گزارے کے قابل تھے لیکن اگر میں کیبن سے نکل جاتا تو چند گھنٹوں میں

سردی مجھے منجمد کر دیتی اور میں دنیا سے مفرور ہو جاتا۔ یہ اس کی ایک احتیاطی تدبیر تھی ورنہ آدمی فرار ہونے کا ارادہ کر لے تو دنیا کوئی جیل اسے نہیں روک سکتی تھی۔ اس لیے کرنل نے صرف اسی پر بھروسہ نہیں کیا اس نے مجھے ناکارہ بنانے کے لیے دوا بھی استعمال کی اور اب میں صحیح معنوں میں اس کا قیدی بن کر رہ گیا تھا۔ ریڈیو کی کھڑکھڑاہٹ ایک بار پھر سنائی دی۔ ''بیئر ڈیو ریڈی اوور۔''

اس بار میں نے اندازہ کر لیا کہ ریڈیو ایک طرف رکھے ریک کے پیچھے تھا۔ کرنل نے اٹھ کر ریک سرکایا اور مائک اٹھا کر اس کا بٹن دبایا۔ ''یس بیئر از ہیر اوور۔''

''آدھے گھنٹے بعد پرندہ اڑے گا اور آدھے گھنٹے بعد تمہارے پاس ہو گا اوور۔''

کرنل نے مڑ کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ''موسم ٹھیک نہیں ہے اوور۔''

''موسم دوپہر کے بعد مزید خراب ہو گا اس لیے پارسل کی منتقلی کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اوور۔''

کرنل نے سوچا اور شانے اچکائے۔ ''او کے......اوور اینڈ آل۔''

مجھے گفتگو کے دوران ریڈیو کی جھلک دکھائی دی تھی۔ یہ فوجی نوعیت کا طویل فاصلوں اور ہر موسم میں کام کرنے والا ریڈیو تھا۔ دوسری طرف سے ہیلی کاپٹر بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور کرنل کو سنا دیا گیا تھا اگرچہ وہ اس کے حق میں نہیں تھا مگر دوسری طرف اس کے بھی آقا تھے اس لیے وہ ان کے فیصلوں کو رد نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے موسم کی خرابی کے باوجود مجھے لانے کے لیے ہیلی کاپٹر بھیجنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ آخر وہ کون تھا اور میرے لیے اتنا بے تاب کیوں تھا؟ کرنل زریسکی نے اپنے آدمیوں کی طرف دیکھا۔ ''جا کر چوپر کے لیے جگہ تیار کرو۔''

انہوں نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور خاموشی سے باہر نکل گئے تھے۔ کرنل میرا دشمن نہیں تھا وہ ایک پروفیشنل تھا۔ جو کام لیتا اسے بہترین طریقے سے انجام دیتا تھا۔ اسے مجھے کہیں پہنچانے کا ٹاسک دیا گیا تھا اور اس نے یہ کام تقریباً کر لیا تھا۔ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میں کتنا خطرناک آدمی تھا لیکن ساتھ ہی اسے معلوم تھا میں خودکشی نہیں کر سکتا تھا۔ میں آخر تک لڑنے اور کبھی ہمت نہ ہارنے والا انسان تھا۔ اس لیے اس نے مجھے قابو میں رکھنے کی بہترین حکمتِ عملی اپنائی تھی۔ اس نے کسی بھی مرحلے پر مجھے ڈی گریڈ کرنے کی کوشش نہیں کی مگر نہ ہی میرے ساتھ کوئی برا سلوک کیا۔ میرے دوسرے دشمنوں کے مقابلے میں اس کا رویہ خاصا بہتر تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ مجھے کسی قسم کی رعایت دیتا اگر میں فرار کی کوشش کرتا تو وہ بے دریغ اپنے ہتھیار استعمال کرتا اور اگر میں اس کے ہاتھ سے نکلنے لگتا تو وہ مجھے شوٹ کر دیتا۔ مجھے وسیم اور اس کے آدمیوں کی فکر ہو رہی تھی۔ ''میرے ساتھ تین افراد اور تھے ان کو بھی اغوا کیا گیا ہے؟''

''ان کے بارے میں فتح خان بہتر جانتا ہو گا میں نے صرف تمہیں لانے کو کہا تھا اس نے تمہارے ساتھیوں کے ساتھ کیا کیا ہے میں اس سے بے خبر ہوں۔''

وسیم اور اس کے آدمیوں کا فتح خان کے پاس بھی کوئی مصرف نہیں تھا اس لیے امکان یہی تھا کہ اس نے انہیں قید میں رکھنے یا مار ڈالنے کے بجائے چھوڑ دیا ہو گا۔ دوسری صورت میں اسے معلوم تھا وہ کہیں بھی چین سے نہیں بیٹھ سکے گا میرے ساتھی ایک انتقامی جذبے کے ساتھ اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ گیس کا شکار ہونے سے پہلے میں نے عبداللہ کو بتا دیا تھا کہ یہ فتح خان کا کام ہے اس لیے میرے ساتھی اب بھی اس کے پیچھے ہوں گے۔

اس لیے فتح خان کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا تھا کہ ایک بار میرے یا میرے ساتھیوں کے ہاتھ آنے کے بعد اس کی گلوخلاصی ناممکن ہو جائے۔ دوسری صورت میں ایک دوسرے کو رعایتیں دیتے رہتے تھے۔

"تمہارا فتح خان سے رابطہ کیسے ہوا؟"

"میرا اس سے براہِ راست رابطہ نہیں ہے بلکہ مجھے بتایا گیا کہ وہ تمہیں اغوا کرنے کا کام کرے گا اور اس کے بعد میرے آدمیوں کے حوالے کر دے گا۔" کرنل نے ایک بار پھر دامن بچانے والے انداز میں کہا جب کہ مجھے یقین تھا وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

"پھر بھی تم نے اپنے آدمیوں کو اس کے پاس بھیجا ہوگا تو اس سے رابطہ کیا ہوگا؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "اس کی ضرورت نہیں تھی۔ میرے اوپر والوں نے تمام معاملات طے کر دیئے تھے۔ میرے آدمی گئے اور تمہیں یہاں لے آئے۔"

اس سے گفتگو کے دوران میں غور بھی کرتا جا رہا تھا۔ "جہاں مجھے لے جایا جا رہا ہے کیا تم بھی چلو گے؟"

"نہیں۔" اس نے کسی قدر بے دھیانی سے کہا۔ "مجھے واپس جانا ہے۔" وہ کہتے ہوئے یک دم اٹھ گیا۔ اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا اور میری طرف دیکھا۔ "تیار ہو جاؤ چوپر آ گیا ہے۔"

بند کیبن میں باہر کی آوازوں کا پتا نہیں چل رہا تھا اس نے ذرا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا تو تیز ہوا کے ساتھ واضح طور پر ہیلی کاپٹر کا شور بھی اندر تک آیا تھا۔ جب وہ دروازہ بند کر کے پلٹا تو میں کرسی پر واپس بیٹھ رہا تھا۔ اس نے مشکوک نظروں سے مجھے دیکھا۔ "کیا ارادہ ہے؟"

"ارادہ تو یہ ہے کہ آتش دان کی سلاخ تمہارے سر پر رسید کروں لیکن افسوس جتنی دیر میں یہ کام کروں گا تم مجھے اس دوران میں چار بار ناک آؤٹ کر چکے ہو گے اور میں ناک آؤٹ ہونا نہیں چاہتا اس لیے دوبارہ بیٹھ گیا۔"

اس کا شک ختم ہو گیا اور وہ مسکرایا۔ "تم عقل مند آدمی ہو۔"

کرنل نے فائبر اور اسٹیل کی بنی ہوئی ہلکی لیکن نہایت مضبوط قسم کی ہتھکڑی نکالی۔ یہ اصل میں ہاتھوں اور پیروں کو بیک وقت جکڑنے والی ہتھکڑی تھی جس میں ایک نائلون جیسے ریشے سے بنی رسی بھی تھی۔ اس میں جکڑے جانے کے بعد آدمی نہ تو ایک حد سے زیادہ قدم اٹھا کر چل سکتا تھا نہ ہاتھ اوپر اٹھا سکتا اور نہ ہی دونوں ہاتھ الگ الگ استعمال کر سکتا تھا۔ مزاحمت کا کوئی فائدہ نہیں تھا اس لیے میں نے بلا چوں چرا ہتھکڑی پہن لی۔ کرنل نے مجھے کھینچ کر کھڑا کیا اور کھینچ کر ہی باہر لے جانے لگا۔ باہر نکلتے ہی قیامت خیز ہواؤں اور سردی نے استقبال کیا تھا۔ کیبن سے ذرا نیچے ایک کھلی جگہ ہیلی کاپٹر کھڑا تھا اور اس کے پنکھے بدستور حرکت میں تھے۔ پائلٹ سیٹ پر ایک آدمی موجود تھا جب کہ دوسرا پچھلا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ کرنل کے دونوں آدمی بھی اس کے پاس تھے۔ میں بمشکل قدم اٹھاتا ہوا ہیلی کاپٹر تک پہنچا تھا ایک تو ویسے ہی میرے ریفلکسز سست ہو رہے تھے پھر پاؤں بندھے ہونے کی وجہ سے میں ایک فٹ سے زیادہ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

ہیلی کاپٹر چھوٹا تھا اس میں آگے پیچھے چار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ کرنل نے مجھے پچھلے حصے میں دھکیل دیا۔ یہاں بس دو افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ انجن کا شور کان کے پردے پھاڑ رہا تھا اس لیے گفتگو کا سوال ہی

پیدا نہیں ہوتا تھا کرنل دوسرے آدمی کو کچھ کہنے کے لیے ہیلی کاپٹر سے ذرا دور لے گیا تھا۔ ہوائیں ویسے ہی کم نہیں تھیں اوپر سے ہیلی کاپٹر کے پنکھے نے ان میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ یہ میرے معمولی کپڑوں اور گوشت سے گزر کر جیسے ہڈیوں میں پیوست ہو رہی تھی۔ پائلٹ نے سر گھما کر دیکھا تو مجھے اس کی صورت صاف دکھائی دی تھی۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے نفرت تھی۔ کچھ دیر بعد وہ دوسرا فرد بھی آ گیا جو ہیلی کاپٹر کے ساتھ آیا تھا اور شاید اسے بھی ساتھ ہی جانا تھا۔

وہ پستہ قد لیکن بہت گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا۔ اس نے اوپر ایسی جیکٹ پہن رکھی تھی جس میں فر والا ہڈ بھی تھا اور اس قسم کی جیکٹ عام طور سے بہت سرد علاقوں میں رہنے والے اسکیموز پہنتے ہیں۔ ہڈ میں اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اندر آتے ہی سلائیڈنگ ڈور کھینچ کر بند کر دیا اور یک لخت اندر ہیلی کاپٹر کے شور میں بہت کمی آ گئی تھی۔ اس کا کیبن یقیناً پریشرائزڈ تھا۔ دروازہ بند کرتے ہی اندر کا درجہ حرارت بھی تیزی سے اوپر گیا تھا اور ایک منٹ سے بھی پہلے یہ صفر سے اوپر جا چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر ہوا میں بلند ہوا اور ایک طرف پرواز کر گیا۔ میرے ساتھ بیٹھے آدمی نے ہڈ پیچھے کیا اور میری طرف دیکھا تو پائلٹ کو دیکھ کر مجھے جو شک ہوا تھا وہ اسے دیکھ کر یقین میں بدلنے لگا۔

''تم انڈین ہو؟''

وہ مسکرایا تو اس کے سیاہ رنگ پر سفید دانت بہت نمایاں نظر آئے تھے وہ اور پائلٹ دونوں ساؤتھ انڈیا سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا انداز اور گٹھا ہوا جسم بتا رہا تھا کہ ان کا تعلق فوج سے یا ایسے ہی کسی ادارے سے تھا۔ وہ بولا۔ ''تم نے ٹھیک پہچانا شہباز ملک۔''

میرے لیے یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ دشمن ملک کے یہ دو افراد ایک ہیلی کاپٹر میں دندناتے ہوئے میرے ملک کی سرحد میں داخل ہوئے اور نہایت آرام سے مجھے اغوا کر کے لے جا رہے تھے۔ بے شک یہ علاقہ سرحد کے نہایت نزدیک تھا مگر کیا ہمارے فضائی محافظ اس سرحد کی نگرانی نہیں کر رہے تھے۔ وہ میرے تاثرات سے بھانپ گیا تھا کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ ''تم حیران ہو کہ ہم یہاں کیسے آئے؟''

''ہاں۔''

''کوئی مشکل کام نہیں ہے۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔ ''تمہارے محافظ آج کل دوسروں کے لیے خدمات دینے میں مصروف ہیں اور ان کے پاس ان معمولی کاموں کے لیے وقت نہیں ہے۔ ملک اور سرحدوں کی حفاظت کرنا یہ سب غیر اہم......''

''تم بے کار کی باتیں کر رہے ہو۔'' میں نے اس کی بات کاٹی۔ ''کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ مجھے کیوں اغوا کرایا ہے؟''

''تمہیں اس کا جلد پتا چل جائے گا۔'' وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ ''تمہاری تلاش میں ہم نے بہت وقت اور پیسہ ضائع کیا ہے۔''

سچی بات ہے کہ میرا خون خشک ہو گیا تھا۔ جب میں انڈیا میں تھا اور میں نے وہاں جو کارہائے نمایاں اور غیر نمایاں انجام دیئے تھے۔ ان کو مدِنظر رکھتے ہوئے بھارتی سرکار کا میرے پیچھے پڑنا لازمی بات تھی یہی وجہ تھی

جب تک میں بھارتی سرزمین پر رہا میں نے گرفتار ہونے کی کوشش نہیں کی اور اگر دوسری طرف سے ایسی کوئی کوشش کی گئی تو میں نے جان پر کھیل کر اسے ناکام بنا دیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ ایک بار بھارتیوں کے ہتھے چڑھ گیا تو میری گلوخلاصی مشکل ہو گی لیکن جب میں وہاں سے نکلا اور اس بات کو خاصا عرصہ گزر گیا تو میرے ذہن سے بھی بھارتی خطرہ محو ہو گیا۔ میں نے ایک طرح سے انہیں اپنے دشمنوں کی فہرست سے خارج کر دیا تھا یہ سوچ کر کہ رات گئی اور بات گئی والی بات ہوئی ہے۔ مگر بھارتی بھولے نہیں تھے وہ مجھے تلاش کر رہے تھے اور انہوں نے مجھے تلاش کر لیا تھا۔

درحقیقت مجھے تلاش کرنا کوئی بہت دشوار کام نہیں تھا۔ میں بھارت میں جتنے عرصے رہا اور پھر جا بہ جا دکھائی دیا اس کے بعد میری شناخت کرنا کوئی مشکل کام نہیں رہا تھا۔ مشکل کام مجھے تلاش کرنا تھا۔ یہ کام بنیوں نے ان لوگوں سے لیا جو مجھے اچھی طرح جانتے تھے اور مجھے تلاش کر سکتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے کر لیا۔ اب بھارتی مجھے کشاں کشاں لیے جا رہے تھے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ مجھے کہاں لے جا رہے تھے۔ سوویت یونین کے خاتمے سینٹرل ایشیا کے مسلم ممالک کی بظاہر آزادی کے باوجود وہاں آج بھی روس کا راج تھا اور اس کی مرضی کے بغیر یہ ممالک نہ تو کوئی بڑا فیصلہ کر سکتے تھے اور نہ ہی کوئی پالیسی بنا سکتے تھے۔ درحقیقت روس نے وہاں اپنے پٹھو حکمران بٹھا دیئے تھے جیسے انگریز اس خطے سے جاتے ہوئے حکومت اپنے مہروں کو سونپ گیا تھا۔

روسی آشیرباد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے سینٹرل ایشیا میں اپنے کئی فوجی اڈے قائم کر لیے تھے۔ ان اڈوں کو مکمل طور پر بھارتی حکومت چلاتی تھی اور وہاں سارا عملہ بھارتی ہوتا تھا۔ مجھے ایسے ہی کسی اڈے کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر پہاڑوں کے درمیان پرواز کر رہا تھا اور پائلٹ دانستہ کوشش کر رہا تھا کہ اسے بلند ہونے سے بچائے حالانکہ پہاڑوں کے درمیان بعض اوقات ہوائیں بے قابو رفتار سے چلتی ہیں اور راہ میں آنے والی ہر چیز کو خس و خاشاک کی طرح اڑا لے جاتی ہیں۔ موسم ویسے ہی اچھا نہیں تھا اس موسم میں بھارتیوں کا خطرہ مول لے کر یہاں آنا بتاتا تھا کہ وہ میرے لیے کس قدر بے تاب تھے۔ میں مکمل طور پر کرنل زریسکی کے قابو میں تھا اس کے باوجود انہوں نے موسم بہتر ہونے تک کا انتظار نہیں کیا۔

''تم بنئے کسی پر اپنا وقت اور پیسہ ضائع نہیں کرتے ہو۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن تم ایک ایسی شخصیت ہو جس کے لیے ہم منہ مانگی رقم دینے کو تیار تھے۔''

میں ہنسا۔ ''میں خود کو اتنا اہم نہیں سمجھتا۔''

''ہاں تم اہم نہیں ہو لیکن ہم تمہیں اہم بنا دیں گے۔'' اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔ ''تمہارے ملک میں رہنے والے بہت سارے عام سے لوگوں کو ہم نے بہت اہم بنا دیا ہے۔''

اس کا انداز خطرے کی گھنٹی تھی۔ میرا خیال تھا کہ مجھے اغوا کرانے والا ڈیوڈ شا ہو گا۔ جیسے جنگل میں جانے والا شیر یا چیتے کے خطرے کے بارے میں سوچے اور اچانک ہی اسے لکڑ بھگوں کا گروہ گھیر لے جو شیر یا چیتے سے کہیں زیادہ سفاک اور خطرناک درندہ ہے۔ یہ اگر اکیلا شیروں کے ہاتھ لگ جائے تو یوں چیخ و پکار کرتا ہے جیسے اس سے زیادہ مظلوم دنیا میں کوئی نہیں ہے لیکن جب گروہ کی صورت میں ہو اور کوئی اکیلا جانور ان کے ہاتھ آ جائے تو یہ اپنی اصلیت پر آ جاتے ہیں اس وقت ان کی سفاکی دیکھنے والی ہوتی ہے۔ اسی طرح میں بھارتیوں

کے ہتھے چڑھ گیا تھا اور ان کی اصلیت مجھے پہلے ہی معلوم تھی۔ کیا یہ مجھے بھارت لے کر سزا دینا چاہتے تھے یا مجھ سے کچھ اور مفاد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ بھارتی نیتاؤں نے روز اول سے پاکستان کا وجود دل سے تسلیم نہیں کیا اور ان کی پہلی اور آخری سوچ پاکستان کا خاتمہ ہے۔ اسے نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ہیں۔ آج کل وہ یوں شیر ہو رہے ہیں کہ امریکہ نے سوویت یونین کے خاتمے کے بعد بھارت کو بھی گود لے لیا ہے اور وہ اس خطے میں وہی رول ادا کرنے کی تیاری کر رہا ہے جو اسرائیل مشرق وسطیٰ میں کرتا ہے۔ اس کا پہلا ہدف پاکستان ہے اور اسے چاروں طرف سے گھیرنے کے لیے بھارت نے آس پاس کے ملکوں میں اپنے کئی فوجی اڈے قائم کر لیے ہیں۔ مجھے یقیناً ایسے ہی کسی اڈے کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔

مجھے لے جانے والا مجھ سے واقف تھا یعنی وہ کوئی اہم افسر تھا۔ میں ان کے لیے اتنا اہم تھا کہ انہوں نے عام آدمیوں کے بجائے اسے بھیجا تھا۔ میرے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ پھر میں دوا۔۔۔ ثر تھا اس لیے جسمانی ردعمل سُست تھا اور میں کسی ایڈونچر کے لائق نہیں تھا۔ یعنی فرار کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا۔ اپنا جسمانی ردعمل جاننے کے لیے میں مستقل اپنی شہادت کی انگلی کو تیزی سے حرکت دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ تقریباً ہر منٹ بعد میں یہ مشق دوہرا رہا تھا۔ مجھے ناشتہ کیے ہوئے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس دوا کا اثر مزید کتنی دیر قائم رہتا یہ میں کہہ نہیں سکتا تھا۔ مگر ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرے جسمانی ردعمل میں بہتری آ رہی تھی۔ اگر آنے والے نصف گھنٹے میں اپنے جسم پر اسّی فیصد قابو پا لوں تو میں کچھ کر سکتا تھا۔

ہیلی کاپٹر جن پہاڑوں سے گزر رہا تھا ان پر برف ہی برف تھی۔ میرا خیال تھا ہم پاکستان کی سرحد عبور کر کے افغانستان میں داخل ہو گئے تھے۔ کیونکہ کرنل جس کیبن میں تھا وہ سرحد کے پاس ہی ہو گا۔ بھارتی اتنے دلیر نہیں تھے کہ میرے ملک کی سرحدوں میں ایک حد سے زیادہ درانہ وار گھس آتے۔ وہ مجھے لے کر دس منٹ سے بھی پہلے سرحد کے دوسری طرف جا چکے تھے۔ اب ہیلی کاپٹر بلندی پر آ گیا تھا اور زیادہ تیز رفتاری سے پرواز کر رہا تھا۔ یہ نیم فوجی ساخت کا ہیلی کاپٹر تھا جو بلندی پر تیز رفتاری سے اڑنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ اس میں اسلحے کی گنجائش نہیں تھی یعنی یہ نہتا تھا اور معمولی سا گن شپ بھی اسے مار گرا سکتا تھا۔ اس لیے بھارتیوں کی کوشش تھی کہ جلد از جلد پاکستان کی فضائی حدود سے نکل جائیں۔

سطح مرتفع پامیر کا شمار دنیا کے بلند ترین علاقوں میں ہوتا ہے۔ پاکستان، افغانستان اور چین کی سرحدوں پر پھیلے اس وسیع سطح مرتفع کو دنیا کی چھت بھی کہتے ہیں۔ نہایت بلند اور سرد ہونے کی وجہ سے یہاں کی آب و ہوا بالکل مختلف ہے۔ اس میں جانوروں اور نباتات کی مختلف اقسام ہوتی ہیں جو دنیا میں کہیں اور نظر نہیں آتی ہیں۔ بہت بلندی کی وجہ سے یہاں عام پائے جانے والے پودے اور جاندار دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ سال کے چھ سے آٹھ مہینے برف جمی رہتی ہے اور بعض جگہوں پر تو سارے سال ہی برف ہوتی ہے۔ موسم کی شدت کی وجہ سے پامیر میں مستقل آبادیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ چین نے مخصوص مقاصد کے تحت اپنے علاقے میں کچھ شہر بسائے ہیں لیکن افغانستان اور پاکستان میں ایسی کوئی آبادی نہیں ملتی ہے۔ یہاں صرف خانہ بدوش ہوتے ہیں۔ جو سارے سال بلندیوں سے پستیوں کے درمیان سفر کرتے رہتے ہیں۔

کچھ دیر بعد ہیلی کاپٹر کی بلندی کم ہونے لگی کیونکہ اونچی پہاڑیاں ختم ہوگئی تھیں اور اب ہلکا پہاڑی علاقہ شروع ہوگیا تھا۔ میں جہاں بیٹھا تھا یہاں سے ہیلی کاپٹر کا فلائنگ پینل صاف دکھائی دے رہا تھا۔ آلٹی میٹر تین ہزار میٹرز کی بلندی ظاہر کر رہا تھا اور بتدریج اس میں کمی آتی جا رہی تھی۔ جہاں سے ہیلی کاپٹر وادیوں سے بلند ہوا تھا وہاں سے افغانستان شروع ہوگیا تھا اور ان لوگوں کو دیکھ لیے جانے اور گرائے جانے کا خطرہ نہیں رہا تھا۔ جب بلندی کم ہونے لگی تو میرے خیال میں واخان کا حصہ بھی گزر گیا تھا اور اب آگے میدان آنے والے تھے۔ ہیلی کاپٹر تاجکستان میں داخل ہو چکا تھا کیونکہ اس سے آگے یہی ملک پڑتا تھا۔

دس منٹ بعد پہاڑی علاقہ ختم ہوگیا تھا اور نیچے اب ناہموار میدان تھا۔ ہم یقینی طور پر تاجکستان یا شمالی افغانستان میں تھے۔ پھر ہیلی کاپٹر کی بلندی تیزی سے کم ہونے لگی اور ذرا دیر بعد ہیلی کاپٹر ایک چھوٹی سی ائیر فیلڈ پر اتر رہا تھا۔ یہ کوئی عارضی اور ہنگامی حالات میں کام آنے والی ائیر فیلڈ تھی کیونکہ یہاں نہ تو کوئی خاص تنصیبات تھیں اور نہ ہی لوگوں کی سرگرمی دکھائی دے رہی تھی۔ پائلٹ ہیلی کاپٹر کا انجن بند کر کے نیچے اتر گیا۔ میں نے ساتھ بیٹھے بھارتی سے پوچھا۔ "یہاں کیوں رکے ہیں؟"

"فیول لینا ہے ابھی مزید سفر کرنا ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "اگر تم فرار کا سوچ رہے ہو تو تم کہیں نہیں جا سکتے۔"

روانگی کے وقت سے میری جسمانی حالت میں بہتری آئی تھی یعنی دوا کا اثر ختم ہو رہا تھا۔ جس وقت یہ ہیلی کاپٹر کرنل زریسکی کے کیبن کے باہر آ کر اترا تھا اور وہ اسے دیکھنے گیا تھا تو میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر کرنل کا فرش میں گڑا ہوا چاقو نکال کر جیب میں رکھ لیا تھا اور واپس بیٹھ رہا تھا کہ اس نے دیکھ لیا مگر اس نے شک نہیں کیا چاقو اس کے ذہن سے نکل گیا تھا ورنہ وہ میری تلاشی لے سکتا تھا۔ اگر میری جسمانی حالت بہتر ہوتی تو میں ہیلی کاپٹر کے روانہ ہوتے ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا کم سے کم اپنے نگران کو مار سکتا تھا اس کے بعد اس سے ہتھیار حاصل کر کے پائلٹ کو قابو کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ مگر اس وقت میں اس قابل نہیں تھا کہ چاقو کو مؤثر طریقے سے استعمال کر سکوں لیکن دوسری طرف خطرہ یہ تھا کہ ایک بار میں ان بھارتیوں کے اڈے پر پہنچ جاتا تو وہاں کچھ کرنے کے قابل ہی نہ رہتا۔ اب میری حالت بہتر تھی۔ یہ کہنا دشوار تھا کہ میرا جسم کس قدر میرے قابو میں آ گیا تھا یہ تو جب میں کوشش کرتا تب ہی پتا چلتا۔ میں نے ہاتھ یوں ٹراؤزر کی جیبوں میں ڈال رکھے تھے جیسے انہیں سردی سے بچانا چاہ رہا ہوں لیکن میرے دائیں ہاتھ میں چاقو تھا۔ اس کا بلیڈ چار انچ سے زیادہ لمبا نہیں تھا لیکن یہ نہایت تیز اور خطرناک چاقو تھا۔

"برڈون...... برڈون ڈو یو ریڈی۔" اچانک ہی ہیلی کاپٹر کے ریڈیو سے آواز آئی۔ انجن بند تھا اس لیے آواز نہایت واضح تھی۔ "برڈون اگر تم سن رہے ہو تو جواب دو...... برڈون ڈو یو ریڈی......"

میرے ساتھ بیٹھے بھارتی نے جو میری نگرانی کر رہا تھا چونک کر آگے دیکھا اور وہ ذرا آگے کھسکا تھا۔ یہاں جگہ محدود تھی اور وہ میرے پاس آگیا۔ میرا ہاتھ جیب سے باہر آیا اور اس میں دبا چاقو اس کے بائیں پہلو کی طرف لپکا۔ میں نے اس کے دل پر وار کرنے کی کوشش کی تھی۔ وار کو مزید مؤثر بنانے کے لیے میں اس کی طرف گرا بھی تھا۔ چاقو دیکھتے ہی اس نے لات مار کر مجھے دور کرنے کی کوشش کی تھی مگر مسئلہ وہی تھا یہاں گنجائش ہی

نہیں تھی۔ لات میرے پاؤں پر لگی اور میں اس کے اوپر گرا۔ اس نے پستول نکال لیا تھا لیکن اسے استعمال کرنے کی جگہ نہیں تھی۔ چاقو کی نوک اس کی پسلیوں تک پہنچ گئی تھی اور جب یہ پسلیوں میں اتری تو اس نے تڑپ کر چیخ ماری اور پھر پستول والا ہاتھ میرے سر پر مارا۔ میں نے بائیں ہاتھ سے اس کا پستول والا ہاتھ پکڑ لیا۔ پستول ہلکا لگا تھا لیکن تکلیف زیادہ ہوئی تھی۔ اپنے حواس قابو میں رکھتے ہوئے میں نے پستول کا رخ فرش کی طرف کر دیا۔

قوت آزمائی میں، مَیں اس سے کم نہیں تھا بس رفتار میں مات کھا رہا تھا۔ چاقو سے بچنے کے لیے وہ محدود سی جگہ میں تڑپ تڑپ کر پینترے بدلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی بدقسمتی کہ اس کا دایاں ہاتھ میرے قابو میں تھا ورنہ وہ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر باہر گر جاتا اور بچ جاتا۔ بایاں ہاتھ میرے اور اس کے درمیان میں تھا اور وہ اسی سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کا پستول والا ہاتھ موڑ کر نیچے سیٹ سے لگا دیا تھا اور اب وہ فائر کرتا تو کسی کو گولی نہ لگتی۔ عجیب بات تھی اس نے کسی کو متوجہ کرنے کے لیے شور نہیں کیا تھا۔ حالانکہ اس کا منہ آزاد تھا اگر وہ چلاتا تو اس ویران ائیر فیلڈ پر بھی کوئی نہ کوئی اس کی فریاد و فغاں کا جواب دینے کو دوڑتا لیکن شاید یہ اس کی انا کے خلاف تھا کہ وہ اپنے قیدی کے خلاف کسی سے مدد طلب کرے۔

اس کی مزاحمت کی وجہ سے چاقو کی نوک پسلیوں سے آگے جانے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی لیکن اس کی پسلیوں کو ضرور چھیل رہی تھی۔ یقیناً تکلیف سے اس کا برا حال تھا مگر ابتدائی چیخوں کے بعد وہ خاموشی سے اس اذیت کو برداشت کرتے ہوئے مجھے خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا مجھے ایک لمحے کی مہلت بھی مل گئی تو میں چاقو اس کے دل میں اتار دوں گا اور وہ مر جائے گا۔ اس کا سر آزاد تھا اور وہ کئی بار مجھے سر سے ٹکر مار چکا تھا۔ میں اس کے وار ناکام بنا رہا تھا۔ وہ اذیت میں تھا۔ چاقو نے اسے کچھ اور چھیلا تو اس نے کراہ کر مجھے اپنی زبان کی کلاسیکل گالیوں سے نوازہ وہ ساؤتھ انڈیا کی کوئی مقامی زبان بول رہا تھا۔ گالیوں کا اندازہ لہجے سے ہوا۔

ایک بار اس نے میرے سر پر پھر ٹکر مارنا چاہی تو میں نے سر نیچے کیا اور اس کی ناک پوری قوت سے میرے ماتھے سے ذرا اوپر لگی اور شاید ٹوٹ گئی۔ وار الٹا ہو گیا تھا اور اسے یقیناً دن میں تارے نظر آ گئے ہوں گے۔ وہ ذرا ڈھیلا ہوا تو میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور چاقو اس کی پسلیوں میں داخل کر دیا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی اور اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اس کے سُست پڑتے ہی میں نے پے در پے وار کیے اور ان میں سے کم سے کم ایک اس کے دل میں اتر گیا تھا اس کے منہ سے آخری کراہ نکلی اور وہ ساکت ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئی تھیں۔ اسے پیچھے دھکیل کر میں نے اس کے مردہ ہاتھوں سے پستول لیا اور اسے سیدھا کر کے بٹھا دیا۔ اب بظاہر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بیٹھا ہوا اور زندہ ہو۔ اگر خون نکلا تھا تو وہ جیکٹ کے اندر ہی رہا تھا اس لیے پتا بھی نہیں چل رہا تھا۔

پائلٹ کا فی الحال دور تک پتا نہیں تھا اس لیے میں نے سب سے پہلے آگے ہو کر ریڈیو بند کر دیا۔ دوسری طرف سے بک بک جاری تھی۔ پھر میں نے نگران کی تلاشی لی لیکن اس کے پاس سوائے اس پستول اور اس کے دو عدد فاضل میگزین کے اور کچھ نہیں تھا۔ مجھے مایوسی ہوئی میرا خیال تھا کہ میری ہتھکڑی کی چابی اس کے پاس ہو گی۔ مگر شاید وہ پائلٹ کے پاس بھی نہیں تھی مجھے جہاں لے جایا جا رہا تھا وہیں انہیں کھولنے کا کوئی بندوبست ہوتا

یا پھر مجھے سرے سے کھولا ہی نہیں جاتا اور اس بجائے ایسے ہی بھارت پارسل کر دیا جاتا۔ دور سے ایک فیول ٹینکر آتا دکھائی دیا تو میں چوکس ہو گیا۔ ٹینکر کے ساتھ پائلٹ بھی تھا۔ اس نے آتے ہی ٹینک کا ڈھکن کھول کر اس میں ایندھن بھروانا شروع کر دیا اگرچہ اس نے ابھی تک اندر توجہ نہیں دی تھی لیکن اس کا امکان تھا کہ وہ توجہ دیتا اور مجھے اس کو ہینڈز اَپ کرانا پڑتا۔ ٹینکر کا ڈرائیور لاتعلقی سے بیٹھا تھا۔ ایندھن خود پائلٹ بھر رہا تھا اور شاید اسے بھی یہ ڈیوٹی کھل رہی تھی اس لیے وہ جلد از جلد اسے بھگتا کر یہاں سے روانہ ہو جانا چاہتا تھا۔

جلدی کے چکر میں پائلٹ نے اندر کی طرف توجہ نہیں دی۔ ہیلی کاپٹر کا اگلا حصہ زیادہ تر شیشے کا تھا لیکن پچھلا حصہ دھاتی تھا اور دروازوں میں چھوٹے سے شیشے لگے تھے جن سے باہر یا اندر دیکھا جا سکتا تھا۔ پانچ منٹ میں ہیلی کاپٹر کا ٹینک فل ہو گیا تھا۔ پائلٹ نے پائپ واپس ٹینکر پر رکھا اور اسے پیچھے ہٹنے کو کہا ڈرائیور فوراً ٹینکر لے کر روانہ ہو گیا اس موسم میں باہر کے کام سب کو ہی کھل رہے تھے۔ سردی سے ٹھٹھرتا پائلٹ اندر گھسا اور سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے اس نے ریڈیو کی طرف دیکھا اور چونک گیا۔ ''اسے کس نے بند کیا ہے؟''

سوال اس نے اپنے ساتھی سے کیا تھا لیکن میں نے پستول اس کی گدی پر رکھ کر جواب دیا۔ ''میں نے......اور اب اسے بند ہی رکھنا۔''

وہ ساکت رہ گیا تھا۔ ''ویراما......''

''وہ مر چکا ہے اور اگر تم بھی مرنا نہیں چاہتے ہو تو ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کرو۔''

''تم مجھے اپنی مرضی پر نہیں چلا سکتے۔'' اس نے بہادری دکھانے کی کوشش کی۔

''مہاشے تم کیا چیز ہو میں یہ ہیلی کاپٹر بھی چلا سکتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں تمہیں نرکھ بھیج دوں گا۔''

مہاشے جی نے یہ بات سمجھ لی اور اس نے بادلِ ناخواستہ انجن اسٹارٹ کیا ایک منٹ سے بھی پہلے ہیلی کاپٹر کے پر گھومنے لگے تھے اور ایک ہلکے سے دھچکے سے وہ فضا میں بلند ہو گیا۔ ذرا بلندی پر آتے ہی میں نے اسے حکم دیا۔ ''اپنا رخ جنوب مشرق کی طرف کر لو ہمیں وہیں جانا ہے جہاں سے آئے تھے۔ یاد رکھنا سمتیں دیکھنا مجھے بھی آتی ہیں اور ہاں اپنا ہتھیار میرے حوالے کر دو بغیر کسی چالاکی کے۔''

مجبوراً اس نے اپنا پستول نکال کر پیچھے پھینک دیا لیکن میں مطمئن نہیں تھا میں نے ذرا آگے ہو کر جہاں تک ممکن ہوا اس کی تلاشی لی۔ اوپری جسم سارا دیکھ لیا تھا صرف پیروں کو نہیں دیکھ سکا۔ اگر اس نے وہاں بھی کوئی ہتھیار چھپا رکھا تھا تو میں کہہ نہیں سکتا تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کا رخ جنوب مشرق کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

''اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے ریڈیو سے غائب ہوتے ہیلی کاپٹر کی تلاش شروع ہو جائے گی۔''

''اس لیے تم اب نیچی پرواز کرو گے اور اپنا ریڈیو بند ہی رکھو گے۔ اس کے علاوہ بھی کوئی ایسی ڈیوائس آن ہے جس سے ہیلی کاپٹر کی نشاندہی ہو سکے تو اسے بند کر دو کیونکہ تلاش کرنے کی صورت میں سوائے مرنے اور مارنے کے کچھ نہیں ہوگا۔ میں زندہ تم لوگوں کے ہاتھ نہیں آؤں گا اور میرے ساتھ تم بھی مارے جاؤ گے۔ بچنے کی ایک ہی صورت ہے مجھے واپس وہیں پہنچا دو جہاں سے لائے تھے اس کے بعد تم واپس جانے کے لیے آزاد ہو گے۔''

اس نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا۔ ''کیا واقعی تم مجھے جانے دو گے؟''

''ہاں میں نے تمہارا کیا اچار ڈالنا ہے میں کسی کو نہیں مارتا سوائے اس کے جو میرے لیے خطرہ بن جائے اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔''

اس نے چند لمحے کے لیے سوچا پھر ہیلی کاپٹر کی چھت پر لگے ہوئے چند سوئچز آف کر دیئے۔ ان کی روشنیاں بجھ گئی تھیں۔ اس نے کہا۔ ''میں نے ٹرانسپونڈر آف کر دیا ہے اب کوئی اس ہیلی کاپٹر کا سراغ نہیں لگا سکے گا سوائے ریڈار کی مدد کے۔''

''اس کے لیے تم زمین سے پانچ سو فٹ کی بلندی پر پرواز کرو گے۔''

اس نے حیرت سے کہا۔ ''تم اس قسم کی ٹیکنیکل باتیں جانتے ہو۔''

''جانتا نہیں تھا حالات نے سکھا دیا ہے اب بھی تمہیں خبردار کر رہا ہوں اگر کوئی ڈیوائس آن ہے تو اسے آف کر دو بعد میں پچھتانے کا وقت بھی نہیں ملے گا۔''

ویراما کی موت کا سن کر وہ کچھ خوف زدہ نظر آنے لگا تھا۔ شاید وہ ان کا کوئی خاص کمانڈو تھا اور اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اسے اتنی آسانی سے مار دیا تھا یقین تو مجھے بھی نہیں آ رہا تھا۔ مگر اس کی بدقسمتی کہ ایک تو وہ بہت بھاری لباس میں تھا جس میں وہ آسانی سے حرکت نہیں کر سکتا تھا دوسرے وہ محدود سی جگہ میں پھنس گیا تھا۔ اس کے باوجود اس نے بہادری سے مقابلہ کیا تھا اور آخری وقت تک لڑتا رہا تھا۔ اس کے پاس ایک چانس تھا کہ وہ فائر کرتا تو اس کی آواز سن کو کوئی نہ کوئی اس کی مدد کو آ جاتا لیکن نہ جانے کیوں اس نے فائر نہیں کیا تھا۔ شاید اس کا ذہن اس طرف نہیں گیا اور وہ چاقو سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے بالآخر اسی کا شکار ہو گیا۔

ہیلی کاپٹر واپس جا رہا تھا کچھ دیر بعد جانی پہچانی پہاڑیاں نمودار ہونے لگیں۔ میں آتے ہوئے راستوں کا جائزہ لیتا ہوا آیا تھا اور مخصوص نشانیاں ذہن میں رکھی تھیں اب وہی کام آ رہی تھیں اس کا مطلب تھا کہ پائلٹ ٹھیک راستے پر جا رہا تھا۔ کیبن میں سردی نہیں تھی لیکن مجھے جہاں اترنا تھا وہاں قیامت کی سردی ہوتی۔ اس سے نمٹنے کے لیے میرے پاس نہ تو جوتے تھے اور نہ کپڑے لیکن سب سے پہلے مجھے اس ہتھکڑی سے نجات حاصل کرنا تھی۔ میں نے پائلٹ سے کہا۔ ''تمہارے پاس لائٹر ہے۔''

اس نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے لائٹر نکال کر مجھے تھما دیا۔ میں نے سب سے پہلے ہاتھ اور پیروں کے درمیان والی رسی کو جلا کر کاٹ دیا۔ مضبوط ترین نائلون کی بنی یہ رسی شاید ہاتھی سے بھی نہ ٹوٹتی لیکن معمولی سے شعلے نے اسے لمحوں میں پگھلا دیا۔ ہاتھوں اور پیروں کی ہتھکڑیوں کو بھی نائلون کی رسی سے جوڑا ہوا تھا یعنی زنجیر کی جگہ اس سے کام لیا گیا تھا صرف کلائیوں اور ٹخنوں میں پہننے والے کڑے اسٹیل کے تھے اس لیے نہایت ہلکے ہونے کے باوجود نہایت مضبوط بھی تھے۔ میں نے درمیانی رسیوں کو بھی جلا دیا اور اب میرے ہاتھ پاؤں مکمل طور پر آزاد ہو گئے تھے سوائے اسٹیل کے کڑوں کے جو بدستور کلائیوں اور ٹخنوں میں تھے اور انہیں صرف چابی سے یا کسی دھات کاٹنے والی چیز سے کھولا جا سکتا تھا۔ مگر اب یہ میری نقل و حرکت میں مزاحم نہیں تھے۔

یہ کام کرتے ہوئے میں پوری طرح پائلٹ پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ میں نے پائلٹ کا پستول اور چاقو اپنے پاس رکھ لیا اور ہاتھ میں ویراما کا پستول رکھا۔ ہر منٹ بعد میں فلائنگ پینل پر سرسری دیکھتا تھا۔ اب میں نے دوسرا کام شروع کیا اور ویراما کی جیکٹ اتارنے لگا۔ اس محدود سی جگہ میں اس بھاری جیکٹ کو اتارنا آسان کام نہیں تھا

لیکن میں نے کسی نہ کسی طرح یہ کام کرلیا۔ اس کے بعد اس کے جوتے اور پھر اس کا گرم ترین ٹراؤزر اتارا۔ نیچے اس نے سوتی پاجامہ پہن رکھا تھا جب کہ جیکٹ کے نیچے گرم جرسی تھی۔ وہ مر چکا تھا اور اسے ان چیزوں کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ اس کے جوتے بھی خاص قسم کے تھے اور سائز ذرا سا بڑا تھا لیکن جب میں نے ویراما کی پتلون کے بعد اس کے موزوں کے ساتھ جوتے پہنے تو مجھے بالکل فٹ آ گئے تھے۔ آخر میں، مَیں نے اس کے دستانے بھی اتار کر پہن لیے۔ اب میں سردی کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

پائلٹ کی نظر سامنے تھی لیکن وہ یقیناً محسوس کر رہا تھا کہ پیچھے کوئی کارروائی ہو رہی ہے۔ اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ پلٹ کر دیکھتا یا کوئی خطرہ مول لینے کی کوشش کرتا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں میں جاں بخشی کا وعدہ واپس نہ لے لوں۔ اب صرف بھاری جیکٹ رہ گئی تھی لیکن ابھی میں اسے پہننا نہیں چاہتا تھا۔ پائلٹ نے خاصی دیر بعد کہا۔ ''تم واپس جا کر بچ نہیں سکو گے۔ ہمارے آدمی تمہیں پہلے کی طرح پکڑ لائیں گے۔''

''چشم ما روشن دل ما شاد۔'' میں نے کہا۔ ''مطلب ہے کہ ہم انتظار کریں گے اور دیکھیں گے کہ اس بار کون کسے پکڑتا ہے۔''

''ہم صرف دو افراد ہیں اور ہمیں قابو کر کے تم کسی خوش فہمی کا شکار مت ہونا۔'' وہ بہت صاف اردو بول رہا تھا۔ حالانکہ صورت سے وہ بھی ساؤتھ انڈیا کا ہی لگتا تھا۔

''میں کبھی بھی خوش فہمی کا شکار نہیں رہا لیکن مجھے اپنے زور بازو سے زیادہ اللہ کی مدد کا بھروسہ ہے کیونکہ میری نیت صاف ہے اس لیے وہ مجھے ہر آزمائش سے بچالے جاتا ہے لیکن تم یہ بات نہیں سمجھو گے۔ جہاں تک دو آدمیوں کا تعلق ہے تو تمہارے دیش میں ہی میں نے پوری پوری بٹالین کا سامنا کیا ہے اور وہاں سے بھی بچ نکلا تھا۔ اگر تم میرے بارے میں جانتے ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے؟''

وہ چپ ہو گیا۔ ایک بار پھر ہم بلند ترین برف پوش پہاڑوں کے اوپر محو پرواز تھے۔ یہ پامیر کی پٹی تھی۔ دنیا کے مشہور ترین سیاحوں نے یہیں شاہراہ ریشم کے راستے سفر کیا ہو گا۔ کیونکہ چین اور وسط ایشیا کے دوسرے راستے بھی یہیں سے گزرتے ہیں۔ آنے والے دنوں میں یہ دنیا کا حساس ترین خطہ بن جائے گا کیونکہ دنیا کی چار بڑی طاقتیں اس پر اپنا تسلط جمانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ امریکہ اور چین یہاں موجود ہیں جب کہ روس اور بھارت بھی زیادہ دور نہیں ہیں۔ اس کی بلندی، اس کے محلِ وقوع اور یہاں پائے جانے والے قیمتی معدنیات کے وسیع ذخائر کی وجہ سے یہ خطہ ان بڑی طاقتوں کی توجہ کا مرکز ہے۔ پھر یہ سینٹرل ایشیا، چین اور جنوبی ایشیا کو ملانے والا واحد رُوٹ بھی ہے۔ جو طاقت اس خطے پر قابض ہو جائے گی وہ آنے والے دنوں میں ان تینوں خطوں کو قابو میں کرلے گی۔ اس لیے دنیا کی توجہ کا مرکز وطنِ عزیز بنا ہوا ہے کیونکہ اس کی جغرافیائی پوزیشن ہی ایسی ہے اگر ہم ذرا بھی سمجھداری سے کام لیں تو نہ صرف اپنے ملک میں پھیلی بدامنی پر قابو پا سکتے ہیں بلکہ ملک کو اقتصادی ترقی کی راہ پر بھی ڈال سکتے ہیں لیکن افسوس وہ لوگ جنہیں اس معاملے میں سمجھداری سے کام لینا چاہیے ان کی ساری سمجھ اس میں صرف ہو رہی ہے کہ کس طرح ان کا بینک بیلنس دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہے۔ دنیا میں ملکوں کے حکمران اپنے ملکوں کی سربلندی کے لیے کام کرتے ہیں اور ہمارے حکمران صرف اپنی سربلندی کے لیے کام کرتے ہیں اس لیے ہمارا سوائے اللہ کے کوئی پُرسانِ حال نہیں ہے۔

یہ تلخ خیالات ان چند منٹوں میں میرے ذہن سے گزرے تھے جب ہیلی کاپٹر دوبارہ پاکستان کی حدود میں داخل ہوا تھا اور اب پائلٹ ان ہی تنگ وادیوں کے درمیان اپنا چوپر اڑا رہا تھا جہاں اُس کے ریڈار پر دیکھ لیے جانے کے امکانات نہیں تھے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ''وہ جگہ کتنی دور ہے اب؟''

''مشکل سے پانچ منٹ کا راستہ ہے۔'' وہ فلائنگ اسٹک کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے بولا کیونکہ یہاں موسم خراب تھا اور تیز ہوائیں ہیلی کاپٹر کی ہموار پرواز میں خلل ڈال رہی تھیں اس نے بھی تشویش سے کہا۔ ''موسم خراب ہو رہا ہے ایسے میں لینڈنگ بہت مشکل ہوتی ہے۔''

''تمہیں لینڈنگ کرنی ہے۔'' میں نے قطعی لہجے میں کہا۔ ''چاہے یہ کریش لینڈنگ کیوں نہ ہو۔''

''اس صورت میں میرے ساتھ تم بھی مرو گے۔'' اس نے تلخی سے کہا۔ ''موسم دیکھ رہے ہو؟''

موسم واقعی تشویشناک ہو رہا تھا۔ برف کے ٹکڑے اڑاتا ہوا طوفان آ رہا تھا اور حدِ نظر محدود ہو گئی تھی۔ نیچے زمین صاف دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ واقعی لینڈنگ کا مطلب کریش لینڈنگ بھی ہو سکتا تھا۔ بہرحال میرے لیے اطمینان کی بات تھی کہ میں خطرناک دشمن کی سازش ناکام بنا کر دوبارہ اپنے وطن کی سرزمین پر آ گیا تھا اور اب مجھے مرنا بھی پڑتا تو میرے لیے برا سودا نہیں تھا۔ میں نے پائلٹ سے پوچھا۔ ''دوسری صورت کیا ہو گی؟''

''تمہیں نیچے جمپ کرنا ہو گی۔'' اس نے کہا۔ ''میں ہیلی کاپٹر اتنا نیچے لے جاؤں گا کہ تم رسی کے سہارے نیچے اتر سکو گے۔''

''رسی کے سہارے۔'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''تاکہ میں جیسے ہی باہر نکلوں تم ہیلی کاپٹر اڑا لے جاؤ اور اس کے بعد مجھے گرا دینا یا پہاڑ سے ٹکرا دینا تمہارے اختیار میں ہو گا۔''

وہ ایک لمحے کو چپ ہوا پھر کمزور لہجے میں بولا۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا۔''

''تم کیا اور تمہارا وعدہ کیا۔'' میں نے جواب دیا اور پستول اس کے سر سے لگا دیا۔ ''تم ہیلی کاپٹر نیچے اتارو گے اور جب تک میں اجازت نہیں دوں گا دوبارہ فلائی نہیں کرو گے۔''

وہ مجبور تھا اس لیے حکم ماننے لگا۔ پانچ منٹ سے بھی پہلے ہم اس پہاڑی کے پاس پہنچ چکے تھے جہاں کرنل زریسکی کا کیبن تھا۔ بلندی سے کیبن صاف دکھائی دے رہا تھا اور اس کے پاس وہ وین بھی کھڑی تھی جس میں مجھے یہاں لایا گیا تھا۔ ذرا نیچے برف پر وہ نشان بھی دکھائی دے رہے تھے جو کرنل کے ساتھیوں نے پائلٹ کی رہنمائی کے لیے برف پر بنائے تھے یہ اب بھی نمایاں تھے لیکن میرا اس مقام پر لینڈنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے پائلٹ سے کہا۔ ''یہاں سے ذرا آگے چلو ہم کسی اور جگہ اتریں گے۔''

''آگے کوئی ایسی جگہ نہیں ہے۔'' اس نے احتجاج کیا۔ ''اس موسم میں کسی اجنبی جگہ اترنا خودکشی کے مترادف ہو گا۔''

''تم فکر مت کرو تم نہیں مرو گے۔''

''اگر مرا نہیں تب بھی کریش لینڈنگ کے بعد میں یہیں پھنس کر رہ جاؤں گا۔'' اس نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ ''اس کے بعد چوپر اڑنے کے قابل ہی کہاں رہے گا۔''

''یہ سب تم سوچ سمجھ کر ہی یہاں آئے ہو گے۔'' میں نے پستول اس کی گدی پر دبا کر کہا۔ ''تم کسی پکنک

پر نہیں آئے تھے جو تم کہو کہ تمہیں خطرات کا احساس نہیں تھا۔"

اس نے ہیلی کاپٹر آگے بڑھایا۔ اس وقت یہ زمین سے کوئی پانچ سو فٹ کی بلندی پر تھا۔ مجھے امید تھی کہ نیچے جاری ہواؤں کے طوفان کے شور میں کرنل زریسکی یا اس کے آدمیوں نے ہیلی کاپٹر کی آواز نہیں سنی ہوگی۔ اس پہاڑی سے آگے سارا بہت ناہموار اور دشوار قسم کا علاقہ تھا جہاں کسی ہیلی کاپٹر کا اتارنا تقریباً ناممکن تھا۔ یہی بات پائلٹ نے مجھ سے کہی۔ "یہاں کہیں بھی چوپر نہیں اتر سکتا ہے۔"

"اتر سکتا ہے۔" میں نے کہا مجھے وہ جگہ نظر آ گئی تھی جہاں ہیلی کاپٹر کو اتارا جا سکتا تھا۔ یہ وہی سڑک تھی جو آگے کیبن والی پہاڑی کی طرف جا رہی تھی دو پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک مقام پر سڑک کے آس پاس تمام جگہیں کھلی تھیں اور یہاں مختصر سی پٹی پر ہیلی کاپٹر کے اسکیز ٹک سکتے تھے۔ میں نے پائلٹ کو وہ جگہ دکھائی۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"بہت مشکل ہے ذرا سی غلطی سے چوپر کے پر کہیں نہ کہیں ٹکرا سکتے ہیں۔"

"تمہیں یہ رسک لینا ہی پڑے گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "تمہارے پاس بچنے کا یہی ایک راستہ ہے اگر تم نے مجھے اتار دیا تو میں تمہیں واپس جانے دوں گا ورنہ......"

اس نے مجبوراً رضامندی ظاہر کی۔ "اگر تم اپنے ساتھ مجھے بھی مروانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔"

"یہ تمہاری پیشہ ورانہ مہارت کا امتحان بھی ہے۔" میں نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ "مجھے اتارو اور انعام میں واپس چلے جاؤ۔"

اس نے ایک نظر مجھے دیکھا اور پھر سر ہلا کر ہیلی کاپٹر کو نیچے اس جگہ لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔ یہاں پہاڑیوں کے درمیان ہوا بہت تیز تھی اور یہ ہیلی کاپٹر کو پتے کی طرح اڑا لے جانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر ہیلی کاپٹر ہلکا پتہ نہیں تھا بلکہ فولاد کی بنی ٹنوں وزنی مشین تھی اور اس میں ایک بہت طاقتور انجن بھی لگا ہوا تھا۔ کچھ پائلٹ کی مہارت تھی اور کچھ جان بچانے کے لیے اس کی کوشش بالآخر وہ ہیلی کاپٹر کو سڑک کے اس مقام پر لے آیا جہاں اس کے اسکیز سڑک سے ٹک سکتے تھے۔ جیسے ہی اسکیز سڑک سے ٹکے میں نے دروازہ کھول دیا۔ طوفانی ہوا کا جھکڑ اندر آیا تھا۔ میں نے ویراما کی جیکٹ اٹھائی اور نیچے اتر گیا۔ طوفان کا شور ہی کم نہیں تھا کہ انجن بھی سر پر موجود تھا ایک شور قیامت برپا تھا۔ پائلٹ پاگلوں کی طرح کچھ اشارے کرنے لگا۔ پہلے میں سمجھا نہیں پھر میری سمجھ میں آیا تو میں نے کھلا دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بغیر وہ پرواز نہیں کر سکتا تھا۔

عام موسم میں دروازہ کھلا بھی ہوتا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اس ہوا میں کھلے دروازے کے ساتھ ہیلی کاپٹر درست انداز میں پرواز نہیں کر سکتا تھا اور پھر درجہ حرارت بھی بہت کم تھا۔ اندر سب ٹھٹھر کر رہ جاتے۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر ذرا بلند ہوا۔ میں نے پستول سے اس کے ایندھن کے ٹینک کا نشانہ لیا اور لگاتار اس وقت تک فائر کرتا رہا جب تک ٹینک میں سوراخ نہیں ہو گیا اور اس سے فوارے کی طرح پھوٹنے والے ایندھن نے آگ نہیں پکڑ لی۔ جیسے ہی اس نے آگ پکڑی میں نزدیکی پہاڑی کی طرف بھاگا۔ اب کچھ بھی ہو سکتا تھا ہیلی کاپٹر بے قابو ہو کر مجھ پر ہی آ گر سکتا تھا یا اس کا گھومتا پر مجھے چھو بھی جاتا تو میرے چیتھڑے اڑ جاتے۔ اس پہاڑی کے دامن میں مجھے کچھ گڑھے دکھائی دے رہے تھے جن میں گھس کر میں ہیلی کاپٹر سے کسی قدر محفوظ ہو جاتا۔

ایندھن کی ٹینکی میں آگ لگتے ہی ہیلی کاپٹر بے قابو ہو کر گھومنے لگا تھا۔ پائلٹ نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ میں اسے جانے کی اجازت دینے کے بعد یہ حرکت کروں گا اور یہ اس کی حماقت تھی۔ وہ میرا اور میرے ملک کا دشمن تھا اور یہاں کسی خیر سگالی کے مشن پر نہیں آیا تھا۔ اس نے بین الاقوامی قوانین کی سرحدی خلاف ورزی کی تھی اور اگر اسے یہاں مار گرایا جاتا تو کوئی باز پرس نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے بالکل ٹھیک کیا تھا۔ یہ ان بھارتی نیتاؤں کے لیے ایک سبق تھا۔ انہوں نے سوچا تھا کہ مجھے آسانی سے اغوا کر کے لے جائیں گے اور میرے ساتھ جو چاہے سلوک کریں گے۔ مگر الثان کو لینے کے دینے پڑ گئے تھے ان کے دو آدمی اور ایک ہیلی کاپٹر ان کے ہاتھ سے گیا تھا اور ابھی جب اس ہیلی کاپٹر کا ملبہ اور لاشیں ملتیں تو ان کو اس کی جواب دہی بھی کرنا پڑتی۔

دوا کا اثر کم ہونے سے میرا جسمانی ردِعمل بہتر ہو رہا تھا اور پھر خطرے کے احساس نے اسے سو فیصد نہیں تو اسی یا نوے فیصد ٹھیک کر دیا تھا۔ میرا خیال درست ثابت ہوا تھا نہ جانے ہیلی کاپٹر اتفاقی میرے طرف آیا تھا یا خبیث پائلٹ نے بدلہ لینے کے لیے اسے جان بوجھ کر مجھ پر گرانے کی کوشش کی تھی۔ عقب سے آتی انجن کی مہیب آواز جیسے میرے سر پر آ گئی تھی اور پنکھوں کی ہوا صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔ گڑھے کچھ دور تھے۔ اور وقت نہیں تھا میں نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے جست لگائی اور زمین کے ساتھ ساتھ ہوتا ایک گڑھے میں لینڈ کر گیا اسی لمحے ہیلی کاپٹر ترچھا ہوتا پر زمین پر لگا اور برف کے ساتھ مٹی کا ایک طوفان اٹھا تھا۔ پر اپنی قوت میں زمین میں دھنستا چلا گیا اور جب یہ رکا تو ردِعمل میں ہیلی کاپٹر گھوما اور پروں سے الگ ہو کر اس کا جسم دور سڑک پر گرا اور فوراً ہی شعلوں میں بدل گیا تھا۔ ٹینکی سے پہلے ہی شعلے نکل رہے تھے گرنے سے رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی ٹینکی پھٹی اور مجھے یقین ہے پائلٹ کو اندر سے نکلنے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔ وہ مارا گیا تھا۔

میں کچھ دیر حفظ ماتقدم گڑھے میں دبکا رہا۔ ممکن تھا ہیلی کاپٹر میں مزید کوئی خطرناک چیز ہوتی اور وہ پھٹتی تو میں زیادہ دور نہیں تھا۔ تقریباً ایک منٹ بعد میں گڑھے سے نکلا تو ہیلی کاپٹر دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ اس سے شعلوں کے ساتھ گاڑھا دھواں بھی اٹھ رہا تھا اور اس کے قریب جانا محال لگ رہا تھا۔ مجھے قریب جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی دھویں کے ساتھ اٹھتی چراند نے بتا دیا کہ جلنے والی اشیا میں انسانی جسم بھی شامل تھے۔ دوسرے اگر پائلٹ کسی طرح بچ کر ہیلی کاپٹر سے نکلنے میں کامیاب رہا تھا تب بھی اسے آس پاس ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہاں دور تک سیدھی زمین تھی یا بلند ہوتے پہاڑ تھے جہاں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ بالفرض محال وہ بچ بھی گیا تھا تب بھی میری بلا سے، میرا مقصد پورا ہو گیا تھا اور کچھ دیر بعد یہاں کوئی نہ کوئی آ جاتا اور ہیلی کاپٹر کے آثار دیکھتے ہی یقیناً متعلقہ اداروں کو اطلاع دی جاتی۔

میں نے جیکٹ پہنی جو یقیناً اسی قسم کی سردی کے لیے مخصوص تھی۔ اس کے اندر ذرا سا خون لگا ہوا تھا۔ جسے میں نے برف سے رگڑ رگڑ کر صاف کر دیا۔ اب میں سردی کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے کچھ دوسرے لوگوں سے مقابلہ کرنا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی نہ سہی لیکن اس کی تباہی کی آواز یقیناً کرنل زریسکی تک گئی ہوگی۔ وہ اور اس کے آدمی اس طرف آنے والے ہوں گے۔ اگر اس تک حادثے کی اطلاع نہیں بھی پہنچی تھی تب بھی کرنل کو واپس اسلام آباد کی طرف جانا تھا کیونکہ وہ میرے سامنے اس کا ارادہ ظاہر کر چکا تھا۔ یہاں اس کا کام یعنی مجھے سرحد بھیجنا اس کی دانست میں مکمل ہو چکا تھا اور اس کی ذمے داری بھی ختم ہو گئی

تھی۔ اگر بھارتی مجھے قابو نہیں رکھ سکے تو یہ بھی اس کی ذمے داری نہیں تھی لیکن کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ یہ اس کی ذمے داری تھی یا نہیں۔ وہ بھارتیوں کے لیے معاہدے پر کام کر رہا تھا یا صرف مجھے اغوا کر کے حوالے کرنے کا کام ذمے لیا تھا۔

طوفان کی شدت بڑھ رہی تھی اور میرا جسم گرم لباس میں چھپا تھا اس کے باوجود سردی رگ و پے سرایت کر رہی تھی مجھے اندازہ ہوا اگر میں نارمل لباس میں ہوتا تو مشکل سے آدھے ایک گھنٹے بعد میرے ہوش و حواس جواب دے جاتے۔ درجہ حرارت منفی دس کے آس پاس تھا۔ مجھے اس سے پہلے اتنی سردی کا تجربہ کم ہی ہوا تھا۔ ہیلی کاپٹر سڑک سے ذرا ہٹ کر تباہ ہوا تھا۔ اس کی آگ ابھی مدھم نہیں ہوئی تھی اور گاڑھا سیاہ دھواں خاصی بلندی تک پہنچ گیا تھا۔ یہ خاصے فاصلے سے بھی صاف دکھائی دیتا۔ میں سڑک تک آیا اور کیبن کی طرف جانے لگا۔ یہاں سڑک بل کھا رہی تھی۔ دوسری پہاڑی شروع ہوتے ہی سڑک تنگ اور خراب ہو گئی تھی۔ میں نے آس پاس دیکھا بظاہر چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس لیے میں پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ اوپر گھنے درخت دکھائی دے رہے تھے وہاں میں کسی کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتا تھا اور سرد ہواؤں سے بھی کچھ نہ کچھ بچت ہو جاتی۔

تیز ہوا کے مقابلے میں اوپر چڑھنا آسان کام نہیں تھا۔ مجھے پتھروں اور سوکھی جھاڑیوں کی مدد لینا پڑ رہی تھی۔ درخت کوئی پچاس گز اوپر تھے۔ نیچے کے درخت یقیناً سڑک بنانے کے دوران میں صاف کر دیئے گئے ہوں گے۔ یہاں بلندی بھی خاصی تھی شاید سطح سمندر سے کوئی دس ہزار فٹ کی بلندی تھی اس لیے ہوا نہایت ہلکی تھی اور ذرا سی مشقت سے سانس پھول رہی تھی۔ میں درختوں میں داخل ہوا تو ہواؤں کی شدت میں ذرا سی کمی محسوس ہوئی تھی اور یہ بھی کافی تھی۔ میں ایک ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں دو درختوں کے درمیان میں ہواؤں سے کسی حد تک محفوظ تھا اور سامنے نیچے دور تک دیکھ سکتا تھا۔ اگرچہ موسم اتنا صاف نہیں تھا۔ برف کے اڑتے ٹکڑے حدِ نگاہ محدود کر رہے تھے لیکن یہ دھند کی طرح منظر کو اندھا نہیں کر رہے تھے کچھ نہ کچھ نظر آ رہا تھا اور کوئی چیز حرکت کرتی تو وہ صاف دکھائی دیتی۔

سوال یہ تھا کہ میں یہاں کیوں آیا تھا میں کیبن کی طرف بھی جا سکتا تھا یا اس سے مخالف سمت میں دوڑ لگا سکتا تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ہیلی کاپٹر کی تباہی پر کسی کی طرف سے کیا ردِعمل سامنے آتا ہے دوسرے کرنل زریسکی اگر روانہ ہوتا ہے یا اس طرف آتا ہے تو میں اپنا اگلا لائحہ عمل طے کر سکتا تھا۔ کرنل یا اس کے ساتھیوں پر حملہ کرنا بہت ہی دشوار تھا۔ وہ مسلح اور چوکنے ہوتے لیکن میں ان سے دور رہ کر بھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ اگر کرنل یا اس کے ساتھی اس طرف نہیں آتے یا پھر سیدھا جنوب کی طرف نکل جاتے۔ تب میں کیبن کا رخ کرتا۔ اس لیے اب مجھے سوائے انتظار کے اور کچھ نہیں کرنا تھا۔ میرے پاس گھڑی نہیں تھی ویراما کے پاس گھڑی نہیں تھی ورنہ میں وہ بھی اتار لاتا۔ بہرحال میرا اندازہ تھا کہ دوپہر کا ایک بج رہا ہے۔

میرا جسم تقریباً میرے قابو میں آ گیا تھا اور میں نہتا بھی نہیں رہا تھا اس لیے مجھے اطمینان تھا اگر کرنل زریسکی یا اس کے ساتھی مجھے تلاش بھی کر لیتے تو وہ مجھ پر اتنی آسانی سے قابو نہیں پا سکتے تھے۔ اس بار انہیں خاصی کوشش کرنا پڑتی اور عین ممکن تھا کہ معاملہ الٹا ہو جاتا۔ میں ان کو قابو کر لیتا۔ نیچے ہیلی کاپٹر کی آگ مدھم پڑتی جا رہی تھی۔ ایک تو اس کا ایندھن ختم ہو رہا تھا دوسرے اوپر سے گرتی برف بھی پانی بن کر اس آگ کو سرد کرنے میں

اہم کردار ادا کر رہی تھی۔ دھواں بھی خاصا کم ہو گیا تھا اور صاف دکھائی دے رہا تھا کہ پندرہ بیس منٹ میں ہیلی کاپٹر کے ملبے کی آگ مکمل طور پر بجھ جائے گی۔ ابھی تک کسی بھی جانب سے کسی کے نوٹس لیے جانے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیئے تھے۔ اگر کرنل یا اس کے ساتھیوں نے ہیلی کاپٹر کریش کا دھما کہ سن لیا تھا تو انہیں اب تک یہاں آ جانا چاہیے تھا کیونکہ کیبن یہاں سے مشکل سے نصف کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔

میرا خیال تھا کہ یہاں سے سرحد پاس ہے اگر زمینی محافظ نہ سہی لیکن سرحدوں کی فضائی نگرانی کرنے والے ضرور اس حادثے کا نوٹس لیں گے مگر فضا میں بھی کوئی سرگرمی نظر نہیں آئی تھی۔ شاید یہ جگہ عام فضائی روٹس سے خاصی ہٹ کر تھی اور جنوب میں جاری جنگ بھی اس علاقے سے خاصے فاصلے پر تھی اس لیے یہاں فورسز کی طرف سے فضائی نگرانی بھی خاص نہیں تھی۔ بہرحال میرا مسئلہ کرنل اور اس کے ساتھی تھے انہیں اب تک یہاں آ جانا چاہیے تھا اور وہ بھی نہیں آئے تھے تو اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ انہیں حادثے کا پتا ہی نہیں چلا تھا وہ طوفان میں کیبن میں دبکے بیٹھے تھے۔ طوفان کے شور میں انہیں ہیلی کاپٹر کریش کا دھما کہ بھی سنائی نہیں دیا تھا۔ اب مجھے خود کیبن تک جانا تھا۔

دیکھا جائے تو یہ آئیڈیا مجھے مارنے والی بات بھی ہو سکتی تھی لیکن مسئلہ یہ تھا میں اس علاقے سے قطعی نا واقف تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں راستے کہاں جاتے تھے اور نزدیک ترین آبادی کہاں تھی۔ اگر میں کسی آبادی تک پہنچ بھی جاتا تو تب بھی اس کا امکان کم تھا کہ مجھے اسلام آباد جانے کے لیے کوئی گاڑی مل سکے۔ یہاں آس پاس سارے غریب غربا کی آبادی ہو سکتی تھی جن کے پاس سے گاڑی ملنا بہت مشکل تھا گاڑی مجھے کیبن سے باہر سے مل سکتی تھی۔ دوسرے میں کرنل پر قابو پانے کے بعد جاننا چاہتا تھا کہ بھارتی مجھے کیوں حاصل کرنا چاہتے تھے اور مجھ تک ان کی رہنمائی کس نے کی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا کہ یہ معاملہ اتنا سادہ نہیں جتنا بظاہر لگ رہا تھا۔ اگر بھارتی میرے پیچھے تھے تو مجھے اغوا کرنے کا تک مشکل سے بنتا تھا وہ مجھے مار ڈالتے اور یہی ان کا انتقام ہوتا۔ اصل کہانی کیا تھی یہ مجھے کرنل زریسکی سے معلوم ہو سکتی تھی۔

میں اٹھ کر روانہ ہوا لیکن میں نے سڑک پر آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کے بجائے میں اوپر جنگل میں چلتا رہا۔ یہاں ہواؤں کا دباؤ کم تھا اور میرا کسی کی نظروں میں آنے کا امکان بھی کم تھا۔ سڑک پر میں فوراً نظروں میں آ جاتا اور عین ممکن ہے جو بات میرے ذہن میں ہو وہی کرنل کے ذہن میں بھی ہو دشمن کو کبھی بے وقوف نہیں سمجھنا چاہیے۔ وہ سمجھ رہا ہوگا کہ ان حالات میں ردِعمل کیا ہوگا اور وہ اسی کے لحاظ سے حکمتِ عملی بنائے کیبن یا اس کے آس پاس میرا انتظار کر رہا ہو۔ مجھے جو قدم اٹھانا تھا بہت سوچ سمجھ کر اٹھانا تھا دوسری صورت میں میرے پاس سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہیں رہ جائے گا۔ یہ طے تھا مجھے کیبن کی طرف جانا تھا بس پوری طرح محتاط ہو کر جانا تھا۔

پہاڑی کے دوسری طرف آتے ہی مجھے سامنے سڑک پار وہ پہاڑی اور اس پر بنا ہوا کیبن دکھائی دیا تھا۔ کیبن کی طرف جانے کے لیے مجھے لازمی پہاڑی سے اتر کر سڑک عبور کر کے دوسری طرف جانا ہوتا اور اس دوران میں میرا نظروں میں آنے کا بہت زیادہ امکان تھا۔ یہ پہاڑی کچھ اس نوعیت کی تھی کہ اس کی ڈھلان صرف سامنے کی طرف تھی اور بظاہر کیبن تک جانے کا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ میں درختوں کی آخری حد تک آیا۔

یہاں سے کیبن صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ وہاں کے ماحول میں کوئی تبدیلی آئی تھی لیکن یہ تبدیلی کیا تھی میرا ذہن اس کا ادراک نہیں کر پا رہا تھا۔ پھر میں نے اس بات کو ذہن سے جھٹک دیا اور کسی ایسی ترکیب پر غور کرنے لگا جس سے میں دیکھے جانے کا خطرہ مول لیے بغیر کیبن تک پہنچ جاؤں۔ مگر فوری طور پر کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

طوفان جاری تھا لیکن بادل بہت گہرے نہیں تھے اور برف کی سفیدی کی وجہ سے ماحول تاریک نہیں تھا۔ اس لیے اگر میں سامنے کی طرف سے کیبن والی پہاڑی پر چڑھتا تو میرے نظر آنے کا بہت زیادہ امکان تھا۔ جیکٹ کا رنگ ہلکا سرمئی تھا اور برف کے پس منظر میں فوراً نظر آجاتا۔ ابھی میرا ذہن واضح نہیں تھا اس لیے میں ذرا پیچھے درختوں میں ایک ایسی جگہ دبک گیا جہاں سرد ہواؤں کا گزر ذرا کم تھا۔ اب مجھے شام ہونے کا انتظار تھا روشنی کم ہونے پر ہی میں کچھ کر سکتا تھا۔ یا موسم مزید خراب ہو جاتا اور حد نگاہ محدود ہو جاتی تب میں کیبن کی طرف جا سکتا تھا۔ اس روشنی میں اس طرف جانے سے میرا کرنل یا اس کے ساتھیوں کی نظر میں آجانے کا بہت زیادہ امکان تھا۔

آرام سے بیٹھتے ہی مجھے ان لوگوں کا خیال آیا جنہیں میں پیچھے چھوڑ آیا تھا اور وہ میرے لیے پریشان ہو رہے ہوں گے۔ بہرحال اس بار میں اتا پتا چھوڑے بغیر غائب نہیں ہوا تھا اس لیے میرے لواحقین ملنے والے نشانات پر مجھے تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ مجھے ایمن کا خیال آیا۔ اس کے پاس مہلت مزید کم رہ گئی ہوگی۔ شاید دو ان دن کی اور اگر ڈیوڈ شا کی مداخلت جاری رہی تو اس کا امکان کم تھا کہ برٹش حکومت تاوان کی ادائیگی پر آمادہ ہو جائے۔ دوسری طرف فتح خان کسی صورت رقم لیے بغیر ایمن کو چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔ اس نے کوشش کی تھی کہ مجھے درمیان کا آدمی بنائے لیکن بعد میں خود اس نے مجھے اغوا کر کے کرنل کے آدمیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آر ہا تھا کہ وہ کون سا کھیل کھیل رہا ہے اور اس کے اصل مقاصد کیا ہیں۔
اس نے مجھے اغوا کیا لیکن کرنل کے آدمیوں کے حوالے کرنے سے پہلے اس نے نادر علی سے میری ملاقات کرائی۔ کیا اسے علم تھا کہ مجھے بھارتیوں کے حوالے کیا جانے والا ہے؟ اگر اسے علم تھا تو اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ بھارتی میرے خون کے پیاسے تھے اور وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ کیا فتح خان مجھے مارنے کی اس کوشش میں شریک تھا؟ یا وہ کسی کے دباؤ پر ایسا کرنے پر مجبور ہوا تھا۔ مجھے تقریباً یقین تھا کہ فتح خان کو شک ہے میں ہیروں کے جائے مدفن سے واقف تھا۔ کیونکہ مرتے برٹ شا کے پاس میں ہی تھا اور اس نے مجھے بتایا تھا لیکن فتح خان اس سے ناواقف تھا۔ اس کے شک کی بنیاد پر میں اس کے لیے خاصا اہم ہو گیا تھا اور وہ مجھے اتنی آسانی سے گنوانے کا فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔

معاملہ اتنا سیدھا نہیں تھا جتنا کہ دکھائی دے رہا تھا۔ مگر یہاں بیٹھ کر غور و فکر کرنے سے معاملہ سمجھ میں بھی نہیں آنے والا تھا۔ طوفان خلاف توقع دھیما پڑنے لگا تھا اور اب ہواؤں کی رفتار میں تیزی نہیں رہی تھی۔ برف باری بھی رک گئی تھی۔ اس سے موسم مزید صاف ہو گیا۔ میرا اندازہ تھا کہ پانچ بجے کے بعد یہاں اندھیرا چھانے لگے گا۔ اس وقت میں موقع سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ یہ ضروری تھا کیونکہ رات ہوتے ہی سردی کی شدت میں اضافہ ہوتا اور اس موسم میں رات باہر گزارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مجھے کسی طرح کرنل سے گاڑی

حاصل کرنی تھی اور اس کے بعد ہی میں یہاں سے نکل سکتا تھا۔ کیبن کی طرف سے مکمل خاموشی تھی نہ کوئی باہر آیا تھا اور نہ کوئی اندر گیا تھا۔

میری چھٹی حس دھیمے سروں میں خطرے کا الارم بجانے لگی۔ دشمن کی طرف سے اتنی خاموشی بھی ٹھیک نہیں ہوتی ہے۔ اگر کرنل اور اس کے ساتھیوں کو ہیلی کاپٹر کی تباہی کا پتا نہیں چلا تھا تب بھی انہیں ریڈیو پر تو اطلاع مل گئی ہوگی کہ یہاں سے جانے والا ہیلی کاپٹر دوسرحدیں پار کرنے کے بعد بھی اپنی منزل پر نہیں پہنچا اور کہیں غائب ہوگیا ہے۔ اس صورت میں کرنل کو حرکت میں آنا چاہیے تھا۔ مگر وہ سکون سے کیبن میں بیٹھا تھا۔ یہ ممکن تھا کہ کرنل نے ہیلی کاپٹر کی واپسی کا سوچا ہی نہ ہو اور وہ سمجھ رہا ہو کہ جب ہیلی کاپٹر تاجکستان کی سرحد پار کر گیا تھا تو اس کے دوبارہ یہاں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مگر سوال نہیں پیدا ہوا تھا میں خود آ گیا تھا اور ہیلی کاپٹر یہاں سے کچھ دور پڑا تھا۔ اب تو اس کے ملبے کی آگ بھی بجھ گئی ہوگی۔

وقت گزر رہا تھا اور میں اب حرکت میں آنے کے لیے بے چین تھا سردی اتنی تھی کہ گرم ترین لباس کے باوجود ایک جگہ بیٹھے بیٹھے جسم اکڑ گیا تھا۔ میں وقفے وقفے سے اٹھ کر جسم کو حرکت دیتا تب کہیں جا کر جسم حرکت میں آنے کے قابل ہوتا تھا۔ پھر اندھیرا چھانے لگا۔ بادل اتنے تھے کہ ان میں سورج کی پوزیشن کا معمولی سا احساس تھا۔ جب مشرقی افق تاریک ہونے لگا تب سمتوں کا صحیح سے پتا چلا۔ سورج غروب ہوتے ہی ماحول یک دم تاریک ہوگیا تھا۔ روشنی کم ہوتے ہی میں نیچے اتر آیا۔ اوپر کیبن کی کھڑکیوں سے روشنی جھلک رہی تھی یعنی وہاں کرنل اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ میں ایسے زاویے سے جانے لگا کہ اگر کوئی کھڑکی سے دیکھے تو میں اسے آسانی سے دکھائی نہ دوں ویسے اس کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا کہ روشن کیبن میں کھڑے ہو کر کوئی رات کی تاریکی میں مجھے دیکھ سکے۔ سرمئی جیکٹ جو دن میں مجھے نمایاں کر رہی تھی اب تاریکی میں مل کر مجھے چھپا رہی تھی۔ سڑک سے اوپر جانے کے بجائے میں نے پہاڑی کے بائیں طرف سے چڑھنا شروع کیا اس کے لیے مجھے سڑک عبور کرنا پڑی تھی اور تازہ برف پر میرے قدموں کے نشانات بن گئے تھے لیکن صبح سے پہلے یہ کسی کی نظر میں نہیں آتے اور اس وقت تک میں کچھ نہ کچھ کر گزرتا۔

چھوٹی موٹی خشک جھاڑیوں اور ٹنڈ منڈ درختوں کی آڑ لیتے ہوئے میں کیبن کے پاس پہنچا۔ یہ عقبی حصہ تھا اور اس طرف وہ کمرہ تھا جہاں مجھے رکھا گیا تھا اس میں ایک کھڑی تھی جس پر فولادی سلاخیں لگی تھیں۔ میں دبے قدموں چلتا ہوا کھڑکی کے نیچے آیا اور پہلے اندر کی سن گن لی۔ پھر سر سے ہڈ ہٹاتے ہوئے بہت احتیاط سے اندر جھانکا۔ کرنل کے دونوں ساتھی وہاں موجود تھے ایک بستر پر دراز تھا اور دوسرا ایک کرسی پر بیٹھا ہوا پاؤں ہلا رہا تھا۔ کرنل یقیناً لاؤنج والے حصے میں تھا۔ میں دبے قدموں چلتا لاؤنج کی عقبی کھڑکی کی طرف آیا۔ یہاں چھوٹا سا کچن تھا۔ میں نے کھڑکی سے جھانکا تو کرنل مجھے آتش دان کے سامنے آرام کرسی پر لیٹا دکھائی دیا۔ اس کے اطمینان سے ظاہر تھا کہ اسے میری کوئی پروا نہیں تھی اس کی بلا سے میں پورا بھارتی اڈہ تباہ کر کے فرار ہوگیا ہوں۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ معاوضے پر کام کر رہا تھا۔ اس نے جس کام کا معاوضہ لیا تھا وہ کر دیا تھا آگے اس کی کوئی ذمے واری نہیں تھی عین ممکن تھا کہ مجھے بھارتیوں کے حوالے کر کے اس نے ریڈیو بھی آف کر دیا ہو۔ اگر وہ بھارتیوں کے لیے مستقل کام کر رہا ہوتا یا اسے میرے فرار کی اطلاع مل گئی ہوتی تو وہ اتنے سکون سے نہ بیٹھا

ہوتا۔اس نے کہا تھا کہ مجھے پارسل کر کے وہ یہاں رکے گا نہیں بلکہ چلا جائے گا لیکن وہ بدستور یہاں موجود تھا۔

کیبن کا دروازہ اندر سے بند تھا اور اگر کھلا بھی ہوتا تب بھی دروازہ کھلتے ہی کرنل ہوشیار ہو جاتا اور اس کے بعد اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا۔ مجھے کرنل کو قابو کرنا تھا اس کے بعد اس کے دونوں گرگے خود ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جاتے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کرنل کو قابو میں کرنے کی کوئی تدبیر کروں کہ وہ اچانک کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک طرف رکھی اپنی گرم جیکٹ پہنی تو میں سمجھ گیا کہ وہ باہر آنے کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ میں دبے قدموں چلتا کونے تک آیا۔ سامنے والے حصے میں جانے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ اس کا بھی امکان تھا کہ کرنل باتھ روم جاتا اور میں فوراً اس کی نظروں میں آجاتا۔

میرا خدشہ درست نکلا۔ کرنل باتھ روم کی طرف ہی جا رہا تھا اور وہ مجھ سے صرف چند فٹ کے فاصلے سے گزرا۔ میں دیوار سے چپک گیا تھا اور اگر کرنل میری موجودگی محسوس کر لیتا تو میں اسے ہینڈز اپ کرنے کے لیے بالکل تیار تھا لیکن وہ اپنی دھن میں پتلون کی بیلٹ کھولتا ہوا تیز قدموں سے باتھ روم کی طرف چلا گیا یقیناً فطرت کی پکار خاصی تیز تھی اور اس سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ باتھ روم میں گھس کر اس نے دروازہ بند کر لیا اور میں دبے قدموں باتھ روم کی طرف بڑھا۔ کیبن کی کھڑکیوں سے آتی روشنی دیکھنے میں مدد کر رہی تھی۔ میں باتھ روم کے دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اندر کرنل کی مصروفیت کی اطلاع باہر تک آ رہی تھی۔ پھر وہ خود باہر آ گیا اور میں نے اس کی پشت پر پستول رکھ دیا۔

''کرنل چالاکی مت دکھانا۔'' میں نے سرگوشی میں کہا۔ ''ورنہ مرحوم کہلاؤ گے۔''

وہ دم بخود رہ گیا تھا اپنی پشت پر پستول کے دباؤ سے زیادہ شاید یہاں میری موجودگی اس کے لیے ناقابلِ یقین تھی کیونکہ اپنے طور پر اس نے مجھے پارسل کر دیا تھا اور اس کی نظروں کے سامنے بھارتی مجھے لے کر روانہ بھی ہو گئے تھے۔ ''تم......واپس آ گئے۔'' اس نے مشکل سے کہا۔

''ہاں تمہارے بغیر دل نہیں لگا۔'' میں نے کہا۔ ''ہاتھ اوپر کر لو۔''

اس نے ہاتھ اوپر کیے اور میں نے اوپر سے لے کر نیچے تک اس کی تلاشی لی۔ پستول اس کی جیکٹ میں تھا میں نے اسے اپنی جیکٹ میں ڈال لیا اب میرے پاس تین پستول ہو گئے تھے اور میں اچھا خاصا چلتا پھرتا اسلحہ خانہ بن گیا تھا کرنل نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔ ''کیا چاہتے ہو تم؟''

''یہ میں تمہیں اندر چل کر بتاؤں گا۔'' میں نے اسے آگے دھکیلا۔ ''اتنا خیال رکھنا کہ تمہیں زندہ رکھنا میرے نزدیک بالکل بھی ضروری نہیں ہے اس لیے مرنے کی کوشش مت کرنا۔''

''تم بچ نہیں سکو گے وہ تمہیں پھر پکڑ لیں گے۔''

''وہ مجھے پہلے بھی نہیں پکڑ سکے تھے میں راستے سے بھاگ آیا ہوں۔'' میں نے اسے مطلع کیا۔ ''ہیلی کاپٹر کا ملبہ یہاں سے کوئی نصف کلومیٹر مشرق میں موجود ہے۔''

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ ''چوپر کریش ہو گیا......کیسے؟''

''جیسے ہوتا ہے اور وہ جو مجھے لینے آئے تھے خود پرلوک سدھار گئے۔''

''شہباز یہ تم نے اچھا نہیں کیا ہے تم نہیں جانتے تم کن سے دشمنی مول لے رہے ہو۔''

میں نے اسے آگے دھکیلا۔ ''تمہارا مطلب ہے کہ وہ مجھے دعوت میں لے جا رہے تھے اور میں نے بھاگ کر اچھا نہیں کیا ہے۔''

''وہ تمہیں پھر لے جاسکتے ہیں۔''

''بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی ابھی تو اندر چلو۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا تو وہ بادلِ ناخواستہ حرکت میں آیا۔ ہم کیبن میں آئے تو ایک خوشگوار حرارت کے احساس نے استقبال کیا لیکن مجھے حرارت سے زیادہ دوسری چیزوں کی فکر تھی جو کیبن کے دوسرے کمرے میں تھیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ ''ان دونوں کو آواز دے کر بلاؤ۔ بغیر کوئی اشارہ کیے۔''

اس نے بلند آواز سے کہا۔ ''آغا......مبشر۔''

دونوں کمرے سے نمودار ہوئے اور مجھے کرنل کے پیچھے دیکھ کر ساکت رہ گئے تھے۔ ''دونوں ہاتھ اوپر کر کے اور سامنے دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔'' میں نے حکم دیا۔ ''جس نے پیچھے دیکھنے یا ہاتھ نیچے کرنے کی کوشش کی اس کے سر میں سوراخ ہو جائے گا۔''

انہوں نے خاموشی سے حکم کی تعمیل کی۔ میں نے دوسرا حکم دیا۔ ''اب اپنا بایاں ہاتھ استعمال کرو اور اپنے پاس موجود ہتھیار نکال کر نیچے پھینک دو۔''

انہوں نے اس بار بھی حکم کی تعمیل کی۔ مگر مجھے اطمینان نہیں تھا عین ممکن تھا کہ ان کے موٹے گرم لباسوں تلے مزید ہتھیار چھپے ہوتے اور وہ موقع ملنے پر انہیں استعمال کرنے کی کوشش کرتے۔ اس لیے میں نے انہیں لباس اتارنے کا حکم دیا۔ انہوں نے برہمی سے کرنل کی طرف دیکھا۔ یہ ان کی تذلیل تھی لیکن کرنل خود گن پوائنٹ پر تھا۔ میں نے ملائمت سے کہا۔ ''مرنے کے مقابلے میں کچھ دیر کے لیے بے لباس رہ لینا زیادہ آسان ہے۔''

انہوں نے مجبوراً اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ میں نے انہیں کمرے میں چلنے کا حکم دیا اور خود کرنل کے پیچھے رہتے ہوئے ان کے ساتھ کمرے میں آیا میں نے وہاں کی تلاشی لی کہ کوئی اسلحہ یا ایسی چیز تو نہیں تھی جس سے وہ خود کو آزاد کرا لیتے اور پھر کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ کرنل میرے ساتھ ہی تھا اور خلافِ توقع وہ پوری تابعداری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ میں نے اسے اس کرسی پر بٹھایا جس پر اس نے مجھے بٹھایا تھا اور خود آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ کرنل کی نظر میری جیکٹ میں چاقو کے وار سے ہونے والے سوراخوں پر تھی۔ میں نے کہا۔ ''تم کو بعد میں پتا چل گیا ہوگا کہ میں چاقو چھپا کر لے گیا ہوں۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''تمہارے جانے کے خاصی بعد مجھے احساس ہوا کہ چاقو غائب ہے۔ پائلٹ نے راستے میں ریڈیو بند کر دیا ہوگا اس لیے میں اسے کال بھی نہیں کر سکا۔''

''ہاں جب وہ فیول لینے اترا تب اس نے ریڈیو آن کیا تھا۔''

''مگر اتنی دیر میں تم اپنا کام کر چکے تھے۔'' کرنل۔

''ہاں چاقو چھوٹا لیکن بہت کام کا ثابت ہوا۔ میرا نگران فوراً مارا گیا تھا۔ پائلٹ البتہ کریش میں ہلاک ہوا۔''

''شہباز تم ٹھیک نہیں کر رہے ہو۔'' اس نے افسوس سے سر ہلایا۔ ''اس سے معاملات بہت خراب ہو

جائیں گے۔''

''یقیناً دشمنوں کے معاملات بہت خراب ہو جائیں گے۔'' میں نے خوشدلی سے کہا اور پھر سنجیدہ ہو گیا۔ ''کرنل میں جاننا چاہتا ہوں اس سارے چکر کے پیچھے کون ہے۔''

''تم جانتے ہو۔'' اس نے جواب دیا۔

''تمہارا مطلب ہے بھارتی ہیں؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''ہاں تم نے خود دیکھا تھا تمہیں لے جانے والے بھارتی تھے۔''

''اس میں مجھے بھی کوئی شک نہیں ہے لیکن مجھے بلوانے والے صرف بھارتی ہیں یہ بات میرا ذہن قبول نہیں کر رہا ہے بھارتی میرے دشمن ہیں مجھے اغوا کرانے کے بجائے مروانا پسند کریں گے۔''

''ممکن ہے تم انہیں زندہ ہی مطلوب ہو۔'' کرنل نے جلدی سے کہا۔

میں نے غور سے اسے دیکھا۔ ''گویا تم سچ نہیں بولو گے؟''

''سچ بس ایک ہی ہے۔'' اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

میں تشدد کے ذریعے اس سے حقیقت اگلوا نہیں سکتا تھا۔ پھر میرے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا مجھے جلد از جلد یہاں سے نکل جانا تھا اس سے پہلے کہ بھارتی یا کوئی اور مصیبت نازل ہو جاتی۔ ہیلی کاپٹر کی تباہی زیادہ دیر چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ اب تک بھارتی ہیلی کاپٹر کو اپنے اڈے کے آس پاس ہی تلاش کر رہے ہوں گے کیونکہ ان تک ری فیولنگ کی رپورٹ پہنچ گئی ہوگی۔ جب انہیں ہیلی کاپٹر وہاں نہیں ملے گا تو وہ دوسرے امکانات پر غور کریں گے اور ریڈیو بند ہونے والے واقعے سے کڑیاں ملاتے ہوئے یہاں پہنچ جائیں گے۔ میں نے اٹھ کر ٹہلنا شروع کر دیا۔

''کرنل سچ ایک ہی ہوتا ہے لیکن وہ تمہاری زبان سے نکل نہیں رہا ہے میرے پاس وقت نہیں ہے ورنہ میں نکلوانے کی کوشش کرتا۔'' میں کہتے ہوئے اس کی پشت کی طرف آیا اور اس سے پہلے کہ وہ ہوشیار ہوتا میں نے پستول کا دستہ پوری قوت سے اس کی گدی پر مارا۔ میں ہلکا وار کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا وہ سخت جان فوجی تھا اور عین ممکن تھا اس پر اتنا اثر نہ ہوتا پوری قوت سے وار کرنے میں صرف یہ خطرہ تھا کہ وہ مر بھی سکتا تھا تو مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ میرا دشمن تھا اور اس نے مجھے بدترین دشمنوں کے حوالے کر دیا تھا۔ کرنل چشم زدن میں بے ہوش ہو کر آگے جھکا اور کرسی سے لڑھک کر فرش پر دراز ہو گیا۔ میں نے اس کی نبض کا معائنہ کیا جو سست لیکن مستقل چل رہی تھی اور اس کے دو تین گھنٹے سے پہلے ہوش میں آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ مزید تسلی کے لیے میں نے ایک کونے میں رکھی رسی سے اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے۔ اب وہ ہوش میں آنے کے بعد بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

اس سے فارغ ہو کر میں نے کیبن کی تلاشی لی اور سب سے پہلے پیٹ پوجا کی۔ بھوک سے میرا برا حال تھا۔ وہاں ڈبل روٹی۔ دودھ، انڈے اور مکھن پنیر جیسی محفوظ رہ جانے والی خوراک وافر مقدار میں تھی۔ میں نے کھانے کے بعد راستے کے لیے بھی کچھ چیزیں پیک کر لیں۔ کھانے کے دوران میں کیبن کی تلاشی لیتا رہا تھا۔ وہاں اسلحے کے نام پر صرف وہی دو شاٹ گنیں تھیں جو کرنل کے آدمیوں کے پاس تھیں یا پھر وہ پستول تھے جو میں

نے کرنل کی اور اس کے آدمیوں سے حاصل کیے تھے۔ اتنے پستول بیکار تھے لیکن میں نے وہ بھی ساتھ رکھ لیے۔ شاٹ گن اور ان کے فاضل بلٹس بھی تھے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ہر قسم کا اسلحہ ساتھ لے جاؤں گا دشمن کو جتنا نہتا کر سکوں اتنا ہی میں محفوظ ہوں گا۔

ایک چھوٹی سی الماری کا تالا توڑا تو اس میں سامنے ہی خاصی بڑی رقم رکھی دکھائی دی اور یہ ڈالرز کی صورت میں تھی۔ میں نے گڈیاں اٹھا کر دیکھیں یہ دس ہزار ڈالرز والی گڈیاں تھیں اور ان کی کل تعداد بیس تھی۔ یعنی یہ دو لاکھ ڈالرز کی رقم تھی۔ پاکستانی روپے میں یہ رقم کوئی ایک کروڑ ستر لاکھ روپے بنتی تھی۔ مجھے حیرت ہوئی کرنل نے اتنی بڑی رقم یہاں رکھی تھی شاید یہ رقم اس نے میرے بدلے حاصل کی تھی۔ پہلے مجھے خیال آیا کہ میں یہ رقم ساتھ لے جاؤں یا کم سے کم آتش دان میں ڈال جاؤں۔ تا کہ کرنل اس سے محروم ہو جائے مگر پھر میں نے یہ خیال مسترد کر دیا۔ رقم خاصی بڑی تھی اور عین ممکن تھا اس کی واپسی یا پھر اس کا بدلہ لینے کے لیے کرنل میرے پیچھے آتا اور میں پہلے ہی دشمنوں سے بیزار تھا۔ ان میں کمی کی کوشش کر رہا تھا اضافہ نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے یہ رقم جوں کی توں چھوڑ دی البتہ کرنل کی تلاشی کے دوران اس کی جیب سے کوئی چودہ ہزار کی رقم ملی تھی وہ میں نے بلا تکلف رکھ لی کیونکہ راستے میں مجھے لازمی ضرورت پڑتی اور ان لوگوں نے میری جیب میں ایک روپیہ نہیں چھوڑا تھا۔ پھر میں نے کرنل کی قیمتی رولیکس اتار لی۔ آخر میں کرنل کی تلاشی لی اور اس کی ایک جیب سے وہ چابی ملی جس سے میرے ہاتھ پیروں میں پڑی ہتھکڑیاں کھل گئیں۔ اس مصیبت سے بھی جان چھوٹی تھی۔ کیونکہ یہ زبردستی کے کڑے ہاتھ پیروں میں چبھ رہے تھے۔

کیبن میں اور کوئی کام کی چیز نہیں تھی۔ میں نے وین کی چابیاں تلاش کیں لیکن وہ مجھے کرنل سمیت کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکی تھیں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ کہیں وہ وین میں نہ لگی ہوں۔ میں باہر وین کے پاس آیا تو مجھے وہی عجیب سا احساس ہوا تھا جو اوپر جنگل سے وین دیکھ کر ہوا تھا لیکن میں اسے اس وقت بھی نہیں سمجھ سکا۔ دروازہ کھول کر دیکھنے پر چابیاں سامنے نظر آئیں تو میں نے سر پیٹ لیا۔ یہاں کون چابیاں سنبھالتا پھرتا جب کہ چوری کا کوئی امکان نہیں ہے۔ میں نے پہلے ڈیزل کی پوزیشن دیکھی۔ ٹینک تین چوتھائی فل تھا اور وین کے درمیانی حصے میں چار گیلن والے تین جیری کین رکھے تھے۔ یہ سب ڈیزل سے بھرے ہوئے تھے۔ گویا مجھے راستے میں شاید ہی کہیں ایندھن بھروانے کی شاید ہی ضرورت پیش آتی۔

میں نے وین اسٹارٹ کی اس کے انجن کو چوک دینا پڑی تھی سردی کی وجہ سے جام ہو رہا تھا لیکن یہ غنیمت رہا کہ اس سردی میں چوک سے اسٹارٹ ہو گیا۔ انجن کو چلتا چھوڑ کر میں کیبن میں آیا۔ میں نے سب سے پہلے ریڈیو اٹھا کر اسے فرش پر دے مارا۔ مزید دو تین بار جوتے تلے کچلنے سے وہ بالکل تباہ ہو گیا اور اب اس کی مرمت وہاں بھی نہیں ہو سکتی تھی جہاں یہ کبھی بنا ہو گا۔ کرنل بدستور بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اسے کرسی پر ڈال کر میں نے سامان اور اسلحہ سمیٹا اور باہر وین میں لا کر ڈالا۔ انجن کی آواز بتا رہی تھی کہ وہ نہایت بہترین حالت میں تھا۔ روانہ ہونے سے پہلے میں نے صرف کیبن کا دروازہ بند کیا تھا۔ اسلحہ اور دوسری ساری چیزیں میں نے عقبی خانے میں ڈال دی تھیں۔ اس موڑ سے ذرا پہلے وین روک کر میں پیدل وہاں تک گیا جہاں نیم تاریکی میں مجھے ہیلی کاپٹر کا جلا ہوا ڈھانچہ دکھائی دیا تھا۔ ابھی تک اس حادثے کا احوال لینے نہیں آیا تھا اور یہ اس لحاظ سے اچھا ہوا کہ اگر

سرکاری لوگ آ گئے ہوتے تو وہ مجھے روک سکتے تھے۔ کیونکہ یہاں سے گزرنے کا بظاہر ایک یہی راستہ تھا۔ میں واپس آیا اور وین میں اس جگہ کے پاس سے نکلتا چلا گیا۔

مجھے بالکل علم نہیں تھا کہ میں چترال کے کس حصے میں تھا سوائے اس کے کہ یہ حصہ سرحد سے بہت قریب تھا۔ مجھے خیال آیا کہ شاید ان لوگوں نے راستوں کی تلاش کے لیے کوئی نقشہ رکھا ہو۔ میں نے ڈیش بورڈ کے خانے میں ہاتھ مارا تو ایک ٹارچ کے نیچے مجھے کوئی کاغذ محسوس ہوا تھا۔ میں نے اسے باہر کھینچا تو کھلنے پر یہ ایک چھوٹا سا نقشہ ثابت ہوا تھا جو پاکستان کے شمالی حصے کے بارے میں تھا۔ اس میں سڑکوں کی وضاحت کی ہوئی تھی۔ نقشے میں چین سے سڑک کی وضاحت بھی کی گئی تھی جو اس کیبن تک آتی تھی۔ میں نے وین ایک طرف روک دی اور کچھ دیر مغز ماری کرنے کے بعد نقشہ میری سمجھ میں آ گیا۔

رات کا وقت تھا لیکن خوش قسمتی سے موسم صاف تھا آسمان پر بادل تھے لیکن تیز ہوا کی وجہ سے دھند کا نام و نشان نہیں تھا۔ سڑک پر برف تھی لیکن اب یہ جم کر سخت ہو گئی تھی جس پر وین کے خصوصی ٹائر بہت اچھی طرح گرپ کر رہے تھے۔ اس کے باوجود میں نے رفتار اتنی رکھی تھی کہ ٹائر سلپ کرنے کی صورت میں وین کو سنبھال لوں۔ مجھے جلدی تھی لیکن اتنی بھی نہیں کہ میں خطرہ مول لے کر ڈرائیو کرتا۔ ایک مناسب جگہ رک کر میں نے سوائے ایک شاٹ گن اور دو عدد پستولوں اور ان کے فاضل ایمونیشن کے باقی سارا اسلحہ سڑک کے ساتھ ایک گہری کھائی میں پھینک دیا۔ پستول میں نے جیکٹ میں رکھ لیے تھے جب کہ شاٹ گن اگلی نشست کے سامنے والے حصے میں اس طرح رکھی تھی کہ باہر سے کوئی دیکھے بھی تو اسے نظر نہ آئے۔ شروع کے ایک دو گھنٹے میں مجھے خطرہ لگا رہا تھا کہ کہیں دشمن سے سامنا نہ ہو جائے۔ کہیں وہ گھات لگائے نہ بیٹھا ہو۔ یہ تو ان کو معلوم تھا کہ فرار کے لیے میں کون سا روٹ منتخب کروں گا۔

لیکن جب کہیں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی تو میں کسی قدر پُراعتماد ہو گیا۔ یہ میری بہت ہی بڑی خوش قسمتی تھی کہ میں بھارتی درندوں کی قید میں جانے سے پہلے فرار ہونے میں کامیاب رہا تھا ورنہ ایک بار میں ان کی قید میں چلا جاتا تو میری گلو خلاصی بہت ہی مشکل ہو جاتی۔ اب مجھے ہوشیار رہنا پڑے گا۔ میرے دشمنوں میں ایک خطرناک دشمن کا اضافہ ہو گیا تھا اور یہ یوں زیادہ خطرناک تھا کیونکہ اس کے پاس ریاست کی طاقت تھی اور ریاستی دہشت گردی اور پڑوسی ممالک میں مداخلت کا وسیع تجربہ بھی تھا۔ اس ناکام کوشش نے بھارتیوں کو سخت مشتعل کر دیا ہو گا اور وہ پہلے سے زیادہ کوشش کرتے مجھے گرفتار کرنے یا اس دنیا سے رخصت کرنے کی۔

چار گھنٹے بعد میں ایک جگہ رک گیا۔ مسلسل ڈرائیونگ نے مجھے تھکا دیا تھا۔ وین کا کیبن اندر سے گرم تھا اور باہر کے موسم کا پتا بھی نہیں چل رہا تھا میں نے ایک مناسب جگہ دیکھ کر وین روکی اور انجن چلتے رہنے دیا۔ کیبن میں کھانے کا سامان سمیٹنے کے دوران میرے ہاتھ ایک بڑے سائز کا تھرماس بھی لگا تھا اور میں نے اسٹیل کے ایک مگ سمیت اسے اٹھا لیا۔ کیتلی بھر کر کافی بنائی اور تھرماس میں بھر لی۔ بغیر شکر اور دودھ کی یہ کافی مجھے اس رات میں تازہ دم رکھتی۔ تھرماس اچھی کوالٹی کا تھا اور یہ کم سے کم دس بارہ گھنٹے تک کافی کو گرم رکھ سکتا تھا۔ ایک گھنٹے کے آرام اور دو مگ کافی نے مجھے تازہ دم کر دیا تھا۔

روانہ ہونے سے پہلے میں نے ایک بار پھر نقشے کا جائزہ لیا تو مجھے ایک چیز دکھائی دی۔ یہ راستہ اسی وادی

کے پاس سے گزرتا تھا جہاں برٹ شا نے ہیرے چھپائے تھے اور پھر خود بھی اسی وادی میں اپنی آخری سانسیں لی تھیں۔ اب اس کی بیٹی عذاب میں گرفتار تھی۔ فتح خان نے اسے بارودی جیکٹ پہنادی تھی اور اس کے پاس شاید چالیس گھنٹے سے زیادہ کی مہلت باقی نہیں رہی تھی۔ نقشہ دیکھتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ اگر میں راستے میں ایک دن اس وادی میں رک کر ہیرے تلاش کرنے کی کوشش کروں تو شاید مجھے ہیرے مل جائیں۔ میرے پاس ہنٹ تو تھی۔ شمال میں سب سے بڑا اتنا۔ یہی برٹ شا کے آخری الفاظ تھے۔ اگر ہیرے مل جاتے اور ایمن کی جان بچنے کی اور کوئی صورت باقی نہیں رہتی تو میں یہ ہیرے فتح خان کے حوالے کر کے اسے بچا سکتا تھا۔

جیسے جیسے میں ڈرائیو کرتا ہوا وادی کے قریب ہوتا جا رہا تھا یہ خیال میرے ذہن میں جڑ پکڑتا جا رہا تھا کہ مجھے کل کے دن ایک کوشش ضرور کرنی چاہیے۔ اس سے زیادہ وقت ایمن کے پاس نہیں تھا۔ مجھے نہیں لگ رہا تھا کہ برٹش حکومت اسے بچانے کے لیے فتح خان کو تاوان ادا کرنے پر راضی ہو جائے گی۔ اس میں صرف بین الاقوامی جرائم کی پیچیدگیاں ہی ملوث نہیں ہوتیں بلکہ سیاسی معاملات بھی آسکتے تھے۔ جہاں تک میرے علم میں تھا کہ دنیا کے دوسرے خطوں کی نسبت اس خطے کے لیے مغربی حکومتوں کی پالیسی مختلف تھی۔ دنیا کے دوسرے حصوں میں اگر مغربی ممالک کے باشندے اغوا ہوتے تھے تو ان کو رہا کرانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی تھی اور اکثر اوقات اغوا کاروں کو منہ مانگا تاوان ادا کیا جاتا تھا۔

لیکن اس خطے میں مغربی طاقتیں براہ راست جنگ میں ملوث تھیں اور اگر وہ یہاں اپنے مغویوں کو چھڑانے کے لیے تاوان کی ادائیگی کریں تو اس سے ان کا تاثر خراب ہوتا۔ ان مغربی حکومتوں کے ووٹرز ان سے سوال کر سکتے تھے کہ جب تاوان ہی دے کر اپنے آدمیوں کو چھڑانا ہے تو اس خطے میں جنگ پر اربوں ڈالرز کیوں خرچ کیے جا رہے ہیں؟ اس لیے وہ یہاں تاوان کی ادائیگی سے گریز کرتے ہیں اور دوسرے طریقوں سے اپنے مغویوں کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں اور اکثر ان کی یہ کوششیں ناکام رہتی ہیں۔ ایسے کئی واقعات میری نظروں سے گزرے ہیں جب اغوا کاروں نے مغربی سیاحوں (عام طور سے انہیں سیاح ہی ظاہر کیا جاتا ہے) کو اپنے مطالبات پورے نہ ہونے پر قتل کر دیا اور اکثر ان کے قتل کی ویڈیوز بھی انٹرنیٹ پر دستیاب ہوئی تھیں۔

اس لیے اگر ایمن کو بچانا تھا تو مجھے ہی کوشش کرنا تھی یا فتح خان کو رحم آ جاتا اور وہ اسے بخش دیتا۔ دوسری صورت بھی محال لگ رہی تھی اس لیے اب مجھے ہی کچھ کرنا تھا۔ صبح چار بجے میں وادی کے پاس پہنچ گیا تھا اور یہاں موسم اتنا سرد نہیں رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ ایک تو بلندی زیادہ نہیں تھی دوسرے آس پاس بلند پہاڑ بھی نہیں تھے جب کہ چترال میں بلندی بہت زیادہ تھی اور اس کے آس پاس پہاڑ مزید بلند تھے۔ صبح کا وقت پاس ہونے کی وجہ سے وادی کی طرف جانے والے نالے میں پانی زیادہ نہیں تھا لیکن جیسے جیسے دن چڑھتا اور درجہ حرارت بڑھتا یقیناً اس نالے میں خاصا پانی آ جاتا۔ فروری کا آخری ہفتہ ہونے کی وجہ سے اب موسم بدل رہا تھا۔ ابھی تاریکی تھی اور میں گاڑی نالے میں اتارنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا یہ بڑی وین تھی اور ذرا سا بیلنس خراب ہوتے ہی الٹ جاتی۔

اس لیے میں آرام کرنے کے ساتھ صبح کا انتظار کرنے لگا۔ سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں دشمنوں کا خیال موجود تھا۔ وہ اگر اتفاق سے بھی آ جاتے تو مجھے سوتے سے گرفتار کر کے

بہت خوش ہوتے۔ میں نے ابلے انڈوں اور ڈبل روٹی مکھن سے ناشتہ کیا۔ کافی خلافِ توقع تیزی سے ٹھنڈی ہوئی تھی اور اب برائے نام ہی گرم رہ گئی تھی بہرحال اس کی خون کی روانی تیز کرنے کی صلاحیت برقرار تھی۔ کافی نے مجھے تازہ دم کر دیا تھا۔ مجھے جاگتے ہوئے بیس گھنٹے سے زیادہ کا وقت گزر چکا تھا۔ مگر یہ پہلا موقع نہیں تھا جب میں دن رات دربدر پھرتا رہا اور سونے یا آرام کرنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔

چھ بجے مشرقی افق سے روشنی نمودار ہونے لگی تھی۔ اگر آسمان پر ہلکے بادل نہ ہوتے تو روشنی ذرا پہلے ہو جاتی۔ میں نے گاڑی کو احتیاط سے نالے میں اتارا۔ یہ طاقتور انجن اور فور وہیل ڈرائیو وین تھی اس لیے با آسانی نالے میں اتر گئی۔ ابھی پانی کم تھا مگر بعد میں پانی زیادہ ہو جاتا تو وین اس میں ڈوب سکتی تھی یا پانی اس کے انجن میں گھس جاتا۔ تقریباً دو سو گز آگے جا کر جب مجھے خدشہ نہیں رہا کہ وین پُل سے نظر آ سکتی ہے تو میں نے اسے ایک طرف دیوار پر چڑھا دیا اور ہینڈ بریک لاک کر دیا۔

مجھے یاد تھا کہ اسی نالے میں ذرا آگے جا کر جہاں نالا ایک چھجے سے گر رہا تھا وہیں میں نے وہ جیپ کھڑی کی تھی جو فتح خان نے مجھے زبردستی دی تھی وادی تک سفر کے لیے لیکن جب میں ایک گھنٹے بعد اس چھجے تک پہنچا تو وہاں کسی جیپ کا نام و نشان نہیں تھا۔ یقیناً فتح خان یا اس کے ساتھی اسے نکال لے گئے تھے اور عین ممکن ہے فتح خان اس پر فرار ہوا ہو۔ میں نے چابی چھپا دی تھی لیکن فتح خان جیسے آدمی کے لیے کسی گاڑی کو بغیر چابی کے کھولنا اور اسٹارٹ کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چھجے سے اب پانی کا اچھا خاصا آبشار گر رہا تھا۔ گرمی کے دنوں میں اس نالے میں اس طرح سفر کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ یہ پانی سے لبالب بھر جاتا ہوگا۔ سردی کی وجہ سے یہ خالی تھا اور اس میں سفر کرنا بھی ممکن تھا۔

نالے میں نمی بڑھ گئی تھی اسی تناسب سے سردی بھی لگ رہی تھی لیکن یہ پھر بھی چترال کی سردی سے خاصی کم تھی۔ میرا اندازہ تھا کہ دن میں یہاں درجہ حرارت صفر سے اوپر آ جاتا ہوگا۔ کھانے کا سامان اور شاٹ گن ایک چھوٹے سے تھیلے میں تھے۔ اسے میں نے پشت پر لاد لیا۔ تقریباً دو گھنٹے کے سفر کے بعد میں وادی میں داخل ہو رہا تھا۔ بادلوں کو چیرتے سورج کی روشنی نے زمین تک رسائی حاصل کر لی تھی اور اس وجہ سے موسم خوشگوار لگنے لگا تھا۔ میں سیدھا وادی کے درمیان میں موجود پتھریلے کھنڈرات کی طرف گیا۔ اس کا اوپری حصہ دھوپ کی زد میں آ گیا تھا میں سب سے اوپر والے پتھر پر چڑھا اور یہاں سے میں نے سورج کی پوزیشن دیکھ کر شمال کا اندازہ لگایا۔ شمالی ڈھلان وادی میں سب سے بڑی ڈھلان تھی اور اس پر تقریباً ایک کلومیٹر کے رقبے میں گھنا جنگل اگا ہوا تھا۔

میرا دل ڈوب گیا اتنے بڑے جنگل میں ایک درخت تلاش کرنا جس کا تناسب سے بڑا ہو بھوسے میں سوئی تلاش کرنے سے زیادہ مشکل لگ رہا تھا کیونکہ سوئی پھر بھی دھات کی ہوتی ہے اور بھوسے کے تنکوں سے الگ ہوتی ہے۔ یہاں اس ڈھلان پر سارے ہی درخت باون گز کے تھے اور ان میں سب سے بڑے تنے کا فیصلہ کرنا ہی مشکل ترین کام تھا۔ کم سے کم ایک دن میں یہ کام ممکن نہیں تھا۔ بہرحال مجھے کوشش تو کرنا تھی۔ میں نے کھانے کا سامان پتھروں کے درمیان رکھا۔ اس وقت مجھے خوشگوار حیرت ہوئی جب مجھے اس چھوٹے سے غار میں پرانا سامان مل گیا جب میں برٹ شا کے ساتھ یہاں مقیم تھا اور اس میں سب سے اہم رسی تھی۔ میں نے رسی کا لچھا لیا اور اس کے سرے پر ایک لمبی کیل باندھ لی۔ کھنڈرات کے باہر پانی کے تالاب تھے زمین سے آنے

والے اس پانی میں الکلی شامل ہو رہی تھی اس لیے تالاب کے آس پاس جمع پتھروں پر سفید چڑھ گئی تھی۔ میں نے ایسے ڈھیر سارے چھوٹے چھوٹے پتھر جمع کر کے جیکٹ کی جیبوں میں بھر لیے اور شمالی ڈھلان کی طرف روانہ ہو گیا۔

میں نے شمالی ڈھلان پر دائیں طرف سے آغاز کیا۔ میں بڑے تنوں والے درخت تلاش کر رہا تھا اور دل ہی دل میں برٹ شا کو برا بھلا کہہ رہا تھا جیسے ہیرے چھپانے کے لیے یہی جگہ ملی تھی۔ ایک کلومیٹر کے رقبے میں کوئی ہزاروں درخت تھے اور ان میں سے ایک تہائی بڑے تنوں والے تھے ان کے تنوں کا قطر کم سے کم بھی چھ فٹ تھا اور اونچائی سو فٹ یا اس سے بھی زیادہ تھی۔ اس جنگل کی حالت سے پتا چلتا تھا کہ ابھی اسے ٹمبر مافیا کی دیمک نہیں لگی تھی۔ آبادی سے دور ہونے کی وجہ سے یہاں چرواہے بھی کم آتے ہوں گے۔ جنگل میں خود بہ خود ہواؤں یا طوفانوں سے گر جانے والے درخت یا ان کی سوکھی شاخیں تک ویسی ہی پڑی تھیں۔ مجھے جو سب سے بڑا تنا دکھائی دیا۔ میں نے اس پر کیل گاڑھ کر اور تنے کے گرد رسی گھما کر جتنا محیط بنا اتنا رسی پر نشان بنا دیا اور تنے پر الکلی زدہ پتھر سے بڑا سا ایک نمبر لکھ دیا۔

یہاں سے میں اوپر کی طرف بڑھا۔ مجھے جو تنا پہلے والے سے بڑا محسوس ہوتا میں اسے رسی سے ناپ کر دیکھ لیتا اور اگر وہ پہلے والے سے بڑا نکلتا تو میں اس پر سفیدی سے اگلا نمبر ڈال دیتا۔ ڈھلان کے اوپری حصے تک پہنچتے پہنچتے ایسے ایک درجن تنے مل گئے جن میں ہر ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ نمبر لکھنے کے ساتھ ساتھ میں جن درختوں کے پاس سے گزرتا تھا۔ ان پر سفید پتھر سے لکیر مار دیتا تھا اس طرح مجھے پتا چل جاتا کہ میں اس جگہ کو دیکھ چکا ہوں۔ اوپر پہنچنے میں مجھے ایک گھنٹہ لگ گیا اور اس دوران میں، مَیں نے کوئی بیس گز کی چوڑائی میں درختوں کو دیکھا تھا۔ ایک کلومیٹر کی چوڑائی ایسے پچاس عدد بیس گز تھے اور اس لحاظ سے مجھے پورا جنگل چیک کرنے کے لیے پچاس گھنٹے درکار تھے اس کے بعد ہی میں فیصلہ کر سکتا تھا کہ سب سے بڑا تنا کس درخت کا ہے۔

میں پریشان ہو گیا۔ میرے پاس پچاس گھنٹے کا وقت نہیں تھا زیادہ سے زیادہ آج رات تک کا وقت تک تھا اور مجھے کل صبح تک لازمی واپس اسلام آباد پہنچنا تھا تاکہ فتح خان سے بات کر کے اس سے بارودی جیکٹ کو ڈی ایکٹی ویٹ کرنے والا کوڈ لے سکوں اور وہ بھی اس صورت میں جب مجھے ہیرے مل جائیں اور فتح خان سے سودے بازی کر سکوں۔ اب میرے پاس روشنی کے صرف آٹھ نو گھنٹے تھے اس کے بعد یہاں تاریکی چھا جاتی تھی اور میرے پاس صرف ایک ٹارچ تھی جس سے میں راستہ تلاش کر سکتا تھا ہیرے نہیں۔ بہرحال پریشان ہونے سے مسئلے حل نہیں ہوتے ہیں مسئلے کوشش سے حل ہوتے ہیں اس لیے میں نے وقت ضائع کیے بغیر اپنا کام جاری رکھا۔

اوپر سے نیچے آتے ہوئے میں نے چکر جلد نمٹا لیا تھا۔ کیونکہ اترنا زیادہ آسان تھا اس میں توانائی اور وقت دونوں کم لگے تھے۔ مگر صرف آنا نہیں تھا اسی طرح مجھے دوبارہ اوپر بھی جانا تھا۔ آنے والے تین گھنٹوں میں آنے اور جانے کے دو دو چکر مکمل کر چکا تھا اور اس دوران میں صرف سو گز کی پٹی میں اوپر سے نیچے تک درختوں کو دیکھا تھا۔ جیسے جیسے میں بڑے تنے تلاش کر رہا تھا ان کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی۔ اب تک جو سب سے بڑا تنا نکلا تھا اس کا محیط کوئی چوبیس فٹ تھا یعنی یہ تقریباً سات ساڑھے سات فٹ قطر کا درخت تھا۔ میں نے شکر ادا کیا

کہ یہ سب دیودار قسم کے سیدھے تنے والے درخت تھے اگر یہ صنوبر یا چنار جیسے درخت ہوتے جن کا تنا ٹیڑھا میڑھا ہوتا ہے تو انہیں ناپنا ہی دشوار ہو جاتا۔ اس کے باوجود یہ کام ناممکن حد تک دشوار لگ رہا تھا۔ چار گھنٹے بعد میں تھک کر چُور ہو گیا تھا اور یہ جسمانی سے زیادہ ذہنی تھکن تھی کیونکہ اب تک کامیابی کے آثار نظر نہیں آئے تھے۔

اب جو بھی سب سے بڑا تنا ملتا تھا میں اس کا بغور معائنہ کرتا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ برٹ شا نے تنے میں ہی ہیروں کا باکس چھپایا ہو گا۔ زمین میں چھپانا بے کار تھا کیونکہ اتنے عرصے میں زمین میں بہت تبدیلی آجاتی ہے اور خاص طور سے پہاڑوں میں یہ تبدیلی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ڈھلانوں کی مٹی ہمیشہ کھسکتی رہتی ہے۔ پھر درختوں کی جڑیں زمین میں پھیل کر اس کی شکل ہی بدل دیتی ہیں۔ اس لیے برٹ شا نے زمین میں ہیرے نہیں چھپائے ہوں گے اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو یہاں کی تقریباً پتھر جیسی سخت زمین کھود کر کچھ چھپا سکتا۔ اس کے لیے سب سے بہترین جگہ درخت کے تنے میں ہونے والے قدرتی سوراخ ہوتے ہیں۔ کیڑے مکوڑوں یا پرندوں کے بنائے یہ سوراخ ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ ان میں اگر کوئی چیز چھپائی جائی تو وہ اس وقت تک محفوظ رہتی ہے جب تک یہ درخت محفوظ ہوتا ہے۔ کوئی زمینی یا موسمی تبدیلی چھپائی ہوئی چیز کو متاثر نہیں کر سکتی ہے۔

اسی لیے میری توجہ کا مرکز تنے تھے اور ان کا اتنا اوپری حصہ تھا جہاں ایک آدمی کی رسائی آسانی سے ہو سکے۔ دو بجے میں کھنڈرات کی طرف آیا اور ڈبل روٹی پنیر اور مکھن سے لنچ کیا۔ میرے پاس سفید پتھر ختم ہو گئے تھے میں نے وہ جمع کیے اور دوبارہ مشن اسپیشل میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اوپر نیچے اتنا سفر کیا کہ زندگی میں کبھی ایک دن میں اتنا سفر پیدل نہیں کیا ہو گا۔ اس کے باوجود شام ہونے تک میں نے بمشکل ایک تہائی جنگل دیکھا ہو گا۔ ابھی دو تہائی حصہ باقی تھا کہ شام ہو گئی اور تاریکی میں کام ناممکن تھا۔ میں نیچے آتے ہوئے تھک ہار کر ایک تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ تھکن سے زیادہ مایوسی نے میرے ذہن اور جسم پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایمن کے لیے میری کوشش ناکام رہی تھی۔ اس کے پاس کل دوپہر دو بجے تک کا وقت تھا اس کے بعد بارودی جیکٹ خود بہ خود پھٹ جاتی۔ مجھے نہیں معلوم تھا اس پر کیا گزر رہی تھی اور اسے بچانے کے لیے کیا کیا جا رہا تھا۔ اس نے مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہو گی اور مجھ سے رابطہ بھی نہیں ہوا ہو گا۔ اس کا سیل چھین لیا گیا تھا لیکن اس کے پاس عبداللہ کی کوٹھی کا فون نمبر تھا۔

شام ہوتے ہی سردی کی شدت میں یک لخت اضافہ ہوا تھا اور رات بغیر آگ کے اس کھلی جگہ گزارنا ناممکن تھا۔ مجھے خیال آیا کہ نیچے جاتے ہوئے لکڑی جمع کرتا جاؤں۔ میں اٹھا تھا کہ درخت کے تنے کے ساتھ زمین پر جہاں پاؤں رکھا تھا اچانک میرا پاؤں زمین میں دھنس گیا اور میں گرتے گرتے بچا۔ یہاں زمین میں کوئی سوراخ تھا۔ اس پر پتے اور مٹی اس طرح جمع ہو گئے تھے کہ اس کا منہ بند ہو گیا تھا۔ میرے پاؤں کا دباؤ آیا تو یہ تہہ ٹوٹ گئی۔ شکر ہے سوراخ بڑا نہیں تھا ورنہ میرا پورا پاؤں ہی چلا جاتا اور شاید ٹوٹ بھی جاتا۔ اس کے بعد میں بے یار و مددگار یہاں پڑا رہ جاتا اور کسی کو خیال بھی نہ آتا کہ میں کہاں تھا۔

میں نے سنبھل کر ٹارچ کی روشنی میں سوراخ دیکھا۔ یہ دو جڑوں کے درمیان والی جگہ میں قدرتی طور پر بن جانے والا سوراخ تھا۔ یہاں جڑیں پھیلنے کے لیے الگ ہوئیں تو ان کے درمیان میں خلا آگیا۔ یہ خلا خاصا اندر تک چلا گیا تھا۔ میں نے درخت کا معائنہ کیا اور اس کا تنا خاصا بڑا پایا۔ مجھے لگا میں نے اب تک جو درخت

دیکھے تھے ان میں سب سے بڑا تنا اسی کا تھا۔ میں نے رسّی اٹھائی اور تنا ناپ کر دیکھا۔ یہ واقعی سب سے بڑا تنا تھا۔ جو آخری بڑا تنا دیکھا تھا محیط میں یہ اس سے بھی کوئی ایک فٹ بھر بڑا تھا۔ میرے ذہن میں ایک خیال سرسرانے لگا۔ کہیں برٹ شانے یہیں تو ہیرے نہیں چھپائے تھے۔ میں نے آس پاس کوئی لکڑی تلاش کی جو اس سوراخ میں جا سکے مگر وہاں کہیں ایسی لکڑی نہیں تھی۔ البتہ درخت پر کوئی سات آٹھ فٹ کی اونچائی پر ایک چھوٹی اور لمبی شاخ نکلی ہوئی تھی۔ اس تک رسائی کے لیے میں تنے پر ہاتھ جماتے ہوئے اوپر چڑھا تھا۔ میں ٹٹولتا ہوا اوپر چڑھا ایک جگہ میرا ہاتھ جم گیا اور میرا دوسرا ہاتھ جو شاخ کی طرف بڑھ رہا تھا اپنی جگہ منجمد ہو گیا۔

مجھے لگا جیسے دور کہیں کوئی چھینکا ہو۔ سچ مچ کوئی چھینکا تھا یا یہ میرا وہم تھا۔ میں نے شاخ توڑی اور نیچے اتر آیا۔ سوراخ میں جہاں تک ممکن ہوا میں نے شاخ گھسا کر دیکھ لی۔ مگر اس خلا میں کچھ نہیں تھا۔ میں کھڑا ہو گیا اور ڈھلان سے نیچے اترنے لگا۔ میں نے لکڑیاں جمع کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا اور جب ڈھلان کے نچلے حصے میں پہنچا تو دوبارہ ویسی ہی چھینک جیسی آواز سنائی دی۔ اس بار یہ آواز واضح آئی تھی اور میں نے پستول نکالتے ہوئے ٹارچ بجھا دی۔ یہاں میرے علاوہ بھی کوئی تھا اور اگر کوئی تھا تو وہ یقیناً چھپ کر میری نگرانی کر رہا تھا لیکن کسی کو کیا معلوم کہ میں یہاں وادی میں تھا۔

میں آگے جانے کے بجائے پیچھے ہٹنے لگا۔ وادی میں کھلی جگہ دیکھ لیے جانے کے زیادہ امکان تھے بہ نسبت تاریک جنگل کے۔ میں دبے قدموں حرکت کر رہا تھا کیونکہ اب آواز سے ہی پتا چل سکتا تھا کہ میں کہاں تھا؟ اگر میں خاموش رہتا اور یہاں کوئی میری نگرانی کر رہا تھا تو اس کے لیے پتا چلانا ناممکن تھا کہ کہاں ہوں۔ میں درمیانی ڈھلان تک آیا اور پھر اس نالے کی طرف جانے لگا جو اس وادی سے باہر لے جاتا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد میں اس نالے میں تھا۔ یہاں سفر کرنا مزید مشکل ثابت ہوا ایک تو تاریکی مکمل ہو چکی تھی اور دوسرے نالے میں پتھروں کا ڈھیر تھا جن پر چلنا آسان کام نہیں تھا۔ کچھ دیر سفر کے بعد جب میں تیسری بار گرا تو میں نے ٹارچ روشن کر لی۔ موٹے کپڑوں کی وجہ سے مجھے چوٹ تو نہیں آئی تھی لیکن تیسری بار گرنے سے پتلون گھٹنے سے پھٹ گئی تھی اور پانی میں جانے سے اس کا پائنچہ بھی گیلا ہو گیا تھا۔

مجبوراً میں نے ٹارچ روشن کر لی۔ ویسے اس محدود نالے میں کوئی آسانی سے نظروں میں آئے بغیر میرا تعاقب نہیں کر سکتا تھا۔ چلتے چلتے میں اچانک پلٹ کر پیچھے ٹارچ کی روشنی ڈال لیتا تھا۔ اگر کوئی دبے قدموں تعاقب کر رہا تھا تو میری نظر میں آ جاتا لیکن اب تک کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ میرا وہم نہیں تھا۔ پہاڑوں میں نامانوس قسم کی آوازیں آتی ہیں۔ بہرحال اب میں وادی سے نکل آیا تھا اور نالے میں سفر کر رہا تھا رات ہوتے ہی اس میں پانی کی مقدار خاصی کم ہو گئی تھی کیونکہ سردی کی وجہ سے اوپر پانی جم گیا ہوگا اور نالے میں کم آ رہا تھا۔ بھیگے پتھروں اور ریت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ دن میں یہاں خاصا پانی بہتا رہا تھا۔

ٹارچ ایک ہی تھی اور اس میں اضافی سیل بھی نہیں تھے۔ یہ سیل مسلسل استعمال سے کمزور پڑ رہے تھے اور میری کوشش تھی کہ ٹارچ کی روشنی ختم ہونے سے پہلے میں وین تک پہنچ جاؤں۔ اس لیے میں تیز چل رہا تھا۔ ایک گھنٹے بعد ٹارچ کی روشنی برائے نام رہ گئی تھی لیکن اس سے پہلے وہ مکمل طور پر ختم ہوتی اچانک ہی آسمان صاف ہو گیا اور چاند نکل آیا۔ یہ نویں یا دسویں کا چاند تھا اس لیے اس کی روشنی اچھی خاصی تھی۔ شمال کی طرف سے تیزی

سرد ہوا چلنے لگی تھی اور شاید بادل بھی اسی وجہ سے چھٹے تھے۔ میں نے ویراما کا دل ہی دل میں شکریہ ادا کیا جس کے گرم کپڑوں نے مجھے اب تک سردی سے محفوظ رکھا تھا۔ جواب میں، مَیں نے اس کے لیے شاندار قسم کی چتا مہیا کر دی تھی۔ پھر بھی میں اس کا شکر گزار تھا۔

مزید کچھ دیر سفر کے بعد میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں میں نے وین کھڑی کی تھی اور مجھے کچھ دیر کے لیے شبہ ہوا کہ مجھے اپنی آنکھوں پر شبہ ہو رہا ہے یا میں کسی غلط جگہ وین تلاش کر رہا ہوں۔ کیونکہ وہاں وین نہیں تھی۔ مگر ذرا سی تحقیق نے واضح کر دیا کہ نہ تو میری آنکھیں دھوکا دے رہی تھیں اور نہ میں غلط جگہ آیا تھا ریت پر وین کے ٹائروں کے نشانات واضح تھے۔ کوئی اسے دوبارہ سڑک کی طرف لے گیا تھا اور اس کام کو زیادہ دیر نہیں گزری تھی۔ اگر یہ کام صبح یا دن میں ہوا ہوتا تو ریت پر ٹائروں کے نشانات نہ ملتے پانی انہیں برابر کر دیتا۔ وین شاید آدھے گھنٹے پہلے یہاں سے ہٹائی گئی تھی۔ وین کو غائب پاتے ہی وہ تمام خدشات جنہیں میں اب تک اپنا وہم قرار دیتا آیا تھا یک دم قہقہے لگاتے اور حقیقت کا روپ دھار کر میرے سامنے آ گئے تھے۔

میں شروع سے زیر نگرانی تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے جان بوجھ کر ایسے حالات پیدا کیے گئے تھے کہ میں وادی کی طرف آؤں اور ہیرے تلاش کرنے کی کوشش کروں۔ میں نالے کی طرف پلٹا تھا کہ پل کی جانب سے ایک فائر ہوا اور گولی آ کر میرے پیروں کے پاس لگی۔ پھر وہ منحوس آواز سنائی دی جسے سن سن کر میرے کان پک گئے تھے۔

''شہباز خانا ہلنا مت...... ہاتھ اوپر کر لو...... تم میرے کو نہیں دیکھ رہا ہے پر میں تیرے کو دیکھ رہا ہے۔''

میں نے ہاتھ اوپر کر لیے اور بلند آواز سے بولا۔ ''فتح خان مجھے پہلے ہی شک ہو گیا تھا کہ میرے پیچھے تم ہو۔''

''تم کو کب شک ہوا؟'' اس نے عیاری سے پوچھا۔

''جب میں نے کسی کے چھینکنے کی آوازیں سنیں۔''

''وہ بدبخت میرا آدمی تھا غلطی سے نسوار لگا لی۔ اب زندگی بھر نسوار نہیں کھائے۔''

''اتنا ظلم۔'' میں نے افسوس سے کہا۔

''تم اس کا نہیں اپنا فکر کرو۔'' اس نے للکار کر کہا۔ ''تم نے اب تک ہاتھ اوپر نہیں کیا۔''

میں نے ہاتھ اوپر کر لیے۔ ''اور کوئی حکم......؟''

فوراً ہی پل کی طرف سے دو سائے نمودار ہوئے انہوں نے مجھے گھیر کر میری تلاشی لی اور سارا اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ ان میں سے ایک نے مجھے دھکا دیا۔ ''چلو خدائی خوار......''

''دھکے تو نہ دو۔'' میں نے چلتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں مجھے پل کے اوپر لائے جہاں وہ وین موجود تھی جسے میں نالے میں چھوڑ کر گیا تھا اور وین کے پاس فتح خان کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس نے وین کا عقبی دروازہ کھولا۔ ''ابھی تم ادھر تشریف رکھو۔ میں تم سے پھر بات کروں گا۔''

''فتح خان میرے صرف ایک سوال کا جواب دو۔ کیا تم لوگ شروع سے میرے پیچھے تھے؟''

''اس سوال اور دوسرا تمام سوال کا جواب تم کو ملے گا لیکن یہاں نہیں ابھی اندر بیٹھو۔''

فتح خان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ میری بات کا جواب نہیں دے گا۔ وہ خوش تھا کہ ایک بار پھر مجھ پر حاوی آ گیا۔ مجبوراً میں دوبارہ اس ڈبے میں داخل ہوا اور پیچھے سے دروازہ بند ہو گیا۔ فتح خان نے میرے اندازے کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایک منٹ بعد وین ہلکے سے دھچکے کے ساتھ حرکت میں آ گئی۔ اس ساؤنڈ پروف باکس میں باہر کی کوئی آواز نہیں آ رہی تھی اور اندر کا درجہ حرارت بھی وین کے چلنے کے ایک منٹ بعد نارمل ہو گیا تھا۔ یہاں ہیٹنگ کا سسٹم موجود تھا۔ اسے کہتے ہیں کھایا پیا کچھ نہیں اور گلاس توڑا بارہ آنے۔ میں نے اتنی کوشش کی سرحد پار کرنے کے بعد واپس بھی آ گیا لیکن ہوا کیا دوبارہ چوہے کی طرح پکڑ لیا گیا۔

وین کا سفر زیادہ دیر جاری نہیں رہا تھا جب کہ میرا خیال تھا میں دوبارہ کیمپ کی طرف جا رہا تھا جہاں ایک بار پھر بھارتیوں کو مدعو کیا جائے گا کہ آئیں اور اپنی امانت لے جائیں۔ وہ ایک بار پہلے بھی لے جا چکے تھے مگر میں بھاگ آیا تھا۔ اب دوبارہ ان کے حوالے کیا جانے والا تھا مگر وین تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد رکی اور عقبی خانہ کھلا۔ فتح خان اور اس کے دونوں آدمی چوکس تھے۔ انہوں نے اپنے ہتھیار یوں مجھ پر تان لیے تھے جیسے انہیں خدشہ ہو ابھی میں کسی فلمی ہیرو کی طرح حرکت میں آ جاؤں گا اور ان کی ایسی کم تیسی کر دوں گا۔ حالانکہ میں نے کبھی فلمی ہیرو بننے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ میں جانتا تھا ایسا وہ سب صرف فلم کے سیٹ پر ہی ممکن ہے۔ عام زندگی میں اس قسم کی کوئی کوشش عرف عام میں خودکشی کہلاتی ہے۔

وین ایک چھوٹی سی کوٹھی میں کھڑی تھی۔ تاریکی میں آس پاس کچھ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن میرا خیال تھا یہ جگہ ویرانے میں ہے اور یہاں باقاعدہ آبادی نہیں ہے۔ سردی کی شدت وہی تھی۔ گرم کپڑوں میں ہونے کے باوجود میں ایک لمحے کو کانپ کر رہ گیا تھا۔ کوٹھی کے سامنے چھوٹا سا لان اور ڈرائیو وے تھا جس میں وین کھڑی تھی۔ کوٹھی زیادہ بڑی نہیں تھی کم سے کم سامنے سے ایسا ہی لگ رہا تھا دو منزلہ تھی لیکن کورڈ ایریا شاید چار مرلے سے زیادہ نہیں تھا۔ یہ فتح خان کا کوئی ٹھکانہ تھا۔ ابھی میں معائنہ ہی کر رہا تھا کہ ایک طرف سے ایک مقامی شخص نمودار ہوا۔ فتح خان غرا بولا۔

''کدھر مر گیا تھا دروازہ کھول کر......''

''گیٹ جام ہو رہا ہے خان جی۔'' اس نے پشتو میں کہا۔ ''بند نہیں ہو رہا تھا۔''

''ابھی ہوشیار رہنا سو مت جانا۔'' فتح خان اندر جاتے ہوئے بولا۔ اس کے ایک ساتھی نے مجھے اپنی رائفل سے ٹہوکا دیا کہ میں بھی فتح خان کی پیروی کروں۔ کوٹھی اندر سے بھی بہت شاندار ثابت ہوئی تھی۔ سامنے نشست گاہ تھی جس میں اخروٹ کی لکڑی کا بنا ہوا خوب صورت صوفہ سیٹ رکھا تھا۔ اگر یہ باہر کسی ملک میں ہوتا تو اس کا شمار نوادرات میں ہوتا۔ فرش پر بے حد دبیز قالین تھا لیکن سب سے اچھی چیز آتش دان میں جلتی آگ تھی جس نے اندر کا ماحول خوشگوار کر دیا تھا۔ میں فتح خان یا اس کے آدمیوں کی اجازت کے بغیر ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ میرے پیچھے موجود شخص غرایا۔

''کیا کرتا ہے کھڑا ہو جا۔''

''جابر بکواس بند کر اور جا کر کچھ پینے کو لا۔'' فتح خان نے اسے گھرکا اور میری طرف دیکھا۔ ''تم کیا پیو

گے؟"

"دل تو تمہارا خون پینے کو چاہ رہا ہے لیکن ایک تو وہ حرام ہے اور دوسرے تم پینے نہیں دو گے اس لیے فی الحال چائے کافی میں سے جو مل جائے چلے گا۔"

فتح خان نے جابر کو چائے لانے کے حکم کے ساتھ دفع ہو جانے کو کہا اور وہ دُم دبا کر چلا گیا۔ البتہ دوسرا چوکس انداز میں نشست گاہ کے ایک کونے میں اس طرح کھڑا ہو گیا کہ میں پوری طرح اس کی زد میں تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھے قابو کر لینے کے باوجود فتح خان کچھ متفکر تھا۔ اگر میرے کچھ انداز ے درست تھے تو اسے اس سے زیادہ ہی پریشان ہونا چاہیے تھا جتنا کہ وہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "حیرت ہے تم مجھے یہاں لے آئے جب کہ میرا خیال تھا مجھے دوبارہ بھارتیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔"

فتح خان نے ایک گندی سی گالی دی۔ "میں ان کے باپ کا نوکر نہیں ہے ایک بار ان کا کام کر دیا اب ہمیشہ کا ٹھیکا تو نہیں لے رکھا ہے۔"

"یہ تو تم کہہ رہے ہو لیکن تم نے اللہ واسطے کام تو کیا نہیں ہو گا اور جو پیسے دیتے ہیں وہ آدمی کو اپنے باپ کا غلام ہی سمجھ لیتے ہیں۔"

فتح خان نے دوسری گالی زیادہ وزنی دی تھی۔ "غلام سمجھنے والوں کی میں ان کو بھی دیکھ لے گا۔"

کچھ دیر میں جابر فتح خان کے لیے جام وسبو اور میرے لیے چائے بنا کر لے آیا تھا۔ یہ بس نام کی چائے تھی کیونکہ اس میں دودھ، چینی اور پتی تینوں وافر مقدار میں ڈالی گئی تھیں۔ اس کی واحد خوبی اس کی گرمی تھی اس لیے میں نے پینا شروع کر دی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ فتح خان مجھے یہاں کسی قسم کی گفتگو یا ڈیل کے لیے لایا تھا تبھی میں اس کے ساتھ یہاں بیٹھا تھا ورنہ کسی کوٹھری میں قید پڑا ہوتا۔ فتح خان نے اپنے لیے جام بنایا اور اس سے شغل کرتے ہوئے کچھ غور و فکر فرمانے لگا۔ ایک طرف لگی دیوار گیر کلاک رات کے نو بجا رہی تھی۔ میرا زادِ راہ وادی میں رہ گیا تھا اور اگر ساتھ ہوتا تب بھی مجھے کھانے پینے کی اجازت کہاں ملتی۔ کھایا پیا کب کا ہضم ہو گیا تھا اور اب بھوک سے پیٹ کے چوہے بھی کچھ نڈھال سے تھے۔

"شہباز خان تم جانتا ہے ایمن کے پاس صرف سولہ گھنٹے کا ٹیم رہ گیا ہے۔"

میں نے سر ہلایا۔ "اسی لیے میں نے سوچا کہ ایک کوشش کر کے دیکھ لوں۔ ممکن ہے مجھے ہیرے مل جائیں۔"

"میں بھی یہی سمجھ رہا ہے پر تم کو کیسے پتا کہ ہیرا ادھر ہی چھپا ہے۔"

"مجھے پتا نہیں ہے لیکن تمہیں یاد ہو گا کہ برٹ شا تمہاری نیت خراب ہونے سے پہلے اسی ڈھلان کی طرف گیا تھا۔ اس لیے میں نے وادی میں اسی جگہ کا انتخاب کیا۔"

"پر تم ناکام رہا۔" فتح خان کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "فتح خان میں ناکام رہا لیکن مجھے حیرت ہے تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں اس وقت وادی میں ہوں۔"

"میرا چھٹی حس نے بتایا۔" وہ بولا۔ "مجھے کرنل زریسکی نے بتا دیا تھا کہ تم بھاگ آیا ہے اور میں اسی

وقت روانہ ہوگیا تھا پر تم راستے میں نہیں ملا تو مجھے وادی کا خیال آیا۔''

وہ جھوٹ بول رہا تھا کرنل خود لاعلم تھا کہ میں بھارتیوں کی قید سے بھاگ آیا ہوں یا وہ ظاہر ایسا ہی کر رہا تھا۔ اس لیے کرنل اسے مطلع نہیں کر سکتا تھا۔ میرے وہاں سے نکلنے کے بعد کم سے کم دو ڈھائی گھنٹے سے پہلے کرنل کو ہوش نہیں آیا ہوگا۔ ریڈیو میں نے تباہ کر دیا تھا اس لیے وہ فتح خان کو فوری مطلع نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ بعد میں کسی طریقے سے مطلع کرنے میں کامیاب بھی رہا تھا تب بھی فتح خان اتنی تیزی سے میرے پیچھے نہیں آ سکتا تھا اور نہ ہی وہ اتنی جلدی وادی تک پہنچ سکتا تھا۔ اتنی صفائی سے پیچھا کرنا اور پھر اتنی منصوبہ بندی سے مجھے پکڑ لانا ظاہر کرتا تھا کہ وہ شروع سے میرے پیچھے تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا مجھے بھارتیوں کے حوالے کرنا بھی ایک ڈھونگ تھا اور فتح خان جانتا تھا کہ میں واپس بھاگ آؤں گا۔

''فتح خان مجھے بھارتیوں کے حوالے کرنے کا کیا مقصد تھا کیا انہوں نے تمہارے آگے رقم ڈال دی تھی۔''

فتح خان کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ ''میں ان کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہے۔ میرا مجبوری دوسرا تھا۔''

''ڈیوڈ شا...... اس نے اس کام کے لیے کہا تھا اور تم اسے انکار نہیں کر سکتے تھے۔''

اس نے مجبور انداز میں سر ہلایا۔ ''تم جانتا ہے میں ڈیوڈ شا کو انکار نہیں کر سکتا ہوں۔''

''لیکن یہ طے ہے کہ تم لوگوں نے بھارتیوں سے اس کام کا اچھا خاصا معاوضہ وصول کر لیا ہے۔ میں نے خود کرنل کے پاس دو لاکھ ڈالرز کی رقم دیکھی ہے۔''

''تم نے وہ رقم قبضے میں نہیں کی......؟'' فتح خان کے لہجے سوال سے زیادہ حیرت تھی۔ میں نے نفی میں سر ہلایا۔

''تمہیں اب تک جان جانا چاہیے کہ دولت کبھی میری منزل نہیں رہی۔ تم مٹھی بھر ہیروں کے پیچھے پاگل ہو رہے ہو اس کے لیے اتنی لمبی جدوجہد کی۔ انڈیا میں مجھے اس سے کہیں زیادہ ہیرے حاصل کرنے کا موقع ملا تھا۔ میں تو ہیروں کی وادی سے ہو کر آیا تھا۔ وہاں صدیوں سے جمع ہونے والے قیمتی ترین ہیرے موجود تھے۔''

فتح خان کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''شہباز خان تم مجھے بے وقوف بناتا ہے۔''

''خدا نے تمہیں جو بنایا ہے بس اسی نے بنایا ہے میری کیا مجال کہ اس کی تخلیق میں ترمیم کا بھی سوچوں۔''

''وہاں سچ مچ بہت سارے ہیرے تھے؟''

''ہاں شاید اربوں ڈالرز مالیت کے ہوں گے لیکن خدا کے لیے اب وہاں جانے اور ہیرے حاصل کرنے کے بارے میں مت سوچنے لگنا۔ ان منحوس ہیروں کی خاطر انڈین حکومت نے اپنے سینکڑوں شہری مار دیئے اور ہیرے اب اس کے قبضے میں ہیں۔''

فتح خان نے گہری سانس لی۔ ''شہباز خان مجھے یہی ہیرے مل جائیں میرے لیے یہی کافی ہے۔''

''ایمن کی خاطر میں نے کوشش کی تھی لیکن افسوس میں بھی ناکام رہا۔'' میں نے کہا۔ ''فتح خان اس لڑکی کو چھوڑ دو۔ اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔'' اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''میں نے قسم کھایا تھا کہ اگر مجھے ہیرا نہیں ملا تو میں اس لڑکی کو نہیں چھوڑوں گا۔''

''تم نے قسم کھائی تھی یا تمہیں تمہارے گرو ڈیوڈ شا نے حکم دیا کہ ایمن کو زندہ نہیں رہنا چاہیے؟''

''تم جو چاہے سمجھے پر اگر ایمن کو بچانا ہے تو میرے کو رقم یا ہیرے میں سے ایک چیز چاہیے۔''

''تب میں یا کوئی بھی ایمن کے لیے کچھ نہیں کر سکتا ہے۔'' میں نے ہاتھ پھیلا کر کہا۔ ''میرا خیال ہے تم بھی اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہو اس لیے یہاں بیٹھے ہو۔''

وہ چونکا۔ ''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ تم یہاں بیٹھے ہو اگر تمہیں ہیرے مل جائیں یا برٹش حکومت تمہیں تاوان ادا کر دے تو تم اتنی جلدی اسلام آباد پہنچ کر کیسے جیکٹ کو ڈی ایکٹی ویٹ کرنے والا کوڈ بتاؤ گے۔''

''تم فکر نہ کرو اس کام کے لیے میرا ایک آدمی اسلام آباد میں موجود ہے میری سفارت خانے والوں سے بات ہو گئی ہے اور ان کا ایک نمبر مستقل میرے آدمی کے لیے خالی رہے گا۔ وہ آخری ایک منٹ میں بھی کال کر کے جیکٹ کو ڈی ایکٹی ویٹ کرا سکتا ہے۔''

میں نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھا۔ ''فتح خان تم سچ مچ ہوشیار ہوتے جا رہے ہو آگے پیچھے ہر چیز کا خیال رکھتے ہو۔''

وہ مسکرانے لگا۔ ''شہباز خان اب تو تم بھی مجھے ماننے لگا ہے۔''

''یہ سچ ہے گزشتہ کچھ عرصے سے تم مجھے چکرانے والی چالیں چل رہے ہو لیکن اب میں سمجھ گیا ہوں تمہاری ہر چال کے پیچھے ایک ہی مقصد ہوتا ہے کسی طرح میرے توسط سے ہیرے حاصل کرنا۔''

فتح خان کی مسکراہٹ کافور ہو گئی تھی۔ ''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''میں سو فیصد نہیں جانتا یہ دعویٰ تو تم خود بھی نہیں کر سکتے کہ اپنے عزائم کے بارے میں سو فیصد جانتے ہو۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن اس بار تم نے جو چال چلی وہ میں کسی حد تک سمجھ گیا ہوں۔''

''کیا سمجھ گئے ہو؟'' اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

''فتح خان تم ایک بگ گیم کا ایک چھوٹا حصہ ہو۔ یہ بگ گیم کون کھیل رہا ہے تم اس سے ناواقف نہیں ہو کیونکہ تم اس کا ایک حصہ ہو۔ بے شک چھوٹا سہی۔ اس کھیل کا اصل کھلاڑی ڈیوڈ شا ہے اور تم اس کے مقصد سے بھی واقف ہو لیکن اس کے ساتھ ہی تم اپنا کھیل بھی کھیل رہے ہو جس سے ڈیوڈ شا واقف ہے یا شاید ناواقف ہے۔ بہر حال وہ تم پر ظاہر نہیں کر رہا ہے۔''

فتح خان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ میری بات اسے کہیں نہ کہیں لگی ہے پھر وہ سنبھل کر بولا۔

''تم کیا جانتے ہو؟''

''فتح خان کہانی وہاں سے شروع کرتے ہیں جب تم نے برٹ شا کی موت کے بعد اپنے دوسرے پلان پر عمل درآمد شروع کیا اور ایمن کو جیکٹ پہنا دی۔ یہ تمہارا اپنا کھیل تھا لیکن برٹش سفارت خانے تک جانے کے بعد یہ صرف تمہارا کھیل نہیں رہا بلکہ اس میں ڈیوڈ شا بھی شامل ہو گیا۔ ڈیوڈ شا کی سب سے بڑی خواہش یہی ہو سکتی ہے کہ ایمن نہ رہے تاکہ اس کی جاگیر اور خطاب کو کوئی خطرہ بھی نہ رہے۔ دوسری طرف اسے تمہارا خیال بھی ہو گا وہ کھل کر تمہاری مخالفت نہیں کر سکتا ہو گا کیونکہ اس سرزمین پر تم اس کے سب سے زیادہ قابل مہرے ہو۔ لہٰذا

اس نے تمہیں چکر دینے کے لیے ایک اور چکر چلایا اور اس نے تم سے کہا کہ شہباز ملک بھارتیوں کو مطلوب ہے۔ اگر تم کسی طرح اسے پکڑ کر بھارتیوں کے حوالے کر دو تو وہ تمہیں برٹش حکومت سے تاوان دلوا دے گا...... میں نے ٹھیک کہا نا؟''

وہ غور سے سن رہا تھا اس لیے میں نے اچانک پوچھا تو اس نے غیر ارادی طور پر سر ہلا دیا۔ پھر وہ گڑ بڑا ہو گیا لیکن میں نے اس کا ردِعمل نظر انداز کر دیا اور بات جاری رکھی۔ ''تم نے ڈیوڈ شا کی بات مان لی لیکن ساتھ ہی ایسا بندوبست کیا کہ میں بھارتیوں کی قید میں نہ جانے پاؤں۔ پہلے تو میں تمہاری منصوبہ بندی کی داد دوں گا جو تم نے شہلا کی مدد سے مجھے ٹریپ کیا۔ مگر اس سے پہلے اجازت پا کر ایک سوال کروں گا۔''

''کیسا سوال؟''

''شہلا نے مجھے جو بریف کیس دیا تھا اس میں ٹائم بم تھا اور میں ایک منٹ کے فرق سے بچ گیا۔ مجھے مارنا تمہارا مقصد نہیں تھا تب میں اسے کیا سمجھوں۔''

فتح خان کی آنکھوں میں نظر آنے والی حیرانی اصلی تھی۔ ''بریف کیس میں ٹائم بم تھا......؟''

''بالکل اگر میں اسے ایک کھائی کے کنارے نہ رکھ دیتا تو آج اپنی قبر میں پڑا ہوتا۔''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''یہ شہلا کا کام ہے میں نے اسے ایسا کرنے کو نہیں کہا۔ وہ پہلے بھی کہتی رہی تھی کہ تمہارا کام تمام کر دوں...... کتیا کی بچی۔''

''ٹھیک ہے میں تمہاری بات تسلیم کر لیتا ہوں کہ یہ شہلا کا کام ہے لیکن وہ ہے تو تمہارے ساتھ ہی۔ تم نے اس کی مدد سے مجھے ٹریپ کیا تھا۔ اس کا مطلب ہے وہ تمہارے لیے ہی کام کر رہی ہے۔''

''یہ درست ہے لیکن جہاں تک تمہیں ختم کرنے کی کوشش کا تعلق ہے یہ اس کا انفرادی فعل تھا۔''

''میں یہ بھی تسلیم کر لیتا ہوں لیکن مستقبل میں تمہارا یہ عذر نہیں مانا جائے گا تم شہلا کے ذاتی عزائم سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہو۔'' میں نے کہا۔ ''تم نے بڑی خوب صورتی سے چارہ ڈال کر مجھے اس جگہ پہنچا دیا جہاں شہلا کا ٹھکانہ ہے۔ وہاں سے مجھے یوں پکڑ لیا جیسے پنیر کے لالچ میں آنے والا چوہا ٹریپ میں پکڑا جاتا ہے۔ تم نے میرے ساتھیوں کے ساتھ کیا کیا تھا؟''

''ان کو وہیں چھوڑ دیا تھا ان سے مجھے کوئی مطلب نہیں تھا۔ بعد میں تمہارے آنے والے آدمی انہیں لے گئے تھے۔''

''بات آگے بڑھانے سے پہلے میں ایک سوال اور کروں گا؟'' میں نے کہا فتح خان میری داستان میں پوری طرح دلچسپی لے رہا تھا شاید وہ جاننا چاہتا تھا کہ میں کس حد تک حالات سے باخبر ہو گیا تھا۔

''کرو۔''

''تم جانتے ہو کرنل زریسکی اور مہرو میں کیا رشتہ ہے اس کے باوجود تمہارا اس سے تعلق میری سمجھ میں نہیں آیا۔''

''اس میں نہ سمجھ میں آنے والی کون سی بات ہے۔ کرنل اور میرا تعلق شروع سے تھا۔ بعد میں اسے مہرا پسند آ گئی اور اس کے ساتھ جو ہوا تھا وہ ماضی میں ہوا تھا اس لیے کرنل اور میرے تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا۔''

''مہرو تمہارے خون کی پیاسی ہو رہی تھی اس نے اتنی آسانی سے تمہیں کیسے معاف کر دیا؟''

''یہ اس کا اور کرنل کا معاملہ ہے۔'' وہ لاپروائی سے بولا۔ ''میں نے اس سے کہا جو پہلے ہو چکا ہے اس کا ذکر بے کار ہے آئندہ کوئی شکایت ہو تو کہنا۔''

''کرنل بھی چالاک اور مفاد پرست آدمی ہے اس نے بھی ماضی پر مٹی ڈال دی ہو گی لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی مہرو اس خانہ بدوش قبیلے میں کیا کر رہی تھی جو ٹھیک اس جگہ موجود ہے جہاں مہرو کا اپنا قبیلہ آباد تھا۔''

فتح خان جو کئی جام پینے کے بعد خاصا سرور میں آ گیا تھا اور بڑے موڈ میں میری بات سن رہا تھا یک دم اس کا چہرہ بدل گیا وہ پتھریلے انداز میں سنجیدہ ہو گیا تھا۔ ''یہ بات تم کیسے جانتا ہے؟''

مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا میں اسے حیران کرنے کے جوش میں کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا۔ ''میں نے اتفاق سے اسے دیکھ لیا تھا۔ اگر میرے پاس وقت ہوتا تو میں اسے پکڑ بھی لیتا لیکن اسی وقت شہلا کے بارے میں اطلاع آ گئی اور مجھے وہاں جانا پڑا۔ اس کے بعد جو ہوا وہ تم مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہو۔ کرنل اس بات سے لاعلم تھا کہ تم نے نادر علی کو مجھ سے ملنے کا موقع دیا تھا۔''

''اس کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔'' فتح خان نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔ ایسا لگ رہا تھا وہ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا ہو۔ اس کا مطلب تھا کہ مہرو کا اس خانہ بدوش قبیلے میں ہونا کسی بہت خاص اہمیت کا حامل تھا۔ کیونکہ اس نے خود موضوع ختم کر دیا تھا اس لیے میں نے بھی اسے نظر انداز کر دیا۔ بعد میں اس معاملے کو بھی دیکھا جا سکتا تھا۔

''لیکن میرا تو ہے۔'' میں مسکرایا۔ ''نادر بھی اپنے بھائی کی طرف مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہا ہے وہ مجھ سے صلح کرنا چاہتا ہے۔''

''شہباز خان بہتر ہو گا ان لوگوں سے صلح کر لو تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا میرا مطلب ہے تم ان کے ذہن کا نہیں ہے ورنہ اب تک یہ دونوں بھائی مٹی میں مل چکا ہوتا۔''

''یہی تو مسئلہ ہے لیکن میں ان کے سامنے سر تو نہیں جھکا سکتا اور نہ ان پر اعتبار کر سکتا ہوں وہ بچھو فطرت رکھتے ہیں ڈنک مارنے سے باز ہی نہیں آ سکتے ہیں۔''

''خیر یہ تمہارا اپنا مسئلہ ہے۔'' فتح خان بولا۔ ''میرا مسئلہ مرشد ہے میں اسے نہیں چھوڑے گا۔ وہ میرے چچا زاد بھائی شہباز خان کا قاتل ہے اور اس کا بدلہ لینا میرا فرض ہے۔''

''لیکن تم جو کر رہے ہو اس سے مرشد کا کچھ نہیں بگڑتا۔''

''میں سمجھ گیا ہے اور تم جلد دیکھے گا مرشد کو ایسا جھٹکا لگے گا کہ وہ قدموں میں گرے گا اور اس کا اپنا لوگ اسے گدی سے اتار کر پھینک دے گا۔''

''پھر اس گدی پر نادر کو بٹھا دیا جائے گا جو مرشد سے زیادہ ہی دشمن ہے میرا۔''

فتح خان معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ ''شہباز خان فکر مت کرو ایک بار مرشد کا کانٹا نکل جائے اس کے بعد نادر بھی زیادہ دن نہیں رہے گا۔ ہاں تو تم کیا کہہ رہا تھا۔''

''کرنل زریسکی کے آدمی مجھے لے گئے اور اس نے مجھے قابو میں رکھنے کے لیے پہلے تو بے ہوش کرنے

والی دوا دی اور پھر ایک ایسی دوا دی جس سے میرا جسم سُست ہوگیا۔ اس نے اسی حالت میں مجھے بھارتیوں کے سپرد کر دیا لیکن اس نے دو کام کیے ایک تو دوا کی مقدار کم رکھی تھی جس سے میرا جسم جلد میرے قابو میں آ گیا۔ دوسرے اس نے مجھے جان بوجھ کر ایک چاقو فراہم کر دیا۔ اس کے بعد میرا کام آسان تھا۔ تم لوگوں نے اپنا معاہدہ پورا کر دیا۔ بھارتی مجھے لے کر دو ملکوں کی سرحد پار کر گئے اور اس کے بعد میں نے انہیں قابو کر لیا۔ تمہاری توقع کے عین مطابق اور انہیں واپس لے آیا۔ کرنل نے کمال اداکاری کی اور آخر تک انجان بنا رہا۔ اس نے مجھے شک کا موقع دیئے بغیر وہ سب کیا جو تم لوگوں کی پلاننگ تھی۔"

فتح خان چونکے بغیر انجان بن کر بولا۔ "کیا پلاننگ تھا ہمارا......؟"

"یہی کہ میں کرنل سے گاڑی اور زادِ راہ حاصل کر دوں اور اس کے بعد جب واپسی کا سفر کروں تو راستے میں مجھے وادی کا خیال آئے گا۔ مزید نشاندہی کے لیے کرنل نے وین میں نقشہ بھی رکھ دیا تھا جس میں خاص طور سے وضاحت تھی کہ یہاں آنے والا راستہ وادی کے پاس سے گزرتا ہے۔ ٹائمنگ بھی پرفیکٹ تھی۔ ایمن کے پاس چالیس گھنٹے سے بھی کم کا وقت رہ گیا تھا اور میں ایک آخری کوشش کر سکتا تھا۔ جیسا کہ میں نے کی۔ تم لوگوں نے اس حد چالاکی کی کہ وین کا رخ سڑک کی طرف کر کے کھڑا کیا اور اس میں چابی بھی لگی رہنے دی تھی۔ جس وقت بھارتی مجھے لے جا رہے تھے وین کا رخ کیبن کی طرف تھا اور اس محدود جگہ اسے گھمانے میں وقت لگتا۔ تمہارا مقصد تھا میں وین لے کر بھاگ نکلوں لیکن میں پہلے کیبن میں پہنچ گیا۔"

فتح خان نے سر ہلایا۔ "پر افسوس ہیرا پھر بھی نہیں ملا۔"

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم نے یہ سب کیوں کیا؟"

"اب وہ بھی بتا دو۔"

"فتح خان تمہیں شبہ تھا کہ برٹ شا مرنے سے پہلے مجھے کچھ بتا گیا ہے کم سے کم ہیروں کی جگہ کے بارے میں اشارہ ضرور دے گیا ہے۔ اب تم مجھ سے براہِ راست یہ بات معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ زبردستی کرنے کا مطلب ہوتا کھلی دشمنی اور تمہاری اس پالیسی کا پردہ چاک ہو جاتا جو تم نے میرے سلسلے میں اپنا رکھی ہے۔ یعنی اوپر اوپر سے دوستی جتاتے رہو اور اندرون خانہ میری جڑیں کاٹنے کا کام کرتے رہو۔"

"ٹھیک ہے میں نے یہ منصوبہ بنایا لیکن کامیابی تو پھر بھی نہیں ملا۔" اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"میرا خیال تمہیں اب بھی شبہ ہے کہ میں تمہیں دھوکا دے رہا ہوں حالانکہ تم پوری طرح مجھ پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ مجھے یقین ہے جب میں وادی میں پاگلوں کی طرح اوپر نیچے بھاگ دوڑ کر رہا تھا تو تم اور تمہارے ساتھی مجھے دیکھ رہے تھے۔ اگر میں ہیرے تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو تم اسی وقت مجھے گھیر لیتے۔ مگر جب میں ناکام رہا اور تمہارے ساتھی کے چھینکنے کی وجہ۔ [illegible] ار ہو کر وادی سے نکل بھاگا تب تم نے دوسرے متبادل منصوبے کے تحت مجھے قابو کر لیا۔"

فتح خان کچھ دیر مجھے غور سے دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پر مخصوص عیارانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "شہباز خان تم سب جانتا ہے بلکہ کچھ زیادہ ہی جانتا ہے۔ اب کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم پہلے سے جاننے کے بعد ہم سب کو بے وقوف بنا رہا ہو؟"

''تمہارا مطلب ہے کہ میں جانتا ہوں کہ ہیرے کہاں ہیں لیکن میں جان بوجھ کر تمہیں نہیں بتا رہا ہوں۔''

''ہاں میرا یہی خیال ہے۔'' فتح خان نے سر ہلایا۔ ''تم جان گیا ہے کہ ہیرا کدھر ہے۔''

''اگر میں جان گیا ہوں تو مجھے ایمن کے لیے بارگننگ کر لینی چاہیے تھی۔''

''نہیں تم آخری لمحے تک بارگننگ نہیں کرے گا۔'' فتح خان نے یقین سے کہا۔ ''تم کو امید ہے میں ایمن کو چھوڑ دے گا یا برٹش حکومت تاوان ادا کر دے گا۔''

''تم غلط فہمی کا شکار ہو میں نے پورے خلوص نیت سے ہیرے تلاش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں ناکام رہا۔ ویسے تم تسلیم کرتے ہو کہ ڈیوڈ شا سے تمہاری یہی ڈیل ہوئی تھی کہ تم مجھے پکڑ کر بھارتی حکومت کے حوالے کرو گے۔ اس کے بدلے ڈیوڈ شا برٹش حکومت پر تاوان کی ادائیگی کے لیے دباؤ ڈالے گا۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''پر ڈیوڈ شا نے پکا وعدہ نہیں کیا تھا کہ کام لازمی ہو گا۔''

''اسی سے اس کی نیت کا اندازہ کر لو۔''

''میں جانتا ہے لیکن اسے صاف جواب نہیں دے سکتا نہ اسے مجبور کر سکتا ہے۔ اس نے بتایا کہ برٹش گورنمنٹ کی پالیسی نہیں ہے یہاں اغوا ہونے والے کسی فرد کا تاوان نہیں دیا جاتا ہے۔''

''ہاں انہیں مرنے دیا جاتا ہے۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''اپنی گندی سیاست کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ خطہ ویسے ہی ان کی سیاست کا نشانہ بنا ہوا ہے۔''

''اب ایمن ایک ہی صورت میں بچ سکتا ہے کہ مجھے ہیرا مل جائے۔''

میں کچھ سوچ رہا تھا میں نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''فتح خان ڈیوڈ شا یہ تو جان گیا ہو گا کہ میں بھارتیوں کی قید میں آنے سے پہلے فرار ہو گیا ہوں لیکن کیا وہ یہ جانتا ہے کہ میں اب تمہاری قید میں ہوں۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''وہ نہیں جانتا ہے۔''

''بھارتیوں نے میرے بدلے تم لوگوں کو کیا ادا کیا ہے؟''

''ایک ملین ڈالرز۔'' فتح خان نے سوچ کر کہا۔ ''اس میں سے آدھے مجھے ملے اور آدھے کرنل کو ملے۔''

''لیکن اس کے پاس صرف دو لاکھ ڈالرز تھے۔''

''یہ وہ رقم نہیں ہے ادا کی جانے والی رقم روس کے ایک بنک میں گئی ہے۔''

''بنک میں۔'' میں نے اس کی بات پر غور کیا۔ ''فتح خان تمہارا روس کے کسی بنک میں اکاؤنٹ ہے؟''

''ہاں اگر مجھے ہیرے مل جائیں تو میں وہیں چلا جاؤں گا۔ وہاں مجھے کوئی نہیں پکڑ سکے گا۔''

''یہ تمہاری خوش فہمی ہے پکڑنے والے تمہیں ہر جگہ سے پکڑ سکتے ہیں۔ تم کہیں بھی سو فیصد محفوظ نہیں ہو گے۔''

''وہ بعد کا بات ہے بعد میں دیکھا جائے گا۔'' اس نے لاپروائی سے کہا۔

''اگر ڈیوڈ شا کو معلوم ہو جائے کہ ایک طرف تو تم لوگوں نے مجھے بھارتیوں کے حوالے کر دیا تھا اور دوسری طرف مجھے بچ نکلنے کا موقع بھی دیا تو اس کا ردعمل کیا ہو گا؟''

فتح خان مسکرایا۔ ''شاید وہ کچھ نہ بولے اور شاید اس کا ردعمل اچھا نہ ہو۔ پر میرے کو اس کا پروا ہوتا تو میں

یہ کام کیوں کرتا وہ مجھے استعمال کرتا ہے تو میں اسے استعمال کر رہا ہوں۔''

میں ہنسا۔''تم نے اور کرنل نے چالاکی سے کام لیا۔نوٹ بھی کما لیے اور مجھ پر احسان بھی کر دیا۔اب میں نہیں کہہ سکتا کہ تم نے میرے ساتھ کوئی برائی کی ہے۔''

فتح خان نے اپنے آدمی کو کھانا لانے کو کہا۔میرا خیال تھا اس وقت روکھی سوکھی کھانے کو ملے گی۔مگر خلاف توقع کچھ دیر میں ہمارے سامنے بھنا ہوا مرغ تھا یہ دیسی مرغ تھا جو دیسی گھی میں تلا گیا تھا۔کئی وقت کی ڈبل روٹی اور انڈوں کے کھانے کے بعد یہ من وسلویٰ تھا۔مرغ خاصا بڑا تھا اس لیے ہم دونوں کا ہی پیٹ بھر گیا تھا۔کھانے کے بعد فتح خان نے دوبارہ بوتل سنبھال لی اور میرے لیے کافی لانے کا حکم دیا۔اس کا ایک آدمی شاید ان کاموں کا ماہر تھا۔مرغ یقیناً پہلے ہی تیار ہو گیا تھا اور اوون میں رکھا تھا۔وہ گیا اور بس فٹافٹ نکال لایا۔

''اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟''میں نے فتح خان سے پوچھا۔

''ارادہ بتا دیا ہے اگر میرے کو تاوان نہیں ملا تو ایمن نہیں بچے گا۔''

''اسے مار کر تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔''

''نہ ملے پر وہ بھی نہیں بچے گا۔تم کو پتا نہیں ہے تم ادھر قید پڑا ہے لیکن انگلینڈ اور دنیا بھر میں میڈیا نے ایمن کے لیے ایک ہنگامہ کر دیا ہے۔بہت شور ہو رہا ہے۔''

یہ میرا ہی کام تھا۔مانی کی مدد سے ٹی وی چینلز کو اطلاع دی تھی اور اب اس کے نتیجے میں ایمن کا کیس میڈیا میں آ گیا تھا لیکن میں جانتا تھا اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا۔مغربی ممالک کی حکومتیں میڈیا کے آگے اپنی پالیسی نہیں بدلتی ہیں وہ جانتی ہیں میڈیا کی حیثیت ایک عارضی طوفان سے زیادہ نہیں ہوتی ہے جو بس چند دن دھوم مچاتا ہے اور پھر یوں غائب ہو جاتا ہے جیسے کبھی آیا ہی نہیں تھا۔ان کی نظریں ہمیشہ مستقبل میں ملک کے مفاد پر مرکوز رہتی ہیں اگر وہ محسوس کریں کہ کسی پالیسی پر عمل کرنے سے ان کے ووٹر ناراض ہو جائیں گے لیکن یہ ملک کے مفاد میں ہے تو وہ ووٹرز کی پروا کیے بغیر اپنی پالیسی پر عمل کرتی ہیں چاہے اس کے جواب میں ان کی حکومت کیوں نہ چلی جائے۔اس لیے یہ سوچنا خوش فہمی سے زیادہ کچھ نہیں تھا کہ ایمن کا کیس میڈیا میں جانے سے اس کی جان بچنے کی امید پیدا ہوگی۔مگر میرے بس میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں تھا۔فتح خان بھی میرے قبضے میں نہیں تھا الٹا میں اس کے قبضے میں تھا۔اس کا آدمی میرے لیے چائے لے آیا تھا اور اس بار دودھ اور چینی کم تھی۔

فتح خان نے اچانک پوچھا۔''شہباز تم ایمن کو بچانے کے لیے کیا کر سکتا ہے؟''

''میں اس کو بچانے کے لیے اپنی جان تک داؤ پر لگا سکتا ہوں۔''

''سچ کہتا ہے۔''فتح خان نے بے یقینی سے کہا۔''تم اس سے محبت بھی نہیں کرتا ہے۔''

''میں اس سے وہ محبت نہیں کرتا ہوں جو آدمی کو اپنی عورت سے ہوتی ہے لیکن وہ میری دوست ہے۔آدمی دوست کے لیے بھی تو جان دے سکتا ہے۔''

''اگر میں تم سے کہے کہ اس کے بدلے میں تم کو مار دیتا تو تم مان جاؤ گے؟''فتح خان نے کہا اور اچانک پستول نکال کر مجھ پر تان لیا۔اس کا لہجہ بدل گیا تھا اور اس میں سختی اور سفاکی آ گئی تھی۔میں مسکرایا۔

''فتح خان تم کوئی کام بے سبب نہیں کرتے ہو تو ایمن کے بدلے مجھے مارنے میں کیا مصلحت ہو سکتی

ہے؟''

''تم میرے لیے خطرناک ہوتا جارہا ہے۔''

''حالانکہ میں نے کبھی تمہارے کاموں میں ٹانگ نہیں اڑائی یہ تم ہی ہو جو ہمیشہ میرے معاملے میں مداخلت کرتے رہے ہو۔ تمہیں مجھ سے جو نقصان ہوئے وہ ہمیشہ غیر ارادی ہوتے تھے جب کہ تم ہمیشہ جان بوجھ کر مجھے نقصان پہنچاتے رہے۔ اس لحاظ سے تو تم میرے لیے خطرناک ہو۔''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''تم نہیں جانتا کہ تمہاری وجہ سے میرے کو کتنا نقصان ہوا۔ وہ وقت جو میں ہیرے تلاش کرنے میں لگا سکتا تھا تمہارے پیچھے لگا۔''

میں نے شانے اچکائے۔ ''فتح خان میں نے کبھی نہیں کہا آ بیل مجھے مار۔''

''تم بات بدل رہا ہے ابھی کہہ رہا تھا کہ ایمن کے لیے جان بھی دے سکتا ہے۔''

''میں بات نہیں بدل رہا، اگر تم مجھے مارنے کا فیصلہ کر چکے ہو تو میں تمہارے قبضے میں اور بے بس ہوں۔ مجھے مارنے کے لیے تمہیں ایمن کا نام استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''نہیں شہباز خان میں تمہیں خالی ہاتھ دنیا سے نہیں بھیجنا چاہتا ہے۔ میں چاہتا ہے کہ تمہارے قتل کی کچھ تلافی کرکے بھیجے۔''

''یعنی تم ایمن کو چھوڑ کر میرے قتل کی تلافی کرنا چاہتے ہو۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''یہی بات ہے۔''

''لیکن تم نے ایمن کو نہیں چھوڑا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''مرنے کے بعد مجھے کیا پتا چلے گا کہ تم نے اسے چھوڑ دیا ہے یا نہیں۔''

فتح خان نے میری بات پر غور کیا۔ ''تم چاہتا ہے میں پہلے اسے چھوڑ دے پھر تم کو مارے۔''

''ہاں تاکہ مجھے اطمینان رہے میں جس کام کے لیے جان دینے کو تیار ہوا تھا وہ ہو گیا ہے۔''

فتح خان سوچتا رہا پھر اس نے سر ہلایا۔ ''ٹھیک ہے میں پہلے ایسا کرے گا اب تم آرام کرو۔''

''انسان اپنی زندگی کے آخری وقت میں آرام کیسے کر سکتا ہے۔'' میں نے کہا تو میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی اور میں اسے خوف کی لہر سمجھا تھا لیکن جب یہ سنسنی رفتہ رفتہ پورے جسم پر حاوی ہونے لگی تب مجھے پتا چلا فتح خان میرے ساتھ ہاتھ کر گیا تھا چائے میں کوئی خواب آور دوا تھی۔ میں نے اٹھنا چاہا لیکن ہاتھ پیروں کی سنسنی اتنی بڑھ گئی تھی کہ مجھ سے ہلا بھی نہیں گیا۔ رفتہ رفتہ یہ سنسنی ذہن پر بھی طاری ہو گئی اور پھر مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں ایک خالی کمرے میں بچھے قالین پر پڑا تھا۔ دروازے کی ساخت سے میں نے اندازہ لگایا کہ میں اسی کوٹھی میں تھا کیونکہ اس میں ایسے ہی دروازے لگے تھے۔ یہ کیل یا دیوار کی نہایت مضبوط لکڑی سے بنے تھے اور انہیں کوئی رستم زماں ہی توڑ سکتا تھا۔ ایک طرف ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو میرے اندازے کے عین مطابق باتھ روم کا دروازہ ثابت ہوا۔ ہوش میں آنے کے بعد مجھے چکر نہیں آئے تھے اور نہ ہی طبیعت میں خرابی محسوس تھی ہاں باتھ روم جانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی اس لیے میں وہاں چلا آیا۔ باتھ روم بھی نہایت محفوظ قسم کا تھا۔ اس میں ایک چھوٹا سا روشن دان تھا جس سے زیادہ سے زیادہ درمیانے سائز کی بلی نکل

سکتی تھی۔ وہ بھی اگر بلی آبادی بڑھانے کے موڈ میں نہ ہو۔ واش روم بھی بہترین قسم کا تھا اور یہاں گرم پانی آ رہا تھا۔ نہ جانے فتح خان کی اپنی کوٹھی تھی یا اس نے حسبِ معمول کسی ایسی جگہ کو تاڑا تھا جس کا مالک شہر میں ہوتا تھا۔ چوکیدار مجھے اسی کوٹھی کا لگا تھا شاید فتح خان نے اسے لالچ دے کر ساتھ ملا لیا تھا اور اب دھڑلے سے کوٹھی استعمال کر رہا تھا۔ میں باتھ روم سے باہر آیا تو فتح خان کے دونوں آدمی کمرے میں موجود تھے۔

''چلو خان جی نے بلایا ہے۔''

''چلو۔'' میں دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ دونوں شاٹ گنوں سے مسلح اور پوری طرح چوکس تھے۔ میرا اندازہ تھا کہ ابھی صبح کا وقت تھا میں کم سے کم آٹھ گھنٹے تو سویا تھا۔ دوا کے اثر کے علاوہ تھکن بھی تھی کیونکہ میں ڈیڑھ دن سے جاگ رہا تھا۔ وہ دونوں مجھے اسی نشست گاہ میں لائے۔ میز پر ناشتہ سجا ہوا تھا اور یہ شاندار روایتی قسم کا ناشتہ تھا۔ دیسی گھی میں بنے پراٹھے تھے۔ ابلے اور تلے ہوئے انڈے تھے۔ مکھن کے ساتھ شہد اور پنیر بھی تھا۔ میں نے صوفے پر نیم دراز فتح خان کی طرف دیکھا۔

''یہ تو لگ رہا ہے کسی سزائے موت کے مجرم کے لیے آخری ناشتہ آیا ہے۔''

فتح خان اس وقت سگریٹ نوشی کر رہا تھا اس نے سر ہلایا۔ ''تم ایسا بھی سمجھ سکتا ہے۔''

میں نے ناشتے کا آغاز کیا۔ ''تم نے کہا تھا کہ ایمن کی جان بخش دو گے؟''

''ہاں میرا آدمی کام کر رہا ہے ابھی اس کی کال آئے گی۔''

''مجھے یہاں کہیں فون نظر نہیں آ رہا ہے اور موبائل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔''

''تم فکر مت کرو میرے پاس یہ ہے۔'' فتح خان نے جیکٹ کی جیب سے ایک چھوٹا سا سیٹلائیٹ فون نکال کر دکھایا۔ ''اس کے ساتھ میں کے ٹو کی چوٹی سے بھی کسی سے رابطہ کر سکتا ہے۔''

''تمہارے لیے کیا مسئلہ ہے تم ایک فون کال کر کے اپنے آدمی حکم دو گے اور وہ برٹش سفارت خانے کال کر کے جیکٹ کو ناکارہ بنانے والا کوڈ بتا دے گا۔''

''ہاں لیکن میرے آدمی کو اپنی حفاظت کا بندوبست بھی کرنا ہوگا۔ وہ گورا بہت تیز ہوتا ہے۔ وہ کال کا سراغ لگا کر میرے آدمی تک آ سکتا ہے۔'' فتح خان نے کہا۔ ''پھر ایک چکر اور بھی ہے میرے کو شبہ ہے میرا آدمی کوڈ بتا دے گا تب بھی ایمن نہیں بچے گا۔''

میں چونک گیا۔ ''تمہارا مطلب ہے وہ اسے مرنے دیں گے؟''

''ہاں یہ گورا لوگ بہت...... ہوتا ہے۔'' فتح خان نے روانی سے ایک گالی استعمال کی۔ ''ضرورت پڑنے پر مظلوم بننے کے لیے اپنی ماں کو بھی مروا سکتا ہے۔ پھر ڈیوڈ شا بھی ہے۔''

''اصل مسئلہ وہی ہے اور وہ ایمن کو مروانا چاہتا ہے۔''

''میں نے خود دیکھا ہے سفارت خانے کا لوگ اس کے سامنے خاندانی ملازموں کی طرح ہوتا ہے۔''

''تب تم نے اس کا کوئی حل سوچا ہوگا؟''

''وہی جو تم نے کیا تھا۔'' فتح خان مسکرایا۔ ''میں نے اپنے آدمی کو لگا دیا ہے وہ یہ کوڈ ٹی وی چینلوں کو بھیجے گا اور پھر سفارت خانے کال کرے گا۔''

''یہ تم نے ٹھیک کام کیا ہے۔'' میں نے بے ساختہ کہا۔ ''ابھی کیا وقت ہوا ہے؟''

سات بجے ہیں۔'' وہ بولا۔ ''ابھی سات گھنٹے کا وقت ہے اس کے بعد ہی جیکٹ پھٹے گا۔''

میرا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''اگر ڈیوڈ شا اس معاملے میں ملوث ہے تو وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ کوڈ غلط بتایا تھا اور اسے لگاتے ہی جیکٹ پھٹ گئی۔''

فتح خان بھی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ ''ہاں ایسا ہو سکتا ہے میڈیا والا ابھی کچھ نہیں کر سکتا ہے بلکہ وہ الٹا میرے خلاف بولے گا کہ میں جان بوجھ کر غلط کوڈ بتایا ہے۔''

''میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے اگر تم مان لو۔''

''کیا ترکیب ہے؟''

''مجھے ڈیوڈ شا سے بات کرنے دو۔''

فتح خان چونکا۔ ''اس سے بات کر کے تم کیا کرے گا؟''

''میں ظاہر کروں گا کہ میں نے تم پر قابو پا کر کوڈ حاصل کر لیا ہے اور میں ایمن کو بچانے کی کوشش کر رہا ہوں میں اسے لالچ دوں گا کہ اگر اسے میرا تعاون چاہیے تو وہ اس معاملے میں ٹانگ اڑانے سے باز رہے۔''

''تمہارے خیال میں وہ باز آجائے گا؟'' فتح خان کا لہجہ استہزائیہ تھا۔

''کیا کہا جا سکتا ہے آدمی کے بارے میں۔'' میں نے پر اٹھا نگلتے ہوئے کہا۔ ''سوچا تو میں نے یہ بھی نہیں تھا کہ کبھی تم میری جان لینے کو کہو گے اور میں دے دوں گا۔''

فتح خان نے غور سے مجھے دیکھا۔ ''شہباز خان کیا تم سنجیدہ ہے؟''

''یہ تو تم پر ہے کیا تم میری جان لینے میں سنجیدہ نہیں ہو؟''

''میں سو فیصد سنجیدہ ہے اگر میں نے ایمن کو چھوڑا تو تم کو نہیں چھوڑے گا۔''

''تب میں بھی سنجیدہ ہوں۔ شاید تم حیران ہو کہ میں اتنا خاموش کیوں ہوں جان بچانے کے لیے کوشش کیوں نہیں کر رہا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میری تم سے ڈیل ہو گئی ہے اگر تم ایمن کو چھوڑ دو گے اور وہ بچ جائے گی تو میں بغیر کسی مزاحمت کے خود کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ اگر تم نے ڈیل پوری نہ کی تو میں اپنی جان بچانے کی پوری کوشش کروں گا۔''

فتح خان نے سر ہلایا اور سیٹلائیٹ فون پر کوئی نمبر ملاتے ہوئے بولا۔ ''میں ڈیوڈ شا کا نمبر ملا رہا ہے وہ اس نمبر کے بارے میں نہیں جانتا ہے تم بھی اسے نہیں بتائے گا کہ یہ میرا فون ہے اور تم میرے پاس ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں۔'' میں نے کہا اور فون لے لیا۔ یہ عام موبائل فون کی نسبت موٹا اور بھدا سا تھا اس کی اسکرین بھی بالکل سادہ تھی جس میں صرف نمبر لکھا ہوا آرہا تھا میں نے یہ نمبر ذہن نشین کر لیا۔ اگرچہ فی الحال اس کا کوئی فائدہ نظر نہیں آرہا تھا لیکن ہو سکتا تھا مستقبل میں کوئی فائدہ ہو بھی جاتا۔ آنے والا وقت تو اللہ کے ہاتھ میں تھا ہم صرف اندازے لگا سکتے ہیں کہ ایسا ہو گا اور ویسا ہو گا۔ ڈیوڈ شا نے خاصی دیر بعد کال ریسیو کی۔

''ڈیوڈ شا میں بات کر رہا ہوں اگر تم آواز سے پہچان سکو۔''

''شہباز تم......'' اس نے توقف کر کے کہا۔ ''تم کہاں ہو؟''

''میں جہاں بھی ہوں آزاد ہوں اور اس قابل ہوں کہ تم سے بات کرسکوں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ڈیوڈ شا میرے پاس وقت کم ہے اس لیے براہِ راست بات کروں گا۔ میں نے فتح خان پر قابو پا کر جیکٹ ڈی ایکٹی ویٹ کرنے والا کوڈ معلوم کرلیا ہے۔ میں وہ کوڈ برطانوی سفارت خانے کو بھیج رہا ہوں اور ساتھ ہی میڈیا کو بھی دے رہا ہوں۔''

''تو میں کیا کرسکتا ہوں۔'' اس کا لہجہ حسبِ معمول سرد تھا۔

''ڈیوڈ شا تم یہ کرسکتے ہو کہ اس معاملے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالو گے......''

''میری طرف سے کوئی......''

''میری بات مت کاٹو۔'' میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔ ''میں اچھی طرح جانتا ہوں تم کیا کررہے ہو اور تمہاری کوششیں کتنی کامیاب جارہی ہیں۔ اس لیے میں نے تمہیں کال کرنے کی زحمت کی ہے۔''

''تمہیں میرا یہ نمبر کہاں سے ملا؟''

''فتح خان سے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اس سے تم اندازہ کرسکتے ہو کہ میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔''

ڈیوڈ شا خاموش ہوگیا وہ شاید دل ہی دل میں تجزیہ کررہا تھا کہ میری اس کال کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔ میں سکون سے انتظار کررہا تھا۔ بالآخر اس نے کہا۔ ''شہباز ملک اس کے بدلے مجھے کیا ملے گا؟''

''میرا تعاون......''

''میں کیسے یقین کرلوں۔''

''میں تمہیں یقین دلانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں لیکن اگر ایمن کو کچھ ہوا تو اس پر پورا یقین کرلو کہ تم میرا تعاون ہمیشہ کے لیے کھو دو گے۔''

''اگر یہ ڈیل ہے تو مجھے منظور ہے ایمن کو کچھ نہیں ہوگا لیکن اگر تم بعد میں مکرے تو وہ زندہ نہیں رہے گی۔''

ڈیوڈ شا نے کہا اور کال کاٹ دی۔ اس نے صاف دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے بعد میں تعاون سے گریز کیا تو وہ ایمن کو نہیں چھوڑے گا۔ فتح خان نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

''وہ مان گیا ہے۔'' میں نے بتایا۔ ''لیکن اس شرط پر کہ میں بعد میں اس سے تعاون کروں گا ورنہ وہ ایمن کو نہیں چھوڑے گا۔''

''تم زندہ رہے گا تو اس سے تعاون کرے گا۔''

''ہاں یہ تو ہے لیکن بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ ابھی تو ایمن بچ جائے پھر آگے اس کی حفاظت کرنے والا وہی ہے جو سب کی حفاظت کرتا ہے۔'' میں نے لاپروائی سے کہا۔ میرا ناشتہ تقریباً مکمل ہوگیا تھا آخر میں میری پسند کی چائے تھی۔ فتح خان میری پسند ناپسند سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے اس نے ایسی چائے بنوائی تھی۔ فتح خان نے سیٹلائیٹ فون پر اپنے آدمی سے رابطہ کیا اور اسے حکم دیا۔

''برٹش ایمبیسی کال کرو اور خود کوڈ بتاؤ جب کام ہوجائے تو مجھے کال کرنا۔''

میں نے چائے پیتے ہوئے کہا۔ ''سنو فتح خان تم جو کہو گے وہ یک طرفہ ہوگا کیا میں خود تصدیق نہیں کرسکتا کہ ایمن محفوظ ہے یا نہیں۔''

''میں تصدیق کرادے گا۔'' اس نے یقین دلایا۔

وقت گزرتا گیا ایک گھنٹے بعد میں نے کہا۔ ''تمہارا آدمی کتنی دیر لگائے گا تصدیق کرنے میں۔''

''زیادہ دیر نہیں لگائے گا یہ کام بہت نازک ہے وہ کئی بار کوڈ کی تصدیق کرے گا اور دوسری طرف سے بھی بار بار پوچھا جائے گا۔ ایک نمبر بھی غلط ہو گیا تو......'' فتح خان کی بات ادھوری رہ گئی اس کے سیٹلائیٹ فون کی بیل بجی۔ اس نے کال ریسیو کی اور دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سن کر کال کاٹ دی اس نے میری طرف دیکھا۔

''کام ہو گیا ہے ایمن کی جیکٹ ڈی ایکٹیویٹ کر دی گئی ہے تم چاہو تو تصدیق کر سکتے ہو۔''

''وہ کیسے......سفارت خانے کال کر کے......؟''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''ان کو اس نمبر کا پتا چل جائے گا میرے پیچھے تو وہ اب بھی پڑیں گے۔''

''پھر کیسے تصدیق ہو گی کہ ایمن کی جیکٹ اتر گئی ہے۔''

''میرے ساتھی تصدیق کر سکتے ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن کیا تم مجھے ان سے بات کرنے کی اجازت دو گے؟''

''دے گا پر تم صرف بات کرے گا اس کے علاوہ کوئی اشارہ نہیں دے گا۔''

''مجھے منظور ہے۔'' میں نے کہا اور فتح خان نے مجھے فون دے دیا۔ میں نے عبداللہ والی کوٹھی کا نمبر ملایا اور اتفاق سے کال عبداللہ نے ریسیو کی۔ میری آواز سن کر وہ چلایا۔

''آپ......کہاں ہیں جناب؟''

''چلاؤ مت......میری بات غور سے سنو میں بیس منٹ بعد دوبارہ کال کروں گا اس وقت تم تصدیق کرو کہ برٹش سفارت خانے میں موجود ایمن کو پہنائی جیکٹ اتر گئی ہے یا نہیں اور وہ ٹھیک ہے۔''

''میری بات......''

''بعد میں پہلے یہ کام کرو۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

فتح خان نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ ''تم نے ٹھیک بات کیا۔''

''فتح خان میں تم سے معاہدے کا پابند ہوں مگر تم نے اچانک ہی دشمنی کا یہ باب ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کی وجہ بتا سکتے ہو۔''

''نہیں۔'' اس نے قطعی لہجے میں کہا۔ ''لیکن یوں سمجھ لو کہ میں کچھ ایسا کام کر رہا ہوں جس میں تم لازمی ٹانگ اڑائے گا اگرچہ اس کا تمہاری یا تمہارے ساتھیوں کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہیرے میرے ہاتھ سے نکل گئے ہیں اب میرے پاس یہ آخری چانس رہ گیا ہے۔ اسے میں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا۔''

مجھے حیرت ہوئی ایسا کون سا کام ہو سکتا تھا جس میں فتح خان کو خطرہ تھا کہ میں لازمی ٹانگ اڑاؤں گا اور اس کا مجھ سے یا میرے ساتھیوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ پھر وہ کام ایسا تھا جس میں فتح خان کو ہیروں کا متبادل مل جانے کی امید تھی۔ ''مجھے بھلا کیا ضرورت ہے اپنے پھڈے چھوڑ کر پرائے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی۔ تم جانتے ہو میری ایسی فطرت نہیں ہے۔''

''میں جانتا ہے لیکن یہ بھی جانتا ہے کہ تم اس معاملے میں لازمی ٹانگ اڑائے گا اور مجھے بہت مشکل ہو گا۔ ورنہ میں آسانی سے یہ کام کر لے گا۔''

فتح خان سے گفتگو کے دوران میرا ذہن سوچتا جا رہا تھا کہ ایسی کون سا معاملہ تھا۔ مگر فی الحال میرے ذہن میں ایسا کوئی معاملہ نہیں آ رہا تھا۔ میں نے بیس منٹ بعد عبداللہ کو کال کی۔ میری آواز سنتے ہی اس نے کہا۔ ''جناب میں نے تصدیق کر لی ہے مس شا کی جیکٹ ڈی ایکٹی ویٹ ہونے کے بعد اتر گئی ہے اور وہ بالکل ٹھیک ہیں۔''

''یہ تم نے اچھی خبر سنائی۔ یہ بتاؤ کہ وسیم اور دوسرے لوگ ٹھیک ہیں؟''

''ہاں وہ سب خیریت سے ہیں اور ہم آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔''

''تم لوگ بے کار میں اپنی توانائیاں ضائع مت کرو۔'' میں نے مشورہ دیا۔ ''اگر زندہ رہا تو جلد لوٹ آؤں گا۔''

''لیکن آپ ہیں کہاں؟''

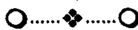
''سمجھ لو دشمن کی قید میں ہوں۔'' میں نے کہا اور کال کاٹ دی پھر فون فتح خان کی طرف بڑھا دیا جو اس نے موبائل جیب میں رکھ لیا۔ وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''شہباز خان مجھے افسوس ہے۔''

''افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے تمہیں کبھی دوست نہیں سمجھا جو مجھے افسوس ہو۔''

اس نے سر ہلایا اور اپنا پستول نکال لیا۔ ''اٹھو اور باہر چلو۔''

وہ غالباً اس جگہ کو خون سے صاف رکھنا چاہتا تھا۔ فتح خان کا ایک آدمی دروازے کی طرف بڑھا لیکن جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اچھل کر اندر آ پڑا۔ اس کے سینے سے خون کا فوارہ بلند ہو رہا تھا۔ دوسرا آدمی دروازے کی طرف لپکا تھا مگر اسے وہاں تک پہنچنا نصیب نہیں ہوا گولی اس کے سر میں لگی اور وہ لٹو کی طرح گھومتا اور سر سے خون اچھالتا ہوا ایک صوفے پہ جا گرا اس کا پستول اچھل کر میرے سامنے میز کے ساتھ آ پڑا۔ جو نیچے پڑا تھا وہ لائٹ براؤن رنگ کے قالین کو سرخ کر رہا تھا۔ دوسرا صوفوں کو اپنے خون سے رنگ دے رہا تھا۔ فتح خان اس جگہ کو خون آلود ہونے سے بچانا چاہتا تھا لیکن ایک منٹ سے کم وقت میں نشست گاہ میں خون ہی خون نظر آنے لگا تھا۔ فتح خان کے ہاتھ میں پستول تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرے کہ دروازے کی طرف سے ایک فائر اور ہوا اور اس بار فتح خان کے ہاتھ سے پستول اڑ گیا۔ اس نے چلا کر گالی دی۔ اس کے ہاتھ سے خون ٹپک رہا تھا لیکن زخم زیادہ خطرناک نظر نہیں آ رہا تھا۔ باہر موجود شخص بے آواز ہتھیار سے فائر کر رہا تھا اس لیے فائرنگ کی آواز بھی نہیں آئی تھی۔ جب اس نے فتح خان کو بھی نہتا کر دیا تو اندر قدم رکھا۔ میں اور فتح خان دونوں حیران رہ گئے تھے۔



اندر قدم رنجہ فرمانے والی شخصیت کرنل زریسکی یا عبدالرحمٰن کی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک عدد سائلنسر لگا پستول تھا جس سے اس نے ایک منٹ سے بھی کم وقت دو افراد کو دنیا سے رخصت کیا تھا اور ان کے سرغنہ کو نہتا کر دیا تھا جو زیادہ مشکل کام تھا۔ یہ مشکل خود کرنل نے لی تھی ورنہ اس کے لیے مشکل نہیں تھا کہ فتح خان کو بھی اس کے

ساتھیوں کی طرح دنیا سے رخصت کر دیتا لیکن وہ کسی وجہ سے اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ کرنل نے اندر آتے ہی ایک رومال فتح خان کی طرف اچھال دیا۔ ''اسے اپنے زخم پر لپیٹ لو۔''

فتح خان نے رومال کی طرف دیکھا بھی نہیں جو اس کے قدموں میں گرا تھا وہ خونی نظروں سے کرنل کو دیکھ رہا تھا۔ کرنل کے پیچھے اس کے دونوں گرگے یعنی منکر نکیر تھے۔ ان کے ہاتھوں میں پھر وہی مخصوص ساخت کی شاٹ گنیں موجود تھیں جو میں کیبن سے نکال لایا تھا اور ایک گہری کھائی میں پھینک دی تھیں ظاہر ہے یہ وہ شاٹ گنیں نہیں تھیں۔ میں اس میز کی آڑ سے نکل آیا تھا جہاں میں فائرنگ سے بچنے کے لیے لیٹ گیا تھا حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی کرنل نے ایک بھی فالتو گولی نہیں چلائی تھی۔ اس نے صرف تین فائر کیے تھے اور تینوں گولیاں اپنے نشانے پر لگی تھیں۔ اس سے پتا چلتا تھا کہ اس کا نشانہ کتنا اچھا تھا۔

''کرنل یہ کیا ہے؟'' فتح خان جنگل سے تازہ تازہ چڑیا گھر میں وارد ہونے والے شیر کی طرح دھاڑا۔

''یہی تو میں تم سے پوچھنے آیا ہوں۔'' کرنل نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ ''وہ ہیرے کہاں ہیں جن کے لیے تم نے اتنا لمبا چوڑا چکر چلایا؟''

''ہیرے نہیں ملے۔'' فتح خان نے اطمینان سے کہا اس نے خود پر قابو پالیا تھا۔ ''میرا اسکیم ناکام رہا۔''

''لیکن میری اسکیم ناکام نہیں رہے گی۔'' کرنل نے کہا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ ''اس کی تلاشی لو۔''

فتح خان نے صورتِ حال کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے دونوں ہاتھ بلند کر لیے تھے۔ منکر نکیر نے اس کی تلاشی لے کر ایک عدد پستول، ایک خوفناک خنجر، سیٹلائیٹ فون اور کچھ رقم برآمد کی تھی۔ فتح خان نے ہاتھ نیچے کرنے کے بعد اپنا رومال نکال کر ہاتھ پر لپیٹ لیا۔ ''کرنل تمہاری نیت خراب ہوگیا ہے کیا؟''

''نہیں مجھے عقل آگئی ہے۔'' وہ بولا۔ ''میں تم جیسے گدھے کے کہنے پر چلتا رہا اور اپنا نقصان کرتا رہا۔''

کرنل کے آدمی نے فتح خان کے پاس سے نکلنے والی چیزیں وہیں پھینک دی تھیں۔ فتح خان ہنسا۔ ''اب تم کو عقل آگیا ہے لیکن بہت دیر سے آیا اب تم کیا کرے گا؟''

''تم دیکھ لو گے۔'' کرنل نے کہا۔ ''اب روانگی کی تیاری کرو۔''

''میرا خیال ہے ہماری واپسی ہوگی کیبن کی طرف اور وہاں سے میری روانگی ہوگی بھارتیوں کے ساتھ۔'' میں نے پہلی بار کہا۔ ''کرنل شاید تم نے کوئی نیا سودا کر لیا ہے۔''

اس نے بے نیازی سے میری طرف دیکھا اور باہر چلا گیا اس کے گرگوں نے اپنے ہتھیاروں سے اشارہ کیا اور ہمیں بھی باہر آنا پڑا۔ دن میں اس جگہ کو دیکھ کر میرا اندازہ غلط ثابت ہوا تھا یہ بالکل ویرانہ نہیں تھا لیکن باقاعدہ آبادی بھی نہیں تھی دور دور ایسی ہی کوٹھیاں پہاڑیوں پر بکھری ہوئی تھیں جیسی کوٹھی میں اس وقت ہم تھے۔ یہ امرا کا علاقہ تھا۔ مجھے پورچ میں اس آدمی کی لاش دیکھ کر افسوس ہوا جو شاید یہاں چوکیدار تھا اور اس نے چند سو یا ہزار کے لالچ میں موت خرید لی تھی۔ اسے بے خبری میں پشت سے گولی ماری گئی تھی جو اس کے دل میں اتر گئی تھی اسے تڑپنے تو کیا آواز نکالنے کا موقع بھی نہیں ملا ہوگا۔ میں نے کرنل کی طرف دیکھا۔ ''کیا یہ قتل و غارت گری ضروری تھی؟''

''یہ میں بہتر جانتا ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''وین میں بیٹھو۔''

وین کا عقبی حصہ ایک بار پھر میرے لیے چشم براہ تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس بار میں اکیلا نہیں تھا بلکہ فتح خان کو بھی میرے ساتھ سفر کا اعزاز حاصل ہو رہا تھا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے فتح خان سے ''پہلے آپ'' کہا اور وہ مجھے گھورتا ہوا وین میں گھس گیا۔ جیسے ہی ہم دونوں وین میں داخل ہوئے باہر سے اس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں نے فتح خان کی طرف دیکھا۔ ''مجھے افسوس ہے تم نشست گاہ کو میرے خون سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن تمہارے ساتھیوں نے تو اسے مذبح خانہ بنا دیا۔''

فتح خان کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ ''تمہارا قسمت اچھا ہے تم ایک بار پھر بچ گیا۔''

''حالانکہ موت سے کوئی بندہ بشر کبھی نہیں بچ سکتا ہے۔'' میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''بہرحال میں پوری نیک نیتی سے تمہارے ہاتھوں مرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔''

فتح خان نے عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ ''مجھے اب تک یقین نہیں آ رہا ہے۔''

''اس میں یقین نہ کرنے کی کون سی بات ہے۔ اگر تقدیر نے میری موت یہاں تمہارے ہاتھوں لکھی ہوتی تو میں کچھ بھی کر لیتا بچ نہیں سکتا تھا اور اگر ایسا نہیں تھا جیسا کہ نہیں ہوا تو تم کچھ بھی کر لیتے میری جان نہیں لے سکتے تھے جیسا کہ ہوا۔''

''تمہیں پتا تھا کہ کوئی آ جائے گا؟'' اس نے شک سے کہا۔ ''جو تم کو بچا لے گا۔''

''ہاں خواب میں آیا تھا کرنل۔'' میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''اس نے کہا تھا میں بس آنے والا ہوں مرنا نہیں۔''

''میں اسے چھوڑے گا نہیں ایسے مارے گا کہ اس کا روح بھی قیامت تک بلبلاتا رہے گا۔'' فتح خان نے غالباً خود سے کہا اور روئے سخن یقیناً کرنل کی طرف تھا۔

''تمہیں شک نہیں ہوا کہ کرنل تمہارا دشمن بن گیا ہے؟''

''شک کا کوئی وجہ نہیں تھا پھر میرا خیال تھا اسے اس جگہ کا پتا نہیں ہے۔''

''لیکن اسے پتا تھا اور اس نے عین موقع پر پہنچ کر تمہارے رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔'' میں نے کہا۔ ''فتح خان کیا تم نے اسے ہیروں کے بارے میں بتا دیا تھا؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''میں نے زندگی کا سب سے بڑا غلطی کیا اس خنزیر کو بتا کر۔''

''اب تمہارے ساتھ میں بھی بھگتوں گا ویسے یہ ہمیں کہاں لے جا رہا ہے؟'' میں نے ایک طرف ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ ''یہ بڑی ظالم وین ہے تم نے کہاں سے حاصل کی؟''

''یہی لایا تھا روس سے۔'' فتح خان بولا۔

میں حیران ہوا۔ ''اس کا مطلب ہے اس کی نمبر پلیٹ جعلی ہے۔''

''ہاں صرف نمبر پلیٹ ہی نہیں کاغذات بھی جعلی ہیں۔'' فتح خان نے انکشاف کیا۔ ''اس علاقے میں چلنے والی اکثر گاڑیاں ایسی ہی ہیں۔ یہ یہیں چلتی ہیں اور شہروں کی طرف نہیں جاتی ہیں۔''

فی الحال مجھے ایسی گاڑیوں پر ریسرچ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے کرنل کی فکر تھی وہ ہمیں اور خاص طور

سے مجھے کہاں لے جارہا تھا۔ ”تم بتا سکتے ہو کہ کرنل مجھے کیوں لے جارہا ہے؟“

”میں کیا بتا سکتا ہے۔“ اس نے شانے اچکائے۔

”بھارتیوں سے رابطہ کس کا تھا؟“

فتح خان چونکا۔ ”بھارتیوں سے معاملات کرنل دیکھتا تھا۔“

”تم یہ ظاہر کرنا چاہ رہے ہو کہ تمہارا ان سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔“

”مجھے ظاہر کرنے کا کیا ضرورت ہے سچ یہی ہے۔ بھارتیوں سے کرنل بات کرتا تھا۔“

”لیکن ڈیوڈ شا سے معاملہ تم کرتے ہو اور یہ سارا کھیل اصل میں اسی کا ہے ورنہ بھارتیوں کو اب تک تو میرا خیال نہیں آیا تھا۔“

”میں کیا کہہ سکتا ہے۔“ فتح خان نے بیزاری سے کہا۔

”تم مجھے مارنے میں ناکام رہے اب خود تمہاری جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔“ میں نے اسے چھیڑنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ”اب کیا ہوگا؟“

”دو میں سے ایک بات ہوگا یا تو ہم بچ جائے گا یا نہیں بچے گا۔“ اس نے زندگی کا فلسفہ بیان کیا اور آرام سے پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا اسی لمحے وین حرکت میں آگئی۔ پتا نہیں کرنل اور اس کے آدمی اتنی دیر سے یہاں کیا کر رہے تھے۔ مجھے تشویش لاحق ہوگئی تھی اگر بھارتیوں سے کرنل کا رابطہ تھا تو وہ ایک بار پھر ان سے میرا سودا کر سکتا تھا۔ وہ پہلے ہی میرے لیے ایک ملین امریکی ڈالرز دے چکے تھے اور اب زیادہ دے سکتے تھے میں نے ان کے دو بندے اور نرکھ بھیج دیئے تھے اور ایک قیمتی ہیلی کاپٹر بھی تباہ کر دیا تھا۔ ممکن ہے کرنل اس بار زیادہ رقم کا مطالبہ کرتا اور رقم لے کر مجھے بھارتیوں کے حوالے کر دیتا۔ وہ فتح خان کی طرح ہیروں کی تلاش میں عمر گنوا دینے والا بندہ نہیں تھا۔ میری طرح فتح خان بھی کسی غور و فکر میں تھا۔

فتح خان سے میری دشمنی دو ادوار پر مشتمل تھی۔ پہلی دشمنی صرف چند دن چلی تھی اس کے بعد اس میں ایک طویل وقفہ آیا تھا۔ جب میری زندگی نے پلٹا کھایا اور اس میں مرشد اور نادر جیسے شیطان داخل ہوئے تو فتح خان بھی ایک منفی کردار کی طرح پھر سے لوٹ آیا۔ اس بار فتح خان بالکل بدل کر سامنے آیا۔ وہ ایک ایسا دشمن بن گیا جو میرے خلاف سازشیں تو کرتا لیکن اس نے مجھے جسمانی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی براہِ راست میرے کسی مفاد کو زک پہنچائی۔ اس کا انداز مجھے استعمال کرنے والا رہا تھا یا وہ ڈیوڈ شا اور مرشد جیسے لوگوں کا آلہ کار بنا رہا۔ یہ پہلا موقع تھا جب فتح خان نے اچانک ہی دشمنی کا انداز بدلا تھا اور مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے بتا دیا تھا کہ وہ کچھ ایسا کر رہا ہے جس میں، مَیں لازمی ٹانگ اڑاؤں گا اور اس سے اس کا بہت بڑا مفاد وابستہ تھا۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ ایسا کون سا کام کر رہا ہے جس کے لیے اسے خدشہ ہو کہ میں اس میں ٹانگ اڑاؤں گا اور وہ اس میں ناکامی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا بہ قول اس کے ہیرے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد اس کے پاس یہ آخری چانس تھا۔ اس نے ایمن کے بدلے تاوان کے مطالبے سے بھی دستبرداری اختیار کر لی تھی۔ فتح خان نے مجھے بتانے سے بھی صاف انکار کر دیا تھا۔ اب بھی نہیں بتاتا۔ بہرحال محاورے میں

ذرا سی ترمیم کے ساتھ دشمن زندہ صحبت باقی۔ آئندہ بھی میری اور فتح خان کی ملاقاتیں جاری رہتیں اور کبھی نہ کبھی کھل جاتا کہ وہ کون سا کام مجھ سے چھپا کر سرانجام دے رہا تھا۔ مجھے ایمن کا خیال آیا اور میں نے فتح خان سے پوچھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے ڈیوڈ شا اپنے وعدہ پر قائم رہے گا۔''

''وہ بڑا آدمی ہے اگر اس نے تم سے وعدہ کیا ہے تو وہ اس کا پاس کرے گا۔''

''لیکن مجھے اس پر اعتماد نہیں ہے۔''

''یہ تمہارا مرضی کا بات ہے۔'' فتح خان بولا۔ ''تمہیں معلوم ہے مارشل کا کیا انجام ہوا ہے؟''

میں چونکا۔ ''نہیں لیکن ایک بار ڈیوڈ شا سے میری فون پر بات ہوئی تھی اور میں نے اسے ثبوت کے ساتھ مارشل کے جھوٹ کا بتا دیا تھا مارشل بھی اس کے قابو میں تھا۔ کیا ڈیوڈ شا نے اسے مار دیا؟''

''نہیں اس پر انسانوں کی اسمگلنگ کا الزام لگا ہے اور وہ فرانس میں قید ہے اگر الزام ثابت ہو گیا تو وہ پچاس ساٹھ سال کے لیے جیل بھیج دیا جائے گا۔''

''یعنی جیتے جی وہ جیل سے باہر نہیں آ سکے گا؟''

''بالکل یہ گورا لوگ کا سزا کا انداز ہے۔ شکر ہے ادھر سزائے موت دیا جاتا ہے۔'' فتح خان نے کہا۔

''تمہارے ساتھ بس یہی دو لوگ تھے؟''

''ہاں ادھر یہی دو تھا۔ باقی ادھر شہر میں اور دوسری جگہوں پر ہے۔''

''یعنی کسی کو نہیں معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا گزری اگر کرنل نے تمہیں مار کر کہیں دفنا دیا تو......؟''

''تو کیا۔'' اس نے شانے ہلائے۔ ''اب تک میں مارتا رہا ہے۔ میں بھی مارا جا سکتا ہے۔''

''اتنی آسانی سے؟''

''نہیں میں بھی تمہاری طرح آخری سانس تک لڑنے کا عادی ہے۔ ممکن ہے میں مارا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کرنل کا آخری وقت آ گیا ہو۔''

جس وقت فتح خان نے یہ بات کی تو نہ جانے کیوں مجھے خیال آیا کہ واقعی کرنل کا آخری وقت آ گیا ہے وہ ہمیں نہیں اپنی شامت اور موت کو ساتھ لے جا رہا ہے۔ کرنل کا یہ قدم ظاہر کرتا تھا کہ اس کے دل میں شروع سے کوئی کھوٹ تھا اور وہ ہیروں کی بازیابی کا انتظار کر رہا تھا لیکن جب ہیرے نہیں ملے اور ان کا لوگوں کا منصوبہ ناکام رہا تو کرنل نے متبادل منصوبے پر عمل درآمد شروع کیا یہ منصوبہ اس نے فتح خان کو بائی پاس کر کے تیار کیا تھا۔ اس کا ایک نکتہ تو یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ ہمیں بھارتیوں کے حوالے کر کے جو مل رہا ہو اسے سمیٹ کر واپس روس چلا جائے۔

''تم نے کسی بنک اکاؤنٹ کا ذکر کیا تھا جس میں بھارتیوں سے حاصل ہونے والی رقم جمع ہے کیا یہ اکاؤنٹ تم نے خود کھلوایا تھا؟''

میرے سوال پر فتح خان چونکا۔ ''نہیں اکاؤنٹ کرنل نے کھلوایا تھا۔ مجھے ان معاملات کا زیادہ نہیں معلوم ہے۔''

میں نے افسوس سے سر ہلایا۔ ''تم بہت چالاک سہی لیکن کہیں کہیں مار کھا جاتے ہو۔ میں دعوے سے کہتا ہوں ایسے کسی اکاؤنٹ کا کوئی وجود نہیں ہوگا۔ تمہارے حصے کے پانچ لاکھ ڈالرز بھی کرنل ہضم کر چکا ہوگا۔''

فتح خان کی آنکھوں میں مزید خون اتر آیا اور اس نے اپنے قبائلی انداز میں مختلف قسمیں کھا کر مجھے یقین دلایا کہ ایسی صورت میں کرنل کے ساتھ بہت برا ہوگا۔ میں نے سرد آہ بھری۔ ''فی الحال تو ہمارے ساتھ برا ہوتا نظر آ رہا ہے ہم بالکل نہتے ہیں ایک پنسل تراش تک نہیں ہے ویسے جب میں کرنل سے ملا تو میرا خیال دوسرا تھا کہ وہ تم پر اعتماد کر کے سخت حماقت کا ثبوت دے رہا ہے۔ وہ تمہارے بارے میں نہیں جانتا ہے لیکن اب لگ رہا ہے یہ حماقت تم نے کی تھی اور درحقیقت تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہو۔''

فتح خان خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ''ہم نے اچھا نہیں کیا اس جگہ کا بات گاڑی کے آگے سنا جاتا ہے۔''

یہ سن کر میں اچھل پڑا تھا۔ ''یہ تم اب بتا رہے ہو تم سچ مچ پٹھان ہو۔''

اس نے خفت سے کہا۔ ''میرے کو خیال نہیں رہا۔''

اس کے بعد ہم دونوں ہی خاموش ہو گئے تھے۔ وین کو چلتے ہوئے دو گھنٹے سے زیادہ کا وقت گزر گیا تھا۔ اگر ہم واپس اسی کیبن کی طرف جا رہے تھے تو یہ ابھی تین چار گھنٹے کا سفر اور تھا۔ وہ بھی موسم اگر ٹھیک ہو بند وین میں پتا نہیں چل رہا تھا کہ آگے کا موسم کیسا تھا۔ مگر خلاف توقع کچھ دیر بعد وین رک گئی تھی۔ ایک منٹ بعد عقبی دروازہ کھلا۔ وین سڑک کے ساتھ ایک جنگل کے کنارے کھڑی تھی۔ کرنل اور اس کا ایک ساتھی ہتھیار بدست اور چوکنا موجود تھے کرنل نے شاٹ گن سے اشارہ کیا۔ ''نیچے آ جاؤ۔''

''آ جاؤ میرے دوست نما دشمن۔'' میں نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔ ''شاید ہمارا آخری وقت آ گیا ہے۔''

میں اور فتح خان نیچے اتر آئے۔ فتح خان نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''تم جو کر رہا ہے تم کیا سمجھتا ہے بچ جائے گا؟''

''مجھے ایسی کوئی خوش فہمی نہیں ہے۔'' کرنل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''بولنے کے بجائے چلنے کی کرو۔''

یہاں بھی ہر طرف برف نظر آ رہی تھی لیکن سردی کی شدت بہت زیادہ نہیں تھی۔ کرنل کے اشارے پر ہم سڑک سے اتر کر درختوں کے درمیان ایک پگ ڈنڈی پر چلنے لگے۔ درختوں کے نیچے کہیں کہیں برف تھی۔ جو برف درختوں کی شاخوں پر تھی وہ دھوپ پڑنے سے پگھل گئی تھی۔ پانی پڑنے سے زمین نم اور نرم ہو رہی تھی۔ تقریباً ایک سو گز چلنے کے بعد ہم ایک چھوٹے سے کچے مکان کے سامنے پہنچے۔ یہ باقاعدہ کیبن نہیں تھا۔ مٹی اور پتھروں کی مدد سے اسے بنایا گیا تھا اور اس کی چھت ٹین کی شیٹ سے ڈالی گئی۔ یہ کسی لکڑ ہارے یا چرواہے کا عارضی ٹھکانہ لگ رہا تھا۔ جو وہ موسم گرما میں استعمال کرتا ہوگا۔ سردیوں میں یہ لوگ نچلے علاقوں میں چلے جاتے ہیں جہاں برف نہیں پڑتی ہے اور ان کے معمولات زندگی چلتے رہتے ہیں گرمیوں میں یہ واپس آ جاتے ہیں۔

ہم مکان میں آئے اندر بہت معمولی سا ساز و سامان پڑا تھا اس میں ایک انگیٹھی اور ایک چارپائی تھی۔ مٹی کے چند برتن بھی پڑے تھے۔ کرنل کے اشارے پر ہم دونوں ایک طرف دیوار کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھ گئے۔ میں نے محسوس کیا کہ کرنل کسی وجہ سے ہمیں زندہ رکھے ہوئے تھا۔ ورنہ مارنا ہوتا تو جہاں فتح خان کے تین

آدمیوں کی لاشیں پڑی تھیں وہیں ہماری بھی دو لاشیں رہ جاتیں۔ فتح خان شاید وجہ سے واقف تھا اس لیے کسی قدر بے خوف تھا۔ مجھے زندہ رکھنے کی وجہ سمجھ میں آرہی تھی میں اس کے لیے ایک بلینک چیک تھا جسے وہ کسی بھارتی بنک سے کیش کرا سکتا تھا۔ مگر فتح خان سے بھی اس کا کوئی ایسا مسئلہ اٹکا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ اسے زندہ رکھنے پر مجبور تھا۔ کرنل اسی کی طرف متوجہ تھا اس نے اچانک کہا۔

''فتح خان شہلا کہاں ہے؟''

''مجھے کیا معلوم۔'' اس نے جواب دیا۔ ''میرا اس سے بہت عرصے سے رابطہ نہیں......''

''جھوٹ مت بولو صرف تین دن پہلے تم مری میں اس سے ملے تھے۔'' کرنل نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''تم دوسروں کو بے وقوف بنا سکتے ہو مجھے نہیں۔''

''کیوں تم میں ایسا کیا بات ہے اگر تم چاہے تو میں تم کو بھی بے وقوف بنا سکتا ہوں۔'' فتح خان کا لہجہ مذاق اڑانے والا تھا۔

''اگر شہلا میرے آدمیوں کو جل دے کر نہ نکل گئی ہوتی تو تم اس طرح بات نہ کر رہے ہوتے۔'' کرنل کا لہجہ سرد ہو گیا۔ ''فتح خان مجھے ہر صورت میں شہلا کا پتا چاہیے۔''

''تم نے شہلا کا کیا کرنا ہے؟'' فتح خان کسی قدر سنجیدہ ہو گیا۔

تین دن پہلے شہلا سے ملنے کا مطلب تھا کہ شہلا نے جب مجھے مارنے کی کوشش کی تھی تو اس کے فوراً بعد وہ فتح خان سے ملی تھی۔ شاید مجھے بریف کیس دینے کے بعد وہ واپس اسلام آباد کی طرف جانے کے بجائے مری چلی گئی تھی۔ مگر میں نے گفتگو میں مداخلت نہیں کی میں جاننا چاہتا تھا کہ کرنل شہلا تک رسائی کیوں چاہتا تھا اس کے باتوں سے ایسا لگ رہا تھا کہ فتح خان اور شہلا کا تعلق نہ صرف برقرار تھا بلکہ اس میں مزید گہرائی آ گئی تھی۔ فتح خان کے سوال پر کرنل نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''تم جانتے ہو...... کیا میں شہباز کے سامنے بتا دوں۔''

اس بات نے فتح خان کو کسی قدر مضطرب کر دیا تھا وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ ''کرنل میں تم سے الگ میں بات کرنا چاہتا ہے۔''

کرنل نے سر ہلایا۔ ''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

میرا خیال تھا کہ وہ دونوں کہیں باہر جائیں گے لیکن کرنل نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا کہ وہ مجھے باہر لے جائے۔ اس نے شاٹ گن لہرائی اور میں اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ جب میں فتح خان کی قید میں آیا تھا تو اس کے آدمیوں نے میری بھاری گرم جیکٹ اتار لی تھی۔ اس کی جگہ مجھے مقامی موسم کے لحاظ سے ایک ہلکی جیکٹ دے دی تھی۔ میں اسی ہلکی جیکٹ میں تھا۔ مجھے یاد تھا کرنل کے اس آدمی کا نام آغا تھا وہ مجھے جھونپڑے سے کوئی بیس تیس گز دور لے آیا۔ اس کا دوسرا ساتھی شاید وین کے پاس تھا۔ میرا چھیڑ چھاڑ کا موڈ ہونے لگا۔ ''تم شروع سے کرنل کے پالتو ہو یا حال ہی میں اس کے ساتھ شامل ہوئے ہو؟''

اس نے غرا کر مجھے دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہیں کہا۔ میں نے گل فشانی جاری رکھی۔ ''تم شاید دوغلی نسل سے ہو اس لیے ذاتی عقل سے محروم ہو۔''

میں نے ان دونوں کو بہت کم بولتے دیکھا تھا۔ حد یہ کہ وہ آپس میں بھی زیادہ بات نہیں کرتے تھے۔ اپنے انداز سے وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ایک ایسی مشین لگتے تھے جو صرف حکم کی تعمیل کرنا جانتی ہوں۔ مگر میرے اشتعال انگیز جملوں نے اسے مشتعل کر دیا تھا۔ وہ غراتا ہوا میری طرف آیا۔ پہلے مجھے لگا تھا کہ وہ مجھے گولی نہ مار دے لیکن اس نے شاٹ گن کی نال مجھے مارنے کی کوشش کی۔ میں نے اس کا وار بازو پر روکا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے پیٹ میں مکا مارا۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں نے سیمنٹ کی بوری پر مکا مارا ہو۔ وہ غرایا اور اس بار اس نے نال میرے سر پر مارنا چاہی۔ اس وار کو ہاتھ پر روکنے کا مطلب تھا میں اپنی کلائی تڑوا لیتا اس لیے میں نے سر جھکاتے ہوئے اس کے پیٹ میں اسی جگہ ٹکر ماری جہاں مکا مارا تھا۔ شاٹ گن کی گھومتی نال میری کمر پر لگی لیکن اتنے پاس سے اس کا زور ختم ہو گیا تھا۔ میں اسے لے کر نیچے جا گرا۔ اس نے شاٹ گن نہیں چھوڑی تھی اس لیے میں نے ایک ہاتھ سے اس کی نال پکڑ لی تاکہ وہ تیسری بار اسے نہ استعمال کر سکے۔ اس نے چلا کر کسی اجنبی زبان میں کچھ کہا ظاہر ہے وہ میری مدح سرائی تو کرنے سے رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے میں نے اسے منہ پر مکا مارا۔ اس سے پہلے میں دوسرا وار کرتا عقب سے کرنل کی آواز آئی۔

"شہباز رک جاؤ۔"

میں رک گیا اور پھر آہستہ آہستہ اٹھ کھڑا ہوا میں نے ہاتھ بھی بلند کر لیے تھے۔ کرنل نے سرد لہجے میں پوچھا۔ "یہ کیا ہو رہا تھا؟"

"کچھ نہیں میں نے تمہارے آدمی سے اس کے بارے میں کچھ سوالات کیے تھے یہ غصے میں آ گیا اور زبان کے بجائے ہاتھ سے جواب دینے لگا۔"

کرنل نے اپنے آدمی سے کہا۔ "تم دفع ہو جاؤ اور جا کر مبشر کو یہاں بھیجو۔"

مجھ پر غرانے والا آغا کرنل کے حکم پر دُم دبا کر وہاں سے چلا گیا ایک منٹ بعد مبشر آ گیا۔ کرنل نے اسے حکم دیا۔ "اس پر کڑی نظر رکھو اور اگر یہ کوئی غلط حرکت کرے تو اس کے پاؤں پر فائر کرنا گھٹنے پر۔"

مبشر نے فوراً شاٹ گن کا رخ میرے دائیں گھٹنے کی طرف کر دیا اور میں ساکت ہو گیا۔ کرنل حکم دے کر واپس چلا گیا تھا۔ میں نے مسکرا کر مبشر کو دیکھا تاکہ اس کے تنے ہوئے اعصاب نرم پڑ جائیں۔ وہ جذبات سے عاری مشین نما انسان تھا اور حکم کی حرف بہ حرف تعمیل کرتا میری کسی حرکت پر وہ سچ مچ فائر کر سکتا تھا اور شاٹ گن کا فائر صرف میرا گھٹنا نہیں توڑتا بلکہ اسے جسم سے الگ بھی کر دیتا۔ مجھے حیرت تھی کہ اندر فتح خان سے مذاکرات میں معروف کرنل کو کیسے پتا چلا کہ باہر کچھ گڑبڑ ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ فتح خان کو چھوڑ کر کیسے آ گیا۔ یقیناً اس نے کچھ ایسا کیا ہو گا کہ اس کی عدم موجودگی میں فتح خان فرار نہ ہو سکے۔ مبشر شاٹ گن کا رخ میری طرف کیے بالکل ساکت کھڑا تھا۔ مارے خوف کے میں بھی ساکت تھا۔ اگر کرنل اسے حکم دیتا کہ مجھے شوٹ کر دے تب بھی میں اتنا خوفزدہ نہیں ہوتا جتنا اس حکم پر ہوا تھا۔ ایک پاؤں سے محروم ہو کر معذور بن جانا مجھے گوارہ نہیں تھا اس کے مقابلے میں مجھے موت زیادہ آسان لگ رہی تھی۔ تقریباً دس منٹ بعد کرنل جھونپڑی سے باہر آیا اور اس نے مبشر کو حکم دیا۔ "اسے اندر لاؤ۔"

میں جھونپڑی میں داخل ہوا اور ٹھٹک گیا۔ فتح خان اس حالت میں کھڑا تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ پشت

سے بندھے تھے اور یہی رسی چھت کو سہارا دینے والی لکڑی کی بلی سی گزاری گئی تھی۔ یہ رسی دیوار میں ایک کھونٹے سے بندھی تھی اور فتح خان نہایت اذیت ناک پوز میں کھڑا ہوا تھا کیونکہ رسی آخری حد تک کھنچی ہوئی تھی اگر اسے ذرا سا اور اوپر کھینچا جاتا تو فتح خان کے دونوں ہاتھ شانوں سے اکھڑ جاتے۔ دائیں آنکھ کے اوپر چوٹ کا نشان بتا رہا تھا کہ کرنل نے کچھ تفتیش بھی کی تھی فتح خان کے منہ پر ٹیپ چپکا رکھا تھا اس لیے وہ آواز بھی نہیں نکال سکتا تھا۔

کرنل نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ ”میرا خیال ہے تمہیں خوشی ہوگی اسے اس حال میں دیکھ کر؟“

”اگر تم ایسی ہی ایک رسی مہیا کرسکو تو میں تمہیں بھی اسی پوز میں لٹکا کر زیادہ خوش ہوسکتا ہوں۔“

کرنل کا موڈ آف ہوگیا اور اس نے فتح خان کے منہ سے ٹیپ ایک جھٹکے سے اتار دیا فوراً ہی فتح خان کے منہ سے پشتو کی [illegible] گالیاں نکلی تھیں جواب سننے میں کم آتی ہیں۔ کرنل نے ذرا بھی برا نہیں منایا کیونکہ وہ پشتو سے ناواقف تھا۔ اس نے کہا۔ ”اگر تم نے مجھے شہلا کا پتا نہیں بتایا تو پہلے تمہارے دونوں ہاتھ شانوں سے الگ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں تمہیں الٹا لٹکا دوں گا اور تمہارے سر کے نیچے اس انگیٹھی کو روشن کر دوں گا اس کی گرمی سے تمہارا مغز پگھل کر گرے گا۔“

”مجھے شہلا کا نہیں معلوم۔“ فتح خان نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ”تم ایسا کرو میرا مغز نکال کر ڈائریکٹ فرائی کر کے اپنے کتوں کو کھلا دو۔“

”تم کیا سمجھتے ہو میں اسے تلاش نہیں کر سکتا میں بس ذرا زحمت سے بچنا چاہ رہا تھا ورنہ اسے تلاش کرنا ناممکن نہیں ہے۔“

”تم اسے تلاش نہیں کر سکتا ہے۔“ فتح خان نے یقین سے کہا۔

”اچھا تم نے اسے ایسی جگہ چھپایا ہے؟“ کرنل نے طنزیہ انداز میں کہا۔ اس پر فتح خان نے کرنل کی والدہ کے حوالے سے جگہ کا بتایا اس پر کرنل کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا اور میں نے پہلی بار اسے جذباتی دیکھا اس نے فتح خان کو گھونسہ مارا۔ اس کا ہونٹ پھٹ گیا اور خون چھلک آیا تھا۔ کرنل بالکل اپنے آدمیوں کی طرح غرانے لگا۔

”فتح خان میں آخری بار پوچھ رہا ہوں اگر تم نے شہلا کا پتا نہیں بتایا تو تمہاری موت بہت خوفناک ہوگی۔“

”اگر میرے کو پتا ہوتا تب بھی نہیں بتاتا۔“ فتح خان نے کہا اور اچانک کرنل کے منہ پر تھوک دیا۔ ”فتح خان تم جیسے کسی حرامی کتے سے نہیں ڈرتا ہے۔“

کرنل غصے سے پاگل ہوگیا اس نے پے در پے فتح خان پر مکوں کی برسات کی اور اس کا ناک نقشہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ کرنل کے ہاتھ بہت سخت تھے اور فتح خان کا چہرہ کئی مقامات سے لہولہان ہوگیا تھا۔ میں ایک طرف کھڑا تھا اور مبشر میری نگرانی کر رہا تھا۔ اپنے دل کی بھڑاس نکال کر کرنل نے جیکٹ سے پستول نکالا تو میں سمجھا وہ فتح خان کو شوٹ کرنے جا رہا ہے لیکن اس نے پستول نیچے کیا اور فتح خان کی ران میں گولی اتار دی۔ فائر کی آواز زیادہ نہیں تھی لیکن فتح خان کی دھاڑ بہت بلند تھی۔ وہ [illegible] دوبارہ پشتو میں کرنل کی مداح سرائی کرنے لگا۔ کرنل سکون سے کھڑا تھا۔ جب فتح خان کی بلبلاہٹ ذرا کم ہوئی تو اس نے کہا۔ ”میں اسی طرح تمہارے ہاتھ پیروں میں ایک ایک کر کے گولی اتارتا رہوں گا اس میں کوئی زخم ایسا نہیں ہوگا جس سے تم فوراً مر جاؤ۔ میرے پاس پستول میں ابھی تیرہ گولیاں اور ہیں۔ دونوں ٹخنوں، دونوں گھٹنوں، دونوں کہنیوں اور دونوں کلائیوں کے

لیے آٹھ گولیاں کافی ہوں گی۔ اس کے بعد تمہاری دوسری ران اور پھر بازوؤں کی باری آئے گی ابھی تمہاری ہڈی بچا کر گولی چلائی ہے لیکن اس کے بعد میں براہ راست ہڈی میں گولی ماروں گا تمہیں معلوم ہے ہڈی ٹوٹنے کی تکلیف کیا ہوتی ہے اگر تم نہیں جانتے تو جلد جان جاؤ گے۔"

کرنل کا منصوبہ سن کر نہ جانے فتح خان کی اندر سے کیا حالت ہوئی تھی لیکن میرے اندر سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ یہ نہایت خوفناک اور اذیت ناک منصوبہ تھا۔ فتح خان کی جینز اس جگہ سے خون سے تر ہو گئی تھی جہاں گولی لگی تھی اور خون بہہ کر اس کے جوتے تک چلا گیا تھا۔ وہ اس پاؤں پر زور ڈالنے کے بجائے دوسرے پاؤں پر زور ڈال کر کھڑا تھا۔ جب کرنل خاموش ہوا تو فتح خان نے ایک بار پھر سر اٹھایا اور کرنل پر تھوک دیا۔ اس بار تھوک اس کے منہ تک نہیں گیا تھا لیکن کرنل کی جیکٹ پر گرا تھا کرنل مشتعل نہیں ہوا تھا۔ اس نے فتح خان سے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ جو کر چکا ہوں اس سے زیادہ اور کیا کروں لیکن اب ہر دو منٹ بعد میں تمہیں ایک گولی مارتا رہوں گا۔ آدھے گھنٹے میں تم انسان نہیں رہو گے چھلنی بن جاؤ گے لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں اس پر بھی تم نہیں مرو گے تمہیں مرنے میں کم سے کم ایک گھنٹہ لگے گا۔"

"کرنل۔" میں نے پہلی بار زبان کھولی۔ "فتح خان بہت ضدی آدمی ہے یہ مر جائے گا لیکن زبان نہیں کھولے گا۔"

"ٹھیک ہے تب یہ مرے گا۔" کرنل نے سفاک لہجے میں کہا۔ "مجھے اس سے مہرو کا حساب بھی برابر کرنا ہے۔"

فتح خان نے قہقہہ لگایا۔ "تم مجھے مار دے گا لیکن اس سے مہرو کے ساتھ جو ہوا تھا وہ واپس......"

کرنل نے فتح خان کے منہ پر پستول والا ہاتھ مارا۔ اس کی بات ادھوری رہ گئی اور جب اس نے کھانس کر تھوکا تو خون کے ساتھ ایک عدد دانت بھی باہر گرا تھا۔ کرنل نے بالکل ٹھیک کیا تھا۔ مہرو کے ساتھ فتح خان کے ساتھیوں کا انسانیت سوز سلوک مجھے بھی نہیں پسند آیا تھا۔ اس لحاظ سے فتح خان سزا کا مستحق تھا۔ مہرو کی آبرو ریزی میں جو لوگ شامل تھے وہ خود مہرو کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور اب فتح خان ہی باقی تھا۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں کرنل کے اس منصوبے سے متفق ہو گیا تھا جو اس نے فتح خان کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ سچ مچ اپنے منصوبے پر عمل کرے گا۔ اس نے پستول سیدھا کیا۔ میں نے اسے روکا۔

"ایک منٹ کرنل کیا تم میری بات سننا پسند کرو گے؟"

اس نے پستول نیچے نہیں کیا لیکن میری طرف دیکھا۔ "کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کرنل کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گے کہ تمہیں شہلا کی تلاش کیوں ہے؟"

کرنل نے کچھ دیر سوچا اور پھر نفی میں سر ہلایا۔ "یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔"

"اوکے اگر تم فتح خان کے لیے اپنے منصوبے پر عمل درآمد فی الحال ملتوی کر دو تو میں شہلا کی تلاش میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"

کرنل نے ایک لمحے کے لیے حیرت سے مجھے دیکھا۔ یقیناً اس کے دل میں یہی بات ہو گی کہ میں اپنے دشمن کو بچانے کی کوشش کیوں کر رہا ہوں جس نے پہلے مجھے بھارتیوں کے حوالے کر دیا تھا اور پھر خود قتل کرنے کی

کوشش کی۔ مگر اس نے میری پیشکش کو مسترد کر دی۔ ''مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے میں خود شہلا کو تلاش کر لوں گا۔''

کرنل سے اس گفتگو کے دوران میں بہت غیر محسوس انداز میں دائیں طرف سرک رہا تھا۔ فتح خان بھی اسی طرف بندھا ہوا تھا۔ کرنل اور مبشر بائیں طرف تھے۔ میں اس پوزیشن میں آنے کی کوشش کر رہا تھا جس میں مجھے کرنل اور مبشر دونوں سامنے دکھائی دیں۔ مجھے انکار کر کے کرنل فتح خان کی طرف متوجہ ہوا۔ ''فتح خان کیا کہتے ہو؟''

فتح خان خاموش رہا تھا کرنل نے پستول کا رخ اس کے بائیں پاؤں کے ٹخنے کی طرف کیا۔ یہ موقع ایسا تھا کہ مبشر کی توجہ بھی میری بجائے ان دونوں کی طرف گئی تھی۔ وہ فتح خان کے پاؤں میں گولی لگنے کا منظر دیکھنا چاہتا تھا اور میں اسی موقع کا انتظار کر رہا تھا میرا دایاں ہاتھ جو جیکٹ کی جیب کے پاس تھا تیزی سے اندر گیا۔ یہ ہاتھ ان دونوں کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔ میں نے جیب سے ہاتھ نکالا اور اسے پشت کی طرف لاتے ہوئے مبشر پر فائر کیا۔ یہ اندازے سے کیا گیا فائر تھا کیونکہ سامنے ہاتھ لانے کی صورت میں کرنل اور مبشر دونوں پستول دیکھ لیتے۔ اس لیے میں نے ہاتھ پشت کی طرف کر کے فائر کرنے کا خطرہ مول لیا تھا۔ دھماکے کے ساتھ مبشر کراہا اور پیچھے جا گرا گولی اس کے سینے میں اتر گئی تھی۔ کرنل چونکا اور ایک لمحے کے لیے کنفیوژ ہو گیا کہ گولی کہاں سے چلی تھی کیونکہ میرے پاس کوئی ہتھیار نظر نہیں آ رہا تھا میں نے اس ایک لمحے کے کنفیوژن کا فائدہ اٹھایا اور زمین پر گرتے ہوئے ہاتھ سامنے لا کر دوسرا فائر کرنل پر کیا۔ خوش قسمتی سے یہ فائر بھی نشانے پر لگا تھا۔ گولی کرنل کے دائیں شانے میں اتر گئی۔ وہ کراہا اور پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ جھک کر پستول اٹھاتا میں نے اسے لات مار کر چارپائی کے نیچے کر دیا اور پستول کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

''بس کرنل اب حرکت مت کرنا۔''

گولی نے اس کے شانے کی ہڈی توڑ دی تھی اور بازو جھول رہا تھا لیکن وہ حیرت انگیز طور پر اپنے زخم سے بے نیاز لگ رہا تھا۔ تکلیف سے زیادہ اس کے تاثرات میں حیرت تھی۔ ''یہ پستول کہاں سے آیا تمہارے پاس؟''

''جب تم نے فتح خان کے ایک آدمی کو شوٹ کیا تھا اور وہ پلٹ کر گرا تھا تو اس کا پستول چھوٹ کر میرے سامنے آ گرا تھا میں میز کے پیچھے تھا اس سے پہلے کہ تمہیں یا فتح خان کو پتا چلتا میں نے پستول اٹھا کر جیکٹ میں رکھ لیا تھا۔''

کرنل کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ ''تم مسلح تھے اور میرے کسی آدمی کو خیال نہیں آیا۔''

''خیال تو تمہیں بھی نہیں آیا تھا۔'' میں نے کہا اور اسے نشانے پر رکھے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ مبشر بے ہوش تھا یا مر چکا تھا بظاہر اس کے جسم میں حرکت نظر نہیں آ رہی تھی میں کرنل پر نظر رکھے ہوئے اس تک گیا اور اس کی شاٹ گن اٹھالی۔ فائرنگ کی آواز یقیناً باہر تک گئی ہو گی اور کرنل کا دوسرا ساتھی آغا آنے والا ہو گا۔ شاٹ گن اٹھا کر میں نے کمرے میں ایک ایسی جگہ پوزیشن سنبھال لی کہ آنے والے کو دیکھ سکوں اور ضرورت پڑے تو اسے شوٹ کر دوں۔ فتح خان بولا۔ ''شہباز پہلے اسے شوٹ کر دو پھر اس کا ساتھی سے نمٹنا۔''

''تم چپ کرو۔'' میں نے اسے جھڑکا۔

کرنل طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ ''اسے خوف ہے میں اس کا راز نہ فاش کر دوں۔''

میں نے ان دونوں کی باتوں سے توجہ ہٹالی تھی اور میرے کان باہر سے آتی آہٹوں پر مرکوز تھے۔ بظاہر ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی دبے قدموں جھونپڑی کے آس پاس چل رہا ہو۔ اچانک مجھے خیال آیا اور میں نے سرگوشی میں کرنل سے کہا۔ ''اپنے آدمی کو آواز دو۔''

اس نے نفی میں سر ہلا دیا بولنے سے گریز کیا تھا۔ میں نے اسے گھورا لیکن کچھ کہا نہیں یہاں سب ایک سے بڑھ کر ایک ضدی تھے جان چلی جائے لیکن اپنی ضد سے نہیں ہلنا تھا۔ چند لمحے بعد آہٹ دروازے تک آ گئی تھی۔ میں اس آدمی کو مارنا نہیں چاہتا تھا لیکن کرنل کی ہٹ دھرمی کے بعد یہ مشکل کام ہو گیا۔ وہ اندر آنے سے ہچکچا رہا تھا اور اگر آتا تو مجھے مارنے کی کوشش کرتا۔ جواب میں میں بھی اس پر پھول نچھاور نہیں کرتا اس مار دھاڑ کے بعد ہم دونوں میں سے کوئی ہی بچتا۔ اچانک مجھے ایک خیال آیا اور میں نے بلند آواز سے کہا۔ ''آغا تم میری آواز سن رہے ہو؟''

''آغا تم نے اس کی کوئی بات نہیں سنی ہے۔'' کرنل بھی بولا۔

''تم خاموش رہو۔'' میں نے دانت پیس کر کہا۔ ''میں کسی کو قتل کرنا نہیں چاہتا لیکن تم اس پر تلے ہوئے ہو کہ میں تمہارے دوسرے ساتھی کی لاش بھی گرا دوں۔''

''وہ ہتھیار نہیں ڈالے گا۔'' کرنل نے اطمینان سے کہا۔ ''چاہے تم مجھے قتل کرنے کی دھمکی ہی کیوں نہ دو۔''

''میں تمہیں دھمکی نہیں دوں گا بلکہ قتل کر دوں گا۔'' میں نے گرج کر کہا اور پستول سے گولی چلا دی فوراً ہی کرنل کے سر پر پستول دستہ بجایا۔ وہ چلایا اور پیچھے جا گرا۔ فائر اور کرنل کی چیخ نے باہر موجود آغا کو مشتعل کر دیا تھا۔ اسے یقیناً یوں لگا ہو گا کہ میں نے کرنل کو شوٹ کر دیا ہے اور وہ کسی اندھے بیل کی طرح اندر آیا۔ اس کا خیال تھا کہ دروازہ اندر سے بند ہے اور اس نے اسے ٹکر مار کر توڑنے کی کوشش کی لیکن دروازہ کھلا تھا اس لیے وہ جھونک میں اندر آن گرا۔ اس نے خود میرا کام آسان کر دیا تھا گرنے کے بعد اس نے شاٹ گن اوپر کرنے کی کوشش کی میں نے لات مار کر اس کی یہ کوشش ناکام بنا دی اس کے بعد سر پر چند تسلی بخش قسم کی ٹھوکریں کھانے کے بعد وہ لمبا لیٹ گیا۔ میں نے اس کی تلاشی لی اور اس کے پاس سے ایک پستول اور ایک عدد چاقو برآمد کیا۔ اسی طرح کرنل کے پاس سے ایک اضافی پستول اور اس کا مخصوص خنجر تھا۔ ان لوگوں نے کوئی ایسی چیز جس سے وہ شناخت ہو سکیں اپنے پاس نہیں رکھی تھی۔

مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ بشر جان سے گزر گیا تھا۔ اب اسے اتفاق کے سوا اور کیا کہا جا سکتا تھا کہ میں نے ہاتھ پشت کی طرف کر کے گولی چلائی تھی اور وہ اس کے دل میں اتر گئی تھی۔ میں نے مزید رسّی تلاش کر کے کرنل اور آغا کے ہاتھ پاؤں باندھے۔ وہ عام انسان نہیں تھے جو گولی کا زخم کھا کر بے بس ہو جاتے ہیں وہ اس حالت میں بھی میرے خلاف کچھ بھی کر سکتے تھے ان کا بے بس ہونا بہت ضروری تھا۔ فتح خان خاموشی سے کھڑا تھا پاؤں میں گولی کھانے اور نہایت مشکل انداز میں بندھے ہونے کے باوجود اس نے ایک بار بھی مجھ سے نہیں کہا تھا کہ میں اسے کھول دوں۔ دوسری طرف میں کرنل والی غلطی نہیں دہرانا چاہتا تھا اس نے فتح خان کے ٹھکانے پر

میری تلاشی نہیں لی تھی اس کا خیال تھا میں فتح خان کا قیدی تھا اور میرے پاس اسلحے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جب کہ میں نے ایک عدد پستول حاصل کر لیا تھا۔

میں نے سارا اسلحہ سمیٹ کر اور بے کار کر کے چارپائی کے نیچے ڈال دیا۔ اس کے بعد خنجر سے رسّی کاٹ کر فتح خان کو کھولا۔ وہ کراہتا ہوا نیچے ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اس کے پاس بیٹھ کر زخم کا معائنہ کیا اور پھر خنجر سے جینز کاٹ ڈالی۔ گولی ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف سوراخ کرتی نکل گئی تھی۔ زخم سے خون بہنے کی رفتار خاصی کم ہو گئی تھی۔ میں نے مبشر کی قمیص کا دامن پھاڑا اور اس کی پٹی بنا کر کس کر فتح خان کے زخم پر باندھ دیا۔

فتح خان اب تک خاموش تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ''شہباز خان تم نے یہ میری خاطر کیا ہے؟''

''میں بھی کسی سے کچھ مفت میں لینا پسند نہیں کرتا۔ تم نے ایمن کے بدلے میری جان مانگی تھی مگر قدرت کو ابھی میری زندگی منظور ہے اس لیے تم ناکام رہے۔ اس کے باوجود مجھے اچھا نہیں لگا تم نے میرے کہنے پر ایمن کو چھوڑا ہے اس لیے میں نے تمہاری زندگی بچا کر حساب برابر کرنے کی کوشش کی ہے۔''

''اب تم کیا کرے گا؟''

''کچھ نہیں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔''

وہ بے چین ہو گیا۔ ''لے جائے گا کہاں...... کیوں؟''

''اگر تم سوچ رہے ہو کہ میں تمہیں یہاں ان لوگوں کے پاس چھوڑ جاؤں گا اور تم کرنل سے اپنا حساب چکاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ جس طرح میں کرنل کے ہاتھوں تمہاری موت گوارا نہیں کروں گا اسی طرح مجھے یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میری آڑ میں تم کرنل سے اپنا حساب چکاؤ۔ اپنے بدلے اپنے بل بوتے پر چکاؤ۔''

''تمہیں اس سے کیا ہمدردی ہے؟'' فتح خان نے بگڑے لہجے میں کہا۔

''کوئی ہمدردی نہیں ہے۔'' میں نے کہا اور کرنل کو ہلانے جلانے لگا۔ اس کے زخمی بازو کو ہلانا زیادہ کارآمد ثابت ہوا تھا۔ وہ جلدی ہوش میں آ گیا۔ اس دوران میں فتح خان نے کئی بار مجھ سے کہا کہ میں اس پر لعنت بھیجوں اور یہاں سے چلوں ایسا نہ ہو کہ اس کا کوئی اور ساتھی آ جائے۔ مگر میں نے فتح خان کی باتوں پر توجہ نہیں دی۔ میں اس کی تشویش کی وجہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ میں کرنل سے اس بارے میں پوچھ کچھ نہ شروع کر دوں جو وہ مجھ سے چھپا رہا تھا اور اس سے زیادہ خطرہ اسے کرنل سے تھا کہ وہ از خود نہ اگل دے۔ اگرچہ مجھے اب بھی اس معاملے سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ کرنل ہوش میں آیا اور اٹھ بیٹھا۔ اب اس کے چہرے سے تکلیف نقاہت کے آثار نظر آ رہے تھے۔

''کرنل مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔''

''اسے چھوڑو میں تمہیں راستے میں سب بتا دوں گا۔'' فتح خان جلدی سے بولا۔ ''مجھے سب معلوم ہے۔''

''تم خاموش بیٹھو۔'' میں غرایا اور پھر کرنل کی طرف دیکھا۔ ''کرنل یہ کیا چکر ہے، تم وہاں کیسے پہنچے اور ہمیں کیوں اٹھا لائے؟''

وہ کچھ دیر فتح خان کو معنی خیز نظروں سے گھورتا رہا اور وہ اس سے نظریں چرا رہا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔ ''اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

"او کے تب مجھے یہ بتاؤ کہ مجھے کیوں اٹھا لائے تھے؟"

اس بار اس نے بلا جھجک جواب دیا۔ "میرا انڈین سے دوبارہ معاہدہ ہو گیا تھا۔"

"گویا تم مجھے بھارتیوں کے حوالے کرنے لائے تھے۔" میں نے غور کیا۔ "کیا اسی جگہ مجھے ان کے حوالے کیا جانا تھا؟"

اس نے سر ہلایا۔ "یہاں نہیں لیکن یہاں سے کچھ دور ان کا ایک فیلڈ یونٹ تمہیں لینے آتا۔ آدھی رات کے وقت۔"

ابھی دوپہر کا ایک بج رہا تھا یعنی خاصا وقت تھا۔ میں نے پوچھا۔ "کہاں لینے آتا؟"

"میں اس جگہ کے نام سے واقف نہیں ہوں لیکن تمہیں چل کر دکھا سکتا ہوں۔" وہ بولا۔

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "کرنل تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ بھارتی مجھے پیدل کیسے لے جا سکتے ہیں اس طرف بہت اونچے پہاڑ ہیں۔"

"تم نے ٹھیک کہا لیکن اب وہ بار بار سرحد کی فضائی خلاف ورزی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے اب تمہیں زمینی راستے سے افغانستان میں موجود ایک بھارتی کونصلیٹ لے جایا جائے گا اور وہاں سے بھارت روانہ کر دیا جائے گا۔"

"کیا یہ سب بھارتیوں نے بتایا ہے؟"

"نہیں میرے اپنے ذرائع ہیں۔ اس علاقے میں بھارتیوں کے انٹیلی جنس یونٹ موجود ہیں۔"

اب کرنل کی بات قابلِ غور تھی میں نے اگلا سوال کیا۔ "آدھی رات ہی کیوں تم نے ابھی مجھے حوالے کیوں نہیں کیا؟"

"مجھے اس سے بھی نمٹنا تھا۔" کرنل نے فتح خان کی طرف اشارہ کیا۔ "اس لیے میں نے انہیں آدھی رات کا وقت دیا۔"

"فتح خان سے نمٹ کر تم مجھے لے جا کر بھارتیوں کے حوالے کر دیتے؟"

اس نے سر ہلایا۔ "ہاں اس کے بعد میری ذمے داری ختم ہو جاتی۔"

"جیسے پہلے ہو گئی تھی۔" میں نے طنز کیا۔ "اگر میں ایک بار پھر بھاگ جاتا تو تم تیسری بار معاہدہ کرتے یا ہول سیل میں معاہدہ کر لیتے ہر بار پکڑنے کے اتنے ہوں اس بار کتنے لیے؟"

"دو ملین ڈالرز۔" اس نے بے ساختہ بتا دیا۔

"کیش یا بنک اکاؤنٹ میں گئے ہوں گے؟"

"بنک اکاؤنٹ میں۔" اس نے کہا۔ "وہ مجھے ڈرافٹ دیتے جب میں انہیں تمہارے حوالے کرتا۔"

"ٹھیک ہے دیکھ لیتے ہیں آج رات تک......" میں نے کہا۔

فتح خان بے چین ہو گیا۔ "شہباز خان یہ تم کس چکر میں پڑ گیا ہے لعنت بھیجو اس پر چلو ادھر سے......"

"فتح خان بھارتی میرے لیے بے چین ہو رہے ہیں اور میں بھی ان کو اپنی بے چینی دکھانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "تم اس معاملے میں مت بولو اور ہاں میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔"

فتح خان چونکا۔ "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب میں تمہیں نہیں بلکہ کرنل کو لے کر جا رہا ہوں۔"

"تم مجھے یہاں چھوڑ جاؤ گے؟"

"یہاں تو یہ آغا صاحب رہیں گے۔" میں نے بے ہوش آغا کی طرف دیکھا۔ "تمہیں میں سڑک پر کسی ایسی جگہ اتار دوں گا جہاں سے تم کسی آبادی تک جا سکو۔"

"اس موسم میں......" وہ ہچکچایا۔

اس کی طرف توجہ دیئے بغیر میں نے کرنل سے کہا۔ "تم مجھے وہاں لے چلو گے جہاں بھارتی مجھے لینے آئیں گے۔"

"میں لے چلوں گا لیکن یہ بہت رسکی کام ہے۔" اس نے کہا۔ "تمہیں لینے کے لیے آنے والے تربیت یافتہ لوگ ہیں ان پر قابو پانا آسان نہیں ہوگا۔"

"مجھے آسان کام کرنے کی عادت بھی نہیں ہے۔ اب تو چند دن کوئی مشکل کام نہ کروں تو ہاتھ میں کھجلی ہونے لگتی ہے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا تو کرنل پریشان نظر آنے لگا۔

"دیکھو اس میں میرے لیے رسک بہت زیادہ ہے انڈین میرے دشمن ہو جائیں گے؟"

"یہ تو اچھی بات ہے میرے دو دشمن آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں۔"

"دیکھو مجھے مت لے کر جاؤ۔" کرنل نے کسی قدر عاجزی سے کہا۔ "میں تمہیں جگہ بتا دیتا ہوں تم خود چلے جاؤ۔"

"میں تمہیں لے کر کیوں نہ جاؤں؟" میں نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔ "میرے لیے یہ زیادہ آسان کام ہے۔"

کرنل سوچ میں پڑ گیا تھا وہ واضح طور پر بھارتیوں کا سامنا کرنے سے کترا رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ ان کے لیے کام کرتا تھا اور اگر بھارتی یہ سمجھتے کہ میں نے کرنل کی مدد سے انہیں نقصان پہنچایا ہے تو وہ اس کے بھی دشمن ہو جاتے جو لس تو بھاڑ میں جاتا خود کرنل کو بھی جان بچانی مشکل ہو جاتی۔ اس نے دل کڑا کر کے کہا۔ "شہباز میں تمہیں اس جگہ نہیں لے جا سکتا۔"

میں نے شاٹ گن کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ "تب میں تمہیں یہیں گولی مار کر نہ چھوڑ جاؤں۔ میرا کم سے کم ایک دشمن کم ہوگا۔"

میرے لہجے سے اسے لگا کہ میں اس معاملے میں سنجیدہ ہوں تو اس نے جلدی سے کہا۔ "ایک منٹ رکو میں تمہیں ایک ایسی بات بتا سکتا ہوں جو تمہارے لیے بہت اہم ہے لیکن تم اس بارے میں نہیں جانتے۔"

"کرنل۔" فتح خان نے دانت پیس کر کہا۔ "اپنا زبان بند رکھ کتے۔"

"کون سی بات ہے کرنل جو میرے لیے اہم ہے اور مجھے ہی اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے؟"

"کرنل اگر تم نے اس معاملے میں زبان کھولا تو تم بھول رہا ہے مہرو میرا نظر میں ہے۔"

کرنل نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ "تم جھوٹ کہہ رہے ہو مہرو وہاں سے جا چکی ہے۔"

''ہاں لیکن میرا ایک آدمی مسلسل اس کے پیچھے ہے۔'' فتح خان بولا۔ ''جیسے تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتا ہے اسی طرح میں بھی تم پر اعتماد نہیں کرتا ہے مجھے معلوم تھا تم کبھی نہ کبھی کتا پن کرے گا۔ اس لیے میں نے پہلے سے بندوبست کر رکھا تھا۔''

میں نے دیکھا کرنل کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے یعنی اس نے فتح خان کی بات کو بلف نہیں سمجھا تھا۔ ان دونوں کے درمیان ایک ایسی نہ نظر آنے والی کشمکش جاری تھی جس کے سر پیر کا فی الحال مجھے پتا نہیں تھا اور بہ قول ان دونوں کے وہ مجھ سے متعلق تھی۔ مگر میرے ذہن میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔ کرنل نے مجھے یہی بتانے کی دھمکی دی تھی اور فتح خان نے جوابی دھمکی دے کر اس کا منہ بند کر دیا تھا۔ میں نے فتح خان سے کہا۔ ''آخر ایسی کیا بات ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو؟''

''شہباز خان اگر تم میرے ساتھ وہ کرے جو اس کرنل نے کہا تھا تب بھی میں نہیں بتائے گا۔'' فتح خان نے مضبوط لہجے میں کہا اس کا مطلب تھا کہ میں اگر پستول کی پندرہ عدد گولیاں اس کے جسم میں اتار دوں تب بھی وہ مجھے وہ بات نہیں بتائے گا۔ اب تک میں کسی نامعلوم بات کے چکر میں پڑنے کے بجائے اس فکر میں تھا کہ کسی طرح اس چکر سے جان چھڑاؤں۔ مگر اب مجھے تجسس لاحق ہو گیا تھا کہ آخر فتح خان کس معاملے کو مجھ سے چھپانے کے لیے اتنے جتن کر رہا ہے۔ وہ اسے چھپانے کے لیے مرنے کو بھی تیار تھا۔ دوسرے اس معاملے میں کرنل بھی ملوث تھا۔ مہرو کے بارے میں میرا شبہ بڑھتا جا رہا تھا کہ اس خانہ بدوش قبیلے میں، مَیں نے جس عورت کی جھلک دیکھی تھی وہ مہرو ہی تھی۔ وہ وہاں کیا کر رہی تھی اور اب کہاں تھی؟ کچھ دیر بعد میں نے زیادہ غور و فکر کو بے سود قرار دیا اور حالات حاضرہ کی طرف توجہ ضروری سمجھی۔ میں نے فتح خان سے کہا۔ ''کرنل کے شانے کی مرہم پٹی کر دو۔''

''مجھے ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' کرنل غرایا۔

''مجھے بھی تمہیں ہاتھ لگانے کا شوق نہیں ہے۔'' فتح خان نے جوابی غراہٹ کے ساتھ کہا۔

''اس صورت میں تمہیں ایسے ہی سفر کرنا ہوگا۔'' میں نے اسے خبردار کیا۔ ''راستے میں ہونے والی تکلیف بھی برداشت کرنی پڑے گی۔''

میں نے چارپائی کے نیچے سے اسلحے کا تمام ایمونیشن نکال لیا۔ ایک سے زیادہ پستول اور شاٹ گن میرے لیے بے کار تھیں۔ البتہ دوسرا پستول مختلف کیلیبر کا تھا اس لیے میں نے رکھ لیا۔ ان کے میگزین اور گولیاں جیکٹ کی مختلف جیبوں میں ڈال لی تھیں۔ میرے اصرار پر کرنل نے کپڑے کی پٹی کی سلنگ بنا کر اپنا ناکارہ بازو اس سے لٹکا لیا تھا۔ فتح خان کے لیے میں نے چارپائی کی ایک پٹی نکال دی اس وارننگ کے ساتھ کہ وہ اسے میرے اوپر آزمانے کی حماقت نہ کرے۔ روانہ ہوتے ہوئے میں نے آغا کے پاؤں کھول دیئے تھے البتہ ہاتھ بندھے رہنے دیئے تھے۔ وہ یہاں سے نکل جاتا تو کہیں نہ کہیں تو پہنچتا جہاں اس کی جان بچ جاتی۔ ہم وین تک آئے میں نے عقبی دروازہ کھولتے ہوئے فتح خان اور کو اندر جانے کا حکم دیا۔ ''خیال رہے ایک دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش مت کرنا ورنہ دوسرے کو میں مار دوں گا۔''

دراصل مجھے فتح خان کی فکر تھی۔ کرنل نے دیکھ لیا تھا کہ میں اسے لے جا رہا تھا گویا فتح خان میرے لیے

غیر ضروری تھا۔ کرنل کا بازو زخمی تھا اس کے باوجود وہ زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ فتح خان کمزور نہیں تھا لیکن وہ کرنل کی طرح مضبوط اور تربیت یافتہ نہیں تھا۔ کرنل کو قتل کرنے کی پیشہ ورانہ تربیت دی گئی تھی۔ وہ ایک ہاتھ مار کر فتح خان کی زندگی ختم کر سکتا تھا۔ اس خیال نے مجھے فیصلہ بدلنے پر مجبور کر دیا اور میں نے فتح خان کو باہر آنے کا اشارہ کیا تو کرنل کے چہرے پر مایوسی چھا گئی تھی یقیناً اس کے دل میں فتح خان کے لیے اچھے عزائم نہیں تھے۔ فتح خان نیچے اترا تو میں نے دروازہ بند کر دیا اور اس سے کہا۔ ''تم میرے ساتھ سفر کرو گے۔''

''اس عنایت کی وجہ؟'' اس نے کسی قدر زہریلے انداز میں کہا۔

''میرا خیال تھا کہ کرنل تمہیں فوت کرنے کی کوشش کرے گا۔'' میں نے اسے وین میں فرنٹ سیٹ پر دھکیلتے ہوئے کہا اس سے پہلے میں وین کی اندر سے تلاشی لے چکا تھا کہ اس میں کہیں کوئی ہتھیار تو نہیں رکھا ہے۔ ''تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔''

''کرنل کیا جنرل بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے۔'' اس نے دعویٰ کیا۔

''فتح خان جب موت آتی ہے تو چیونٹی بھی وجہ بن جاتی ہے بہرحال میں نہیں چاہتا کہ ابھی تم مارے جاؤ۔'' میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور وین اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی۔ ''میں تمہیں کسی ایسی جگہ چھوڑ دوں گا جہاں سے تم مدد لے سکو۔''

''تم مجھے اس کوٹھی تک پہنچا سکتا ہے۔''

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''وہاں جانا رسکی ہوگا اب تک پولیس آ چکی ہوگی۔''

''تب تم مجھے اس کے آس پاس اتار دو۔''

اس بار میں نے صاف کہا۔ ''فتح خان میں تمہیں کسی ایسی جگہ نہیں اتار سکتا جہاں تم میرے لیے خطرہ بن جاؤ میں تمہیں کسی آبادی کے پاس اتار دوں گا جہاں سے تمہیں اپنے کسی ٹھکانے تک پہنچنے میں کچھ وقت لگے۔ اس سے زیادہ کی امید مت رکھو۔''

اس کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔ ''شہباز خان تم بہت چالاک ہو گیا ہے۔''

وہ مجھے اب مستقل شہباز خان کہنے لگا تھا اور میں نے تھک ہار کر اسے ٹوکنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس کی ران سے خون رسنا بند ہو گیا تھا لیکن اسے باقاعدہ علاج کی ضرورت تھی۔ یہ سارا علاقہ میرے لیے اجنبی تھا۔ مگر میں فتح خان کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر اسے پتا چل جاتا تو وہ مجھے رہنمائی کے بہانے گمراہ کر سکتا تھا۔ اس لیے میں پورے اعتماد سے ڈرائیو کرتا رہا۔ ہم جہاں سے گزر رہے تھے یہ ویران اور غیر آباد علاقہ تھا جہاں جنگل تھے اور ان میں کہیں کہیں چرواہوں کی گرمائی بستیاں تھیں لیکن فی الحال یہ بستیاں خالی پڑی تھیں۔ ابھی چرواہے اپنے جانور لے کر اپریل کے شروع میں اس طرف آتے۔ کچھ دیر بعد فتح خان نے پوچھا۔ ''تم مجھے کہاں لے جا رہا ہے؟''

''میں نے بتایا نا تمہیں کسی آبادی کے آس پاس چھوڑ دوں گا جہاں سے تمہیں مدد مل جائے گی۔''

اس کا زخم ٹھنڈا ہو کر اب زیادہ تکلیف دے رہا تھا۔ وہ سیٹ سے سر ٹکا کر بیٹھ گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد مجھے سڑک کے کنارے ایک آبادی نظر آئی یہ آبادی اسی قسم کی تھی جو پہاڑوں پر سڑکوں کے کنارے کسی ضرورت

کے تحت وجود میں آجاتی ہیں۔ میں نے وین ذرا دور روک دی۔ "فتح خان یہاں سے تم کو مدد مل جائے گی۔"
اس نے تشویش سے دیکھا۔ "یہ تو بہت چھوٹی سی آبادی ہے۔"

"اس چھوٹی سی آبادی میں بھی انسان رہتے ہیں۔" میں نے کہا اور دروازہ کھولتے ہوئے اچانک اسے باہر دھکا دے دیا۔ فتح خان اس سلوک کے لیے بالکل تیار نہیں تھا وہ سڑک پر جا گرا اور زخم کی تکلیف سے چلا اٹھا تھا وہ صرف چلایا نہیں تھا اس نے اور بھی بہت کچھ فرمایا تھا۔ میں نے کہا۔ "یہ میری طرف سے تمہاری تمام حرکتوں کا بہت چھوٹا سا جواب ہے لیکن فتح خان یہ آخری موقع ہے۔ میرے ساتھی فیصلہ کر چکے ہیں کہ روز روز کے تماشوں سے بہتر ہے تمہارا ایک ہی بار خاتمہ کر دیا جائے تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ مجھ سے اور میرے معاملات سے دور رہو۔ ورنہ موت اس بار تمہارا مقدر بنے گی۔"

"فتح خان کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا ہے۔" اس نے زہر خند لہجے میں کہا۔

"کیوں کیا تم نے اپنی زندگی موت کا اختیار بھی خود حاصل کر لیا ہے۔" میں نے اسے گھورا۔ "فتح خان بڑے بول مت بولو اور میں بتا رہا ہوں اب اگر میرے معاملات میں تمہاری طرف سے مداخلت ہوئی تو تمہیں کوئی رعایت نہیں ملے گی۔"

میں نے دروازہ بند کر کے وین گھمائی اور جس طرف سے آیا تھا اسی طرف چل پڑا۔ کچھ دور جا کر میں نے وین میں موجود نقشے کا بغور معائنہ کیا اور جان گیا کہ میں اس وقت کہاں تھا۔ یہ جگہ سوات کے شمال مغرب میں کہیں تھی لیکن سڑکوں سے واضح تھا کہ اب مجھے کہاں جانا تھا۔ میں اس طرف نہیں جانا چاہتا تھا جس طرف سے آیا تھا ممکن ہے وہاں فتح خان یا کرنل کے آدمی گھوم رہے ہوں اور ان کے لیے یہ وین جانی پہچانی تھی۔ صبح کا ناشتہ اگرچہ تگڑا تھا لیکن ہضم ہو چکا تھا اور اس موسم میں بھوک ویسے بھی زیادہ ہی لگتی ہے۔ میں نے وین ایک ذیلی سڑک کی طرف گھما دی۔ یہاں میں ممکنہ دشمنوں کی نظروں سے محفوظ رہ سکتا تھا اور کوئی چھوٹی موٹی آبادی مل جاتی تو کھانے کا انتظام بھی ہو جاتا۔ مجھے کرنل کی فکر نہیں تھی اگر مرہم پٹی کا سامان مل جاتا تو میں اس کی ڈریسنگ کر دیتا ورنہ ایسے بھی گزارا چل رہا تھا وہ مرتا نہیں۔

ڈرائیو کرتے ہوئے اچانک مجھے دائیں طرف ذرا بلندی پر ایک کوٹھی دکھائی دی۔ یہ پتھروں اور لکڑی سے بنی بڑی خوب صورت اور عالی شان قسم کی کوٹھی تھی۔ اس تک جانے کا راستہ ذرا آگے آیا۔ یہ کھردرے پہاڑی پتھروں سے بنا راستہ تھا اس قسم کی ڈھلان کے لیے ایسے ہی پتھر موزوں تھے ورنہ چکنے پتھروں پر چڑھنے والی گاڑی کے ٹائر پھسل سکتے تھے۔ میں نے بلا تکلف وین اس راستے پر گھما دی۔ اگر کوئی اعتراض کرتا تو میں معذرت کر کے مدد طلب کر سکتا تھا اور کوئی بالکل ہی غیر مہذب نکلتا تو میں واپس بھی جا سکتا تھا۔ زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ مجھے یہاں پناہ اور مدد مل جائے گی۔ کوٹھی کا کوئی گیٹ نہیں تھا۔ ذرا اوپر جا کر ایک خوب صورت محراب سے راستہ گزرا جس کے بعد اندر لان اور باغ تھا۔ سردی کی وجہ سے فی الحال اس کی دل کشی ماند پڑی ہوئی تھی لیکن اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ بہار میں یہاں کیا غضب کی دلکشی پائی جاتی ہوگی۔ کوٹھی کسی قدر مقامی اور جدید طرز تعمیر کا ملا جلا امتزاج تھی۔ جیسے ہی وین محراب سے اندر داخل ہوئی اور اس کے انجن کا شور اندر پہنچا عمارت کا داخلی دروازہ کھلا اور ایک کسی قدر طویل قامت اور صحت مند بوڑھا شخص باہر آیا۔ اس نے گاؤن پہن رکھا تھا اور اپنے

حلیے اور انداز سے اس کوٹھی کا مالک لگ رہا تھا۔ میں نے احتیاطاً وین پورچ سے پہلے روک دی اور نیچے اتر آیا شاٹ گن میں نے اندر ہی چھوڑ دی تھی۔

''ویل ینگ مین ہو آر یو؟'' اس نے کھرے انداز میں پوچھا اس کے بولنے کا انداز کسی آرمی آفیسر جیسا تھا۔

''میرا نام شہباز ملک ہے سر اور میں مدد کی امید لے کر اس کوٹھی میں بلا اجازت داخل ہوا ہوں۔'' میں نے نپے تلے انداز میں کہا۔ ''مجھے امید ہے آپ میری اس حرکت کو معاف فرمائیں گے۔''

اس کے پتھر جیسے سخت چہرے پر مسکراہٹ کی ننھی سی کونپل پھوٹی وہ بولا تو اس بار اس کا لہجہ بھی نرم تھا۔

''ویل تم نے وضاحت کر کے خود کو مصیبت میں پڑنے سے بچا لیا ہے۔''

اس کا ایک ہاتھ مستقل گاؤن کی جیب میں تھا اور شاید اس میں کوئی ہتھیار پوشیدہ تھا۔ میں نے گہری سانس لی۔ ''سر میں ویسے ہی بہت بڑی مشکل میں پڑا ہوں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں میں آپ کے لیے کسی مشکل کا باعث نہیں بنوں گا۔''

''اندر آؤ یہاں سردی بہت ہے۔''

''میرے ساتھ ایک شخص ہے اس کے شانے میں گولی لگی ہے اور اسے طبی امداد کی ضرورت ہے۔'' میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس شخص سے ممکنہ حد تک سچ بولوں گا بغیر کوئی فالتو بات کیے۔ اس ویرانے میں اس کی مدد نعمت غیر متوقع ثابت ہوئی تھی۔

''تب ایک منٹ رکو میں شاکر کو بھیجتا ہوں وہ تمہاری مدد کرے گا۔''

وہ اندر غائب ہو گیا اور جب تک شاکر آتا میں نے وین کا خانہ کھول کر کرنل کو اپنے میزبان کے بارے میں بتایا۔ ''سنو ہم شکاری ہیں اور برفانی لومڑیوں کا شکار کھیلنے گئے تھے۔ کسی اناڑی کی گولی نے تمہیں زخمی کر دیا۔ تمہارا نام عبدالرحمٰن ہوگا میں نے اپنا اصل نام بتایا۔ کوئی فالتو بات یا حرکت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''میں سمجھ گیا۔'' اس نے سر ہلایا۔ اس کا تمتماتا چہرہ بتا رہا تھا کہ گولی کا زہر اثر کر رہا تھا اسے بخار ہو گیا تھا اور تکلیف بھی بڑھ گئی تھی۔ شاکر عمر میں تقریباً ہمارے میزبان جتنا تھا مگر صحت مند اور چاک و چوبند تھا۔ صورت اور لہجے سے وہ بھی شہر کا لگتا تھا۔ اس نے تپاک سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

''تم یہاں کام کرتے ہو؟''

''نہیں صاحب میں تو چالیس سال سے صاحب کا اردلی ہوں۔'' اس نے تصدیق کر دی کہ ہمارا میزبان آرمی آفیسر ہی تھا اور یقیناً ریٹائر ہو گیا تھا۔ شاکر نے میری مدد کے بغیر ہی کرنل کو سہارا دے کر نیچے اتارا لیکن نیچے آ کر وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا اس نے مزید سہارا لینے سے انکار کر دیا۔

''میں خود چلوں گا۔''

شاکر ہمیں کوٹھی کے اندر لایا۔ گیسٹ ہاؤس سامنے والے حصے میں تھا۔ وہ ہمیں ایک کمرے میں لایا اس نے کرنل کی جیکٹ اتاری اور اس وقت کرنل کو صحیح معنوں میں چھٹی کا دودھ یاد آ گیا تھا بازو مستقل ایک ہی پوزیشن میں رہنے کی وجہ سے اکڑ گیا تھا۔ اس کی کراہیں نکل گئی تھیں۔ شاکر نے میری طرف دیکھا۔ ''آپ آرام کریں

میں انہیں صاحب کے پاس لے جا رہا ہوں۔"

"صاحب کیا کریں گے؟"

"کچھ نہ کچھ کریں گے وہ فوج میں رہ چکے ہیں۔" شاکر نے کہا۔ وہ کرنل کو لے جانے لگا تو میں بھی ساتھ چل پڑا۔ شاکر رک گیا اس نے ہچکچا کر کہا۔ "صاحب نے صرف ان کے لیے کہا ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن مجھے تمہارے صاحب سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اس شخص کے بارے میں۔"

شاکر نے سوچا اور پھر ہمیں وہیں رکنے کا کہہ کر چلا گیا کرنل مسکرایا۔ "تم مجھ پر اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔"

"کیا مجھے اعتماد کرنا چاہیے؟" میں نے اس سے سوال کیا تو وہ خاموش ہو گیا۔ شاکر کچھ دیر بعد آیا اس نے مجھ سے کہا۔

"صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔"

"میں اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔" میں نے کرنل کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔"

شاکر نے اچانک اپنے لباس سے ایک چھوٹا سا آٹو میٹک نکال لیا۔ "آپ اطمینان سے جائیں یہ کوئی حرکت نہیں کرے گا دائیں طرف دوسرا دروازہ ہے۔"

شاکر کا صاحب ایک چھوٹی سی اسٹڈی میں میرا منتظر تھا اس نے بلا تمہید کہا۔ "مسٹر ملک یہ کیا چکر ہے؟"

"سر پہلے تو میں آپ کا نام جاننا چاہوں گا۔"

"ریٹائرڈ کرنل ضیاالدین۔" اس نے جواب دیا۔

"کرنل کیا میں آپ پر اعتماد کر سکتا ہوں۔"

"وائے ناٹ۔" اس نے میز پر رکھا سگار اٹھا کر سلگاتے ہوئے کہا۔

"یہ شخص جس کا نام کرنل زریسکی یا عبدالرحمٰن ہے۔ سابق سوویت فوج کا کرنل ہے اور آج کل کرائے کا فوجی بنا ہوا ہے۔"

کرنل ضیاالدین نے سر ہلایا۔ "بہت سارے سابق روسی فوجیوں نے یہ کام شروع کر دیا ہے لیکن یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟"

"یہاں یہ ایک مقامی جرائم پیشہ شخص فتح خان کے لیے کام کر رہا ہے۔ فتح خان کے مراسم وسط ایشیا میں جرائم پیشہ گروہوں سے ہیں۔ بعض وجوہات کی بنا پر وہ میرا دشمن بن گیا ہے۔ کرنل اس کا آدمی ہے۔ میں اسے پکڑ کر لے آیا ہوں۔"

"اگر یہ مجرم ہے تو تم نے اسے پولیس کے حوالے کیوں نہیں کیا؟"

"یہ پولیس کے بس کی بات نہیں ہے اور دوسرے مجھے اس سے کچھ حساب برابر کرنا ہے۔"

"دشمنی کا معاملہ ہے؟"

"ویسی دشمنی نہیں جس میں آدمی دشمن کا وجود مٹانے پر تل جاتا ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو میں اسے ساتھ

لیے کیوں پھر رہا ہوتا۔ مار کر کسی جنگل میں نہ پھینک دیتا۔"

کرنل کچھ دیر سوچتا رہا۔ اسے کوئی مسئلہ یا خوف نہیں تھا بلکہ وہ میرٹ پر فیصلہ کر رہا تھا کہ میری مدد کی جائے یا نہیں بالآخر اس نے سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے نوجوان تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"اس کا علاج اگر ہو سکے تو اور آج رات تک آپ کی چھت تلے پناہ چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے شاکر کے ساتھ اسے یہاں بھیج دو فوج میں ہمیں فرسٹ ایڈ اور چھوٹی موٹی سرجری کا کورس بھی کرایا جاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں سامان میرے پاس سارا ہے۔" اس نے سگار ایش ٹرے میں رکھ دیا۔ "میرا خیال ہے تم تھکے ہوئے ہو اور بھوکے بھی ہو۔"

"جی کچھ ایسا ہی ہے۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔

"ٹھیک ہے شاکر کو اس کے ساتھ بھیج دو۔"

"کرنل وہ خطرناک آدمی ہے اگرچہ زخمی ہے اور نہتا ہے لیکن پھر......"

"تم فکر مت کرو۔" ریٹائرڈ کرنل کا لہجہ سرد ہو گیا۔ "میں ایس ایس جی گروپ میں ہوتا تھا۔"

میں کمرے میں آیا اور شاکر کو کرنل کی طلبی سے آگاہ کیا وہ کرنل کو لے کر چلا گیا۔ میں نے پہلے باتھ روم میں جھانکا۔ یہ آراستہ اور شاندار قسم کا باتھ روم تھا جس میں صفائی ستھرائی کے تمام ترلوازمات موجود تھے۔ گرم پانی آرہا تھا اس لیے میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر غسل کرنے کا فیصلہ کیا۔ دس منٹ میں میل کچیل کے ساتھ میری ساری تھکن بھی دور ہو گئی تھی اور مجھے بے پناہ سکون ملا تھا۔ صاف ستھرا ہو کر میرا یہ گندے کپڑے پہننے کو دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن میرے پاس اور کپڑے موجود نہیں تھے ابھی میں سوچ رہا تھا کہ کیا کروں کہ میری مشکل شاکر نے آسان کر دی اس نے باتھ روم کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے ذرا سا کھول کر دیکھا۔

"آپ کے لیے کھانے کی کچھ چیزیں لایا ہوں۔ ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔"

مجھے شرم آرہی تھی لیکن میں نے دل کڑا کر کے درخواست کر دی۔ "شاکر کیا کوئی صاف سوٹ مل سکتا ہے شلوار قمیص یا پینٹ شرٹ؟"

"کیوں نہیں صاحب اگر آپ نے اپنے کپڑے دھلوانے ہیں تو وہ بھی مجھے دے دیں۔"

اس نے مجھے ایک استعمال شدہ اونی ٹراؤزر اور ایک موٹی جرسی لا دی کوٹھی کے اندر کی حد تک یہ لباس کافی تھا۔ وہ میرے میلے کپڑے اور جوتے موزے لے گیا۔ اس نے بتایا کہ دو گھنٹے میں یہ صاف ہو کر مل جائیں گے۔ ایک طرف ٹو سیٹر صوفہ اور اس کے آگے چھوٹی شیشے کی ٹاپ والی میز تھی۔ اس پر ایک ٹرے میں رول سموسے، چنے کی چاٹ اور دہی بڑے رکھے تھے۔ یہ سب نعمتیں یہاں دیکھ کر مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا اور جب میں پوری ٹرے صاف کر چکا تھا تب بھی میرا شک برقرار تھا۔ ادھر میں نے ٹرے صاف کی اور ادھر شاکر کسی جن کی طرح کافی لے آیا۔ میں نے دل کی گہرائیوں سے اس کا شکریہ ادا کیا۔ "اللہ تمہیں خوش رکھے دوست اس وقت میں کچھ اور مانگتا تو شاید وہ بھی مل جاتا مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ بندہ کافی کی خواہش کرے اور اللہ اسے جائے بھجوا دے۔" میں نے کہا اور پہلا سپ لیا طبیعت نیس کیف کی مہک سے ترو تازہ ہو گئی تھی میں نے کھانے کی چیزوں کی تعریف کی تو وہ خوش ہو گیا۔

''یہ سب میں نے خود بنایا ہے صاحب۔''

''شاکر میں نے کہیں بھی یہ تینوں چیزیں اتنے مزے کی نہیں کھائی ہیں۔''

''ارے نہیں صاحب۔'' اس نے انکساری سے کہا۔ ''میں تو بس ٹھیک بنالیتا ہوں۔''

''اس کا کیا ہوا؟'' میرا اشارہ کرنل زریسکی کی طرف تھا۔

''صاحب نے گولی نکال کر پٹی کردی ہے۔ ابھی اسے نیند کا انجکشن دے کر سلایا ہوا ہے۔ رات تک وہ بہتر ہو جائے گا۔''

''اس کا خون بھی بہت نکلا ہے۔''

''اسے طاقت کا انجکشن بھی دیا ہے۔'' شاکر نے بتایا۔ ''ویسے مضبوط آدمی ہے اس کے لیے یہ معمولی زخم ہے۔''

مجھے خیال آیا کہ اگر یہاں رابطے کا کوئی ذریعہ تھا تو میں عبداللہ کو اطلاع دے سکتا تھا لیکن پوچھنے پر شاکر نے بتایا کہ کوٹھی میں فون ہے لیکن لائن پچھلے تین دن سے مردہ ہے اس موسم میں یہ خرابی آئے دن ہوتی تھی۔ میں مایوس ہوا تھا۔ کسی ہنگامی حالت میں وہ فون کرنے کے لیے کوئی دس کلومیٹر دور ایک قصبے تک جاتے تھے۔ اس وقت شام کے چار بج رہے تھے اور میں نے سوچا کہ کچھ دیر سو جاؤں میں نے شاکر سے کہا۔ ''مجھے نو بجے اٹھا دینا۔''

اس کے بعد جو میں سویا تو شاکر نے باقاعدہ ہلا کر مجھے اٹھایا۔ ''جناب نو بج گئے ہیں اور صاحب کھانے کی میز پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ سات بجے شام کا کھانا کھالیتے ہیں۔''

میں عجلت میں منہ ہاتھ دھو کر ڈائننگ ہال میں پہنچا تو کرنل ضیاالدین میز پر موجود تھا میں نے تاخیر پر معذرت کی۔ ''کوئی بات نہیں۔'' وہ مسکرایا۔ ''ہم تو نوجوانی میں بھی ایسی نیند نہیں سوئے۔''

کھانے میں بھیڑ کے گوشت کا پلاؤ تھا اور شامی کباب تھے، خمیری نان کے ساتھ بکرے کا بھنا گوشت تھا لیکن کرنل نے بہت تھوڑا سا کھایا تھا اس نے اصرار کر کے مجھے زیادہ ہی کھلا دیا تھا۔ کھانا بھی لذیذ تھا اور میں زیادہ ہی کھا گیا۔ آخر میں میرے لیے سانس لینا بھی مشکل ہو رہا تھا لیکن اس نے کہا۔ ''میرے پاس اس کا علاج بھی ہے۔''

کھانے کے بعد شاکر نے خاص قسم کا قہوہ پیش کیا جس سے بڑی عجیب سی مہک اٹھ رہی تھی لیکن اس نے کام دکھایا اور قہوہ ختم ہوتے ہوتے پیٹ کی گرانی بھی ختم ہو گئی تھی اور ایسا لگ رہا تھا جیسے میں نے معمول سے بھی کم کھایا ہے۔ ''کرنل صاحب میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔'' میں نے کہا۔ ''آپ نے واقعی میری مدد کی ہے۔''

''ایک زخمی آدمی کی معمولی سی دیکھ بھال اور دو وقت کا کھانا کوئی مدد تو نہیں ہوتی ہے۔''

''بات مرہم پٹی یا دو وقت کے کھانے کی نہیں ہے بات اس ضرورت کی ہے جو صرف آپ نے پوری کی ہے اور ہمیں یہاں کہیں سے ایسی مدد نہیں مل سکتی تھی۔''

''اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

''میرا قیدی کس حالت میں ہے۔''

''اس کا بخار اتر گیا ہے اور زخم کی تکلیف بھی قابلِ برداشت ہوگی۔ وہ چند گھنٹوں کے لیے سفر کر سکتا ہے اس کے بعد اس کی طبیعت خراب ہونا شروع ہو جائے گی۔''

''بس چند گھنٹوں کا کام ہے۔'' میں نے کہا۔ ''اس کے بعد میں اسے آزاد کر دوں گا۔''

کرنل عبدالرحمٰن ہوش میں تھا اور سچ مچ بہتر حالت میں تھا۔ کرنل ضیاالدین نے گولی نکال کر اچھی طرح پٹی کی تھی۔ جدید قسم کی سلنگ سے اس کا بازو اس طرح لٹکا دیا تھا کہ اسے چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے میں دشواری نہ ہو۔ کرنل ضیا الدین سے مل کر اور اجازت لے کر جب میں کرنل کو لیے باہر آیا تو رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔ کوٹھی سے نکل کر میں نے وین کا رخ واپس اسی طرف موڑا جہاں سے ہم آئے تھے۔ عین ممکن تھا وہاں دشمن گھات لگائے بیٹھے ہوں لیکن یہ خطرہ مجھے روکنے کے لیے ناکافی تھا۔ راستے میں کرنل نے بھی ممکن حد تک مجھے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ میں بھڑوں کا چھتا چھیڑنے جا رہا ہوں اور مجھے بھارتیوں سے پنگا لینے سے گریز کرنا چاہیے۔

''تم بھول رہے وہ مجھے اغوا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''اگر کوئی زہریلا سانپ یا آدم خور شیر تمہارے پیچھے لگ جائے تو بھاگو گے یا اس سے مقابلہ کرنے کی کوشش کرو گے۔''

''عام آدمی ہوگا تو اس کے لیے بھاگنے میں ہی عافیت ہے لیکن تم جانتے ہو میں عام آدمی نہیں ہوں۔ میں دشمن سے چھپ نہیں سکتا اور سکون سے بیٹھ بھی نہیں سکتا ہوں اس لیے اگر کوئی دشمن سامنے آئے تو کیوں نہ میں اس کا پھن کچل دوں۔ صرف اس بنیاد پر پیچھے ہٹ جانا میرا طریقہ نہیں ہے کہ دشمن کی دشمنی میں شدت نہ آ جائے۔''

کرنل مایوس ہو گیا۔ ''تم نہیں مانو گے۔''

''بالکل نہیں اس لیے اس معاملے میں شٹ اپ۔'' میں نے کہا۔ ''دوسری کوئی بات کرو مثلاً یہ کہ بھارتیوں سے تمہاری اتنی ہوا کیوں خراب ہو رہی ہے جب کہ ایک طرح سے تم ان کے آقاؤں میں سے ہو۔''

''ہم کبھی تھے۔'' کرنل نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''کیا تمہیں نہیں معلوم انہوں نے آقا تبدیل کر لیے ہیں۔''

''اس کے باوجود تم لوگ ابھی ان سے پرانے تعلقات پوری طرح نبھا رہے ہو۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔ ''آج بھی روسی اسلحے کا سب سے بڑا خریدار بھارت ہے۔''

''میں اب فری لانسر ہوں اور ان لوگوں کو جواب دہ ہوں جو میری خدمات حاصل کرتے ہیں۔''

''میرا خیال ہے تم ان کو جواب دینے کی زحمت سے بچ جاؤ گے۔'' میں نے کہا۔ ''یا تو وہ میرے ہاتھوں مارے جائیں گے یا پھر میں مارا جاؤں گا۔''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اگر وہ مارے گئے تب بھی مجھ سے پوچھا جائے گا۔ کیونکہ تمہیں ان کے حوالے کرنا میری ذمے داری ہے۔''

''تم کہہ سکتے ہو کہ تم نے حوالے کر دیا تھا اب آگے کیا ہوا اور میں کس طرح نکل گیا تم اس بارے میں کچھ

نہیں جانتے۔"

"ایک دفعہ میں عذر کر کے بچ گیا تھا لیکن دوسری بار وہ مشکوک ہو جائیں گے۔"

"ہونے دو تمہاری بلا سے۔" میں نے جھنجھلا کر کہا۔" بھاڑ میں جائیں بھارتی اور تم......"

نصف گھنٹے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں سڑک سے کچھ فاصلے پر وہ جھونپڑی تھی جس میں مجھے اور فتح خان کو لایا گیا تھا۔ میں نے کرنل کی طرف دیکھا۔"اب یہاں سے تم میری رہنمائی کرو گے۔"

"اور اگر میں نہ کروں تو......؟"

میں نے پستول نکال کر اس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔"اس صورت میں، مَیں تمہاری لاش یہیں چھوڑ جاؤں گا فیصلے کے لیے تمہارے پاس ایک منٹ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا وہ سمجھ گیا کہ میں وہی کروں گا جو کہہ رہا ہوں۔"میں تیار ہوں۔"

میں نے پستول ہٹا لیا۔"اب بتاؤ کہاں چلنا ہے؟"

"اسی سڑک پر آگے جانا ہے۔" اس نے کہا۔"پھر دائیں طرف ایک کچی سڑک پر مڑنا ہے۔"

"کچی سڑک یہاں سے کتنی دور ہوگی؟"

"تقریباً دو کلو میٹرز۔"

"اس کے بعد کتنا جانا ہے؟"

"دو کلو میٹرز اور جانا ہے۔"

میں نے وین آگے بڑھا دی۔"بھارتی کب تک وہاں پہنچیں گے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں تم کو لے کر مجھے بارہ بجے وہاں پہنچنا تھا۔" اس نے بتایا۔ میں نے اس کچی سڑک سے پہلے ہی وین ایک جگہ دیکھ کر سڑک سے اتار لی اور جھاڑیوں میں گھسا دی۔ کرنل چونکا۔"یہ کیا کر رہے ہو؟"

"خاموش رہو۔" میں غرایا۔

وین یہیں روک کر میں کرنل کے ساتھ نیچے اتر آیا۔ کچھ اور جھاڑیاں ڈالنے سے وین مکمل طور پر کیموفلاج ہو گئی تھی۔ کرنل خاموشی سے ایک طرف کھڑا یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اس طرح اس مقام تک نہیں پہنچنا چاہتا تھا جیسے کرنل مجھے لے جاتا۔ میں بھارتیوں کی بے خبری میں وہاں تک جانا چاہتا تھا۔ ایک لمحے کو مجھے خیال آیا کہ کیا میرا اس طرح جانا حماقت تو نہیں ہے پتا نہیں بھارتیوں نے پہلی ہزیمت کے بعد مجھے وہاں لے جانے کے لیے کیا انتظامات کر رکھے ہوں۔ اس بار وہ مجھے زمینی راستے سے لے جاتے اور اس میں زیادہ محتاط رہنا پڑتا۔ مگر پھر میں نے احتیاط کا خیال ذہن سے نکال دیا۔ مجھے پہلے بھی اللہ پر بھروسہ تھا اور اب بھی میں اسی کے بھروسے پر اپنے دشمنوں سے نمٹنے جا رہا تھا جو صرف میرے نہیں میرے ملک کے بھی دشمن تھے۔ روانہ ہونے سے پہلے میں نے کرنل کی طرف دیکھا۔"میرا خیال ہے تم چند کلو میٹرز کا سفر پیدل کر سکتے ہو اور تمہیں یہ بتانے کی ضرورت بھی نہیں ہے کہ کسی قسم کی دھوکا دہی کی صورت میں میرا اولین نشانہ تم ہو گے۔"

"تم فکر مت کرو۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔"میں کوئی حماقت نہیں کروں گا۔"

ہم نے سڑک پر پیدل مارچ شروع کی تو کرنل نے ایک بار پھر مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔"شہباز تم

حماقت کر رہے ہو وہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "تم مجھے بتانے کی زحمت نہ کرو ابھی کل تک تم بھی بہت خطرناک تھے اور اب تم ایک بے بس قیدی ہو۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" اس نے غالباً خون کے گھونٹ پی کر کہا۔

دس منٹ بعد ہم اس کچے راستے تک پہنچ گئے تھے لیکن یہاں سے میں نے اس پر سفر کرنے کے بجائے ذرا آگے نکل کر درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان چلنے کو ترجیح دی تھی۔ اگر کوئی اس راستے کی نگرانی کر رہا تھا تو اسے ہماری آمد کا علم نہیں ہوتا لیکن میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں تھا وہ لوگ انٹیلی جنس سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں نگرانی کے دس طریقے آتے تھے جس طرح میں نے متبادل راستہ اختیار کیا تھا اسی طرح وہ بھی سوچ سکتے تھے اور اس متبادل راستے کی نگرانی کر سکتے تھے۔ مگر مفروضہ خطرے کی بنیاد پر میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔ کوئی نصف گھنٹے بعد ہم اس جگہ کے قریب تھے جہاں بہ قول کرنل کے میری حوالگی عمل میں آنا تھی۔ جیسے ہی کرنل نے اس جگہ کی نشاندہی کی میں نے وہ کیا جو سوچا ہوا تھا میں نے پستول کے دستے سے اس کی سر پر ضرب لگائی۔ ہلکی سی کراہ کے ساتھ وہ زمین پر لڑھکنے لگا۔ میں نے اسے تھام کر آرام سے نیچے لٹا دیا اور آہستہ سے کہا۔

"اب تم آرام کرو باقی میں خود دیکھ لوں گا۔"

کرنل کو ایسی جگہ لٹا کر جہاں اسے آسانی سے نہ دیکھا جا سکے میں درختوں اور جھاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا اس طرف بڑھنے لگا جہاں بھارتیوں نے آنا تھا یا آ چکے تھے۔ یہ دو پہاڑیوں کے درمیان ایک چھوٹا سا درہ تھا۔ میں زمین پر لیٹ گیا جو برف کی طرح ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ آسمان پر چاند موجود تھا اور اس کی ہلکی روشنی میں کھلی جگہیں صاف دکھائی دے رہی تھیں جب کہ درختوں تلے بھی کسی کی حرکت محسوس کی جا سکتی تھی۔ اس لیے میں نے لیٹ جانا مناسب سمجھا۔ میرے پاس ایک عدد شاٹ گن اور دو عدد پستول تھے لیکن کھلی جگہ دو بدو مقابلے کے لیے یہ تینوں ہتھیار ناکافی تھے۔ ان کے بجائے اگر ایک سیمی آٹو میٹک رائفل ہوتی تو وہ کہیں زیادہ کارآمد ہو سکتی تھی۔ بہرحال مجھے بھارتیوں سے مقابلہ تو کرنا تھا۔ اگر میں انہیں بے خبری میں نشانہ بناتا تو یہ ہتھیار بھی برے نہیں تھے۔

زمین پر لیٹنے سے ٹھنڈ تیزی سے میرے جسم میں سرایت کرنے لگی۔ جیکٹ گرم تھی لیکن اتنی گرم نہیں تھی مجھے زمین سے آتی یخ سے محفوظ رکھتی۔ مجبوراً میں اٹھا اور ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گیا۔ یہ پوزیشن بہتر تھی اس میں میرا اوپری جسم زمین سے نہیں لگ رہا تھا البتہ پاؤں ٹھٹھر رہے تھے۔ میں نے شاٹ گن سینے پر رکھی ہوئی تھی اور پستول بائیں ہاتھ میں تھا میں کسی بھی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔ وقت سُست روی سے گزر رہا تھا شاید ایک بج چکا تھا اور ابھی تک کسی کی آمد کے آثار نمایاں نہیں ہوئے تھے۔ اگر بھارتی پہلے سے آ گئے تھے اور کہیں چھپے ہوئے انتظار کر رہے تھے تو ان کی استقامت قابلِ تعریف تھی کیونکہ ایک گھنٹے میں میرا برا حال ہو گیا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اٹھ کر چہل قدمی شروع کر دوں اور اپنے جسم کے اکڑ جانے والے رگ پٹھے کھولوں۔ دو بجے تک میں دل ہی دل میں ان لوگوں کو گالیاں دے رہا تھا جو نہ جانے کہاں مر گئے تھے۔

اچانک کہیں سے ایسی آواز آئی جیسے کوئی پرندہ بولا ہو۔ حالانکہ اس سے پہلے کوئی پرندہ نہیں بول رہا تھا۔ ماحول مکمل طور پر خاموش تھا۔ فوراً ہی کہیں پاس سے دوسرا پرندہ بولا۔ اس کے بعد تیسرے پرندے نے بھی آواز نکالنا ضروری سمجھا۔ اتنے تواتر سے اور سوچ سمجھ کر پرندے آواز نہیں نکالتے ہیں جب تک ان کے ساتھ کوئی مسئلہ نہ ہو۔ نصف رات کو کوئی مسئلہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ پرندے اپنے تمام معمولات دن میں نمٹا لیتے ہیں سوائے اُلو کے۔ اگر وہ اُلو کی آواز نکالتے تو شاید میں دھوکا کھا جاتا۔ یہ انسان ہی تھے جو پرندوں کی آوازیں نکال کر پیغام رسانی کر رہے تھے۔ میں چوکنا ہو گیا۔ دشمن کہیں آس پاس ہی تھا وہ ان اشاروں کی مدد سے ایک دوسرے کو پیغام دے رہے تھے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھ لیا تھا یا یہ پوچھ رہے تھے کہ ہمارا مطلوبہ شکار ابھی تک کیوں نہیں آیا ہے؟ میں جہاں بیٹھا تھا وہیں درختوں کے درمیان گھس گیا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ رات میں نگرانی کرنے کے لیے سب سے مؤثر چیز نائٹ ویژن دوربین ہے اور یہ اب عام ملنے لگی ہے تو کیا ان لوگوں کے پاس نہیں ہو گی؟

میں ممکنہ حد تک تنوں کی آڑ میں ہو گیا تھا۔ نائٹ ویژن اصل میں انفرا ریڈ روشنی کو دیکھ لیتی ہے جو کسی جسم کی حرارت کی وجہ سے خارج ہوتی ہیں۔ انسانی جسم کسی درخت یا چٹان سے زیادہ حرارت خارج کرتے ہیں اس لیے وہ الگ سے اور نمایاں نظر آتے ہیں۔ کسی آڑ میں ہونے سے کسی حد تک تحفظ ہو جاتا ہے لیکن طاقتور نائٹ ویژن دیوار کے پیچھے بھی دکھا سکتی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں دعا کی کہ ان لوگوں کے پاس نائٹ ویژن نہ ہو ورنہ میں بہت آرام سے نظر آتا۔ ویسے مجھے امید کم ہی تھی کہ ان لوگوں کے پاس نائٹ ویژن نہیں ہو گی اگر مجھے پہلے اس چیز کا خیال آ جاتا تو میں اس طرح یہاں کا رخ نہ کرتا بلکہ کچے راستے کے اس حصے پر ان لوگوں کا انتظار کرتا جو پکی سڑک کی طرف جاتا تھا یہاں سے مایوس ہو کر وہ اسی طرف سے کہیں جاتے۔ اس علاقے کی ساخت سے لگ رہا تھا کہ یہاں آنے جانے کے وہی پکی سڑک استعمال ہوتی ہو گی کیونکہ آگے تو مزید اونچے اور ناقابلِ گزر قسم کے پہاڑ دکھائی دے رہے تھے۔

جیسے ہی یہ خیال آیا میں نے پیچھے کی طرف سرکنا شروع کر دیا۔ اس خیال پر تو اب بھی عمل کیا جا سکتا تھا خوش قسمتی سے اگر میں اب تک بھارتیوں کی نظر میں آنے سے بچا رہا تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آگے بھی بچ سکتا ہوں۔ اس لیے میرا جلد از جلد یہاں سے نکل جانا ضروری تھا۔ میں اندازے سے اس مقام تک آیا جہاں کرنل کو چھوڑ کر گیا تھا اور جب میں نے اسے ان درختوں کے درمیان تلاش کیا تو وہ وہاں نہیں تھا۔ میں دم بخود رہ گیا تھا۔ نہ جانے وہ کس وقت ہوش میں آ گیا تھا اور موقع پاتے ہی وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی طرف سے غفلت برتی تھی اسے صرف بے ہوش کر دینا کافی سمجھا تھا اگر میں اسے باندھ کر جاتا تو اس کا باپ بھی یہاں سے فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے کرنل پر لعنت بھیجی وہ اس قابل نہیں تھا کہ یہاں رک کر مجھ پر قابو کی سوچتا اس نے یقیناً موقع ملتے ایسی دوڑ لگائی ہو گی کہ دوبارہ مڑ کر نہیں دیکھا ہو گا۔

میں اب اس جگہ سے دور نکل آیا تھا اس لیے بے دھڑک چل رہا تھا لیکن ساتھ ہی میرے کان عقب پر لگے تھے اگر کوئی میرا پیچھا کرتا تو یقیناً کچھ نہ کچھ آہٹیں تو ہوتیں جیسے میرے چلنے سے ہو رہی تھیں۔ میں چلتے چلتے یک دم رک کر سنتا تھا اگر کوئی پیچھے ہوتا تو وہ اپنی رفتار یک دم نہیں توڑ سکتا تھا اور مجھے اس کی آہٹ مل جاتی لیکن

پکی سڑک تک آتے آتے مجھے ایسی کوئی آہٹ سنائی نہیں دی تھی۔ سڑک تک آ کر میں نے اس مقام کا جائزہ لیا جہاں کچی اور پکی سڑکیں آپس میں مل رہی تھیں اگر بھارتی اسی طرف سے واپسی کا راستہ اختیار کرتے تو میں انہیں روک سکتا تھا۔ صرف روک ہی نہیں سکتا تھا بلکہ جہنم رسید بھی کر سکتا تھا اس مقصد کے لیے میں نے پکی سڑک کے بائیں طرف ایک اونچی جگہ چن لی۔ یہاں دو چٹانوں کے درمیان پیالہ نما جگہ قدرتی مورچے کا کام دیتی یہاں سے میں دونوں راستوں پر نظر رکھ سکتا تھا بلکہ حملہ کرنے کے لیے یہ بھی یہ جگہ بہترین تھی۔

رات کے دو بج رہے تھے اور ابھی صبح ہونے میں خاصا وقت تھا۔ سردی کی شدت بڑھ گئی تھی اور صبح روشنی ہونے تک اس کی شدت برقرار رہتی۔ میں چٹانوں کے درمیان گھس کر بیٹھ گیا۔ اوپر چند گھنے درخت تھے اس لیے چاندنی میں بھی مورچہ تاریک تھا البتہ راستے بالکل صاف نظر آ رہے تھے۔ اچانک مجھے کچے راستے کی طرف سے کسی کی حرکت محسوس ہوئی۔ کوئی درختوں کے درمیان چل رہا تھا لیکن وہ تھوڑا سا چلتا رک جاتا اس کی موجودگی کا پتا اس کے قدموں کی چاپ نے دیا تھا۔ وہ بہت محتاط تھا میں نے نظر جما کر دیکھا اور پھر اسے پہچان لیا وہ کرنل تھا اس کا ایک جھولتا بازو اس کی شناخت تھا۔ پھر وہ خالی ہاتھ تھا جب کہ بھارتی لازمی مسلح ہوتے۔ کرنل ابھی تک یہیں تھا میرا اندازہ غلط ثابت ہوا تھا کہ وہ بھاگ نکلا تھا۔ شکر ہے مجھے اندازے کی اس غلطی کا خمیازہ نہیں بھگتنا پڑا ورنہ وہ کہیں ایک عدد ڈنڈا لیے گھات میں ہوتا اور پاس سے گزرتے ہی میرے سر پر رسید کرتا تو الٹی ہو جاتیں ساری تدبیریں۔

کرنل بہت چالاک تھا یقیناً اس کے ذہن میں یہ خیال ہو گا کہ میں یہیں کہیں آس پاس گھات لگائے بیٹھا ہو سکتا ہوں اور جیسے ہی وہ پکی سڑک کی طرف جائے گا میری نظروں میں آ جائے گا۔ یہی خیال اسے سڑک پار کرنے سے روک رہا تھا۔ اگر وہ الٹی طرف جا کر پکی سڑک پر نکلتا تب بھی اسے وین کی طرف جانے کے لیے اسی سمت سے گزرنا پڑتا اور وہ میری نظروں میں آ جاتا۔ میں نے سوچ لیا کہ اگر وہ وین والی سمت گیا تو میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ اس علاقے میں یہ وین ہی واحد چیز تھی جو مجھے یہاں سے باہر لے جا سکتی تھی ورنہ اس موسم میں ان پہاڑوں پر بھٹکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میری نظریں اس پر مرکوز تھیں۔ بالآخر وہ حرکت میں آیا اور درختوں کے نیچے ہی ڈھلان کے ساتھ ساتھ پکی سڑک کے دوسری طرف جانے لگا۔

کچھ دیر بعد وہ گھوم کر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ کرنل نے عقل سے کام لیا تھا اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے وین کی طرف جانے کی کوشش کی تو اس کا امکان تھا کہ میری نظروں میں آ جائے گا اور میں اسے وین لے جانے کی اجازت نہیں دوں گا اس لیے اس نے متبادل راستہ اختیار کیا۔ وہ الٹی طرف چلا گیا اسے معلوم تھا کہ میں بھارتیوں کی گھات میں ہوں اور اگر میں نے اسے دیکھ بھی لیا تو ہنگامے کے ڈر سے اسے چھیڑنے سے گریز کروں گا وہ جیو اور جینے دو کے فارمولے پر عمل کر رہا تھا۔ میں اس کی توقع پر پورا اترا اور اسے جانے دیا۔ اس چکر میں تین بج گئے تھے اور اب تک بھارتی دکھائی نہیں دیئے تھے۔ مجھے شبہ ہونے لگا کہ کہیں بھارتی کسی اور طرف سے تو نہیں آئے تھے اور اب اسی سمت نکل گئے ہوں گے۔ مجھے اس علاقے کے بارے میں زیادہ علم نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں احمق بن کر یہیں بیٹھا رہ جاتا۔ بہرحال یہ ایک چانس تھا جو میں نے لیا تھا اگر بھارتی میرے ہاتھ نہیں آتے تو میں بھی کون سا ان کے ہاتھ آ گیا تھا اس لیے حساب برابر ہو جاتا۔

چار بجے یک دم ہی آسمان پر بادل چھانے لگے اور یہ خاصے خطرناک قسم کے بادل تھے۔ چاند چھپ گیا اور ماحول تاریک ہو گیا بس ایک ہلکا سا روشنی کا احساس باقی رہ گیا تھا۔ بادلوں کی آمد کے ساتھ ہی ہلکی سرد ہوا چلنے لگی۔ مشکل سے آدھے گھنٹے بعد یہ ہوا قیامت خیز ہو چکی تھی اور آسمان سے برف کے ٹکڑے آڑے ترچھے گر رہے تھے اس لیے یہ براہ راست آنکھوں اور منہ میں گھسے چلے آ رہے تھے۔ یہ ایک نئی آفت تھی جو اچانک ہی نازل ہو گئی تھی۔ اس علاقے میں موسم کی یہ اچانک تبدیلی کوئی نئی بات نہیں تھی۔ مگر اس نے میرے عزائم کو کمزور کر دیا تھا۔ اڑتی برف نے ماحول کو تقریباً اندھا کر دیا تھا اور تیز ہوا کے مقابل آنکھیں کھلی رکھنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ طوفان آنے کے آدھے گھنٹے کے اندر میں نے یہاں سے جانے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ اگر میں کچھ دیر یہاں رکتا تو سردی سے اکڑ کر مر جاتا۔ اس طوفان میں کھلی جگہ ایک گھنٹہ گزارنا خودکشی کے مترادف ہو سکتا تھا۔ میرے جسم پر کپڑے بھی اتنے گرم نہیں تھے۔

میں اتر کر نیچے کچے راستے تک آیا۔ اسی لمحے پیچھے سے بجلی سی چمکی میں نے مڑ کر دیکھا۔ یہ ایک گاڑی تھی جو کچے راستے پر اسی طرف چلی آ رہی تھی اور روشنی اس کی طاقتور ہیڈ لائٹس کی تھی۔ میں پلٹ کر بھاگا۔ گاڑی مشکل سے سو گز دور تھی اور اس کا امکان بھی تھا کہ اس میں سوار افراد نے مجھے دیکھ لیا ہو۔ مورچے والی چٹانوں تک جانے کا وقت نہیں تھا۔ میں دو برابر اگے بڑے تنوں والے درختوں کے پیچھے آ گیا ان کے تنے مجھے تحفظ دے سکتے تھے۔ اب سوال یہ تھا کہ آنے والے کون تھے؟ اگر وہ بھارتی تھے تب میں ان کو روکنے کی کوشش کرتا مگر یہ معلوم کرنا تقریباً ناممکن تھا کہ گاڑی میں کون تھا اور میں یہ جانے بغیر فائر کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا میرے ہاتھ سے کسی بے گناہ کا خون ہو جاتا اور یہ مجھے گوارہ نہیں تھا۔

ابھی میں اس کشمکش میں تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں کہ وہ گاڑی وہیں آ کر رکی جہاں ایک منٹ پہلے میں تھا اور اس کے چاروں دروازے یک دم کھلے اور ان سے بیک وقت چار افراد نیچے اترے۔ ان میں سے جو دو دوسری طرف تھے انہوں نے وہیں گاڑی کے پیچھے مورچہ سنبھال لیا اور دو جو اس طرف تھے انہوں نے اوپر ڈھلان کی طرف خودکار رائفلیں تان لیں۔ شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی یہ بھارتی تھے اور میری تلاش میں تھے۔ شامت کا مارا میں خود نیچے پہنچ گیا اور عین اسی وقت گاڑی کی روشنی میں نظر بھی آ گیا۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا اور وہ مجھے واپس ڈھلان کی طرف جاتے ہوئے بھی تاڑ لیا تھا۔ انہوں نے کمانڈوز والی حکمت عملی اپنائی تھی دو آگے تھے اور دو ان کو پیچھے سے تحفظ دے رہے تھے۔

اگر وہ اوپر آ جاتے تو میرے لیے مقابلے کی گنجائش کم ہو جاتی اور اس صورت میں مجھے ہتھیار ڈالنے پڑتے یا مرنا پڑتا۔ دونوں باتیں مجھے منظور نہیں تھیں اس لیے میں نے فوری مقابلے کا فیصلہ کیا اور پہلے ذرا پیچھے اور محتاط انداز میں چلنے والے شخص کا نشانہ لیا۔ تیس گز کے فاصلے سے شاٹ گن کا نشانہ خطا جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا میں نے دھماکے کے ساتھ ہی شاٹ گن کا رخ دوسرے شخص کی طرف کر کے گولی چلائی۔ اتنی دیر میں وہ ہوشیار ہو کر ایک درخت کے عقب میں چھلانگ لگا رہا تھا لیکن وہ ہوا میں تھا گولی نے اس کی ٹانگ کو گھٹنے سے ذرا اوپر تقریباً کاٹ دیا تھا۔ اس نے کرب ناک چیخ ماری جو طوفان اور شاٹ گن کے دھماکے میں دب کر رہ گئی تھی۔ دشمن دس سیکنڈ میں اپنی آدمی سپاہ سے محروم ہو گیا تھا۔

نیچے بیک اَپ کے لیے موجود دونوں افراد نے درختوں کی طرف فائرنگ شروع کر دی تھی اور انہوں نے شاٹ گن سے نکلنے والے اولین شعلے سے میری لوکیشن کا اندازہ کر لیا تھا۔ اس لیے دوسرا فائر میں نے بہت خطرہ مول لے کر کیا تھا میرے آس پاس گولیاں برس رہی تھیں اور میں انہیں نظر انداز کر کے دوسرے کو نشانہ بنا رہا تھا۔ دوسرا شاٹ چلاتے ہی میں تنے کی آڑ میں ہو گیا اور پھر لیٹ کر رینگتا ہوا دوسرے تنے کی آڑ میں چلا گیا۔ اس دوران میرے ہاتھ شاٹ گن کے خالی ہو جانے والے خانوں کو لوڈ کر رہے تھے۔ دوسرا آدمی جو نشانہ بنا تھا وہ ڈھلان پر پڑا چلا رہا تھا۔ مگر نیچے والوں کو اس کے بجائے میری فکر تھی۔ میں نے دو آدمی مار کر آدھی جنگ جیت لی تھی اور اب وہ جارحیت چھوڑ کر دفاعی پوزیشن پر اتر آئے تھے۔

ان کے پاس خود کار رائفلیں تھیں اور وہ بے دریغ ان کا استعمال کر رہے تھے گولیاں اتنے تواتر سے تنوں پر برس رہی تھیں کہ مجھے سر نکالنے کا موقع بھی نہیں مل رہا تھا ویسے ان کا زیادہ زور اس تنے پر تھا جس کے پیچھے میں نہیں تھا۔ بالآخر ایک کی رائفل کا میگزین ختم ہوا اور وہ اسے تبدیل کرنے لگا دوسرا دوسرے تنے پر فائر کر رہا تھا۔ میں نے شاٹ گن نکال کر جیپ کے بونٹ پر فائر کیا۔ جو ونڈ شیلڈ پر لگا اور وہ بکھر گئی۔ دوسرا فائر میں نے جیپ کے اندر کیا وہ اتنا بوکھلائے کہ نیچے جھک گئے اس لیے اگلا فائر میں نے اطمینان سے کیا اور جیپ کا اگلا پہیہ برسٹ کر دیا۔ اس کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ دوسرے فائر سے اس طرف کا پچھلا پہیہ بھی اڑا دیا۔ شاید اس کے پیچھے شخص کو بھی چوٹ آئی تھی کیونکہ اس نے بے ساختہ پنجابی میں گالی دی تھی اور لہجہ لاہوری تھا۔

"سردار اپنی زبان قابو میں رکھو۔" دوسرے نے تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

"وٹا تیرے منہ تے لگدا تے میں پچھدا۔" سردار نے بلبلا کر کہا۔ شاید گولی زمین سے لگی تو کوئی پتھر اڑ کر اس کے منہ سے جا لگا تھا۔

"وشال مارا گیا ہے۔" پہلے نے کہا۔ "گوتم زخمی ہے۔"

"اپنی فکر کرو۔" سردار جی غصے سے بولے۔

مجھے حیرت ہوئی کہ بھارتیوں نے پچھلی ہزیمت اور میرے ٹریک ریکارڈ سے بھی کوئی سبق نہیں سیکھا تھا۔ انہوں نے اس بار بھی صرف چار آدمی بھیج دیے تھے۔ ان میں سے دو تو فوراً مارے گئے تھے اور دو ابھی دفاعی پوزیشن میں تھے لیکن وہ مدد کے لیے ایس او ایس دے سکتے تھے۔ میں نے جیپ کے اگلے والے حصے پر مزید کئی فائر کیے کہ اگر اس میں کوئی ریڈیو ہو تو وہ ناکارہ ہو جائے۔ دوسرے وہ جیپ میں گھسنے کی ہمت نہ کریں۔ انہوں نے میگزین ری لوڈ کر لیے تھے اور اب دوبارہ گولیاں ضائع کر رہے تھے لیکن یہ ان کی چالاکی تھی وہ فائر کر کے مجھے دبکے رہنے پر مجبور کر رہے تھے تاکہ میں ان کی اگلی حکمتِ عملی نہ بھانپ سکوں۔ وہ دستی بم پھینکنے جا رہے تھے۔ مجھے تو اس کی آمد کا پتا بھی نہیں چلا اور وہ میرے پاس گرا لیکن ڈھلان ہونے کی وجہ سے لڑھکتا ہوا تنوں سے ذرا آگے گیا اور پھر پھٹا۔ وہ مجھ سے مشکل سے چار گز دور ہو گا۔

دھماکے نے میرے کان سن کر دیے تھے اور کچھ دیر مجھے کچھ سنائی نہیں دیا تھا۔ صرف کان ہی نہیں بلکہ اعصاب بھی سن ہو گئے تھے۔ البتہ تنے نے مجھے بم کے اڑتے ٹکڑوں سے بچا لیا تھا ورنہ میں ادھڑ کر رہ جاتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس سن سی کیفیت میں کتنی دیر گزری لیکن اچانک ہی میری چھٹی حس نے چونکایا اور میں نے بے

ساختہ پستول نکالتے ہوئے نیچے کی طرف اندھادھند فائرنگ کی۔ میں نے خود سامنے آنے سے گریز کیا تھا اور میرا مقصد کسی کو نشانہ بنانے سے زیادہ انہیں یہ بتانا تھا کہ میں زندہ ہوں اور اس قابل ہوں کہ ان سے نمٹ سکوں۔ دستی بم پھینکتے ہی انہوں نے اوپر کی طرف دوڑ لگائی تھی۔ قدرت ایک بار پھر مجھ پر مہربان ثابت ہوئی۔ میری چلائی ہوئی اندھادھند گولیاں نشانے پر لگیں ان میں سے سردار جی چلائے اور اس نے اپنی پنجابی میں بے اختیار کچھ کہا لیکن جو مجھے صاف سنائی نہیں دیا لیکن ظاہر ہے میری مذمت میں تھا۔

دوسرا یقیناً جنوبی ہند سے تعلق رکھتا تھا اس کا لہجہ بتاتا تھا۔ وہ بدحواسی میں واپس بھاگا اور جب تک میں اٹھ کر اسے نشانہ بنانے کی کوشش کرتا وہ واپس جیپ کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ دوبارہ مورچہ سنبھال کر میری طرف کوئی دستی بم ارسال کرتا میں نے موقع غنیمت جان کر جگہ بدل لی اور دوڑ کر ایک اور تنے کے پیچھے چلا آیا۔ ڈھلان پر ابھی تک دستی بم کا دھواں پھیلا ہوا تھا اور پھر برف کے ذرات اڑ رہے تھے ہوائیں چنگھاڑ رہی تھیں اس لیے مجھے امید تھی کہ میں نہ تو اسے درخت کے پیچھے جاتا دکھائی دیا ہوں گا اور نہ ہی اس نے میری آہٹ سنی ہوگی۔

تاریکی میں پتا نہیں چل رہا تھا کہ تیسرا آدمی کہاں گرا تھا اور وہ زندہ تھا یا مر گیا تھا۔ شروع میں جیپ کی لائٹس آن تھیں اور ان کے انعکاس سے تھوڑا بہت نظر آ رہا تھا لیکن جب میں نے جیپ پر گولیاں برسائیں تو اس کی لائٹس بھی بند ہو گئی تھیں۔ بچنے والا واحد دشمن جیپ کے پیچھے پناہ گزین تھا۔ اس بار ایسا لگ رہا تھا کہ بھارتیوں نے اپنا قاتل دستہ بھیجا تھا تاکہ مجھے دنیا سے رخصت کر دیا جائے۔ یہ چاروں افراد اپنے انداز سے تربیت یافتہ قاتل لگ رہے تھے لیکن بدقسمتی سے ان کا واسطہ مجھ سے پڑ گیا تھا اور مجھے اس قسم کے قاتلوں سے نمٹنے اور انہیں جہنم رسید کرنے کا وسیع تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔ انہوں نے برسوں لگا کر جو کچھ تربیت گاہوں میں سیکھا تھا میں نے اس سے زیادہ چند مہینوں میں عملی میدان میں حاصل کر لیا تھا۔

بڑے سائز کی جیپ کے پیچھے اس کا اندازہ کرنا دشوار تھا کہ چوتھا فرد کہاں ہے۔ اسے سامنے لانا بھی مشکل تھا اس لیے میں نے روایتی طریقہ استعمال کیا۔ میں نے ایک عدد پتھر تلاش کیا اور پھر اسے جیپ کی طرف اچھال دیا۔ ٹن کی آواز کے ساتھ وہ بونٹ پر گرا۔ چوتھے کمانڈو نے بھڑک کر جگہ بدلی اور مجھے اس کا ہیولہ سا دکھائی دیا تھا لیکن یہ نظر کا دھوکا بھی ہو سکتا تھا اس نے فائر کرنے سے گریز کیا۔ میں نے اسی طریقے کو ذرا موثر انداز میں استعمال کرنے کا سوچا۔ ڈھلان پر پتھروں کی کمی نہیں تھی بلکہ کچھ زیادتی تھی اور اکثر پتھر خاصے بڑے تھے جن میں اپنے مطلب کا پتھر تلاش کرنا مشکل ثابت ہو رہا تھا بہرحال میں نے کسی طرح دو درجن کے قریب پتھر جمع کر لیے اور اس کے بعد تیزی سے انہیں جیپ کے پیچھے ارسال کرنے لگا۔ سامنے سے مارنے کے بجائے میں انہیں اس طرح اچھال رہا تھا وہ اوپر جانے کے بعد وہ سیدھے گریں اسی طرح میں جیپ کے عقب میں چھپے دشمن کو پریشان کر سکتا تھا۔ اگرچہ اس کا امکان ایک فیصد بھی نہیں تھا کہ کوئی پتھر عین اس کے سر پر لینڈ کرے لیکن دو تین پتھر اس کے آس پاس بھی گرتے تو وہ بدحواس ہو سکتا تھا اور کوئی ایسی حرکت کرتا جس سے وہ سامنے آ جاتا۔

میرے عمل کا فوری ردعمل سامنے آیا۔ اکثر پتھر جیپ پر گرے اور کچھ اس کے پاس گرے۔ ایک اسے لگا بھی تھا کیونکہ اس نے آہستہ سے بے ساختہ شٹ کہا تھا۔ میں نے سن لیا تھا چند پتھر اور اچھالے تو اس نے اچانک

جیپ کے پیچھے سے نکل کر اوپر کی طرف ایک برسٹ مارا۔ اس نے ان ہی دونوں ستوں کا نشانہ لیا جہاں میں پہلے تھا اوپر سے آتے پتھروں سے یہ اندازہ کرنا تقریباً ناممکن تھا کہ انہیں کہاں سے پھینکا جا رہا ہے۔ وہ جیپ کے بائیں طرف تھے اس لیے وہ جیپ کے دائیں طرف سے نکلا تھا اور اسے خبر نہیں تھی کہ میں اب دائیں طرف تھا اور وہ میرے سامنے ہی تھا لیکن اس نے اتنی پھرتی سے برسٹ مارا اور واپس جیپ کی آڑ میں چلا گیا کہ میں کچھ نہیں کر سکا تھا۔

میں سارے ہی پتھر پھینک چکا تھا اس لیے میں نے دوبارہ پتھر جمع کیے اور اس بار پوری حکمتِ عملی کو ذہن میں دھرایا کہ کس موقع پر مجھے کیا کرنا ہے۔ کیونکہ میرے پاس ایک ہی چانس ہوتا اور امکان یہ تھا کہ اس کے بعد مجھے چانس نہیں ملتا میری طرف سے فائر کرتے ہی وہ میری پناہ گاہ سے واقف ہو جاتا۔ یہ بڑا لیکن ایک ہی ستا تھا اور مجھے وہ ستوں جتنا تحفظ نہیں دے سکتا تھا۔ اگر وہ بچ جاتا تو ٹرائی ٹرائی اگین کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے دوبارہ ہی بم ارسال کرتا اور مجھے فوت کر دیتا۔ اس بار میں نے زیادہ تیزی سے پتھر اچھالنے شروع کیے تھے اور الٹے ہاتھ سے شاٹ گن بغل کے ساتھ لگائے نشانہ لینے کے لیے بھی پوری طرح تیار تھا۔ کوئی ایک درجن پتھر اچھالنے کے بعد مجھے جیپ کے ساتھ حرکت محسوس ہوئی اور میرا دایاں ہاتھ تیزی سے ٹریگر پر آیا۔ جیسے ہی وہ سامنے آیا اور اس نے برسٹ مارنا شروع کیا میں نے فائر کر دیا۔ شاٹ گن گرجی اور وہ الٹ کر پیچھے جا گرا تھا۔

میں نہیں جانتا تھا کہ اسے گولی کہاں لگی تھی؟ وہ زندہ تھا یا مر گیا تھا؟ میں اٹھ کر تیزی سے ڈھلان کے متوازی بھاگا میں نے نیچے کی طرف جانے سے گریز کیا تھا۔ ایک لمبا چکر کاٹ کر میں کچی سڑک پر اترا۔ اس بھاگ دوڑ کے دوران میں دو مرتبہ گرتے گرتے بچا تھا۔ مگر اللہ نے خیر کی ورنہ ہڈی پسلی ایک ہو سکتی تھی اور میں بھی دشمنوں کے ساتھ یہیں لمبا لیٹ جاتا۔ سڑک سے ہوتے ہوئے میں کچے راستے پر آیا اور جیپ کی طرف بڑھا میری نظر بیک وقت ڈھلان اور جیپ کی طرف تھی جو تھا دشمن یقیناً جیپ کے پیچھے تھا اگر وہ بچ گیا تھا تب بھی زخمی ضرور ہوا تھا۔ مجھے ڈھلان پر کوئی سرگرمی نہیں دکھائی دی۔ اس لیے میں دبے قدموں جیپ کی طرف بڑھا۔ تب مجھے پہلی بار آواز سنائی دی۔

"ایم ون......ڈو یو ریڈ می......ایم ون......"

بولنے والے کا لہجہ بتا رہا تھا وہ شدید تکلیف میں ہے۔ میں نے جیپ کے کنارے سے جھانکا۔ وہ جیپ سے ٹیک لگائے اور دونوں پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا اس کا سر دوسری طرف تھا جہاں سے اسے خدشہ تھا کہ میں نہ آ جاؤں لیکن میں مخالف سمت سے آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا واکی ٹاکی تھا لیکن اس کی رینج یقیناً اتنی تھی کہ وہ اپنے بیس سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر موسم کی خرابی آڑے آ رہی تھی۔ میں دبے قدموں اس تک گیا اور اس سے پہلے کہ وہ ہوشیار ہوتا میں پستول اس کے سر سے لگا دیا۔

"بس اب مزید کوئی حرکت مت کرنا۔"

وہ ساکت ہو گیا میں نے پہلے اس کے ہاتھ سے واکی ٹاکی اچک لیا اور اسے بند کر کے اپنی جیکٹ میں رکھ لیا پھر لات مار کر اس کی رائفل کو دور کر دیا۔ اس کے لباس میں کوئی دوسرا ہتھیار ہو سکتا تھا۔ اس لیے میں نے اس کے زخم کی پروا کیے بغیر اچانک سے اوندھے منہ لٹا دیا ایک پیر اس کی پشت پر رکھتے ہوئے اس کی اوپر سے

لے کر نیچے تک تفصیلی تلاشی لی۔ گولی اس کے دائیں پہلو کو ادھیڑ گئی تھی۔ وہ زخمی تھا لیکن اسے قریب المرگ نہیں کہہ سکتے تھے البتہ جب میں نے اسے لٹایا تو اس نے خاصا شور مچایا تھا اور اپنی مادری بھاشا یعنی اڑم گڑم بگڑم والی زبان میں مجھے گالیاں بھی دی تھیں۔ اس کے پاس سے ایک عدد پستول ایک بڑا خنجر، دو عدد پستول کے میگزین اور دور مار رائفل کے میگزین برآمد ہوئے میں نے انہیں اپنی جیکٹ میں رکھ لیا۔ اسے سیدھا کیا تو وہ یوں جھول رہا تھا جیسے بے ہوش ہونے والا ہو لیکن جب میں نے پستول کی نال اس کے زخم پر رکھ کر دبائی تو وہ چلا اٹھا تھا اور بالکل ہوش میں آ گیا۔

"تم کون سی زبان سمجھتے ہو؟" میں نے انگریزی میں پوچھا۔ "یا وہ زبان جو جانور سمجھتے ہیں۔"

"شہباز۔" اس نے انگریزی میں تکلیف زدہ لہجے کے ساتھ کہا۔ "تم بچ کے نہیں ہمارے اور ساتھی بھی ہیں ہم چار کو مار کر تم یہ مت سمجھنا کہ بچ گئے ہو۔"

"مجھے ایسی خوش فہمی کبھی نہیں رہی۔ جب میری موت کا وقت آئے گا تو مجھے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ ورنہ تمہاری ساری فوج مل کر بھی مجھے نہیں مار سکے گی۔" میں نے کہا۔ "یہ بتاؤ تم کسے کال کر رہے تھے؟"

"اپنے ساتھیوں کو۔"

"وہ کہاں ہیں یہاں تمہارا بیس کہاں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم اور یہاں ہمارا کوئی بیس نہیں ہے۔"

میں نے پستول اس کے گھٹنے پر رکھ کر فائر کر دیا۔ اسے مجھ سے اس سلوک کی توقع نہیں تھی اس لیے تڑپ کر رہ گیا۔ میں نے اپنا سوال دہرایا اور پستول اس کے دوسرے پاؤں کے گھٹنے پر رکھ دیا۔ اس نے سر جیپ کی باڈی پر مارتے ہوئے کہا۔ "مجھے نہیں معلوم مجھے مار دو۔"

لیکن جب میں نے اس کے دوسرے گھٹنے میں بھی سوراخ کیا تو اس کی یادداشت بحال ہو گئی اور اس نے رک رک تقریباً روتے ہوئے بتایا کہ وہ اس علاقے میں ملک مقیم کے پاس رکے تھے وہ یہاں ان کا ایجنٹ تھا اور انہیں تمام سہولیات مہیا کرتا تھا۔ وہ سب سرحد پار سے آئے تھے اور افغانستان کے ایک شمالی شہر میں بھارت کے کونصلیٹ سے روانہ ہوئے تھے۔ وہ یہ بتاتے ہوئے ہچکچا رہا تھا کہ اس کے مزید کتنے ساتھی یہاں موجود ہیں یہ ہچکچاہٹ گھٹنے پر لگنے والی گولی نے دور کر دی اور اس نے دھاڑیں مار کر روتے اور مجھے کوستے ہوئے بتایا کہ ایسے ہی دو دستے اور بھی ہیں اور وہ کہیں آس پاس موجود ہیں۔ گویا ایک درجن بھارتی کمانڈوز میری خاطر یہاں آئے تھے اور ان میں سے ایک تہائی نرکھ جا چکے تھے۔ ایک تہائی یوں کہ میں نے ان میں سے کسی کو نہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس لیے جب میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے مزید کچھ بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو میں نے اس کے سر میں گولی مار کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ وہ ویسے بھی سخت اذیت میں تھا اور کچھ دیر میں مر جاتا۔

میں نے جیپ کی تلاشی لی اور اس میں سے ہتھیاروں کے ایمونیشن کے ساتھ کھانے پینے کا سامان اور کچھ ٹارچیں بھی ملی تھیں۔ میں نے ایک ٹارچ روشن کی اور باقی تین کا معائنہ کیا۔ جس کی ٹانگ پر شاٹ گن کی گولی لگی تھی وہ زندہ تھا اور بے ہوش تھا۔ باقی دو مر چکے تھے۔ میں نے بے ہوش کی تلاشی لی اور اس کے پاس سے صرف پستول اور خنجر نکلا تھا۔ پہلے میں اسے مارنے والا تھا لیکن پھر میں نے ارادہ ملتوی کر دیا اچانک مجھے خیال

آیا کہ میں اسے کرنل ضیاالدین کے توسط سے خفیہ اداروں کے سپرد کردوں تو وہ ان سے بہت کچھ معلومات حاصل کر سکتے تھے۔ یہ ارادہ کرتے ہی میں نے پہلے اس کی زخمی ٹانگ پر کس کر اس کے جوتے کا فیتہ باندھ دیا تاکہ خون رک جائے اور پھر فوری طور پر وین لینے روانہ ہو گیا۔

راستے میں، مَیں نے واکی ٹاکی کا جائزہ لیا اسے آن کیا لیکن اس سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی خود میں نے کسی کو پکارنے سے گریز کیا اور اسے دوبارہ آف کر کے رکھ لیا۔ نصف کلومیٹر کا فاصلہ دوڑتے ہوئے طے کیا اور اس جگہ پہنچا جہاں وین چھپائی تھی جھاڑیاں ہٹا کر میں نے وین باہر نکالی اور واپس آیا۔ بے ہوش کمانڈو کو وین کے عقبی حصے میں ڈالا۔ پھر اس کے تین ساتھیوں کی لاشیں اور اسلحہ بھی وین میں ڈالا یہ سب بھی ایک طرح کا ثبوت تھا۔ صرف جیپ وہاں رہ گئی تھی۔ میں نے احتیاطاً اس کا نمبر بھی نوٹ کر لیا اگرچہ مجھے یقین تھا کہ یہ نمبر نقلی ہوگا۔ روانہ ہونے سے پہلے مجھے ایک خیال آیا۔ وین میں ڈیزل کم رہ گیا تھا اور یہ جیپ بھی ڈیزل والی لگتی تھی۔ مجھے ابھی طویل سفر کرنا تھا اس لیے میں نے وین میں موجود ڈیزل سے بھرے جیری کین وین کے ٹینک میں انڈیلے اور جیپ کے ٹینک سے پائپ لگا کر ان جیری کین کو دوبارہ بھر لیا۔ جیپ کا ٹینک خاصا بڑا تھا اور پورا بھرا ہوا تھا وین کا ٹینک بھر جانے اور جیری کین بھی بھر جانے کے بعد بھی جیپ کے ٹینک میں ڈیزل موجود رہا تھا۔

میں نے بچ جانے والے ڈیزل کا متبادل استعمال تلاش کر لیا۔ ایک سوتی رسی جو جیپ میں موجود تھی پہلے آسے ٹینک میں ڈال کر ڈیزل سے اچھی طرح تر کیا اور پھر اسے کھینچ کر دور تک لایا۔ وین میں بیٹھ کر میں نے اسے لائٹر سے آگ دکھائی اور پھر وین اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ابھی میں پکی سڑک پر کچھ دور گیا تھا کہ عقب میں دھماکہ ہوا۔ جیپ کا ٹینک پھٹ گیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ پیچھے سے بھارتی یا ان کے مقامی ایجنٹ پہنچ گئے تو وہ ٹائر برسٹ ہونے کے باوجود جیپ کو لے جا سکتے تھے اس لیے میں نے اسے سرے سے کسی قابل نہیں چھوڑا تھا۔ خاصی دیر بعد مجھے سکون کا سانس لینے کا موقع ملا تھا اور جب میں نے گھڑی دیکھی تو حیران رہ گیا صبح کے چھ بج رہے تھے۔ روشنی ہونے والی تھی۔ مجھے روشنی ہونے سے پہلے کرنل ضیاالدین کی کوٹھی تک پہنچ جانا تھا۔

اس ہلکے برفانی طوفان نے ماحول کو پھر سے سفیدی کی چادر اوڑھا دی تھی۔ ہوا کی شدت میں کمی آ گئی تھی اور شاید چند گھنٹوں میں طوفان ختم ہو جاتا۔ مجھے ونڈ اسکرین صاف رکھنے کے لیے وائپر مستقل چلانے پڑ رہے تھے اس کے باوجود دس گز سے آگے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے وین کی رفتار بہت کم رکھی تھی۔ سات بجے برف باری رک گئی اور روشنی بھی بہتر ہوئی تو میں نے رفتار میں اضافہ کیا تھا۔ مگر یہ بھی نارمل رفتار سے آدھی تھی۔ تازہ برف نے سڑک پر پھسلن پیدا کر دی تھی اور تیز رفتاری پر وین بے قابو بھی ہو سکتی تھی کوشش کے باوجود میں روشنی ہونے سے پہلے کرنل ضیاالدین کی کوٹھی تک نہیں پہنچ سکا تھا جب میں وہاں داخل ہوا تو آسمان سے بادل چھٹ رہے تھے اور اوپر دھوپ نظر آنے لگی تھی۔ صبح کے آٹھ بج چکے تھے کرنل ضیاالدین یقیناً جاگ گیا ہوگا۔

اس بار بھی کرنل خود نمودار ہوا تھا مگر اس نے گاؤن کے بجائے مکمل گرم سوٹ پہن رکھا تھا۔ میں وین سے اترا تو وہ پہلے ہی برآمدے کی سیڑھیاں اتر چکا تھا۔ ”ویل شہباز ملک تم پھر آ گئے۔“

”کرنل مجبوری تھی......“ میں نے معذرت کی تمہید باندھی۔

”نو نو۔“ اس نے میری بات کاٹ کر کہا۔ ”میرا یہ مطلب نہیں ہے اس گھر میں تمہیں ہمیشہ خوش آمدید کہا

جائے گا میرا مطلب ہے تم پھر کسی مشکل میں پڑ گئے ہو؟''

''جی جناب۔'' میں نے کہا۔'' یہ مشکل پہلے سے کہیں زیادہ بڑی اور بھاری ہے۔''

میں نے اسے وین کا عقبی حصہ کھول کر دکھایا۔ لاشوں اور زخمی کو دیکھتے ہی وہ سنجیدہ ہو گیا۔'' یہ کون ہیں؟''

''ان کے حلیے بتا رہے ہیں کہ یہ کمانڈوز ہیں ویسے ان کا تعلق بھارت سے ہے۔''

کرنل ضیاالدین چونک گیا تھا۔'' بھارت سے۔''

''میں آپ کو بتا تا ہوں پہلے اس زخمی کو دیکھنا ہے یہ زندہ رہا تو اس خطے میں بھارتی سرگرمیوں کے بارے میں بہت سے اہم انکشافات کر سکتا ہے۔ صرف یہی نہیں اس علاقے میں مزید بھارتی گروپ موجود ہیں۔''

کرنل سمجھ گیا تھا اس نے فوراً شاکر کو طلب کیا اور اسے زخمی کو اندر لے جانے کی ہدایت کی۔ وہ اسے اٹھا کر لے گیا تھا۔ میں نے کرنل کو اسلحہ بھی دکھایا۔'' میں نہیں جانتا کہ ملک کے خفیہ رکھوالوں سے کس طرح رابطہ کیا جا سکتا ہے لیکن میرا خیال ہے آپ یقیناً جانتے ہوں گے۔ یہ کیس آرمی انٹیلی جنس یا ایسے ہی کسی ادارے کا ہے۔''

''تم اس کی فکر مت کرو میرے ساتھ آؤ۔''

کرنل نے کوٹھی میں طبی امداد کے لیے ایک چھوٹا سا کمرہ بنا رکھا تھا جس میں تمام سہولتیں تھیں۔ اتنی دیر میں شاکر نے زخمی کے کپڑے اتار دیئے تھے اور اب وہ صرف انڈرویئر میں تھا۔ کرنل نے پہلے اس کا معائنہ کیا اور تصدیق کی۔'' یہ ہندو ہے۔''

شاٹ گن کی گولی نے اس کی ٹانگ گھٹنے کے اوپر سے تقریباً کاٹ دی تھی۔ کرنل نے ٹانگ کا معائنہ کیا اور بولا۔'' اسے کاٹنا ہو گا لیکن میں یہ کام نہیں کر سکتا۔''

''اس کی ضرورت بھی نہیں ہے بس اسے اس وقت تک زندہ رہنا چاہیے جب تک یہ یہاں موجود ٹھکانوں اور دوسرے بھارتی تخریب کاروں کے بارے میں معلومات نہیں دیتا ہے۔''

''تم فکر مت کرو وہ لوگ کسی کو مرنے نہیں دیتے ہیں اور اپنے مطلب کی معلومات وہ آدمی کی کھوپڑی سے نکلوا لیتے ہیں۔'' کرنل ضیاالدین نے کہا۔ اس نے زخم سی کر اوپر سے بینڈیج کر دی پھر اسے چند انجکشن دیئے۔

''تم تھکے ہوئے ہو بہتر ہو گا کچھ دیر آرام کر لو۔''

''کرنل میں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں دوسرے میں کسی اتھارٹی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا یوں سمجھ لیں کہ میں نے یہ سارے لوگ آپ کے سپرد کر دیئے ہیں آگے آپ جانیں۔''

''لیکن نوجوان مجھے معلومات تو درکار ہوں گی۔''

ہم کرنل کی اسٹڈی میں آئے شاکر کافی اور کوکیز لے آیا تھا۔ باقاعدہ ناشتے کے بارے میں اس نے اطلاع دی کہ وہ ٹھیک نو بجے میز پر ہو گا۔ میں نے کافی اور کوکیز سے انصاف کرتے ہوئے کرنل کو بتایا کہ کس طرح ان لوگوں نے مجھے مارنے کی کوشش کی اور خود مارے گئے۔ اسے تعجب ہوا تھا۔'' بھارتی تمہارے دشمن کیوں ہو رہے ہیں۔''

''کیونکہ وہ اس ملک کے دشمن ہیں اور اس ملک میں بسنے والے ہر محب وطن پاکستانی کے دشمن ہیں۔'' میں نے گول مول انداز میں کہا۔'' اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ یہاں اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں اور

ان کا سد باب کرنے والے ادارے ان سے بے خبر ہیں۔"

"ایسا مت کہو وہ بالکل بے خبر نہیں ہیں۔" کرنل نے کسی قدر خفگی سے کہا۔ میں نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔

"یہ یہاں اپنے مقامی ایجنٹ اور غدار ملک مقیم کے پاس مقیم تھے۔ ایسے ہی کم سے کم آٹھ بھارتی کمانڈوز مزید ہیں جو میری تلاش میں ہیں۔"

کرنل نے میری بات سنی اس نے دوبارہ میرے بارے میں سوال نہیں کیا تھا وہ کچھ سوچ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے میں اس معاملے کو ہینڈل کرلوں گا۔"

"یہاں فون خراب ہے اور رابطے کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔"

"شاکر ناشتہ تیار کر کے گاڑی میں جائے گا۔ کوئی دس کلومیٹرز دور ایک فوجی چوکی ہے وہاں اطلاع کر دے گا۔"

"یہ کام جتنی جلدی ہو جائے اچھا ہے۔" میں نے بے چینی سے کہا۔ "کہیں تاخیر سے دوسرے بھارتی اور غدار فرار نہ ہو جائیں۔"

"میرا خیال ہے انہیں زیادہ مہلت نہیں ملے گی۔" کرنل نے اعتماد سے کہا۔

مجھے خیال آیا۔ "تب بہتر ہوگا کہ آپ شاکر کو صرف اطلاع کے لیے مت بھیجیں بلکہ لاشوں اور زخمی کے ساتھ بھیجیں تاکہ آرمی انٹیلی جنس فوری حرکت میں آجائے۔"

"یہ خیال اچھا ہے لیکن اس صورت میں مجھے خود جانا ہوگا۔" کرنل نے سر ہلایا۔ "پھر معاملہ شاکر کے بس کا نہیں رہے گا۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو لاشیں اور زخمی دیکھ کر وہ زیادہ تیزی سے حرکت میں آئیں گے۔ میں نے ناشتہ کرلیا ہے۔"

"آپ وین میں لے جائیں کیونکہ لاشوں اور زخمی کو اسلحے سمیت کسی دوسری گاڑی میں منتقل ہونے میں وقت لگے گا یہ وین بھی ان لوگوں کی ہے اور اس کے علاوہ ایک جیپ بھی ہے جسے میں نے آگ لگا کر تباہ کر دیا ہے۔"

میں نے کرنل کو تمام ضروری معلومات فراہم کیں اس نے علاقے کے نقشے کی مدد سے سمجھ لیا تھا کہ بھارتیوں کی جیپ کہاں جلی ہوئی موجود تھی۔ میں نے وین کی چابی اس کے سپرد کر دی اور وہ فوری طور پر روانہ ہو گیا تھا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس ویرانے میں مجھے کرنل ضیا الدین جیسا مددگار مل گیا تھا۔ اس کے توسط سے میں اپنے ملک کے کام بھی آسکا تھا۔ کرنل کی روانگی کے کچھ دیر بعد شاکر نے ناشتہ لگا دیا تھا۔ کافی اور کوکیز نے کسی حد تک میری بھوک مٹا دی تھی اور رہی سہی کسر اس ناشتے نے پوری کر دی اب مجھے شدت سے کچھ دیر کی نیند کی خواہش محسوس ہو رہی تھی۔

شاکر مجھے گیسٹ روم میں لے آیا جہاں میں کل شام کو بھی رکا تھا۔ کپڑے صاف ستھرے تھے گرم پانی سے غسل کر کے میں نے وہی کپڑے پہنے اور بستر پر گرا تو پھر مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔ اچانک ہی کسی نے مجھے بری طرح جھنجھوڑا اور میں نے خطرے کا احساس کرتے ہی اسے دبوچ لیا۔ جھنجھوڑنے والا تیز لہجے میں بولا۔ "شہباز

صاحب یہ میں ہوں۔ جلدی اٹھیے باہر خطرہ ہے۔''

وہ شاکر تھا میں اٹھ بیٹھا۔ اس کے چہرے پر فکر کے آثار تھے میں نے خفگی سے کہا۔ ''شاکر یہ کیا حرکت ہے اگر میں انجانے میں تمہیں کوئی نقصان پہنچا دیتا تو؟''

''مجبوری ہے جناب۔'' اس نے کہا۔ ''کرنل صاحب کو گئے ہوئے کئی گھنٹے ہو چکے ہیں۔''

''ٹھیک ہے لیکن مجھے اس طرح جھنجھوڑ کر اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟''

''کوٹھی کے باہر دو گاڑیاں آ رکی ہیں اور کم سے کم نصف درجن افراد ان سے نکل کر کوٹھی کے گرد پھیل رہے ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''وہ ویسا ہی لباس پہنے ہوئے ہیں جیسا یہاں آنے والے زخمی نے پہنا ہوا تھا۔''

''میرے خدا۔'' میں نے کہا میں سمجھ رہا تھا کہ میں یہاں محفوظ ہوں اور بھارتی یا ان کے مقامی ساتھی اس جگہ میرا سراغ نہیں لگا سکیں گے لیکن اگر شاکر کا بیان درست تھا تو بھارتی یہاں آن پہنچے تھے۔ اٹھ کر تیزی سے جوتے پہنے اور پھر جیکٹ پہنی۔ شاٹ گن اور پستول لیتے ہوئے میں باہر کی طرف لپکا تھا کہ شاکر نے مجھے روک لیا۔

''ادھر نہیں میرے ساتھ آئیں۔''

وہ مجھے کوٹھی کے اوپری حصے میں ایک ایسے کمرے میں لایا جس کے چاروں طرف کھڑکیاں تھیں اور شیشوں کے پار سے ہر طرف دیکھا جا سکتا تھا۔ خاص طور سے سامنے کا حصہ واضح تھا لیکن نچلا حصہ اتنا دور تھا کہ خالی آنکھوں سے صاف دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ شاکر نے مجھے ایک عدد دوربین لا دی میں نے دوربین سے دیکھا تو درختوں کے درمیان مجھے ایک آدمی فوراً ہی نظر آ گیا تھا۔ وہ ایک آڑ میں چھپا ہوا تھا اور اس کی رائفل کی نال صاف دکھائی دے رہی تھی۔ دو منٹ کے اندر ایسے تین عدد مزید مسلح افراد نظر آنے لگے تھے۔ جب کہ شاکر کا کہنا تھا کہ دو گاڑیوں سے کم سے کم چھ افراد اترے تھے۔ بہر حال وہ چار ہوں یا چھ یا اس سے زیادہ ہوں۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ یہ بھارتیوں کا وہی گروپ تھا جو میری تلاش میں یہاں آیا تھا۔ کسی طرح سے وہ میری بو سونگھتا ہوا یہاں تک آ گیا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا اور میں نے شاکر سے پوچھا۔

''کرنل صاحب کو گئے ہوئے کتنی دیر ہو گئی ہے۔''

''چار گھنٹے ہو گئے ہیں اب ایک بج رہا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ ''شہباز صاحب یہ کون لوگ ہیں۔''

''اس زخمی کے ساتھی جنہیں میں یہاں لایا تھا۔'' میں نے کہا۔ ''ویسے یہ بھارتی ہیں اور میری تلاش میں یہاں آئے ہیں۔''

یک لخت شاکر کی حالت عجیب سی ہو گئی۔ اس نے جھرجھری لی تھی اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ یہ تبدیلی لفظ بھارتی پر آئی تھی۔ اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ ''آپ سچ کہہ رہے ہیں یہ انڈین ہیں؟''

''سو فیصد۔'' میں نے کہا۔ ''یہ نیک نیت سے نہیں آئے ہیں۔ ایسا کرو تم کہیں چھپ جاؤ میں ان سے نمٹتا ہوں۔''

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے جناب۔'' وہ جذباتی انداز میں بولا۔ ''خدا نے برسوں بعد میری دعا قبول کی ہے۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے دوربین سے معائنہ جاری رکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا دعا کی تھی تم نے......؟''

''میر ۔ ج میں بھرتی کی خواہش لے کر کرنل صاحب کے پاس آیا تھا یہ اکہتر کے بعد کی بات ہے ہر سچے پاکستانی کی طرح میں بھی انڈیا کے خلاف بھرا ہوا تھا کچھ کرنا چاہتا تھا مگر اس کے بعد موقع ہی نہیں ملا۔ فوج میں آیا تو کرنل صاحب جو اس وقت لیفٹیننٹ تھے انہوں نے مجھے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ بعد میں جب بڑے افسر بنے تو اردلی کر لیا پھر کرنل صاحب کے ساتھ ہی عمر گزر گئی تھی۔ پہلے کرنل صاحب ریٹائرڈ ہوئے وہ یہاں آ گئے۔ چند سال بعد میں بھی پنشن لے کر ان کے پاس آ گیا۔ فوج میں اڑتیس برس تک تڑپتا رہا کہ محاذ پر جانے کا موقع ملے لیکن نصیب میں نہیں تھا۔ سیاچن پر جنگ ہوئی میں نے اپنا نام دیا لیکن ایک پاؤں میں معمولی سی کمزوری کی وجہ مجھے ریجکٹ کر دیا گیا۔'' شاکر موقع کی مناسبت جلدی جلدی بتا رہا تھا۔

میں اس کی بات سمجھ گیا۔ ''ٹھیک ہے اب تم کیا کرو گے؟''

''میں ان سے لڑوں گا جی اور ہو سکا تو انہیں مار دوں گا۔''

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''تم نہیں جانتے یہ پیشہ ور کمانڈوز ہیں۔ تم صرف ایک سپاہی رہے ہو اور وہ بھی زیادہ تر سروس میں۔''

''لیکن میرے اندر جذبہ تو ہے۔'' شاکر نے کہا۔ ''پھر آپ اکیلے کیسے لڑیں گے میں آپ کی طرح تو نہیں لڑ سکتا لیکن آپ کا ساتھ ضرور دے سکتا ہوں۔''

میں نے اس ساٹھ باسٹھ سال کے بوڑھے سپاہی کے لیے دل میں احترام محسوس کیا تھا۔ وہ ریٹائر ہوا تھا لیکن اس کے اندر کا سپاہی ریٹائر نہیں ہوا تھا وہ آج بھی اپنے وطن کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے بے تاب تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ''تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہے؟''

''جی کرنل صاحب کی رائفل ہے وہ میری تحویل میں ہوتی ہے میں یہاں کا گارڈ بھی ہوں۔''

''بس تو رائفل نکال لاؤ جب تک میں طے کرتا ہوں کہ تم نے کیا کرنا ہے۔''

شاکر جوش و جذبے سے روانہ ہوا تھا۔ اس دوران میں نے سامنے کا سارا حصہ دوربین سے کھنگال لیا تھا۔ یہاں چار بھارتی کمانڈوز تھے باقی یقیناً کوٹھی کے عقبی حصے کی طرف آئے ہوں گے۔ وہ چاروں طرف سے کوٹھی کو گھیر رہے تھے تاکہ فرار کی کوئی راہ مسدود نہ رہ جائے۔ اچانک مجھے اپنے پاس موجود واکی ٹاکی کا خیال آیا۔ وہ جیکٹ میں تھا اسے نکال کر میں نے اس کا والیم کم کیا اور پھر اسے آن کر دیا۔ فوراً ہی اس سے آواز ابھری۔

''ون اور ٹو تم کہاں ہو؟''

''ہم پیچھے پہنچ رہے ہیں۔'' ون یا ٹو کی طرف سے جواب آیا۔

''فور اور سکس۔'' اسی آدمی نے پوچھا۔

''ہم اپنی پوزیشن پر آ گئے ہیں۔''

میں ان کی گفتگو سنتے ہوئے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس دوران میں شاکر آ گیا اور اس نے دلچسپی سے واکی ٹاکی دیکھا۔ ''یہ کہاں سے ملا جناب؟''

''انہی لوگوں سے جنہیں میں ساتھ لایا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ابھی تک تو یہ پتا چلا ہے کہ باہر چھ سے سات افراد موجود ہیں۔''

''میرے لیے کیا حکم ہے؟''

''فی الحال تو تم کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں سے کوٹھی کے عقبی حصے پر نظر رکھ سکو وہ وہاں سے بھی آسکتے ہیں۔''

''میں سمجھ گیا اور اگر کوئی کوٹھی میں آنے کی کوشش کرے تب؟''

''تب تم وہی کرنا جو ایک سپاہی اپنی سرزمین پر حملہ کرنے والے دشمن کے ساتھ کرتا ہے۔''

شاکر کے پاس بائیس بور کی کسی قدر پرانی لیکن بہترین رائفل تھی۔ میں نے اسے لے کر دیکھا اور پھر اس سے کہا۔ ''یہ مجھے دے دو، تم شاٹ گن لے جاؤ پاس سے جنگ کے لیے یہ بہترین ہتھیار ہے لیکن یاد رکھنا تمہاری اولین ترجیح دشمن کو پیچھے سے کوٹھی میں آنے سے روکنا ہے اس لیے بغیر جوش کے بالکل ٹھنڈے دماغ کے ساتھ دفاع کرنا۔''

''یس سر۔'' اس نے سلوٹ مار کر کہا۔ رائفل کی گولیوں کا ڈبا مجھے تھمایا اور شاٹ گن اور اس کی اضافی گولیاں لے کر نیچے کہیں چلا گیا وہ آتے ہوئے کوٹھی میں داخل ہونے کے تمام دروازے بھی بند کر آیا تھا۔ کرنل کی کوٹھی چھوٹی اور دومنزلہ تھی لیکن ساتھ ہی سب سے اوپر یہ اضافی کمرہ بھی تھا اور اس کی ساخت دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اسے خاص طور سے آس پاس کے نظارے کے لیے بنایا گیا ہے۔ میں نے ایک بار پھر دوربین سے سامنے والوں کا جائزہ لیا وہ رفتہ رفتہ آگے بڑھ رہے تھے۔ مگر انہوں نے کوٹھی کا محاصرہ کرنے میں خاصی دیر لگا دی تھی۔ اس سے مجھے حکمتِ عملی تیار کرنے کا موقع مل گیا تھا اور میں نے ان کی پوزیشنیں بھی جان لی تھیں۔

ادھر شاکر عقبی حصے کا کامیاب دفاع کر لیتا تو میں سامنے سے آنے والے حملہ آوروں سے نمٹ سکتا تھا۔ میرے لیے شاٹ گن مسئلہ تھی وہ اتنی دور تک مار نہیں کر سکتی تھی لیکن اس رائفل کی مار خاصی زیادہ تھی۔ شاید وہ اسی لیے اتنی بے فکری سے سامنے پھیل رہے تھے کہ انہیں معلوم تھا کہ میرے پاس دور مار ہتھیار نہیں ہیں۔ مجھے رہ رہ کر یہ سوال پریشان کر رہا تھا کہ انہیں اس کوٹھی کا پتا کیسے چلا؟ اور دوسرے کرنل نے اگر آرمی کی چوکی تک رسائی حاصل کر لی تھی تو اسے اب تک واپس آ جانا چاہیے تھا وہ کہاں تھا؟ ان دونوں سوالوں کے جواب ممکنہ طور پر آپس میں ملے ہوئے تھے۔ کرنل اپنے مقصد میں ناکام رہا تھا اور ان لوگوں کے ہاتھ آ گیا تھا اور انہوں نے اس سے معلوم کر لیا تھا کہ میں اس کی کوٹھی میں موجود تھا۔ اگر کرنل ان کے ہاتھ آ گیا تھا تو اس کی سلامتی مشکوک تھی۔

وہ چاروں ابھی تک کوٹھی سے باہر ڈھلان پر واقع جنگل میں تھے اور میں انتظار کر رہا تھا کہ وہ کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوں تو میں کارروائی کروں۔ بظاہر ان کی حکمتِ عملی یہی تھی کہ سامنے سے حملہ کریں لیکن اس کا بھی امکان تھا کہ انہوں نے دھوکا دیا ہو انہیں اتنا تو علم ہوگا کہ ان کی پہلی پارٹی جو میرے لیے روانہ کی گئی تھی ماری گئی تھی اور رابطے کا ذریعہ واکی ٹاکی میرے ہاتھ لگ گیا تھا اس لیے وہ دھوکا دینے کے لیے اسے استعمال کر سکتے تھے۔ میں سامنے کی طرف سے ان کا منتظر رہتا اور وہ پیچھے سے حملہ کر دیتے۔ یہ خیال میرے ذہن میں آیا تھا کہ عقبی سمت سے شاٹ گن کے پے در پے دھماکے ہوئے اور پھر کسی نے مسلسل برسٹ مارا۔ کوئی دردناک آواز میں چلایا تھا۔ بھارتیوں نے پیچھے سے گھسنے کی کوشش کی تھی اور شاکر نے انہیں روکنے کی۔ پتا نہیں دونوں میں سے کون کامیاب ہوا تھا۔ خودکار ہتھیار یقیناً بھارتیوں کے پاس تھے۔

اس وقت مجھے شدت سے افسوس ہونے لگا کہ میں نے لاشوں کے ساتھ ہتھیار کیوں بھیج دیئے وہ کسی اور کے کام نہیں آتے لیکن اس وقت میرے پاس ہوتے تو میں زیادہ بہتر پوزیشن میں ہوتا۔ اس وقت مجھے خیال نہیں آیا تھا کہ بھارتی اس جگہ کا سراغ لگا کر یہاں بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ میرے پاس وہی دو ہتھیار تھے جو میں نے کرنل سے حاصل کیے تھے یعنی شاٹ گن اور پستول۔ جیسے ہی عقبی سمت حملہ ہوا۔ سامنے موجود بھارتی کمانڈوز بھی تیزی سے حرکت میں آئے۔ یقیناً انہیں علم تھا کہ کوٹھی میں سوائے دو افراد کے اور کوئی نہیں ہے اور دو افراد انہیں دو سے زیادہ سمتوں سے نہیں روک سکتے تھے وہ چاروں طرف سے حملہ کر سکتے تھے اور انہوں نے ایسا ہی کیا تھا۔

اب وقت ضائع کرنا بے کار تھا میں نے کھڑکی کا شیشہ ہٹایا اور باہر سب سے آگے نظر آنے والے بھارتی کا نشانہ لیا۔ وہ کوئی سوگز دور تھا اور میرا نشانہ بہت اچھا نہیں تھا۔ میں نے اس کے سینے کا نشانہ لیا تھا لیکن گولی اس کے بائیں شانے میں لگی اور وہ گھوم کر گرا لیکن فوراً کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنا بازو جھٹک رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے جیکٹ تلے بلٹ پروف پہن رکھا تھا۔ گولی سے اسے دھچکا لگا تھا لیکن زخم نہیں آیا تھا اس بار میں نے اس کے سر کا نشانہ لیا وہ یقیناً غیر محتاط شخص تھا جب ایک بار اسے گولی لگ چکی تھی تو اسے احتیاط سے کام لینا چاہیے تھا وہ بدستور سامنے کھڑا رہا اور اسی وجہ سے فوت ہو گیا۔ گولی اس کے سر کے اوپری حصے میں لگی اور وہ گر گیا۔ اس دوران میں پیچھے سے اس کمرے کی طرف بیک وقت کئی خودکار رائفلوں نے منہ کھول دیئے تھے۔ پہلے ہی حملے میں اس طرف کے سارے شیشے ٹوٹ گئے تھے۔ اب میں آرام سے دیکھ کر ان پر فائرنگ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کئی تھے دو فائر کرتے تھے اور ایک آگے بڑھتا تھا پھر وہ کور دیتا اور پیچھے والے آگے آتے تھے۔ اس طرح وہ نہایت منظم طریقے سے آگے آرہے تھے اور انہوں نے اب تک مجھے دوبارہ فائر کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ کوٹھی کی حد میں داخل ہو چکے تھے اور کسی لمحے بھی اندر آنے والے تھے۔

میں اس طرح اوپر بیٹھ کر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اس لیے میں نے فوری فیصلہ کیا اور نیچے اتر گیا۔ پہلی منزل پر آتے ہی میں نے چلا کر شاکر کو آواز دی۔ ''تم کہاں ہو؟''

''میں...... یہیں ہوں۔'' اس نے اگرچہ لہجہ سنبھالنے کی کوشش کی تھی لیکن میں سمجھ گیا کوئی گڑبڑ ہے وہ گراؤنڈ فلور پر پچھلی طرف تھا اور اس نے چھوٹی نشست گاہ میں مورچہ سنبھال رکھا تھا لیکن اس کا بایاں پہلو خون سے تر ہو رہا تھا میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ ''یہ کیا ہوا شاکر؟''

اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔ ''کچھ نہیں شہباز صاحب سپاہی کو میدانِ جنگ میں زخم تو لگتے ہیں یہ بھی معمولی سا زخم ہے۔''

لیکن زخم معمولی نہیں تھا دل سے ذرا نیچے دو سوراخ تھے ان سے اب بھی خون رس رہا تھا۔ میں نے میز پوش اتار کر اس کی ایک پٹی پھاڑی اور باقی میز پوش گدی کی طرح بنا کر زخم پر رکھ کر اوپر سے پٹی باندھ دی۔ فی الحال میں اتنا ہی کر سکتا تھا۔ ''شاکر شاید ان لوگوں نے کرنل صاحب کو بھی قابو کر لیا تھا اور ان ہی سے یہاں کا پتا حاصل کیا ہے۔''

اس کا چہرہ مزید زرد ہو گیا تھا۔ ''اس کا مطلب ہے کرنل صاحب اب زندہ نہیں ہیں۔''

میں نے اس سے نظریں چرائیں۔ ''امکان تو یہی ہے۔''

اس کی سرد آہ اُبھری۔ ''تب شاکر بھی زندہ رہ کر کیا کرے گا؟''

''ایسا مت کہو کرنل کی اپنی زندگی تھی اور تمہاری اپنی......''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''آپ نہیں جانتے، میں اور کرنل صاحب الگ الگ نہیں ہیں۔''

''پیچھے کیا ہوا؟''

''دو اندر آرہے تھے میں نے دونوں کو گرا دیا ایک فوراً مر گیا تھا لیکن دوسرے نے گرنے سے پہلے......''

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر اپنے زخموں کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا تو میں چونک گیا اس میں ایک اسٹک گرنیڈ دبا ہوا تھا۔ اس کی چابی نکال دو تو یہ دھماکے سے پھٹ جاتا تھا اور یہ خاصا پرانا لیکن نہایت تباہ کن فوجی ہتھیار تھا۔

''یہ کیا ہے؟''

''اسٹک گرنیڈ۔'' وہ بولا۔ ''اپنی پوری فوجی زندگی میں شاکر نے ایک ہی بار قانون توڑا۔ میں نے یہ گرنیڈ چرایا تھا مجھے بہت اچھا لگا تھا پھر یہ میرے ساتھ رہا۔ تیس سال سے یہ میرے پاس ہے۔''

مجھے تشویش ہونے لگی۔ ''شاکر تمہارا ارادہ کیا ہے؟''

اس نے میرا سوال نظر انداز کر کے کہا۔ ''شہباز صاحب آپ پیچھے کی طرف سے نکل جاؤ وہ اندر آنے والے ہیں۔''

''تم میرے ساتھ چلو۔''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''میری حالت ایسی نہیں ہے کہ میں چل سکوں ویسے بھی میں زیادہ دیر زندہ نہیں رہوں گا۔ آپ جائیں آپ اکیلے آرام سے نکل سکتے ہیں یہ شاٹ گن لے جائیں اب یہ میرے لیے بیکار ہے اور اگر کسی بھارتی کی خودکار رائفل مل جائے تو زیادہ اچھا رہے گا۔''

میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن شاکر کا انداز بتا رہا تھا اس نے فیصلہ کر لیا ہے میرے پاس وقت نہیں تھا کوٹھی کے سامنے والے حصے میں کسی نے برسٹ مار کر داخلی دروازے کا لاک توڑ دیا۔ شاکر نے مجھے دھکا دیا۔ ''جلدی کرو...... نکل جاؤ...... وہ آنے والے ہیں۔''

''میں کس راستے سے جاؤں؟''

''یہ باتھ روم ہے اس کے روشن دان سے نکل سکتے ہو۔'' شاکر نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اس کا ہاتھ تھام کر دبایا اور پھر تیزی سے باتھ روم میں گھس گیا۔ وقت بالکل نہیں تھا۔ اگر بھارتی یہاں آجاتے تو مجھے نکلنے کا موقع بھی مشکل سے ملتا۔ وہ زیادہ تعداد میں تھے اور پوری طرح چوکنا تھے۔ باتھ روم کا روشن دان زیادہ بڑا نہیں تھا اور میں کوشش کرتا تو اس سے بہت پھنس کر نکل سکتا تھا۔ شاٹ گن کا بٹ مار کر روشن دان کا شیشہ توڑ دیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ میں پہلے اپنا ہتھیار باہر پھینکتا تو نہتا ہو جاتا دشمن آجاتا اور نہایت آرام سے مجھے فوت کر دیتا۔ اگر باہر منتظر ہوتا تو اس کے لیے اور بھی آسانی ہو جاتی۔ ہتھیاروں کے ساتھ میں روشن دان سے نہیں نکل سکتا تھا۔ اسی لمحے مجھے نشست گاہ کی طرف سے شور کی آواز سنائی دی۔ یہ بھارتی تھے جو چلا چلا کر شاکر سے ہتھیار ڈالنے کو کہہ رہے تھے اور وہ بتا رہا تھا کہ وہ نہتا ہے۔ میری چھٹی حس نے خبردار کیا اور میں نے

تیزی سے ٹب میں لیٹتے ہوئے دونوں ہاتھ سر پر رکھ لیے اسی لمحے خوفناک دھماکہ ہوا تھا۔

واش روم کی نشست گاہ کے ساتھ والی دیوار اندر گری اور دھواں ہی دھواں پھیل گیا۔ یہ بم کا زہریلا دھواں تھا جس میں ملبے کی دھول مٹی بھی شامل ہوگئی تھی۔ میں نے نشست گاہ میں جھانکا۔ وطن کا سپاہی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر وطن کی مٹی میں مل گیا تھا اور اس کے دھوکے میں آنے والے تین بھارتی بری حالت میں پڑے تھے وہ مر چکے تھے یا مرنے والے تھے۔ نشست گاہ کی عقبی دیوار بھی گر گئی تھی۔ میں نے ایک بھارتی کی خودکار رائفل اٹھائی اور باہر آ گیا کرنل کی بائیس بور کی رائفل میں نے وہیں چھوڑ دی تھی۔ شاکر کی خواہش پوری ہوگئی۔ وہ ساری عمر ملک کے دشمنوں سے لڑنے کی حسرت کرتا رہا اور اسے آخر میں یہ اعزاز حاصل ہوگیا تھا اکیلے شاکر نے شہادت سے پہلے پانچ بھارتی کمانڈوز کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

میں باہر آتے ہی زمین پر گر گیا اور دیوار کی جڑ کے ساتھ سرکنے لگا۔ مجھے خطرہ تھا کہ باہر کچھ نہ کچھ بھارتی ہوں گے انہوں نے عقبی حصہ کور کرنے کے لیے صرف دو آدمی نہیں بھیجے ہوں گے۔ دیوار کے سوراخ سے دھویں کے ساتھ دھول بھی باہر نکل رہی تھی اس لیے مجھے امید تھی کہ کسی نے مجھے باہر آتے نہیں دیکھا ہوگا۔ دیوار کے ساتھ گلاب کی سوکھ جانے والی جھاڑیاں لگی تھیں اور آنے والی بہار میں ان پر گلاب آتے لیکن شاید ان گلابوں کو دیکھنے کے لیے خود کرنل نہ ہو۔ شاکر تو جا چکا تھا۔ میں نے ذہن جھٹکا اس موقع پر جب چاروں طرف جان کے دشمن گھوم رہے ہوں قنوطی سوچوں میں الجھنا خطرناک بھی ثابت ہوسکتا تھا۔

احتیاط بہتر ثابت ہوئی اور مخالف سمت سے ایک بھارتی نمودار ہوا۔ اس کی نظر سوراخ پر تھی اور مجھے اس نے تاخیر سے دیکھا۔ اس سے پہلے وہ میرا نشانہ بناتا میں نے اس کے چہرے کا نشانہ لے کر برسٹ مارا اور اس کا سر تقریباً غائب ہوگیا۔ اس کی سربریدہ لاش زمین پر گری۔

میری رائفل کا میگزین خالی ہونے والا تھا میں نے دوڑ کر مارے جانے والے کی جیکٹ سے اس کی رائفل کے میگزین نکالے اور پیچھے کی طرف درختوں میں گھس گیا۔ کوٹھی کا باغ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ احاطے کی چھوٹی سی دیوار پھلانگتے ہی مجھے ان دونوں بھارتیوں کی لاشیں دکھائی دیں جو شاکر کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ انہوں نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ کرنل کا معمولی سا نظر آنے والا بوڑھا ملازم ایسا دلیر ثابت ہوگا۔ میں نے حساب لگایا میری معلومات کے مطابق میرے لیے آنے والے بھارتیوں کی تعداد ایک درجن تھی اور ان میں سے دس مارے گئے تھے باقی دو کو یقیناً اپنی فکر زیادہ ہوگی۔ پھر اتنا دھوم دھڑکا ہو چکا تھا اس لیے آس پاس اس کی خبر پھیلی ہوگی۔ وہ میرے پیچھے آنے کے بجائے بھاگنے کی فکر میں ہوں گے لیکن معاملہ اس کے برعکس بھی ہوسکتا تھا۔ وہ آخری آدمی تک اپنے مشن کی تکمیل کی کوشش کر سکتے تھے۔ وہ عام فوجی نہیں تھے بلکہ ایلیٹ فورس کا حصہ تھے ان کے لیے جان سے زیادہ اہم ان کا مشن ہوتا ہے۔ اس لیے میرا جلد از جلد یہاں سے نکل جانا ضروری تھا۔

مجھے افسوس ہو رہا تھا کرنل اور شاکر دونوں نے اپنی جان قربان کردی تھی لیکن وہ بھارتی کمانڈو کو آرمی تک پہنچانے میں ناکام رہے تھے۔ مگر انہوں نے بھارتیوں کا مشن بھی کامیاب ہونے نہیں دیا تھا۔ خاص طور سے شاکر کے بارے میں، مَیں کہہ سکتا تھا کہ اللہ کے بعد میری زندگی بچنے کا سبب وہی تھا ورنہ بھارتی مجھے بے خبری میں یا اکیلا پا کر مار چکے ہوتے۔ میں درختوں کے درمیان سے ہوتا ہوا نیچے جا رہا تھا میں زیادہ بڑا چکر کاٹ رہا تھا

تا کہ نیچے بھارتی ہوں تب بھی ان سے مڈ بھیڑ کا امکان کم سے کم ہو۔ میں کوئی پندرہ منٹ بعد نیچے سڑک پر نکلا اور جیسے ہی سڑک پر نکلا دوسری طرف سے دو عدد آرمی جیپیں نمودار ہوئیں۔ ایک مسلح آدمی کو سڑک پر پا کر ان کے بریک لگ گئے اور پھر مسلح فوجیوں نے باہر کود کر میری طرف اپنی گنیں تان لی تھیں۔ ان میں ایک کیپٹن بھی تھا۔

''خبردار اپنے ہتھیار پھینک دو۔''

میں نے ... سے شاٹ گن اور رائفل زمین پر گرادی اور دونوں ہاتھ سر پر رکھ لیے۔ دو سپاہیوں نے میری تلاشی لی۔ کیپٹن اور دوسرے فوجی بھی پاس آگئے تھے۔ میں نے کیپٹن سے کہا۔ ''میرا نام شہباز ملک ہے اور میں کرنل ضیاالدین کا مہمان ہوں۔''

کیپٹن نوجوان تھا لیکن آنکھوں اور چہرے سے ذہانت جھلک رہی تھی۔ ''تم کرنل کے مہمان ہو۔'' اس نے کہا اور رائفل کی طرف اشارہ کیا۔ ''تمہارے پاس بھارتی ساختہ رائفل ہے۔''

''تم بے شک مجھے اپنی تحویل میں رکھو لیکن کرنل کی کوٹھی میں اس وقت بھی کم سے کم دو زندہ بھارتی کمانڈوز موجود ہیں۔''

کیپٹن چونکا۔ ''کچھ مارے بھی گئے ہیں؟''

میں نے سر ہلایا۔ ''کم سے کم چھ مارے گئے ہیں اور افسوس ناک خبر یہ ہے کہ کرنل کا اردلی شاکر شہید ہو گیا ہے۔''

کیپٹن کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے میری بات پر کسی قدر یقین آگیا تھا لیکن اس نے میرے ہاتھ پشت پر بندھوا کر ایک جیپ میں سوار کر دیا تھا۔ میرے اوپر ایک سپاہی لگا کر باقی پارٹی کرنل کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہ پوری طرح مسلح اور ہر قسم کی صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار تھے۔ مجھے پوچھنے کا موقع نہیں ملا کہ آرمی کو کیسے پتا چلا کہ کرنل کی کوٹھی میں کچھ ہوا ہے۔ یہ سوال میں نے سپاہی سے کیا۔ اس نے مجھے جھڑک دیا۔

''چپ کر کے بیٹھو۔''

''بھائی میں بھی پاکستانی ہوں آج ہی پانچ انڈین میرے ہاتھ سے مارے گئے ہیں۔ میں کرنل ضیاالدین کا مہمان بھی ہوں۔''

میرے یہ کارنامے سن کر سپاہی کسی قدر نرم پڑ گیا اس نے کہا۔ ''کرنل صاحب زخمی حالت میں چوکی تک پہنچے تھے؟''

''کرنل صاحب زندہ ہیں۔'' میں نے خوشی سے کہا۔ ''ان کے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں وہ اکیلے اور پیدل تھے بہت زخمی تھے ہمت کر کے کسی طرح چوکی تک پہنچ گئے۔''

یہ سن کر میری خوشی کافور ہو گئی۔ میرا خیال تھا کہ کرنل صاحب زخمی اور مردہ بھارتیوں کو لے کر آرمی چوکی تک پہنچ گئے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ ان کی راستے میں بھارتیوں سے مڈ بھیڑ ہوئی تھی اور انہوں نے اپنے آدمی واپس حاصل کر لیے تھے۔ جھڑپ میں کرنل صاحب زخمی ہوئے تھے لیکن کسی طرح بچ کر چوکی تک پہنچنے میں کامیاب رہے تھے۔ کیپٹن کے ساتھ کل آٹھ سپاہی تھے جن میں سے ایک میرے ساتھ تھا باقی آٹھ افراد مشکل

میں پڑ جاتے اگر کوٹھی میں موجود تمام بھارتی زندہ ہوتے مگر اب کیپٹن کے لیے رسمی کارروائی باقی رہ گئی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد وہاں مزید کمک پہنچ گئی تھی۔ اس بار آنے والے انٹیلی جنس سے تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ ظاہر ہے معاملات میں، مَیں بھی شامل تھا۔ مجھے جیپ سے اتار کر ایک بڑی جیپ میں بٹھایا گیا لیکن [illegible] ہاتھ کھول دیئے تھے اس کا مطلب تھا کہ اب میں مشکوک نہیں رہا تھا لیکن فی الحال مجھے جانے کی اجازت [illegible] نہیں مل سکتی تھی۔

بڑی جیپ میں [illegible] دس منٹ بعد ایک کسی قدر بھاری جسامت کا شخص اندر آیا اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ ''مسٹر شہباز [illegible] تم مجھے میجر آدم کہہ سکتے ہو۔''

وہ سادہ لباس [illegible] تھا اور لازمی بات تھی اس کا نام بھی اصلی نہیں تھا وہ انٹیلی جنس سے تھا اور اپنی شناخت ظاہر نہیں کر سکتا تھا [illegible] اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ مجھ سے واقف ہے۔ کم سے کم نام سے زیادہ ہی واقف تھا۔

میں نے پہلا سوال اپنی حیثیت کے بارے میں کیا۔ ''کیا میں سرکاری تحویل میں ہوں؟''

''[illegible] تم ہمارے مہمان ہو۔'' وہ مسکرایا۔ ''تمہاری وجہ سے ہم بہت اہم جاسوسوں تک پہنچنے میں کامیاب [illegible] ہیں۔''

''جاسوس نہیں انڈین کمانڈوز ہیں۔'' میں نے تصحیح کی۔

''درست ہے یہ تمہیں مارنے آئے تھے؟''

میں نے سر ہلایا۔ ''بھارتی حکومت میرے درپے ہو رہی ہے۔''

میجر آدم کے پاس میرے لیے یقیناً بہت سارے سوالات تھے لیکن ابھی ہم باہر تھے اور اسے بہت سارے معاملات نمٹانا تھے وہ وہاں مصروف ہو گیا اور میں گاڑی میں بیٹھا انتظار کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ شام تیزی سے اتر رہی تھی۔ مزید آدھے گھنٹے بعد معاملات کو سول حکام کے حوالے کر کے میجر آدم واپس آیا اور ہم لوگ یہاں سے روانہ ہوئے۔ میں کرنل کی حالت کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین تھا لیکن میجر آدم کو بھی فی الحال کچھ نہیں معلوم تھا اس نے مجھے تسلی دی۔ ''ہیڈ کوارٹر پہنچ کر پتا چل جائے گا۔''

میں نے اسے شاکر کے بارے میں بتایا تو وہ بھی متاثر نظر آنے لگا لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔ روانگی کے کچھ دیر بعد تاریکی چھانے لگی تھی اور جب ہم ایک پھیلی ہوئی دو منزلہ عمارت تک پہنچے تو رات مسلط ہو چکی تھی۔ یہ شاید کسی آرمی تنصیب کا کوئی حصہ تھا جو انٹیلی جنس والوں کو دیا ہوا تھا۔ مجھے ایک سادہ لیکن صاف ستھرے اور آرام دہ کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ اندر درجہ حرارت بھی معتدل تھا۔ مجھے کمرے تک پہنچانے والے نے شائستہ لہجے میں بتا دیا کہ میں قیدی نہیں تھا لیکن مجھے بلاوجہ کمرے سے نکلنے سے گریز کرنا ہوگا کسی بھی ضرورت کے لیے کمرے میں انٹر کام موجود تھا میں ایک بٹن دبا کر بات کر سکتا تھا۔ میں نے سب سے پہلے کافی طلب کی اور پھر میجر آدم سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مجھے بتایا گیا کہ کافی دس منٹ میں آ جائے گی اور وہاں میجر آدم نام کا کوئی شخص نہیں تھا۔

لیکن کافی کے ساتھ میجر خود آ گیا۔ ''تم نے مجھ سے ملاقات کی بات کی تھی۔''

''ہاں مگر یہاں تو کوئی میجر آدم نہیں ہے۔''

''ہم سب آدم ہیں۔'' اس نے شرمندہ ہوئے بغیر فلسفیانہ انداز میں کہا۔ ''اور میجر صرف میں ہوں اس لیے میجر آدم ہوں۔''

میں نے کافی کا سپ لیا۔ ''میجر تم لوگ کتنی دیر میں اپنی تحقیق مکمل کرلو گے اور مجھے جانے کی اجازت مل جائے گی؟''

''اس میں شاید ایک مہینہ لگ جائے گا۔'' اس نے کہا تو میں نے بے یقینی سے اسے دیکھا لیکن وہ مکمل سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

''میجر تم سنجیدہ ہو، ہماری پولیس بھی ایک رات میں سب معلوم کر لیتی ہے جسے آگے بھی جواب دینا ہوتا ہے اور تمہیں تو کہیں جواب دہی بھی نہیں کرنی ہوتی ہے۔''

''اسی لیے ہمیں زیادہ احتیاط کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔'' وہ بولا۔ ''ہم پر ویسے بھی الزام لگانا بہت آسان اور فیشن بن گیا ہے۔'' اس کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

''میں اپنی بات کر رہا ہوں۔'' میں نے اسے ٹوک دیا۔ ''دیکھو میں نے تمہاری مدد کی ہے۔ بھارتیوں کا یہ گروپ نہ جانے کب سے یہاں سرگرم عمل تھا۔''

''تم نے خود کو بچایا ہے۔'' اس نے چالاکی سے کہا۔

''ہاں پہلی بار بچایا تھا لیکن دوسری بار میں نے خود پنگا لیا میں برداشت نہیں کر سکا کہ میری سرزمین پر بھارتی یوں دندناتے پھریں اور میں جانتے بوجھتے آنکھیں بند کرلوں ورنہ میں اب تک اسلام آباد جا چکا ہوتا۔ تم لوگ اچھا صلہ دے رہے ہو۔''

وہ مستعد ہو گیا۔ ''سوری میں مذاق کر رہا تھا۔ ہمارے ہاتھ دو زندہ بھارتی لگے ہیں اور ان سے پوچھ گچھ جاری ہے۔''

''کرنل نے تمہیں ملک مقیم کے بارے میں بتایا ہوگا؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''اسی کے ڈیرے پر چھاپے سے ہمیں پتا چلا کہ بھارتی کرنل کی کوٹھی کی طرف گئے ہیں وہاں سے ہم نے کئی مقامی غدار پکڑے ہیں۔ اسلحہ اور غیر ملکی کرنسی بھی بڑی مقدار میں نکلی ہے۔''

''میرے خیال میں تمہیں بھارتی روپیہ یا ڈالرز کہتے ہوئے ہچکچانا نہیں چاہیے۔'' میں نے سادگی سے کہا۔ ''ملک کا ہر شخص جانتا ہے کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے اور اس میں کون کون ملوث ہے۔''

میجر آدم نے سرد آہ بھری۔ ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ہماری مجبوریاں شدید نوعیت کی ہیں۔ بہرحال جو ہمارے ہاتھ آ جائے ہم اسے چھوڑتے نہیں ہیں۔ یہ بھی ٹھیک ہے ملک کے لوگوں کو بہت قربانیاں دینی پڑ رہی ہیں لیکن کوئی ملک قربانی دیئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا ہے۔''

''مگر قربانی ہمیشہ نچلے درجے کے لوگوں کی کیوں لی جاتی ہے۔''

''کیونکہ اوپر والے اس قابل نہیں ہیں کہ اللہ ان سے قربانی لے۔'' میجر آدم نے یہ بات اتنی سنجیدگی سے کہی کہ میں خود کو لاجواب محسوس کرنے لگا۔ اس لیے میں نے بات بدل دی۔

''تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا؟''

"تم زیادہ سے زیادہ کل صبح تک یہاں سے جاسکو گے۔"

اس نے اس کا شکرادا کیا۔ "ٹھیک ہے کل صبح ہی سہی لیکن کیا میں یہاں سے اپنے دوستوں کو کال کرسکتا ہوں وہ میرے بارے میں فکر مند ہوں گے۔"

اس نے کچھ سوچا اور پھر سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے کافی پی لو پھر چلتے ہیں۔"

کافی ختم ہونے والی تھی۔ میں نے مگ خالی کر کے تپائی پر رکھا اور کھڑا ہو گیا۔ میجر آدم مجھے ایک کمرے میں لایا جو بظاہر کنٹرول روم لگ رہا تھا۔ اس نے ایک فون اٹھا کر مجھ سے نمبر اور نام پوچھا۔ میں نے عبداللہ کا نام اور اس کی کوٹھی کا نمبر بتا دیا۔ اس نے نمبر ڈائل کیا اور رابطہ ہونے پر عبداللہ سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی چند لمحے بعد عبداللہ لائن پر تھا۔ میجر نے اس سے کہا۔ "مسٹر شہباز ملک تم سے بات کرنا چاہیں گے۔"

اس نے ریسیور ہاتھ سے دبا کر میری طرف دیکھا۔ "تم یہاں کے معاملات کے بارے میں کوئی بات نہیں کرو گے۔"

میں نے سر ہلایا تو اس نے ریسیور مجھے دے دیا۔ "شہباز صاحب۔" عبداللہ کہہ رہا تھا۔

"عبداللہ۔" میں نے مشکل سے کہا۔ "تم کیسے ہو باقی سب کیسے ہیں۔"

"ہم ٹھیک ہیں لیکن آپ کہاں ہیں ہم سب بہت پریشان ہیں وسیم اور ایاز آپ کی تلاش میں ناردرن ایریا جا رہے ہیں۔"

"میں ٹھیک ہوں یار انہیں روک لو۔ میں ان شاء اللہ کل تک پہنچ جاؤں گا۔"

"آپ نے پہلے بھی یہی کہا تھا۔" اس نے شکوہ کیا۔

"پہلے دشمنوں کی تحویل میں تھا لیکن اب دوستوں کی تحویل میں ہوں۔" میں نے کہا۔ "تم فکر مت کرو میں کل آجاؤں گا یا دیر ہوئی تب بھی تم سے رابطہ رکھوں گا۔"

اس دوران میں وسیم بھی آ گیا تھا میں نے اس سے کچھ دیر بات کی اور اسے تسلی دی۔ ڈھکے چھپے انداز میں وہاں کے معاملات کے بارے میں پوچھا تو اس نے گول مول سے انداز میں جواب دیا۔ "یہاں بہت کچھ ہو چکا ہے ہم نے کئی کامیابیاں حاصل کی ہیں آپ آئیں تو آپ کے سامنے رکھتے ہیں لیکن اب آپ کا آنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔"

"میں جلد آؤں گا اور سنو اس لائن سے زیادہ دیر بات نہیں کرسکتا ہوں باقی سب کو میری خیریت کی اطلاع کر دینا۔" میں نے کہا اور پھر فون بند کر دیا۔ میجر نے مجھ سے ریسیور لے لیا۔

"تھینکس۔" اس نے کمرے سے باہر آ کر کہا۔

"کس بات کا؟"

"کہ تم نے وعدے کے مطابق یہاں کے معاملات کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ یونو یہاں لائن پر چیک ہوتا ہے اور ہم ایک حد سے زیادہ کال نہیں کر سکتے کیونکہ لائنیں محدود ہیں اور ان پر بوجھ بہت زیادہ ہوتا ہے۔"

میں نے اب تک میجر آدم کو بھارتیوں کی پہلی کوشش کے بارے میں نہیں بتایا تھا جس میں ایک ہیلی کاپٹر اور دو بھارتی کام آئے تھے ان کی لاشیں اور چوپر کا ملبہ پاکستان کی حدود میں موجود تھا۔ پہلے میرا ارادہ زبان بند رکھنے کا تھا لیکن مجھے خیال آیا کہ بھارتیوں نے اس بارے میں پھوٹ دیا تو میجر آدم کو بجا طور پر شک ہو جائے گا کہ میں نے ان سے یہ بات کیوں چھپائی۔ ممکن ہے اس سے میری کل صبح روانگی خطرے میں پڑ جائے دوسری طرف بتانے میں ایک خطرہ یہ بھی تھا کہ اس بارے میں بھی انکوائری شروع ہو جائے اور مجھے تب تک کے لیے یہاں روک لیا جائے یا معاملہ اوپر کی سطح تک چلا جائے اور معاملات نمٹنے تک میری رہائی ملتوی کر دی جائے۔ دوسرا خطرہ ہلکی نوعیت کا تھا اس میں تاخیر ہو سکتی تھی لیکن ان لوگوں کو مجھ پر کسی قسم کا شک نہیں ہوتا۔ اس لیے میں نے میجر آدم کو بتانے کا فیصلہ کر لیا۔ ہم کمرے میں واپس آئے تو میجر نے میرے تاثرات سے بھانپ لیا۔

''کیا بات ہے تم پریشان لگ رہے ہو؟''

میں نے سر ہلایا۔''ایک بات کا میں نے ابھی تک ذکر نہیں کیا ہے۔''

''بھارتیوں سے متعلق ہے؟''

''ہاں......انہوں نے مجھے پہلے بھی اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔'' میں نے کہا پھر فتح خان اور کرنل کو واضح طور پر درمیان میں لائے بغیر میں نے تمام واقعات سچائی کے ساتھ بیان کر دیئے تھے۔ میجر غور سے سن رہا تھا۔ اس نے درمیان میں سوالات نہیں کیے تھے لیکن جب میں نے بات مکمل کی تو اس نے سوالات شروع کیے اور تب مجھے صحیح معنوں میں اندازہ ہوا کہ اس کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے۔ اس نے پوچھا کہ میں نے دوا کے زیر اثر ہونے کے باوجود بھارتیوں پر کس طرح سے قابو پالیا میں کرنل زریسکی اور فتح خان کے گٹھ جوڑ اور چالاکی کے بارے میں نہیں بتا سکتا تھا جو انہوں نے مجھے بچانے کے لیے کی تھی۔ فتح خان کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا تھا اور کرنل زریسکی کا ذکر ایک ناواقف شخص کے طور پر کیا تھا جسے میں نے پہلی بار دیکھا ہو لیکن میجر نے میرے بیان میں کمزوری تلاش کر لی تھی اور اسے یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ جسمانی طور پر کمزور ہونے کے باوجود میں نے دو بھارتیوں پر قابو پالیا تھا۔

میں نے دوبارہ کرنل والے کیبن میں واپسی کی بات بھی گول کر دی تھی ورنہ مجھے اس کے مزید کئی سوالات کا جواب دینا پڑتا۔ میں نے اپنا بیان یہاں تک محدود رکھا تھا کہ جہاں چوپر کریش ہوا وہاں سے میں نے ایک دین چرائی اور بھاگ نکلا مگر راستے میں مجھے بھارتی ٹکر گئے جو میری تلاش میں تھے۔ میں علاقے سے ناواقف ہونے کی وجہ سے بھٹک رہا تھا اور انہوں نے مجھے گھیر لیا اس کے بعد جو ہوا وہ میں نے جوں کا توں بیان کر دیا تھا۔ اب میجر آدم یقین نہیں کر رہا تھا تو یہ اس کی مرضی تھی۔ میں نے زندہ اور مردہ بھارتی ان کے حوالے کر دیئے تھے اور وہ ان سے سچائی اگلوا سکتے تھے۔ بہر حال میں مجرم نہیں تھا جس سے وہ بہر صورت سچائی اگلوانے کا اختیار رکھتا تھا۔

میجر نے میرا بیان ریکارڈ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن میرا اندازہ تھا کہ اس کمرے میں ہونے والی ہر بات ریکارڈ ہو رہی تھی۔ اس کے جانے کے کچھ دیر بعد مجھے رات کا کھانا مہیا کر دیا گیا اور یہ اچھے معیار کا لذیذ کھانا تھا جس میں مقدار کا بھی خیال رکھا گیا تھا۔ کھانا کھا کر میں بہت دن بعد بے فکری کی نیند سویا تھا۔ میں نے

میجر آدم سے درخواست کی تھی کہ مجھے کرنل ضیاالدین کی حالت سے باخبر کیا جائے۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ جیسے اس تک ان کے بارے میں کوئی اطلاع آئے گی وہ مجھے بتائے گا کرنل ضیاالدین کونزدیک ترین سی ایم ایچ منتقل کر دیا گیا تھا اسے پیٹ اور ران پر دو گولیاں لگی تھیں اور وہ اس حالت میں بھارتیوں کی قید سے فرار ہو گیا تھا۔ اس کا ہمت اور حوصلہ قابلِ تعریف تھا۔ اس نے ثابت کر دیا کہ شیر بوڑھا ہونے کے باوجود شیر ہی ہوتا ہے۔ اس کا جسم کمزور ہوتا ہے لیکن اسے حملہ کرنے کے گُر آتے ہیں۔

میں رات نو بجے سویا تھا اور صبح چھ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ کمرے کے ساتھ ایک چھوٹا سا واش روم تھا۔ میں نے گرم پانی کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غسل کیا اور پھر انٹرکام پر کافی اور ناشتہ طلب کیا۔ سات بجے میں نے میجر آدم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ ابھی دفتر میں نہیں ہے۔ میں نے کہہ دیا کہ اس کے آتے ہی میری درخواست اس تک پہنچا دی جائے۔ میرے پاس صبر سے انتظار کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا لیکن اس دن مجھے پتا چلا کہ دشمن کی قید سے زیادہ دوستوں کی تحویل میں وقت گزارنا زیادہ مشکل ہوتا ہے جب آپ اپنی مرضی کرنے کے لیے آزاد نہیں ہوتے اور اپنی مرضی بھی کرنا چاہتے ہو۔ وقت تھا کہ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا گھڑی کی سوئیاں جیسے اپنی جگہ اٹک کر رہ گئی تھیں آگے بڑھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔

میں نے وقت گزاری کے لیے اپنا آزمودہ نسخہ آزمایا۔ دس بجے میں نے ورزش کی اور بارہ بجے دوبارہ کھانا طلب کیا۔ ایک بجے جب میں دفتر میں موجود کسی اور آفیسر سے بات کرنے کا سوچ رہا تھا تو میجر آدم آ گیا۔ اس نے آتے ہی معذرت کی۔ ”سوری یار تمہارے چکر میں دیر ہو گئی۔“

”میرے چکر میں......؟“ میں نے خفگی سے کہا۔ ”میں تو یہاں بندھا بیٹھا ہوں۔“

”بھائی تمہاری رپورٹ بھی تو کرنی تھی۔“ اس نے ملائمت سے کہا۔ ”میں اپنی صوابدید پر تمہیں اپنی تحویل میں لے سکتا ہوں لیکن اپنی صوابدید پر چھوڑ نہیں سکتا۔ اس کے لیے مجھے اتھارٹیز کے سامنے تمہارا سارا کیس رکھنا پڑا اور کئی گھنٹے تک ان سے سر کھپانا پڑا تب کہیں جا کر تمہاری گلو خلاصی کے آرڈر حاصل کیے۔ ویسے اب مجھے پتا چلا ہے کہ تمہاری تو بہت لمبی چوڑی فائل ہمارے پاس موجود ہے اور اس میں تمہارے بہت سارے کارنامے درج ہیں۔“

”وہ کارنامے جو پولیس کی ایف آئی آرز میں لکھے گئے ہیں۔“ میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

”وہ بھی ہیں لیکن ہماری توجہ کا مرکز وہ کارنامے ہیں جو تم نے انڈیا میں سرانجام دیئے تھے اور اس کے بعد تم چین میں بھی رہے ہو۔“

”یہ درست ہے۔“

میجر آدم کچھ سوچنے لگا جیسے کچھ کہنا چاہ رہا ہو۔ ”پچھلے دنوں چینی حکام کی جانب سے پاکستانی حکام کو ایک درخواست موصول ہوئی کہ ان کا ایک نہایت کانفیڈینشل بریف کیس پاکستان میں کہیں موجود ہے اور پاکستانی حکام اس کی تلاش میں ہماری مدد کریں۔“

”میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“ میں نے محتاط انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے تم پر اس سلسلے میں کوئی الزام نہیں ہے لیکن چینیوں نے ہمیں کچھ تصاویر دی ہیں کچھ افراد

بھارت کی طرف سے سرحد عبور کر کے غیر قانونی طور پر چین میں داخل ہوئے اور انہوں نے ایک لڑکی کو چینی حکام کی تحویل میں دیا تھا۔ بعد میں ان افراد کو چین میں ایک اور جگہ منتقل کیا جا رہا تھا کہ ہیلی کاپٹر بھارت کی طرف سے فائر کیے جانے والے میزائل کا نشانہ بن گیا۔ اس حادثے میں چین کے کئی فوجی اور ٹاپ فوجی آفیشلز مارے گئے لیکن جن افراد کو منتقل کیا جا رہا تھا ان کی لاشیں کہیں نہیں ملی تھیں۔ اسی پرواز میں وہ بریف کیس بھی تھا جو غائب پایا گیا چوپر کے ملبے کے آس پاس اس کا بھی کوئی نام و نشان نہیں ملا تھا۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے میں نے دل کڑا کر کے پوچھ لیا۔ "میجر آدم تم مجھے یہ سب کیوں بتا رہے ہو؟"

"کیونکہ ہمیں جو تصاویر دی گئی تھیں ان میں سے ایک تصویر تمہاری بھی تھی۔"

"میں کبھی چینی حکام کی تحویل میں نہیں رہا۔" میں نے فوراً انکار کر دیا۔ "اس شخص کی صورت مجھ سے ملتی ہو گی۔"

میجر بغور مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "میں نے بھی وہ تصویر دیکھی ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو وہ شخص تم سے حیرت انگیز حد تک ملتا ہے لیکن وہ تم نہیں ہو۔"

میں نے سکون کا سانس لیا۔ "اس اعتماد کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ میرے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے میں واپس جانے کے لیے بے تاب ہوں۔"

"تم جا سکتے ہو۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن تمہیں کسی ایسے شخص کا پتا اور فون نمبر دینا ہو گا جس کی مدد سے ہم بہ وقتِ ضرورت تم سے رابطہ کر سکیں۔"

"میں نے جس نمبر پر کال کی تھی اور عبداللہ نامی شخص سے بات کی تھی یہی میرا رابطہ کار ہو گا۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

میجر آدم واضح طور پر میرا فیور کر رہا تھا۔ ورنہ یہ بات تو سامنے کی تھی کہ چینی حکام نے جو تصویر دی تھی وہ میری ہی تھی۔ یہ اونچے درجے کے سفارتی معاملات تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ چینی حکام نے کس نوعیت کی درخواست کی تھی اور پاکستانی حکام نے اس پر کیا ردِعمل ظاہر کیا تھا۔ اگر یہ ردِعمل چینی مطالبے کے مطابق ہوتا تو میری اتنی آسانی سے رہائی ممکن نہیں تھی۔ شاید کوئی سفارتی ڈیڈ لاک تھا۔ میجر مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"ایک گاڑی تمہیں سوات میں ایک گیسٹ ہاؤس تک پہنچائے گی۔ وہاں تم رات کو قیام کرو گے اور کل صبح یہی گاڑی تمہیں اسلام آباد پہنچا دے گی۔"

"پکڑے جانے والے بھارتیوں کا کیا ہوا؟"

"یہ معاملہ اوپر تک چلا گیا ہے اور ہمیں اس بارے میں علم نہیں ہے۔"

"کرنل کی حالت کیسی ہے؟"

"بہتر ہے اس کا آپریشن کر کے گولیاں نکال دی گئی ہیں۔ اسے صحت یاب ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔"

"اسے شاکر کے بارے میں علم ہے؟"

"ہاں وہ بہت شور کر رہا تھا اس لیے مجبوراً اسے بتانا پڑا۔"

"[illegible] ں ہے بہرحال یہ ایسی بات نہیں تھی کہ کرنل سے چھپائی جا سکتی۔ شاکر شہید ہوا ہے مجھے امید [illegible] کو برداشت کر لے گا۔"

"[illegible] ہو۔" میجر آدم کھڑا ہو گیا۔ "تم نے کھانا کھا لیا؟"

"[illegible] کھا چکا ہوں۔"

"[illegible] پارکنگ میں ایک چھوٹی دو سیٹوں والی ملٹری جیپ موجود تھی۔ ایک وردی پوش ڈرائیور پہلے [illegible] "ثاقب حسن ہے۔ تم اس میں جاؤ گے۔"

[illegible] سامان کا سامان لیا۔ میرے پاس کچھ نہیں تھا اگر مجھے خود سے جانا پڑتا تو میں خالی ہاتھ تھا۔ کرنل اور [illegible] میں نے صرف اسلحہ لیا تھا اور مال غنیمت میں ان دونوں کا مال چھوڑ دیا تھا حالانکہ دونوں کے پاس اچھی خاصی رقم تھی۔ ثاقب حسن نے گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ "سر آپ فکر نہ کریں اسلام آباد تک کوئی پریشانی نہیں ہو گی سارا راستہ میرا ہاتھ کی طرح دیکھا بھالا ہے۔"

"کیا ہم نان اسٹاپ نہیں جا سکتے؟"

"نہیں اسٹاپ طے ہے۔" میجر آدم نے کہا۔ "اسے سوات میں رپورٹ کرنی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سرد آہ بھری۔

میجر آدم نے مجھے سینے سے لگایا۔ "اللہ تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے اور دشمنوں کے عزائم ناکام بنائے۔"

"تم جیسے پُرخلوص لوگ ہوں اور ان کی دعائیں ہوں تو آدمی کامیاب ہی رہتا ہے۔" میں نے کہا۔ "اگر زندگی رہی اور موقع آیا تو ہم پھر ملیں گے۔"

"ان شاء اللہ۔" اس نے کہا تو میں اچک کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"یہ تمہارے لیے کچھ چیزیں ہیں۔" میجر آدم نے ایک چھوٹا سا شاپر پکڑا دیا۔ "کھانے کا سامان اور کافی کا تھرماس بھی ساتھ ہے ضرورت پڑے تو ثاقب سے کہہ دینا۔"

"شکریہ دوست۔" میں نے کہا اور شاپر لے لیا میں نے پوچھا نہیں کہ اس میں کیا تھا۔ جب جیپ پارکنگ سے نکل کر سڑک پر آئی تو میں نے سیٹ پیچھے کر لی اور سر ٹکا کر اونگھنے لگا۔ ثاقب اس دشوار پہاڑی علاقے میں بھی اتنی ہموار ڈرائیونگ کر رہا تھا کہ مجھے نیند آ گئی۔ میں سویا ہوا تھا کہ ثاقب نے جیپ روک دی۔ ہلکے سے دھچکے سے میری آنکھ کھل گئی۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ "کیا ہوا ثاقب کیوں رک گئے ہو؟"

"انجن گرم ہو گیا ہے اسے آرام دے رہا ہوں۔" اس نے جواب دیا اور نیچے اتر آیا میں بھی نیچے آ گیا۔ جیپ سڑک کے کنارے ایک آبشار سے ذرا فاصلے پر کھڑی تھی ثاقب حسن کین لے کر گیا اور اس میں تازہ پانی بھر لایا۔ اس نے ریڈی ایٹر میں سرد پانی ڈالا۔ میں نے آبشار تک جا کر یہ سرد پانی پیا اس کے بعد ثاقب نے ہاٹ پاٹ سے سینڈوچز اور تازہ بیک کیے ہوئے کیک پیس نکالے اور کافی کے ساتھ سرو کیے۔ سردی تھی اور پانی کی قربت میں زیادہ سردی تھی لیکن ہم اسے انجوائے کر رہے تھے۔ سوات کی طرف جاتے ہوئے موسم بہتر ہو رہا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا اور میں نے ثاقب سے پوچھا۔

''آج تاریخ کیا ہے؟''

اس نے کسی قدر حیرت سے مجھے دیکھا پھر بولا۔ ''تین مارچ ہے سر۔''

گویا مجھے غائب ہوئے ایک ہفتے سے زیادہ کا وقت ہو چکا تھا۔ میں سوچ سکتا تھا کہ میرے پیاروں اور چاہنے والوں پر کیا گزری ہو گی میری اس گمشدگی کے دوران۔ میں سوات کے آرمی گیسٹ ہاؤس میں کال کر کے ان لوگوں سے بات کر سکتا تھا۔ کافی نے ہمیں تازہ دم کر دیا تھا اور سرد پانی نے جیپ کے انجن کو ٹھنڈا ٹھار کر دیا تھا۔ اس کے بعد دو گھنٹے کا سفر مزید تھا۔ سڑک بہت اچھی نہیں تھی لیکن بہت خراب بھی نہیں تھی اصل بات یہ تھی کہ ثاقب حسن بہت اچھا ڈرائیور تھا اور ملٹری جیپ بہترین حالت میں تھی اس لیے اس سفر کا پتا ہی نہیں چلا تھا اور ساڑھے سات بجے ہم آرمی گیسٹ ہاؤس کی خوب صورت عمارت کے اندر موجود تھے۔ ثاقب حسن نے ریسیپشن پر ایک کاغذ پیش کیا جس کے بعد مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔

ایک وردی پوش ویٹر نے مجھے اس صاف ستھرے اور سجے ہوئے کمرے میں پہنچایا جو میرے لیے مختص کیا گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ ڈنر ٹائم آٹھ سے دس تک ہوتا ہے اگر میں میس میں نہ کھانا چاہوں تو کمرے میں بھی سرو ہو سکتا ہے میں نے اس سے کہا۔ ''میں ساڑھے آٹھ بجے کمرے میں کھانا پسند کروں گا لیکن اس سے پہلے مجھے کچھ کالز کرنی ہیں۔''

''ایکسٹینشن موجود ہے آپ آپریٹر سے کہہ کر کہیں بھی کال ملوا سکتے ہیں۔'' ویٹر نے بتایا اور رخصت ہو گیا۔ مجھے خفت محسوس ہوئی میرے پاس کچھ تھا ہی نہیں جو میں اسے ٹپ میں دیتا اور اس نے بھی ایسا ظاہر نہیں کیا جیسے وہ ٹپ کے انتظار میں تھا۔ اس کے جانے کے بعد مجھے اس شاپر کا خیال آیا جو میجر آدم نے دیا تھا۔ اس میں کوئی کپڑے جیسی چیز تھی میں نے اسے کھولا تو اندر سے ایک نیوی بلو پتلون اور رائل بلو کلر کی فل سلیو جرسی برآمد ہوئی تھی۔ یہ یہاں کے موسم کے لحاظ سے نہیں تھی لیکن اسلام آباد میں یہ یقیناً کام آتی۔ میں نے جرسی اٹھائی تو اس کی تہہ سے ایک چھوٹا سا لفافہ باہر گرا میں نے اسے کھولا تو اندر پانچ سو روپے مالیت کے پانچ نوٹ تھے۔ ایک چھوٹا سا نوٹ بھی تھا۔

''ایک دوست اور بھائی کی طرف سے خلوص کے ساتھ۔''

میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ یہ اللہ کا احسان تھا کہ اس نے مجھے بنا چاہے اتنے اچھے اور پُرخلوص دوست عطا کیے تھے۔ کمرے میں چھوٹا سا اور سادہ فون سیٹ موجود تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر صفر دبایا تو فوراً آپریٹر کی آواز آئی۔ ''یس مے آئی ہیلپ یو سر۔''

''پلیز مجھے کچھ کالز کرنی ہیں۔''

''فرسٹ نمبر پلیز سر۔''

میں نے اسے پہلا نمبر سویرا کا دیا۔ یہ موبائل نمبر تھا آپریٹر نے کال ملائی اور پھر کمرے میں ٹرانسفر کر دی۔ سویرا نے ہیلو کہا تو میرا دل دھڑکا تھا۔

''کون بات کر رہا ہے؟''

''بوجھو تو جانیں......'' میں نے جان بوجھ کر ذرا بھاری آواز میں کہا۔

''آپ... آپ کہاں ہیں۔'' وہ بے تاب ہو گئی۔

''[illegible]''

''ہاں آپ کہاں غائب ہو گئے تھے سب اتنا پریشان تھے۔ میں صبح شام عبداللہ بھائی کو کال کر رہی تھی۔''

''تمہیں پتا تو چل گیا ہوگا کہ میں مشکل میں پڑ گیا تھا لیکن اب میں آزاد ہوں۔''

''آپ کو دشمن لے گئے تھے؟''

''ہاں فتح خان اور کچھ دوسرے دشمنوں کی قید میں تھا لیکن اللہ کی مہربانی سے اب آزاد ہوں اور اللہ نے چاہا تو کل تک اسلام آباد پہنچ جاؤں گا یہ بتاؤ تم کیسی ہو؟''

یک دم اس کی آواز بھیگ گئی۔ ''آپ کے بغیر کیسی ہو سکتی ہوں۔''

''میری جان...... یہ جدائی بس چند دن......''

''مجھے جھوٹی تسلی نہ دیں میں صبر سے انتظار کر رہی ہوں مجھے صبر ہی کرنے دیں۔''

میں نے گہری سانس لی۔ ''ٹھیک ہے لیکن مجھے پوری امید ہے وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے۔''

کچھ دیر سویرا سے بات کی پھر ماں جی آگئیں ان سے بات کی بابا کو سلام دینے کو کہا وہ حویلی کے پیچھے والی زمین ہموار کرا رہے تھے اور اسی سلسلے میں باہر تھے۔ پھر میں نے وسیم کا موبائل نمبر ملوایا۔ وہ میری آواز سن کر خوش ہو گیا۔ اس نے شکوہ کیا۔ ''آپ نے کہا تھا آج آجائیں گے؟''

''ہاں یار بس کچھ مسئلے ہو گئے تھے بہرحال اب میں راستے میں ہوں اور اللہ نے چاہا تو کل تک تم لوگوں کے پاس ہوں گا۔''

''آپ کہاں ہیں...... یہ لائن محفوظ ہے؟''

''میں آرمی گیسٹ ہاؤس سوات میں ہوں اور یہاں کی لائن کے بارے میں تم خود سوچ سکتے ہو کتنی محفوظ ہو گی۔''

وسیم سمجھ گیا تھا کہ کوئی بات کھل کر نہیں کرنی ہے اس نے گول مول انداز میں کہا۔ ''آپ کی عدم موجودگی میں یہاں پیش رفت ہوئی ہے۔ ایک تو بیوٹی پارلر والی ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے تیار ہو گئی ہے۔''

میں سمجھ گیا وہ کال گرل ثمینہ کی بات کر رہا تھا جو نادر کے پاس جاتی رہتی تھی۔ ''یہ تو اچھی خبر ہے اپنے بنے میاں کا کیا حال ہے سنا ہے بے چارے وہیل چیئر پر آگئے ہیں۔''

''ان کے بارے میں بتا رہا تھا ان کے لیے اسپتال میں الگ کمرہ حاصل کر لیا ہے آپ آجائیں تو ان کو شفٹ کر دیں۔''

''باقی سب کا کیا حال ہے؟''

''ٹھیک ہے مانی اور بیتو بہت یاد کرتے ہیں اپنے سفیر بھائی نے دونوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔''

''وہ دونوں مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر پا رہے ہیں؟'' میں ہنسا۔ ''اپنے پیر صاحب اور خان صاحب کے بارے میں کچھ پتا چلا؟''

''پیر صاحب کا آپ کو پتا ہے خان صاحب منظرِ عام سے غائب ہیں لیکن وہ خان صاحب کی محرم راز

خاتون پھر یہیں دیکھی گئی ہیں۔"

وہ شہلا کا ذکر کر رہا تھا۔"وسیم کس نے دیکھا تھا؟"

"عبداللہ نے...... سگنل پر اتفاق سے دیکھ لیا وہ مخالف لائن میں تھی اس کا سگنل جلد کھل گیا تھا۔ خیر عبداللہ نے گاڑی کو نوٹ کر لیا تھا۔ اب اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔"

"وسیم یہ بہت ضروری ہے۔" میں نے کہا۔"وہ کسی بڑے چکر میں ہے اور خان صاحب سے اس کا گٹھ جوڑ بہت آگے جا چکا ہے۔ وہ دونوں مجھ سے کچھ چھپانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔"

"آپ کے آنے تک اس کا سراغ لگ جائے گا۔" وسیم نے کہا۔

وسیم سے بات کر کے میں نے سفیر کو کال کی اس کا نمبر یاد نہیں تھا اس لیے وسیم سے لے لیا۔ سفیر نے مجھے گالیاں دیں اور دھمکی دی کہ اب میں واپس آیا تو وہ مونا کو لے کر کہیں غائب ہو جائے گا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔"تُو اکیلا جائے گا مونا نہیں جائے گی۔"

وہ مزید بھنا گیا تھا۔"ہاں تمہاری چچی جو ہے۔"

"بیٹے تم نے بہت حرام خوری کر لی ہے تیار ہو جاؤ کام کے لیے کل مابدولت تشریف لا رہے ہیں۔"

"پھر کہیں اچانک غائب ہو جانے کے لیے۔" اس نے طنز کیا۔

"غائب ہو کر بھی میں کام ہی کرتا ہوں تم کیا کرتے ہو۔" میں نے اسے ڈانٹا۔"دونوں بچے کہاں ہیں؟"

"کمپیوٹر سے لگے رہتے ہیں۔ مانی نے بیتو کو بھی بہت تیز کر دیا ہے دونوں سارا دن نہ جانے کہاں کہاں سے کھانے کی چیزیں منگاتے ہیں اور اسٹڈی میں بیٹھ کر کھا جاتے ہیں۔" اس نے شکوہ کیا۔"بل مجھے ادا کرنا پڑتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں یار بچے ہیں کھائیں پییں گے نہیں تو کیا کریں گے۔" میں نے کہا۔

سویرا اور دوسرے لوگوں سے بات کر کے مجھے وہ سکون ملا تھا جس سے میں ایک ہفتے سے نا آشنا تھا۔ کمرے میں ٹی وی بھی تھا۔ میں نے مزید وقت گزاری کے لیے ٹی وی آن کر لیا۔ ساڑھے آٹھ بجے وہی ویٹر آیا تھا اس نے کھانے کا آرڈر لیا اور چلا گیا میں نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا حالانکہ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی طویل سفر میں ذرا بھی گرد مٹی نہیں پڑی تھی اور میں سر سے پاؤں تک صاف ستھرا تھا۔ پھر بھی کھانے سے پہلے عادت کے مطابق منہ ہاتھ دھو لیا۔

کھانے کے بعد میں نے چائے منگوائی۔ اس بار جب ویٹر برتن لینے آیا تو میں نے اسے پانچ سو ٹپ پیش کی وہ خوش ہو کر گیا تھا۔ میں ٹی وی دیکھتے ہوئے چینل گھما رہا تھا کہ ایک جگہ رک گیا۔ اس انگریزی چینل سے ایشیا کے بارے میں ایک سیاسی تجزیہ پیش کیا جا رہا تھا۔ اس میں اس خطے میں جاری بڑی طاقتوں کے درمیان گریٹ گیم پر بات ہو رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہوئے مجھے اس بریف کیس کا خیال آیا جو میں چین سے ساتھ لایا تھا اور اس میں چین کے فوجی راز تھے لیکن یہ بریف کیس شہلا کے پاس تھا۔ سوچتے ہوئے اچانک ہی ایک خیال نے مجھے اچھل پڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

خیال یہ تھا کہ کہیں فتح خان اور شہلا اس بریف کیس کے چکر میں تو نہیں تھے اور یہ بات مجھ سے چھپا رہے تھے۔ تبھی فتح خان نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر مجھے اس معاملے کا پتا چل گیا تو میں لازمی اس میں ٹانگ اڑاؤں گا اور وہ اس میں میری مداخلت برداشت نہیں کرے گا اور اسی وجہ سے فتح خان زندگی میں پہلی بار سنجیدگی سے مجھے قتل کرنے کو تیار ہو گیا تھا۔ میری قسمت اچھی تھی کہ وہ ناکام رہا۔ جیسے جیسے میں اس بارے میں سوچتا جا رہا تھا میرا یقین پختہ ہو رہا تھا کہ معاملہ بریف کیس کا ہی تھا اور فتح خان اس سے بہت بڑا مالی فائدہ اٹھانے کی فکر میں تھا۔ یقیناً بریف کیس اور اس کے راز نہایت قیمتی تھے۔ چین کی مخالف کوئی بھی قوت اس کی منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہو سکتی تھی۔ فتح خان کو یہ راہ شاید کرنل زریسکی نے سجھائی ہو گی وہ خود اسی میدان کا کھلاڑی تھا۔

پھر فتح خان کا بھارتیوں سے گٹھ جوڑ بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا کیا وہ بریف کیس کا سودا بھارتیوں سے کر رہا تھا لیکن اس کی کہیں زیادہ قیمت امریکی دے سکتے تھے۔ یہ بات فتح خان بھی سمجھتا تھا لیکن وہ از خود سودا کرنے کا اہل نہیں تھا اس نے کرنل یا پھر ڈیوڈ شا کو آگے کیا ہو گا۔ بریف کیس شہلا کے پاس تھا اور وہ بھی اس سودے میں شامل تھی۔ سوچتے ہوئے میں غیر ارادی طور پر چینل تبدیل کرتا جا رہا تھا اچانک ایک مقامی نیوز چینل لگ گیا اور اس پر ہیڈ لائن چل رہی تھی۔

''اسلام آباد کے رہائشی علاقے میں ایک کوٹھی میں بم دھماکہ۔''

پھر ٹی وی پر کوٹھی کی تصویر آئی اور میں اچھل پڑا تھا۔



کوٹھی نادر علی کی تھی۔ مرشد ہاؤس سے نکلنے کے بعد وہ یہیں مقیم تھا۔ مرشد سے اس کے اختلافات شدت اختیار کر گئے تھے اور آخری بار میری مرشد سے بات ہوئی تھی تو اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں مجھے نادر کا پتا صاف کرنے کی پیش کش کی تھی۔ جس کے بعد اس کے اور میرے معاملات سیٹ ہو سکتے تھے لیکن میں نے اس کی یہ پیش کش ٹھکرادی تھی۔ وہ میری آڑ میں نادر کا صفایا کرنا چاہتا تھا۔ ابھی میری وسیم اور سفیر سے بات ہوئی تھی اگر یہ دھماکہ ان کے پروگرام یا علم میں ہوتا تو وہ مجھے ضرور بتا دیتے بے شک اشاروں کنائیوں میں بتاتے۔ ٹی وی رپورٹر بتا رہا تھا کہ دھماکہ اس کوٹھی کے ایک حصے میں ہوا تھا اور وہ ملبے کا ڈھیر بن گئی کم سے کم چار افراد مارے گئے تھے اور دو زخمی تھے لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ ہلاک و زخمی ہونے والے کون تھے؟ کیمرہ لائیو دکھا رہا تھا اور کوٹھی سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ فائر بریگیڈ کی گاڑیاں آ گئی تھیں اور آگ بجھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ پولیس کی گاڑیاں بھی موجود تھیں لیکن فی الحال کوئی ایسا اعلیٰ افسر نہیں تھا جو صورت حال کی وضاحت کر سکتا۔

میں ساکت بیٹھا ہوا خبر دیکھ رہا تھا اور اندازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ یہ میرے ساتھیوں کا کام نہیں تھا۔ امکان یہی تھا کہ مرشد نے از خود نادر کو مارنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب رہا یا ناکام ابھی اس کا پتا نہیں تھا۔ بہر حال مرشد کا دوسرا قدم یہ ہوگا کہ وہ اس کا الزام مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر لگائے گا۔ پولیس میں میرے خلاف رپورٹ کرائے گا اور اپنے لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے میرے اور میرے ساتھیوں کے خلاف خود کارروائی کرے گا۔ یہ خیال آتے ہی میں بے چین ہو گیا اور میں نے فون اٹھا کر ایک بار پھر آپریٹر سے وسیم کا نمبر ملانے کو کہا اس نے کال ریسیو کی۔ ''وسیم میں بات کر رہا ہوں تم ٹی وی دیکھ رہے ہو؟''

''جی بالکل......'' اس نے جواب دیا۔

''تب فوراً احتیاطی تدابیر کرو عبداللہ سے کہو سب کو الرٹ کر دے۔''

''یہ کام ہم پہلے ہی کر چکے ہیں بلکہ میں نے حویلی کال کر کے آپ کے والد صاحب سے بھی بات کر لی ہے۔''

اپنے ساتھیوں کی مستعدی پر میں نے سکون کا سانس لیا۔ ''خواتین کہاں ہیں؟''

''جہاں ہوتی ہیں۔'' وسیم نے جواب دیا اس کی مراد عبداللہ کی کوٹھی سے تھی۔

اس فون پر زیادہ کھل کر بات نہیں کی جا سکتی تھی میرا مقصد وسیم اور دوسروں کو خبردار کرنا تھا۔ مختصر بات

کرے میں نے فون رکھ دیا۔ بظاہر معاملات الجھ رہے تھے۔ میرے سارے دشمن حرکت میں آ گئے تھے۔ ایک طرف بھارتی اور ڈیوڈ شا گروپ جس میں فتح خان اور کرنل شامل تھے۔ دوسری طرف مرشد اینڈ پارٹی تھی۔ یہ سب اپنے اپنے طور پر مجھے قابو کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تیسرا معاملہ اس بریف کیس کا تھا جس کے لیے فتح خان اور شہلا کوشش کر رہے تھے اور یقیناً انہوں نے اس کا کسی سے سودا کر لیا تھا۔ آرمی ریسٹ ہاؤس کے اس پُرسکون اور محفوظ کمرے میں بھی مجھے سکون نہیں ملا تھا ایک کے بعد ایک الجھنیں سامنے آ رہی تھیں۔ بہرحال مشکلات میری زندگی کا حصہ تھیں اور یہ اچھی بات تھی کہ ان سے نمٹنے کے لیے مجھے غور و فکر کا موقع مل رہا تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ میں اور میرے ساتھی اب تک غلط سمت میں جدوجہد کر رہے تھے۔ ہم بجائے مرشد اور فتح خان کی طرف توجہ دینے کے نادر علی اور شہلا پر اپنی توجہ مرکوز کیے ہوئے تھے جب کہ ہمارے مسائل کی اصل جڑ مرشد اور فتح خان ہیں۔ نادر اور شہلا مسائل کی شاخیں ہیں۔ جڑ کٹ جاتی تو یہ خود بخود بے کار ہو جاتے۔ ڈیوڈ شا کے بھی اس سرزمین پر یہی دو آلہ کار تھے یہ نہ رہتے تو وہ ہمارے خلاف اتنا خطرناک نہیں رہتا۔ اس رات میں سونے کے لیے لیٹا تو فیصلہ کر چکا تھا کہ اب ہمارا نشانہ یہی دو لوگ ہوں گے۔ میں نے آپریٹر کو ہدایت کی کہ مجھے صبح چھ بجے اٹھا دیا جائے۔ اگر ہم سات بجے روانہ ہوتے تو سات آٹھ گھنٹے کے سفر کے بعد اسلام آباد پہنچ جاتے۔

میں سات بجے تک ناشتہ کر کے باہر آیا تو ثاقب حسن جیپ کے پاس مستعد موجود تھا۔ اس نے نہ صرف ناشتہ کر لیا تھا بلکہ راستے کے لیے کھانا بھی پیک کروا لیا تھا تھرماس میں تازہ چائے موجود تھی۔ میں نے میجر آدم کا دیا ہوا تحفہ زیب تن کر رکھا تھا اپنے پرانے ہو جانے والے کپڑے میں ہوٹل میں ہی چھوڑ آیا تھا صرف جیکٹ اور جوتے لیے تھے۔ میرے بیٹھتے ہی ہم روانہ ہو گئے۔ سوات شہر میں آخری برف باری کے نشانات صاف ہو گئے تھے لیکن اس سے باہر ابھی برف موجود تھی۔ جو مقامات چھ ہزار فٹ سے نیچے تھے۔ وہاں برف پگھلنے کا عمل تیز ہو گیا تھا اس سے زیادہ بلندی پر ابھی برف جمی ہوئی تھی مگر بہار کی آمد کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ دوپہر میں ہم نے ایک جگہ رک کر لنچ کیا۔ چائے گرم تھی اور توانائی بخش تھی جس نے ہمیں مزید کئی گھنٹے سفر کے قابل بنا دیا تھا۔ ابھی مزید تین سے چار گھنٹے کا سفر تھا۔ میں نے اس دوران میں سوچ لیا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ بے شک میجر آدم نے میری مدد کی تھی اور میری اتنی جلدی گلوخلاصی اسی کی وجہ سے ہوئی تھی۔ پھر اس نے تحفہ دے کر ثابت کیا تھا کہ وہ مجھ سے اپنائیت رکھتا تھا لیکن اس کے آدمی کو اپنے کسی ٹھکانے پر لے جانا مناسب نہیں تھا۔ مجھے عبداللہ کی کوٹھی تک نہیں جانا تھا اور میں ڈرائیور کو فارم ہاؤس نہیں لے جانا چاہتا تھا۔ شام پانچ بجے ہم بھارہ کہو کے پاس تھے میں نے ثاقب حسن سے کہا۔

''مجھے یہیں اتار دو...... میں ٹیکسی لے لوں گا۔''

اس نے کسی قدر تعجب سے کہا۔ ''یہاں کیوں جناب......؟ میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا جہاں آپ نے جانا ہے۔''

''نہیں مجھے یہاں کچھ کام بھی ہے بس یہاں روک لو۔'' میں نے کسی قدر تحکمانہ لہجے میں کہا تو وہ مجبور ہو گیا۔ اس نے جیپ وہیں روک لی۔ یہاں ابھی آبادی شروع تھی دراصل میں نہیں چاہتا تھا کہ لوگ مجھے یہاں

آرمی جیپ سے اترتا دیکھیں اور میں خوامخواہ توجہ کا مرکز بنوں۔ میرے لیے گمنام رہنا بہتر تھا۔ نیچے اتر کر میں نے ثاقب حسن سے ہاتھ ملایا۔ ''میں میجر کے ساتھ تمہارا بھی شکر گزار ہوں ممکن ہے زندگی کے کسی موڑ پر ہم دوبارہ ملیں۔''

''ان شاء اللہ سر۔'' اس نے کہا اور جیپ میں بیٹھ کر واپس روانہ ہو گیا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ رات مری میں رکے گا اور کل صبح واپس چلا جائے گا۔ ابھی اتنا وقت تھا کہ وہ مری تک پہنچ سکتا تھا۔ اس کے روانہ ہوتے ہی میں بھی مین روڈ پر آگے چل پڑا۔ ٹیکسیاں کچھ آگے کھڑی ہوئی تھیں۔ یہاں سردی بہت کم تھی اگر میں جیکٹ کے بغیر ہوتا تب بھی کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ یہاں بیشتر لوگ اب سوئیٹر اور جیکٹ کے بغیر گھوم رہے تھے کچھ نے ہاف سوئیٹر اور ہاف جیکٹ پہن رکھی تھی۔ میں نے ایک بڑی یلو کیب کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ اس میں موجود ڈرائیور نے مڑ کر دیکھا اور برہمی سے بولی۔ ''یہ ٹیکسی نہیں ہے..... فوراً نیچے اترو۔''

وہ خاتون بلکہ لڑکی خاصی خوب صورت اور فیشن ایبل قسم کی تھی۔ مگر مجھے دفع ہو جانے کا مشورہ دیتے ہوئے اس کی آواز میں سریلا پن مفقود تھا اور وہ باقاعدہ غرائی تھی۔ میں بوکھلا گیا میں نے غور ہی نہیں کیا تھا کہ ڈرائیور کی جگہ ایک لڑکی بیٹھی ہے۔ میں نے معذرت کی۔ ''سوری میں نے دیکھا نہیں تھا۔''

''سوری کے بچے تم اترتے ہو یا.....'' لڑکی کا لہجہ مزید خراب ہو گیا اور وہ میری طرف مڑی تو اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ میں نے بے ساختہ دونوں ہاتھ اوپر کر لیے۔ یہاں اتنی گنجائش تو نہیں تھی کہ میں بالکل ہی ہینڈز اَپ ہو جاتا مگر ہاتھ اتنے اوپر اٹھا لیے کہ خاتون کو نظر آئے۔ یہاں کسی قدر اندھیرا تھا۔ میں حیران تھا ٹھیک ہے میں غلطی سے ٹیکسی سمجھ کر بیٹھ گیا تھا لیکن اس میں اتنا برافروختہ ہونے کی کیا ضرورت تھی کہ خاتون نے پستول نکال لیا۔

''او کے..... میں اتر رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''گولی چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

لیکن اس سے پہلے میں اترتا اچانک ہی دونوں طرف کے دروازے کھلے اور دو مرد اندر گھس آئے۔ جتنی ان کی آمد میرے لیے غیر متوقع تھی اتنی ہی میری موجودگی ان کے لیے غیر متوقع تھی۔ ان میں سے ایک مشتعل ہو کر بولا۔ ''یہ کون ہے.....؟''

میرے بائیں طرف والا بولا۔ ''تم نے کیسے بٹھا لیا ہے؟''

''مجھے کیا پتا کون ہے۔'' لڑکی غرائی اسے غرانے کا شوق تھا۔ ''ٹیکسی سمجھ کر اندر گھس آیا۔''

''اور تم نے بٹھا لیا۔'' میرے رائٹ بیٹھے آدمی نے طنز کیا۔ وہ دونوں جوان اور صورت سے ہی جرائم پیشہ نظر آ رہے تھے۔ ''نیا یار بنا لیا..... اتنی جلدی۔''

''بکومت۔'' لڑکی مشتعل ہو گئی۔ ''یہ ابھی ایک منٹ پہلے آیا ہے اور تم لوگ کہاں مر گئے تھے؟''

لیفٹ والا بولا۔ ''ٹھیک ہے ابھی یہاں سے تو نکلو۔''

تب میں نے دیکھا وہ دونوں مسلح تھے اور بائیں والے کے پاس ایک چرمی بیگ بھی تھا۔ میں نے کہا۔ 'اے..... ایک منٹ..... مجھے یہاں اتار دو..... پھر جہاں مرضی جاؤ۔''

میں رائٹی سے مخاطب تھا اس لیے دیکھ نہیں سکا کہ لیفٹی نے اچانک میرے سر پر کچھ مارا اور میں کچھ دیر کے

لیے بے ہوش ہو گیا۔ پھر شور اور ہنگامے نے مجھے جھنجھوڑا۔ ٹیکسی رکی ہوئی تھی لیکن وہاں نہیں تھی جہاں میں اس میں بیٹھا تھا بلکہ یہ سڑک پر ٹریفک میں پھنس گئی تھی۔ کٹ سے چند گاڑیاں بڑے غلط انداز میں مڑی تھیں اور انہوں نے سارا ٹریفک جام کر کے رکھ دیا تھا۔ میرے لیفٹ رائٹ بیٹھے دونوں بدمعاش چلا رہے تھے اور ان کا ساتھ لڑکی دے رہی تھی۔ ہارنز کے شور نے الگ دماغ خراب کر رکھا تھا۔ لیفٹی بار بار چلا کر کہہ رہا تھا۔ ''نکلو یہاں سے......''

کیا تمہاری...... گاڑی نکال کر لے جاؤں۔'' لڑکی نے مردانہ وار جواب دیا۔ اس کی اصل بات ناقابلِ بیان تھی۔ میں بے سدھ تھا اور فی الحال میں نے بے سدھ رہنے کا فیصلہ کیا وہ لوگ سخت مشتعل اور جذباتی ہو رہے تھے اگر میں کوئی حرکت کرتا تو مجھے گولی بھی مار سکتے تھے اتنے پاس سے نشانہ خطا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جب تک میں ایک سے نمٹتا دوسرا مجھے شوٹ کر دیتا۔

''اس مصیبت کو بھی ساتھ ہی بٹھانا تھا۔'' لیفٹی زیادہ بھنایا ہوا تھا۔ ''اسے گولی مار کر نیچے پھینکو۔''

''تاکہ جن کو پتا نہ ہو ان کو بھی پتا چل جائے۔'' لڑکی بولی اس نے خود پر قابو پالیا تھا۔ ''گاڑیاں ہٹ رہی ہیں اپنا منہ بند رکھو اور پیچھے دیکھو کہیں جیولر کے گارڈز نہ دوڑے آ رہے ہوں۔''

''لیکن اس کا کیا کریں؟'' لیفٹی پھر بولا۔

''اسے اپنا باپ بنا لینا۔'' لڑکی نے مشورہ دیا۔ ''یتیم تو ہو اور ماں بھی ہے تمہاری۔''

اتنی دیر میں ان دونوں کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ وہ جس مشکل میں پھنسے ہیں اس سے صرف صبر سے ہی نکل سکتے تھے جب گاڑیاں ہٹ جاتیں تو انہیں خود جگہ مل جاتی۔ اس وقت تک انتظار کرنا تھا۔ اصل خطرہ اس جیولر کے گارڈز سے تھا جسے وہ لوٹ کر آئے تھے۔ کم سے کم ان کی باتوں سے تو ایسا ہی لگ رہا تھا۔ اتنی دیر میں میرے حواس لوٹ آئے تھے اور اب میں پوری طرح ہوش میں تھا۔ وہ دونوں مڑ کر دیکھنے لگے۔ لڑکی اپنی باتوں سے ان کی باس نہیں تو برابر کی ضرور لگ رہی تھی کیونکہ وہ دونوں اس کی گالیاں کھا کر بھی بے مزہ نہیں ہوئے تھے۔ ایک زمانہ تھا جب خواتین کی قانون شکنی چند مخصوص شعبوں تک محدود سمجھی جاتی تھی لیکن آج کل خواتین دیگر شعبوں کی طرح جرائم میں بھی مردوں کے شانہ بشانہ سرگرم عمل تھیں۔ اس کا ثبوت اسٹیرنگ وہیل پر موجود لڑکی تھی۔ وہ گھبرائے بغیر بتدریج اپنی ٹیکسی کو ٹریفک جام سے نکال رہی تھی۔

یقیناً انہوں نے یہ ٹیکسی کسی سے چھینی تھی اور اب اس پر ڈکیتی کے بعد فرار ہو رہے تھے۔ اس سے ان کی چالاکی کا اندازہ ہوتا تھا۔ کسی مخصوص گاڑی کے مقابلے میں ٹیکسیوں کی تعداد سڑک پر سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ بالخصوص اسلام آباد میں رکشہ اور کسی حد تک بلیک کیب پر پابندی کی وجہ سے یلو کیب کی بھرمار تھی اور سڑک پر تقریباً ہر تیسری گاڑی یلو کیب ہی ہوتی ہے۔ اگر پولیس کو بروقت اطلاع مل جاتی اور وہ روایتی حرام خوری ترک کر کے فوراً مبینہ ٹیکسی کو تلاش کرنا شروع کرتی تب بھی [illegible]ش کرنا آسان نہیں تھا لیکن چالاکی کے ساتھ انہوں نے کسی قدر حماقت کا ثبوت بھی دیا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر لڑکی کی موجودگی یقیناً پولیس کو متوجہ کرتی۔ مگر اس وجہ سے پولیس انہیں نظر انداز بھی کر سکتی تھی کیونکہ اب خواتین بھی ٹیکسی چلانے لگی ہیں۔

بالآخر ٹریفک جام ختم ہوا اور ٹیکسی اسلام آباد کی طرف روانہ ہو گئی۔ لڑکی نے پوچھا۔ ''یہ بے ہوش ہے

اسے سیدھا تو بٹھاؤ باہر کوئی دیکھ لے گا تو ہم مشکل میں پڑ جائیں گے۔"

"پڑا رہنے دو۔" لیفٹی لاپروائی سے بولا۔ "اندھیرے میں کس کو نظر آئے گا۔"

"دکان میں تو گڑبڑ نہیں ہوئی تھی؟"

"نہیں...... سب نے فوراً ہاتھ اٹھا لیے تھے اور سب سے پہلے گارڈ نے اپنی گن رکھی تھی دوسرا اندر تھا ہم نے اسے وہیں قابو کر لیا اور پھر سب کو بند کر دیا۔ آخر میں سیلز مین کو بھی بند کر آئے تھے۔" رائٹی نے فخر سے کارروائی بیان کی۔

"تجوری چھوڑ دی تھی؟" لڑکی نے تشویش سے پوچھا۔ "اصل مال تو اس میں تھا۔"

"تجوری چھوڑ سکتے تھے۔" لیفٹی ہنسا۔ "زیادہ دیر اسے کھلوانے میں لگی، کم بخت مالک کے ہاتھ کانپ رہے تھے بار بار غلط نمبر ملا دیتا تھا۔"

"میرا خیال ہے کوئی دو کلو سونا تو ہوگا۔"

"دو کلو۔" لڑکی بدمزگی سے بولی اور پھر گالی دے کر کہا۔ "آج کل اتنا کھوٹ ملانے لگے ہیں کہ ایک کلو بھی نکل آئے تو غنیمت سمجھنا۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے بے ہوش جان کر سکون سے بات کر رہے ہیں لیکن یہ ان کے ذہن میں بھی آ گیا تھا کہ میں ہوش میں ہو سکتا ہوں۔ ان میں سے کسی نے ماچس سے سگریٹ سلگائی اور تیلی اچانک میری گردن پر لگا دی ردعمل میں میرا ہاتھ بے ساختہ گردن کی طرف گیا اور لیفٹی نے گالی دے کر اس بار سخت وار کیا اور میں سچ مچ بے ہوش ہو گیا۔ وہ میری توقع سے زیادہ ہوشیار ثابت ہوئے تھے تبھی کامیاب ڈکیتی کے بعد کامیابی سے فرار ہو رہے تھے۔ میں نے ان کی ہوشیاری کا اندازہ درست نہیں لگایا تھا اور مجھے دوسری بار اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا تھا۔

مجھے ہوش آیا تو میں سخت اور سرد فرش پر کروٹ کے بل پڑا ہوا تھا۔ جیکٹ نے مجھے ٹھٹھرنے سے بچا لیا تھا ورنہ یہاں بہت سردی تھی اور رات بھی ہو چکی تھی۔ میں نے آنکھ کھول کر جائزہ لیا۔ یہ لکڑی کی دیواروں والا کمرہ تھا اس کے ایک کونے میں پتھر سے بنا آتش دان تھا اور اس کے اوپر ٹین سی بنی چمنی چھت کی طرف جا رہی تھی۔ آتش دان بجھا ہوا تھا اور اس میں راکھ پڑی تھی صاف ظاہر تھا اسے عرصے سے استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ خالی کمرے کی حالت بتا رہی تھی یہ جگہ آباد نہیں تھی فرش پر مٹی تھی اور مٹی پر میں پڑا ہوا تھا۔ فرنیچر کے نام پر کمرے میں صرف ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پڑی تھی جس کے دو پائے غائب تھے۔ میں اٹھ بیٹھا ڈاکو مجھے یہاں لے آئے تھے اور شاید چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے لیکن نہیں وہ دوسرے کمرے میں موجود تھے۔ یہ کمرہ بالکل خالی تھا اور یہاں ایک پیلا بلب روشن تھا۔ البتہ دوسرے کمرے میں زیادہ روشنی تھی اور گفتگو کی آواز بھی آ رہی تھی۔ میں اٹھ کر دبے قدموں دروازے تک آیا۔ لڑکی کی آواز آئی۔ "ذرا مضبوطی سے پکڑو پیالی چھلک نہ جائے۔"

"نہیں چھلکے گی تم بھی شعلہ زیادہ مت لہراؤ میرا ہاتھ نہ جل جائے۔" لیفٹی کی آواز آئی۔

"یہ ایک کلوگرام سونا ہے؟" رائٹی نے کسی قدر مایوسی سے کہا۔

"ایک کلو سے زیادہ ہی ہے۔" لیفٹی نے یقین سے کہا۔ "میں نے اٹھا رکھا ہے مجھے اندازہ ہے۔"

دروازے میں ایک رخنہ تھا اور اس سے دوسرے کمرے کا منظر کسی قدر واضح تھا۔ وہ کمرہ بھی خالی تھا اور

وہ تینوں وسط میں بیٹھے تھے۔لڑکی نے ویلڈنگ ٹارچ سنبھال رکھی تھی جس کا تیز نیلگوں شعلہ کئی ہزار ڈگری سینٹی گریڈ کا درجہ حرارت رکھتا ہے۔لیفٹی نے سناروں کی وہ مخصوص دھاتی پیالی ایک پلاس کی مدد سے پکڑ رکھی تھی جس میں سونا پگھلایا جاتا ہے اسے شاید کٹھالی کہتے ہیں۔ رائٹی سونے کے زیورات کو ایک ایک کر کے اس کٹھالی میں ڈال رہا تھا۔اس نے آخری زیور ڈالا۔کٹھالی میں موجود سونا پگھل گیا تھا ورنہ لڑکی جھلکنے کی بات کیوں کرتی۔ شعلہ کے لیے گیسوں والے سلنڈر پاس پڑے تھے یہ خریدے بھی جاسکتے ہیں اور مخصوص دکانوں سے کرائے پر بھی مل جاتے ہیں۔باقی چیزوں کا حصول کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

کٹھالی زیادہ بڑی نہیں تھی چائے پینے والے ایک درمیانی سائز کے پیالے کے برابر تھی۔سونا بہت وزنی دھات ہے دنیا میں اس سے زیادہ وزن رکھنے والی چند ایک ہی دھاتیں اور عناصر ہیں۔ ایک کلوگرام سونے کی اینٹ کا سائز مشکل سے چند انچ ہوتا ہے اور اس کی موٹائی ایک انچ سے بھی کم ہوتی ہے۔ ...انداز ہوتا کہ سونا کتنی کم جگہ گھیرتا ہے۔کٹھالی میں یقیناً ایک کلوگرام سے زیادہ سونا آسکتا تھا۔سونے میں ملاوٹ تھی خالص سونا حاصل کرنے کے لیے اسے پگھلا کر پانی میں ڈالتے ہیں اس سے سونے کا کھوٹ الگ ہو جاتا ہے اور خالص سونے کا ڈلا الگ ہو جاتا ہے۔ پانی پاس ہی سلور کے پیالے میں موجود تھا۔ جب سونا پوری طرح پگھل گیا تو لڑکی نے ٹارچ بند کر دی اور لیفٹی نے احتیاط سے سونا پانی میں الٹ دیا۔چھن کی آواز آئی اور پانی سے بھاپ کا بادل اٹھا جو فوراً سرد فضا میں تحلیل ہو گیا۔وہ تینوں اشتیاق سے پیالے پر جھک گئے۔

مجھے ان تینوں کی طرف سے فکر نہیں تھی بے شک انہوں نے عارضی طور پر مجھے بے بس کر دیا تھا لیکن مجھے اعتماد تھا میں ان پر قابو پا سکتا تھا۔ مجھے اس حادثے کی پروا بھی نہیں تھی بس اپنے ساتھیوں کا خیال تھا جو بے تابی سے میرے منتظر ہوں گے اور میں اب تک ان کے پاس نہیں پہنچا تھا۔ بہر حال جہاں آٹھ دن سے غائب تھا وہاں چند گھنٹے یا ایک رات اور صحیح۔وہ سونے کے ڈلے کے سرد ہونے کا انتظار کر رہے تھے بالآخر لیفٹی نے ڈرتے ڈرتے پلاس سے پکڑ کر اسے باہر نکالا اور بولا۔"یہ ایک کلو کا ہے؟" اب اسے خود شک ہو گیا تھا۔

"ابھی پتا چل جاتا ہے۔" لڑکی نے اپنے بیگ سے وہ چھوٹا سا ڈیجیٹل ترازو نکالا جو سناروں کے پاس ہوتا ہے۔اس نے ڈلا اٹھا کر اس پر رکھا۔بٹن دبا کر ڈلے کا وزن کیا۔رائٹی نے جوش سے کہا۔

"یہ تو پندرہ سو گرام کا ہے۔"

"پندرہ سو بائیس گرام۔" لڑکی نے تصحیح کی۔"ان دنوں سونا چالیس ہزار روپے کا دس گرام ہے ذرا حساب لگانا۔"

لیفٹی کا حساب زیادہ تیز تھا۔"ساٹھ لاکھ اٹھاسی ہزار روپے۔"

"لیکن ہمیں اس کے پچاس سے زیادہ نہیں ملیں گے۔" رائٹی نے کہا۔

"ہم اسے پورے دام سے بیچیں گے۔" لڑکی نے کہا۔"تم لوگ فکر مت کرو یہ میرا کام ہے۔ہم اس کی سو سو گرام کی بارز بنائیں گے اور پھر انہیں الگ الگ بیچیں گے۔"

"میرا تو مشورہ ہے ابھی سارا مت بیچو۔سب اپنا اپنا حصہ سونے کی صورت میں کر لیں۔" رائٹی نے جلدی سے کہا۔غالباً اسے خطرہ لگ گیا تھا کہ اس طرح کہیں اس کا حصہ نہ مارا جائے۔لڑکی نے اس کی طرف دیکھا۔

''ٹھیک ہے بارز بنا کر آپس میں تقسیم کر لیں گے لیکن اس میں ایک خطرہ ہے کوئی پکڑا گیا تو وہ دوسرے کے بارے میں بک دے گا اور سب پکڑے جائیں گے۔''

''کیسے پکڑے جائیں گے؟'' لیفٹی نے اعتراض کیا۔

لڑکی نے پیار سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ ''اس صورت کے ساتھ تم دینی کتب بھی بیچنے جاؤ گے تو لوگ چوری کی سمجھیں گے۔''

''اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔'' لیفٹی خفا ہو گیا۔

لڑکی نے فوراً جواب دیا۔ ''اسی صورت کے سہارے میں نے اندر کا سارا سروے کیا تھا اور تمہیں بتایا تھا اسی وجہ سے تم نے کامیاب ڈاکا مارا ورنہ تمہیں تو کوئی دکان میں گھسنے بھی نہ دیتا۔''

''ماہا ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' رائٹی نے لڑکی کی تائید کی۔ ''ہم سونا بیچنے کی کوشش میں پکڑے بھی جا سکتے ہیں۔ یہ کام ماہا کو کرنے دو۔''

''تاکہ یہ سارا سونا لے کر فرار ہو جائے۔'' لیفٹی نے طنز کیا۔

''نہیں سارا سونا اس کے پاس نہیں ہوگا۔ اسے ہم برابر تقسیم کر لیں گے اور جب ماہا فروخت کرنے جائے گی تو اتنی ہی مالیت کا سونا ہماری تحویل میں دے کر جائے گی۔''

''میں اپنا سونا نہیں دوں گی۔'' ماہا نے صاف انکار کر دیا۔ ''تم دونوں نے اعتماد کرنا ہے تو کرو ورنہ......''

''ورنہ ہم خود فروخت کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر پکڑے گئے تو بچو گی تم بھی نہیں۔'' لیفٹی نے اسے دھمکی دی تو وہ فکر مند ہو گئی۔

''اوکے میں فروخت کروں گی لیکن اس صورت میں میرا حصہ زیادہ ہوگا۔ میں چالیس فیصد لوں گی باقی تیس تیس فیصد تم دونوں کو ملے گا۔''

لیفٹی اور رائٹی معمولی سی بک بک کے بعد اس فارمولے پر راضی ہو گئے۔ یہ معمولی سی بک بک ناقابلِ اشاعت قسم کی گالیوں اور گفتگو پر مشتمل تھی اور وہ اس کے عادی لگتے تھے گویا تینوں پیشہ ور مجرم تھے۔ یہ ان کی روزمرہ کی گفتگو تھی۔ ابھی ان کے پاس سوگرام کی بار کی ڈائی نہیں تھی۔ اس لیے یہ معاملہ بعد کے لیے اٹھا دیا گیا۔ لیفٹی کو میرا خیال آیا۔ ''اس کا کیا کرنا ہے؟''

''اسے یہیں بند چھوڑ جاتے ہیں بعد میں پولیس اسے یہاں ٹیکسی کے ساتھ دریافت کرے گی تو خود معلوم سمجھ لے گی کہ ڈاکا اسی نے ڈالا ہے۔'' ماہا بولی۔

''اور جیولر جو ہمارے حلیے اور ایک لڑکی ٹیکسی والی کی کہانی سنائے گا۔'' رائٹی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''جس کی تصدیق یہ کرے گا۔''

''پھر کیا کریں؟'' لیفٹی نے پوچھا۔

''اسے چھوڑ دو یہ پولیس کے پاس جانے کی حماقت نہیں کرے گا۔'' رائٹی نے کہا۔ ''اس نے ہمیں بہت پاس سے دیکھا ہے اس لیے یہ پولیس کو تفصیلی حلیے بتا سکتا ہے ہم اسے ڈرا دھمکا کر چھوڑ جاتے ہیں۔''

''کیا یہ ڈرانے سے مان جائے گا۔'' ماہا نے جوابی طنز کیا۔ ''اگر یہ پھر بھی پولیس کے پاس چلا گیا تو......''

''تو کیا کریں اسے مار دیں؟'' لیفٹی نے خطرناک سوال کیا۔

''میرا خیال ہے اسے جھیل میں ڈال دیتے ہیں بے ہوش ہے پاؤں میں پتھر باندھ دیں گے تو ڈوب کر مر جائے گا اور لاش بھی جلد اوپر نہیں آئے گی۔'' ماہا نے یوں تجویز پیش کی جیسے ایک زندہ انسان کے بجائے جھیل میں کچرہ پھینکنے کی تجویز دے رہی ہو۔

''یہ..... قتل ہوگا۔'' خاصی دیر بعد رائٹی نے کہا بظاہر وہ اور لیفٹی میرے قتل پر آمادہ نہیں لگ رہے تھے لیکن ماہا ان پر حاوی تھی کسی قدر بحث کے بعد اس نے انہیں راضی کر لیا کہ وہ میرے ساتھ وہی سلوک کریں جو آج کل نیکی کرنے والے کے ساتھ کیا جاتا ہے حالانکہ میں نے ان کے ساتھ نیکی بھی نہیں کی تھی لیکن وہ مجھے جھیل میں ڈالنے پر راضی ہو گئے تھے۔ ماہا نے انہیں ترکیب بھی بتائی اس عورت کے سر میں شیطان کا دماغ فٹ تھا اس نے کہا۔ ''پتھر باندھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے اس کی پتلون کے پائنچوں اور قمیص میں پتھر بھر دو یہ آرام سے ڈوب جائے گا۔''

میں نے دل ہی دل میں اسے بے نقط سنائیں۔ لیفٹی اور رائٹی کمرے کی طرف آئے تاکہ مجھے باہر لے جا کر ڈبونے کا انتظام کر سکیں۔ میں ان کے استقبال کے لیے تیار تھا۔ بلب سوئچ دبا کر بند کر دیا اب کمرے میں تاریکی تھی۔ آگے لیفٹی تھا۔ میں نے اسے یوں دبوچا جیسے بلی بے فکری سے ٹہلتے چوزے کو دبوچتی ہے اس کے حلق سے ویسی ہی آواز نکلی جیسی چوزے کے حلق سے نکلتی ہے اس کے ہاتھ سے پستول میں پہلے ہی چھین چکا تھا۔ اس کا بھی بازو گھما کر اس کی پشت سے لگایا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر پستول رکھ کر اسے سامنے کر لیا جب تک رائٹی اپنا پستول نکالتا میں لیفٹی کو قابو کر کے اپنی ڈھال بنا چکا تھا۔ میں نے دھاڑ کر کہا۔

''خبردار اگر اپنے ساتھی کی زندگی چاہتے ہو تو پستول پھینک دو۔''

رائٹی یقیناً اپنے دوست کی زندگی چاہتا تھا لیکن ماہا نے اس موقع پر چونکا دینے والا کام کیا جیسے ہی میں لیفٹی کو لیے دوسرے کمرے میں آیا اس نے اچانک پستول نکال کر ہماری طرف فائر جھونک مارا اور پھر کسی چھلاوے کی طرح باہر نکل گئی۔ میں اس کی پھرتی پر ششدر رہ گیا تھا اور پھر مجھے احساس ہوا کہ میں ایک لاش تھامے کھڑا ہوں کیونکہ بغیر نشانہ لیے کیا جانے والا فائر سیدھا لیفٹی کے دل میں اتر گیا تھا۔ رائٹی کو احساس ہوا تو اس نے اپنا پستول میری طرف سیدھا کیا۔ مجبوراً مجھے حرکت میں آنا پڑا۔ اس کی چلائی گولی لیفٹی کو لگی اور ظاہر ہے اسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا لیکن میری چلائی گولی رائٹی کے دائیں شانے میں لگی تو اسے خاصا فرق پڑا۔ اس نے حلق پھاڑ کر والدہ صاحبہ کو پکارا اور پستول چھوڑ کر شانہ تھام لیا میں نے لیفٹی کی لاش کو چھوڑا اور رائٹی کے سر پر پستول کی نال رسید کی۔ اس کی چیخ و پکار تھم گئی اور وہ لڑھک کر نیچے گر گیا۔ اسی لمحے باہر سے کسی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی اور میں باہر کی طرف لپکا۔ ماہا فرار ہو رہی تھی جب میں باہر آیا تو ایک سیاہ چھوٹی جیپ کچھ دور جا چکی تھی میں نے اس کے ٹائروں کا نشانہ لے کر کئی فائر کیے مگر وہ بچ گئی۔

یہ جگہ کسی جھیل کے کنارے تھی۔ یہاں چاروں طرف جھاڑ جھنکاڑ تھا اور درمیان میں لکڑی سے بنا یہ کیبن کھڑا تھا۔ جھیل کچھ فاصلے پر تھی۔ وہ یلو کیب ایک طرف موجود تھی جسے انہوں ڈاکا مارنے کے لیے استعمال کیا تھا۔ میں نے دروازہ کھول کر دیکھا چابی اندر نہیں تھی۔ میں واپس کیبن میں آیا۔ چابی لیفٹی اور رائٹی کے پاس بھی نہیں

تھی وہ یقیناً ماہا کے پاس تھی۔ وہ نہ صرف یلو کیب کی چابی بلکہ سونے کی ڈلی بھی لے گئی تھی۔ لیفٹی مارا جا چکا تھا اور رائٹی زخمی تھا لازمی بات ہے جلد یا بدیر وہ پولیس کے ہاتھ آ جاتا۔ گویا سونے کی ڈلی اب ماہا کی ملکیت تھی اگر وہ ہوشیاری سے کام لیتی تو یہاں سے فرار ہو جاتی اور ہماری پولیس اسے گرفتار نہیں کر سکتی تھی جب تک وہ خود کوئی حماقت نہ کرتی۔ شاید اس کے ذہن میں شروع سے ایسا کوئی ارادہ تھا اور میری مداخلت نے اسے موقع فراہم کر دیا۔

ان لوگوں نے میری جیب سے رقم نہیں نکالی تھی اور نہ کلائی سے گھڑی اتاری تھی۔ میں نے رائٹی کو اس کے حال پر چھوڑا اور باہر آیا۔ کار کے ڈیش بورڈ سے ایک کثیر المقاصد اسکرو کا رک مل گیا جس میں ایک چھوٹا سا چاقو بھی ہوتا۔ میں نے چاقو سے انجن سے آنے والی تاروں کا گچھا کاٹا اور پھر دو تاریں ملا ملا کر دیکھنے لگا۔ بالآخر اگنیشن وائر مل گئیں اور انجن اسٹارٹ ہو گیا۔ میں نے ان تاروں کو ملا رہنے دیا۔ میرے پاس وہ پستول تھا جس سے رائٹی پر گولی چلائی تھی۔ اسے میں نے وہاں نہیں چھوڑا کیونکہ اس پر میری انگلیوں کے نشانات تھے اُسے میں نے صاف کر کے جھیل میں اچھال دیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ماہا کو فرار ہوئے دس منٹ ہو چکے تھے اور اس کے لیے اتنی مہلت کافی تھی۔ اب اس کے پیچھے جانا بے کار تھا وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر نہ جانے کہاں نکل گئی تھی۔

مگر اس لڑکی کے بارے میں میرا اندازہ درست نہیں تھا۔ وہ فرار نہیں ہوئی تھی۔ میں یلو کیب لے کر اس جگہ سے نکلا اور سڑک کی طرف جانے والا راستہ تلاش کرنے لگا۔ یہ راول جھیل نہیں تھی یا اس کا کوئی ایسا حصہ تھا جو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ چاروں طرف جھاڑیاں اور قدم آدم گھاس تھی اور اس کے درمیان سے کچا راستہ نہ جانے کہاں جا رہا تھا یہ سارا جھیل کا کنارہ تھا۔ ایک جگہ یہ راستہ جھیل کے بالکل ساتھ سے گزر رہا تھا اور جھیل یہاں کچھ گہرائی میں تھی۔ میں نے بے فکری سے اس جگہ سے گزرنا چاہا تو اچانک بائیں طرف سے کسی گاڑی کی تیز روشنی چمکی اور انجن غرانے کی آواز آئی۔ فوراً سیاہ جیپ جھاڑیوں کو روندتی ہوئی نمودار ہوئی۔ اس کے فرنٹ پر فولادی جالی تھی اور اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا جیپ نے کسی بلڈوزر کی طرح ٹیکسی کو ٹکر ماری۔

میں اس افتاد کے لیے بالکل تیار نہیں تھا کیونکہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ لڑکی اتنی تیز طرار نکلے گی۔ اس کے اعصاب قابلِ رشک تھے اور جرأت قابلِ داد۔ اس نے فرار ہونے کے بجائے مجھے ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کیا۔ نہ صرف فیصلہ کیا بلکہ پلان بھی بنالیا اور اس پر عمل بھی کر دیا تھا۔ ٹکر لگتے ہی ٹیکسی جھیل کی طرف لڑھکی اور پھر یک دم الٹ کر پانی میں جا گری۔ میں نے سیٹ بیلٹ نہیں باندھی تھی کیونکہ ٹیکسی میں اس قسم کی کوئی چیز ہی نہیں تھی۔ ٹیکسی کے قلابازی کھانے کے دوران میں اندر ہی اندر الٹ پلٹ ہوا۔ میرا پہلے معضروب سر کسی چیز سے ٹکرایا اور مجھے تارے نظر آ گئے۔ وہ تارے نہیں جو آسمان پر چمک رہے تھے بلکہ یہ وہ تارے تھے جو دماغ میں ہوتے ہیں۔ میرے کانوں نے چھپاکے کی آواز سنی اور میں اپنے ذہن پر حاوی ہوتی تاریکی سے لڑ رہا تھا۔ ٹیکسی میں پانی بھر رہا تھا اور اگر میں بے ہوش ہو جاتا تو ڈوب کر مر جاتا۔

میں اپنے حواس بحال رکھنے کی کوشش کے ساتھ ہاتھ پاؤں بھی چلا رہا تھا۔ ٹیکسی الٹ کر گری تھی اور اب پہلو کے بل پانی میں جا رہی تھی۔ پہلو بھی بایاں تھا جہاں میں پھنسا ہوا تھا۔ سر پر لگنے والی چوٹ شدید تھی اور میرا

ذہن رفتہ رفتہ تاریکی میں ڈوبتا جارہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا میں زیادہ دیر اپنے حواس برقرار نہیں رکھ سکوں گا۔ ایک بار میں بے ہوش ہو جاتا تو ڈوبنے سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا تھا۔ ایسے میں قدرت نے عجیب انداز میں مدد کی۔ وہ چیز جو انسان کی جان لے لیتی ہے اس نے میرے حواس بحال کر دیئے۔ ٹیکسی پانی میں گری تو اس کی بیٹری تک پانی نے رسائی حاصل کی۔ بیٹری کے ٹرمنل شارٹ ہوئے اور بیٹری نے بے کار ہونے سے پہلے پانی میں کرنٹ چھوڑا۔

کرنٹ کا یہ جھٹکا مجھے ہوش میں لے آیا۔ مجھے یوں لگا جیسے ایک لمحے کو میرا جسم کسی نے جھنجھوڑ دیا ہو۔ میں چونکا اور اس کے ساتھ ہی ذہن پر چھاتی تاریکی صاف ہو گئی۔ میں سوچنے سمجھنے اور جان بچانے کے لیے حرکت کرنے کے قابل ہو گیا۔ سوائے میرے سر کے پورا جسم سرد پانی میں جا چکا تھا۔ میں نے سیدھا ہونے کی کوشش کی۔ یوں سمجھ لیں کہ ڈرائیونگ سیٹ کے دروازے پر قدم جما کر اٹھنے کی کوشش کی تو یک دم ہی ٹیکسی الٹی ہو گئی۔ اس کے پہیے آسمان کی طرف اٹھ گئے تھے اور چھت پانی میں چلی گئی تھی۔ پیچھے کا ایک شیشہ کمزور تھا اور وہ پانی کے سامنے مزاحمت نہیں کر سکا تھا۔ اس کے ٹوٹتے ہی پانی بہت تیزی سے اندر بھرنے لگا۔ اب خود کو اندر رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے بچ جانے والی ہوا میں چند گہرے سانس لیے اور پھر سانس روک کر اپنی طرف کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔

عام طور سے کسی حادثے کی صورت میں سب سے پہلے دروازے جام ہو جاتے ہیں مگر خوش قسمتی سے یہ دروازہ جام نہیں ہوا تھا اور پہلی کوشش میں کھل گیا۔ میں فوراً باہر آیا۔ ٹیکسی اب گہرائی میں جا رہی تھی۔ اس جگہ پانی کنارے پر ہی خاصا گہرا تھا۔ یہ بڑی اور وزنی گاڑی تھی اس لیے زیادہ دیر تیر نہیں سکی اور اب ڈوب رہی تھی۔ میں باہر آتے ہی زیر آب ہی ٹیکسی سے دور جانے لگا۔ خطرہ تھا وہ مجھ پر ہی نہ چڑھ جائے اور تہہ میں اپنے وزن سے دبا دے۔ میں نے سطح کی طرف جانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ مجھے یقین تھا ماہا اپنے کیے کا نتیجہ دیکھنے کے لیے کنارے تک آئے گی اور اگر میں اسے پانی میں بطخ کی طرح تیرتا نظر آ جاتا تو وہ کسی بطخ کی طرح آسانی سے میرا شکار کر لیتی۔ اس کے پاس پستول تھا اور اس کا نشانہ میں دیکھ چکا تھا۔ بظاہر ایسا لگا تھا جیسے اس نے مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا بھی امکان تھا کہ موقع سے فائدہ اٹھا کر اس نے اپنا ایک شریک کم کر دیا اور پھر پورا سونا لے کر فرار ہو گئی۔

مگر یہ میری غلط فہمی تھی کہ وہ فرار ہو گئی تھی۔ وہ وہیں تھی پہلے وہ مجھ سے نمٹتی اور پھر واپس جا کر رائٹ کا کام بھی تمام کر دیتی۔ اس نے دیکھا نہیں تھا لیکن سن لیا تھا کہ رائٹ زخمی ہوا تھا۔ وہ اپنے خلاف کوئی گواہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ زیر آب تیرتے ہوئے میرے لیے سانس روکنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ بالآخر میں نے سطح کا رخ کیا اور صرف سر باہر نکالا کر چند گہرے سانس لیے۔ اسی لمحے میرے کانوں نے جیپ کے انجن کی آواز سنی اور تاریک کنارے پر اس کی روشنی لہرائی اور وہ دوبارہ کیبن کی طرف روانہ ہو گئی وہ یقیناً رائٹ کا کام تمام کرنے جا رہی تھی۔ اپنے طور پر مجھے تو ختم کر چکی تھی۔ میں تیرتا ہوا کنارے کی طرف آیا۔ یہاں سے اوپر جانے کی کوئی جگہ نہیں تھی البتہ ایک جگہ جھاڑیاں موجود تھیں میں انہیں پکڑ کر بمشکل اوپر آیا۔ سرد پانی کے بعد اب سرد ہوا مزاج پوچھ رہی تھی۔ شام میں اتنی ٹھنڈ نہیں تھی لیکن رات ہوتے ہی درجہ حرارت خاصا گر گیا تھا۔ کچے راستے پر آ کر میں نے

کیبن کی طرف بڑھنا شروع کیا۔

اصولاً مجھے ایک بار بچ جانے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے یہاں سے بھاگ لینا چاہیے تھا لیکن اب پنگے لینے کی عادت اتنی پختہ ہوگئی تھی کہ مسئلہ سامنے ہوتو فرار ہونے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ میں کیبن کے پاس پہنچا تو اندر سے آنے والی فائر کی آواز نے مجھے رک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ماہا نے یقیناً رائٹی کا بھی خاتمہ کر دیا تھا اور اب کسی لمحے بھی باہر آسکتی تھی۔ اس کے آنے سے پہلے میں نے جیپ کا بیک ڈور کھولا اور اندر آگیا۔ میں نے دروازہ بند کیا تھا کہ ماہا باہر آئی۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور وہ چونکی ہر طرف دیکھ رہی تھی غالباً اس نے جیپ کا دروازہ بند ہونے کی آواز سن لی تھی۔ مگر یہ نہیں سمجھ سکی تھی کہ یہ آواز کیسی ہے۔ بالآخر وہ جیپ کی طرف آئی۔ اندر بیٹھ کر اس نے جیسے ہی اگنیشن گھمایا۔ میں نے عقب سے اس کی کنپٹی پر ہاتھ مارا۔ وہ تڑپ کر پلٹی لیکن فوراً ہی بے سدھ ہوکر رہ گئی۔ میں نے احتیاطاً دوسرا ہاتھ مارا اور اس کی بے ہوشی کو پختہ کر دیا اس جیسی سفاک قاتلہ کے ساتھ رعایت خودکشی بھی ہوسکتی تھی۔

میں اتر کر نیچے آیا اسے کھینچ کر نیچے اتارا اور اس کے عورت ہونے کی پروا کیے بغیر اس کی مکمل تلاشی لی۔ پستول اس نے اپنی جیکٹ میں رکھا تھا۔ اس کے علاوہ ایک چھوٹا سا والٹ تھا۔ میں نے اسے کھول کر جائزہ لیا تو اس میں ماہا کا شناختی کارڈ، اس کا ڈرائیونگ لائسنس اور رقم اور کچھ دوسری اشیا کے ساتھ ایک ائیر ٹکٹ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ یہ دبئی کا ٹکٹ تھا۔ فلائیٹ دو دن بعد کی تھی۔ گویا وہ ملک سے فرار کے لیے بھی تیار تھی۔ جیپ کے پیچھے ایک رسی پڑی تھی جو ہر عقل مند ڈرائیور لازمی رکھتا ہے کہ کہیں گاڑی جواب دے جائے اور اسے ٹو کر کے لے جانا پڑے۔ اس رسی سے میں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے۔ اس کا پستول، پرس اور جیپ کی چابی اپنے قبضے میں لے لی اور کیبن میں آیا۔

رائٹی کی لاش دیکھ کر افسوس ہوا ماہا نے اس کے سر میں گولی ماری تھی۔ اس عورت کی سفاکی نے مجھے حیران کر دیا تھا اس نے کتنی آسانی سے اپنے دونوں ساتھیوں کو گولی ماردی تھی۔ میں نے اپنے کپڑے اتار کر نچوڑے اور دوبارہ پہن لیے۔ مجبوری تھی ان کے سوا کوئی لباس نہیں تھا۔ ویسے بھی یہاں سردی تھی لیکن جان لیوا قسم کی نہیں تھی۔ میں واپس جیپ کی طرف آیا تو ماہا کسمسا رہی تھی۔ اسے جیپ کے عقبی حصے میں ڈال کر میں نے انجن اسٹارٹ کیا اور ہیٹر آن کر دیا۔ ذرا دیر میں اندر گرمی ہوگئی اور میں سکون محسوس کرنے لگا۔ اس گرمی کا ماہا پر بھی خاطر خواہ اثر ہوا تھا۔ وہ تیزی سے ہوش میں آئی۔ صورتِ حال کا ادراک ہوتے ہی اس کی زبان چل پڑی تھی۔ میں نے پلٹ کر پستول اس کے منہ پر رکھ دیا اور درشت لہجے میں بولا۔

''بک بک مت کرو ورنہ میں تمہیں شوٹ کر کے یہیں تمہاری لاش چھوڑ جاؤں گا۔''

''جھوٹ مت بولو۔'' وہ زہریلے لہجے میں بولی۔ ''اگر تم نے مجھے قتل کرنا ہوتا تو اب تک میں زندہ نہ ہوتی۔''

''تمہارا کیا خیال ہے میں نے تمہیں کیوں زندہ رکھا ہے۔''

''کیونکہ میں ایک خوب صورت عورت ہوں اور میرا جسم.....'' اس کی باقی بکواس ناقابلِ بیان تھی۔ میں نے بڑی مشکل سے اسے تھپڑ مارنے کی خواہش پر قابو پایا۔

''تمہارا اندازہ غلط ہے مجھے تمہاری خوب صورتی یا جسم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے تمہیں صرف اس لیے چھوڑا ہے کہ تمہیں چوری کے سونے سمیت پولیس کے حوالے کروں تا کہ تمہیں ڈکیتی اور اپنے دو ساتھیوں کو قتل کرنے کی سزا ملے۔''

اس کی آنکھیں بے یقینی آمیز خوف سے پھیل گئیں۔ ''تم......ایسا نہیں کر سکتے؟''

''کیوں نہیں کر سکتا اور مجھے یا کسی بھی قانون پسند شہری کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔''

''سنو تم سونا لے لو یا جو چاہے کرو لیکن مجھے پولیس کے حوالے مت کرو۔ میں گرفتار ہونے پر موت کو ترجیح دوں گی۔''

''ٹھیک ہے اگر تم کہتی ہو تو میں تمہیں شوٹ کر دیتا ہوں لیکن تمہاری لاش تو پولیس کی تحویل میں جائے گی۔'' میں نے کہا اور اس کے سر پر یوں پستول رکھا جیسے گولی چلانے والا ہوں۔ وہ بوکھلا کر بولی۔

''میرا یہ مطلب نہیں تھا۔''

''پھر کیا مطلب تھا؟'' میں نے کہا۔ ''تم نے ان دو بیوقوفوں کو راضی کر لیا کہ وہ تمہارے لیے ڈاکا ماریں۔''

''ہم ساتھی تھے یہ ان کی پلاننگ تھی۔''

''اس کے بعد تمہاری پلاننگ یہ تھی کہ ان دونوں کو مار کر ان کے حصے پر بھی قابض ہو جاؤ۔''

''حفیظ تمہاری وجہ سے مارا گیا اور ماجد زخمی تھا اگر میں اسے نہیں مارتی تو وہ پولیس کو میرے بارے میں بتا دیتا۔'' وہ اپنا دفاع کر رہی تھی۔

''تمہارے پاس سے دبئی کا ٹکٹ نکلا ہے دو دن بعد تمہاری فلائیٹ ہے۔''

وہ چونکی۔ ''تم نے میری تلاشی لی ہے؟''

''ہاں سونے کی ڈلی سمیت سب میرے قبضے میں ہے۔''

''سنو۔'' وہ خوف زدہ ہو کر بولی۔ ''تم یہ سب لے لو اور مجھے جانے دو۔''

''مجھے بھی تمہارا اچار نہیں ڈالنا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''لیکن آزادی کی ایک ہی قیمت ہے مجھے اپنے بارے میں سب سچ بتا دو۔''

''کیا سچ بتا دوں؟'' وہ بدک جانے والے انداز میں بولی۔

''تم دو دن بعد یہاں سے جا رہی ہو کیا تمہیں یقین تھا کہ یہ ڈاکا کامیاب رہے گا۔''

''ہاں......''

''کس بنیاد پر یقین تھا؟''

وہ چپ رہی اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ ہیٹر کی وجہ سے میرے کپڑے تقریباً خشک ہو گئے تھے اگرچہ ان کی شکل تباہ ہو گئی تھی خود میرے بالوں میں گھاس پھونس اٹک گئی تھی۔ میں نے جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ''تم اس طرح سے جواب نہیں دو گی بہرحال میں نے وہ دونوں پستول محفوظ کر لیے ہیں جن سے یہاں گولیاں چلی ہیں اور دوسرے پستول پر بھی میں نے تمہاری انگلیوں کے نشانات حاصل کر لیے ہیں۔'' یہ

بات میں نے اسے ڈرانے کے لیے کہی تھی۔ ''اگر تم مجھے مطمئن نہیں کر سکیں تو میں وہی کروں گا جو ابھی میں نے کہا ہے۔''

''تم ایسا نہیں کر سکتے۔'' وہ کسمسائی۔ ''اگر تم نے مجھے نہیں چھوڑا تو میں راستے میں شور مچا دوں گی۔''

''تم نے اچھا کیا جو یہیں بتا دیا۔'' میں نے جیپ روکی اور ایک کپڑے سے اس کا منہ بند کر دیا۔ قریب سے دیکھنے پر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ بہت دلکش لڑکی ہے۔ لڑکی میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اس کی جسمانی ساخت لڑکیوں والی تھی ورنہ اس کی گفتگو سے لگتا تھا کہ وہ خاصی تجربے کار ہے۔ اس کی صورت اور بالوں کا اسٹائل ہالی ووڈ کی اداکارہ سینڈرا بلوک سے ملتا تھا غالباً صورت کی وجہ سے اس نے بالوں کا اسٹائل بھی یہی کر لیا تھا۔ اس نے جینز کے ساتھ شرٹ اور اوپر ہلکی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ ان میں سے کسی کے پاس سے موبائل فون نہیں نکلا تھا ورنہ میں عبداللہ یا وسیم سے رابطہ کر سکتا تھا۔ انہیں بلا لیتا تو میرا کام آسان ہو جاتا لیکن اب مجھے خود وہاں جانا تھا۔ اس آفت کے ساتھ ہوتے ہوئے میں راستے میں کہیں رکنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد میں مری روڈ پر نکل آیا۔ یہ ایک ذیلی سڑک تھی جو اس جھیل کو تقریباً چھوتی ہوئی گزر رہی تھی۔ میں نے احتیاطاً اندر کی لائٹس بند کر دیں۔ عبداللہ کی کوٹھی کے بجائے میں نے فارم ہاؤس جانے کا فیصلہ پہلے ہی کر لیا تھا۔ عبداللہ کی کوٹھی سارے دشمنوں کی نظر میں آ چکی تھی اور وہاں بار بار جانا ٹھیک نہیں تھا۔ فارم ہاؤس دور تھا مگر دشمنوں سے محفوظ تھا۔ مجھے وہاں پہنچنے میں تقریباً پون گھنٹہ لگ گیا۔ جیپ مین گیٹ کے سامنے روکی۔ تاکہ مانی مجھے دیکھ لے پھر اندر سے کوئی نہ کوئی آ جاتا۔ میں نے اپنی صورت نمایاں کی تو اس کا خاطر خواہ ردِعمل سامنے آیا پہلے بیتو باڑے سے فرار ہونے والے جانور کی طرح دوڑتا ہوا آیا اس کے پیچھے سفیر تھا۔ بیتو مجھ سے لپٹ گیا اور سلام دعا کے بجائے اپنا فیصلہ سنایا۔

''اب ہم آپ کو کہیں اکیلا نہیں جانے دے گا آپ جا کر غائب ہو جاتا ہے۔''

''ٹھیک ہے مت جانے دینا لیکن ابھی تو چھوڑ دو۔'' میں نے ہنس کر کہا۔ اپنوں کے درمیان لوٹ آنے سے جو طمانیت محسوس ہوئی تھی۔ اس نے میرے اعصاب کو ہلکا کر دیا تھا سفیر کے تیور جارحانہ تھے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''فی الوقت خاکسار بہت دھکے کھا کر آ رہا ہے اور مرتے مرتے بچا ہے مگر ساتھ ہی ایک خاتون بھی ہیں۔''

''خاتون۔'' سفیر کا غصہ اشتیاق میں بدل گیا۔ ''کون ہیں اور کہاں ہیں۔''

میں جیپ اندر لے آیا باہر رُونمائی مناسب نہیں تھی۔ پھر بیک ڈور کھول کر تعارف کرایا۔ ''مس ماہا...... پیشہ ور ڈکیت ہیں اور اپنے ہی دو ساتھی مار چکی ہیں...... میری قسمت اچھی تھی ورنہ تیسرا شکار میں ہوتا۔''

''کاش تیری جگہ میں ہوتا۔'' سفیر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''ساری حسینائیں تجھے ہی ملتی ہیں۔''

وسیم بھی آ گیا مجھ سے مل کر اس نے ماہا کا معائنہ کیا اور پھر اسے کھینچ کر جیپ سے نیچے اتارا ماہا نے مزاحمت نہیں کی تھی اب وہ کچھ خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔ ''میرا خیال اندر چلتے ہیں یہاں خاصی سردی ہے۔''

''یہ جیپ پیچھے لے جاؤ پتا نہیں اس کی ہے یا چوری کی ہے۔'' میں نے بیتو کو کہا۔ جیپ ابھی تک اسٹارٹ تھی چابی کے بغیر اسے کیسے بند کرتا۔ میں نے بیتو کو وائر کا بھی بتا دیا تھا جس کو الگ کرنے سے انجن بند ہو

جاتا۔ اندر آ کر مجھے وہی سکون ملا تھا جو کہیں سے تھکے ہارے انسان کو گھر آنے کے بعد ملتا ہے۔ میں نے اپنے کمرے کا رخ کرتے ہوئے کہا۔ ''میں بھوک سے فوت ہونے والا ہوں اس لیے احتیاطاً غسل کرنے جا رہا ہوں۔''

میں نے نہا کر کپڑے بدلے اور نیچے آیا تو سفیر نے بچا کھچا گرم کر دیا تھا اور یہ بچا کھچا بھی نہایت شاندار قسم کا تھا۔ چکن کڑاہی، شاہی پراٹھے اور ایک عدد سالم تکہ تھا جو نہ جانے کیسے بیتو اور مانی کی دست برد سے بچ گیا تھا۔ کھانے کے اختتام پر لاجواب کافی تھی۔ میں نے خود کو بہت آسودہ محسوس کیا تھا۔ جب تک میں کھاتا رہا وسیم مجھے یہاں کے حالات اور واقعات سے آگاہ کرتا رہا۔ اس نے بتایا کہ ثمینہ ہمارے ساتھ تعاون کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ گزشتہ رات ہونے والا دھماکہ کسی ٹائم بم کا تھا۔ اس میں نادر کے چار گارڈ مارے گئے تھے اور دو زخمی ہوئے تھے لیکن وہ خود محفوظ رہا تھا۔ نادر کے بچ جانے کی خبر سن کر میں نے اطمینان کا سانس لیا تھا اور اس سے بھی زیادہ اچھی بات یہ تھی کہ اس نے ایف آئی آر میں اپنے بھائی مرشد پر شبہ ظاہر کیا تھا۔ لازمی بات ہے یہ مرشد کا ہی کام تھا وہ اپنے بھائی کو اس دنیا سے رخصت کرنے کے لیے بے قرار تھا۔

''نادر اب کہاں ہے؟''

''یہ معلوم کرنا پڑے گا کیونکہ پولیس کی آمد سے پہلے ہی وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔ میرے آدمی نے تعاقب کیا لیکن اس کی گاڑی کو نادر کے محافظوں نے فائرنگ کر کے ناکارہ کر دیا۔''

''نادر نے خود رپورٹ درج کرائی ہے؟''

''ہاں عبداللہ نے معلوم کیا ہے وہ متعلقہ تھانے خود آیا تھا اور اس نے بہ نفسِ نفیس رپورٹ لکھوائی ہے۔''

''یہ اچھا ہوا کہ نادر زندہ بچ گیا اور اس نے رپورٹ بھی لکھوا دی۔ ورنہ وہ مارا جاتا تو مرشد کو اس سے نجات مل جاتی اور وہ نادر کے قتل کا الزام بھی ہم پر لگا دیتا۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے، کوٹھی کے جس حصے میں دھماکہ ہوا وہ نادر کا عشرت کدہ ہے اور اس رات وہاں ثمینہ کو بلایا گیا تھا لیکن اس کی طبیعت خراب ہو گئی اور اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ دوسری کو تلاش کرنے میں وقت لگا۔ دھماکہ ٹائم بم کا تھا اور وہ یقیناً کئی گھنٹے پہلے وہاں لگا دیا گیا تھا نادر وہاں نہیں پہنچا اور بم اپنے ٹائم پر پھٹ گیا۔''

''اچھا ہوا وہ مرنے سے بچ گیا ورنہ مرشد ایف آئی آر ہمارے خلاف درج کراتا۔'' میں نے کہا۔

''البتہ یہ برا ہوا کہ نادر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔'' سفیر نے کہا۔

''اسے جہنم میں جھونکو۔'' میں نے کہا۔ ''کل رات میں نے آرمی ریسٹ ہاؤس میں غور و فکر فرمایا تو انکشاف ہوا کہ ہم گمراہ تھے۔''

''تیرے بارے میں مجھے یقین ہے۔'' سفیر نے کہا۔ ''پہلے زرین ملی تھی اور اب یہ نئی گوٹا کناری اٹھا لایا ہے۔ ہم ہیں شریف لوگ نکاح کر کے گھر میں ڈالا ہے۔''

''آپ بکواس بند کریں گے یا میں مونا کو آپ کے ارشادات سے آگاہ کروں جو آپ نے ماہا کو دیکھ کر فرمائے تھے۔'' میں نے کہا۔ ''میں دشمنوں کے خلاف اپنی حکمتِ عملی کی بات کر رہا ہوں۔''

وسیم جو مسکرا رہا تھا سنجیدہ ہو گیا۔ ''شہباز صاحب بہ خدا چند دن سے میں بھی اسی بات پر غور کر رہا ہوں کہ ہمارا اصل نشانہ فتح خان اور مرشد کو ہونا چاہیے۔ نادر علی اب ایک بے بس سانپ ہے۔ اصل اژدھا مرشد ہے۔ اسی طرح ہم شہلا کے پیچھے لگے رہے اور فتح خان کو نظر انداز کر دیا۔''

''بالکل نتیجے میں یہ آزاد ہیں ہمارے خلاف کچھ بھی کرنے کے لیے۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''مرشد ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہ رہا ہے۔ وہ نادر سے چھٹکارے کے ساتھ اس کے قتل کا الزام ہم پر لگانا چاہ رہا ہے۔ اگر نادر مر جاتا تو وہ اس وقت کھل کر ہمارا دشمن بنا ہوتا۔ اسی طرح فتح خان مسلسل میرے پیچھے ہے وہ مجھے استعمال کر کے اپنی مقصد براری چاہتا ہے۔''

''کیا چاہتا ہے شوبی بھائی۔'' بیتو جو غور سے سن رہا تھا گڑبڑا کر بولا۔

''اپنا مفاد حاصل کرنا چاہتا ہے۔'' مانی نے سمجھایا۔

''اب آپ بتائیں کہ آپ پر کیا گزرا۔'' بیتو نے پوچھا۔ ''آپ پورا نو دن بعد آیا ہے۔''

''یار بہت کچھ ہوا اور داستان بڑی لمبی ہے لیکن میں اختصار سے سناتا ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''اللہ کا کوئی بندہ اس دوران میں چائے کافی کی سپلائی جاری رکھے۔''

''یہاں سارے اللہ کے بندے ہیں۔'' سفیر نے انکار کر دیا۔ ''میں اکیلا کچن انچارج نہیں ہوں۔''

''میں بنا کر لاتا ہوں۔'' مانی نے کہا۔ ''لیکن تب تک آپ انہیں کچھ نہیں بتائیں گے۔''

''بالکل میں ہونٹ سی لوں گا۔'' میں نے کہا اور وسیم سے ماہا کے بارے میں پوچھا۔ ''اسے کہاں رکھا ہے؟''

''اوپر ایک اسٹور ہے جس کا دروازہ باہر سے بند ہو جاتا ہے اسی میں ہے۔ میں نے کھول دیا تھا اور ایک کمبل اور تکیہ دے دیا ہے۔''

''کھانے کو نہیں دیا؟''

''نہیں...... صبح تک بھوکی پیاسی رہے گی تو دماغ درست ہو جائے گا۔''

''بڑی خطرناک چیز ہے اس نے اتنے آرام سے دو قتل کیے اور پھر فرار ہونے کے بجائے مجھے بھی قتل کرنے کی کوشش کی تھی وہ تو زندگی تھی ورنہ اس نے اپنے طور پر کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔''

''تب میری درخواست ہے، اس پر رحم کھانے کی ضرورت نہیں ہے اگر یہ ہمارے کام کی نہیں ہے تو اسے پولیس کے حوالے کریں وہ خود اس سے نمٹ لے گی۔''

''بالکل خاتون نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے ایک جیولر کو لوٹا۔'' میں نے اس سونے کا ڈلا نکال کر میز پر رکھا۔ ''حاصل ہونے والے زیورات اب اس میں شامل ہیں۔''

سفیر نے ڈلا اٹھایا۔ ''میرے خدا یہ تو ایک کلو سے زیادہ وزنی ہے۔''

''پندرہ سو بیس گرام اور خالص سونا ہے۔'' میں نے تصحیح کی۔ ''بازار میں اتنے سونے کی قیمت ساٹھ لاکھ روپے سے زیادہ ہے۔''

''ساٹھ لاکھ یعنی انہوں نے لمبا ہاتھ مارا۔'' بیتو بولا۔

''لیکن کیا فائدہ......ان میں سے دو ہمیشہ کے لیئے لمبے ہو گئے اور تیسری یہاں ہماری قید میں ہے۔ اس کا مقدر بھی جیل یا پھانسی کا پھندہ بنے گا۔''

مانی کافی بنا کر لایا تو وہ بھی سونے کا ڈلا دیکھ کر حیران ہوا اس نے اٹھا کر کہا۔''یہ اصلی ہے؟''

''اتنا ہی اصل جتنا خالص بھوسہ تمہارے سر میں بھرا ہے۔''سفیر نے یقین سے کہا۔

''سفیر بھائی آپ میرے پیچھے کیوں رہتے ہیں۔''مانی بھنا کر بولا۔''خود آپ کے سر میں کیا ہے؟''

''وہ جو بھوسہ کھائے جانے کے بعد وجود میں آتا ہے۔''سفیر نے اطمینان سے جواب دیا۔''ورنہ شادی کیوں کرتا۔''

''شکر کرو مونا دیدی اتنا اچھا کھانا بناتا ہے۔''

سفیر نے بیتو کے سر پر ہاتھ پھیرا۔''ابھی بچے ہو عورت کا بس یہی فائدہ تمہارے ننھے سے دماغ میں آتا ہے۔''

مانی کا موڈ آف ہو گیا تھا۔ بڑی مشکل سے اسے ٹریک پر لایا گیا اور میں نے اپنی کہانی شروع کی۔ چند منٹ بعد سب اس میں گم ہو گئے تھے۔ واقعات بہت زیادہ تھے اور اختصار کی ساری کوششیں ان سب کے سوالات نے ناکام بنا دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بات ختم ہوتے ہوتے رات کے دو بج گئے تھے۔ میں تھکن اور نیند محسوس کر رہا تھا لیکن اتنی بھی نہیں کہ اپنی بات پوری کیے بغیر سو جاتا۔ اس دوران میں باری باری سب چائے کافی بناتے رہے تھے۔ مانی کے بعد وسیم نے بنائی اور پھر بیتو نے چائے بنائی جو خلاف توقع بہت اچھی تھی۔ سفیر نے اٹھنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایاز کے بارے میں پتا چلا کہ وہ عبداللہ والی کوٹھی میں تھا اور وہاں سیکورٹی کا انچارج بن گیا تھا۔ کیونکہ سابق انچارج اب وسیم کے ساتھ تھا اور موبائل سیکورٹی وین اس کے پاس ہوتی تھی۔

''وہ بہت اچھا ڈرائیور اور کمپیوٹر استعمال کرنا بھی جانتا ہے۔''وسیم نے بتایا۔''ایاز ڈرائیور اس سے اچھا ہے لیکن کمپیوٹر استعمال نہیں کر سکتا ہے۔''

مانی اسٹڈی کی طرف چلا گیا۔ بیتو وہیں صوفے پر بیٹھے بیٹھے سو گیا اور سفیر نے اپنے کمرے کا رخ کیا۔ سینٹرلی ہیٹڈ ہونے کی وجہ سے اندر سردی کا اثر نہ ہونے کے برابر تھا۔ میں وسیم کے ساتھ اوپر آیا۔ فتح خان اور شہلا کے بارے میں بتایا تھا لیکن بریف کیس والا معاملہ میں نے سامنے نہیں رکھا تھا میں وسیم سے اس بارے میں بات کرنا چاہتا تھا اس لیے اسے اپنے ساتھ لے آیا۔''شہلا کا کچھ پتا چلا؟''

''کسی حد تک......''وہ بولا۔''عبداللہ نے اسے ٹریفک میں ایک گاڑی میں دیکھا تھا بدقسمتی سے وہ دوسری طرف جا رہی تھی کچھ دیر کے لیے دونوں طرف ٹریفک جام ہوا تو دونوں گاڑیاں بالکل پاس پاس رکیں اور عبداللہ نے شہلا کو دیکھ لیا۔ اس نے بھی عبداللہ کو دیکھ لیا تھا اس لیے نہایت عجلت میں فرار ہوئی۔ عبداللہ بس اس کی کار کا نمبر نوٹ کرنے میں کامیاب ہوا۔ جب تک وہ اگلے کٹ سے گھوم کر اس سڑک پر آتا شہلا غائب ہو چکی تھی۔''

''نمبر سے کیا پتا چلا؟''

''گاڑی صابر ترمذی کے نام پر رجسٹر ہے۔ یہ ایک مقامی بدمعاش ہے۔ میرے آدمی اس کی نگرانی کر

رہے ہیں لیکن ابھی تک اس کا شہلا سے کوئی تعلق سامنے نہیں آیا ہے۔''

''تعلق سامنے نہیں آیا ہے۔'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''وہ اس کے نام رجسٹرڈ گاڑی میں پھر رہی ہے اور تم کہہ رہے ہو تعلق سامنے نہیں آیا ہے۔''

''میرا مطلب ہے ان کا آپس میں لنک واضح نہیں ہے۔''

''اگر وہ آپس میں رابطہ رکھتے ہیں تو تمہارے یا کسی کے سامنے تو نہیں رکھیں گے۔ یار تمہاری عقل کو کیا ہوا ہے؟ تم نے اس کے فون یا گھر کو بگ کیا ہے؟''

''نہیں...... دراصل آپ کی فکر میں ہم سارے کام بھولے ہوئے تھے۔''

''میری فکر کا کوئی فائدہ نہیں تھا اس کے بجائے وہ کام کرتے جس کا فائدہ ہوتا۔'' مجھے غصہ آ گیا تھا۔

''سوری شہباز صاحب۔'' وسیم شرمندہ ہو گیا۔

''خیر آئندہ ان چیزوں کا خیال رکھنا۔'' میں نے نرم لہجے میں کہا۔ ''میں ایک خاص بات کے لیے تمہیں یہاں لایا ہوں۔'' میں نے اسے بریف کیس کے بارے میں بتایا۔ ''مجھے شبہ ہے فتح خان اور شہلا اس کی اہمیت سے واقف ہو گئے ہیں یا ہمارے نئے دشمن کرنل زریسکی عرف عبدالرحمٰن نے انہیں احساس دلایا ہے اور وہ بھاری قیمت کے عوض اس بریف کیس کا سودا کسی ایسی طاقت سے کرنا چاہتے ہیں جسے چین سے دشمنی ہو۔ بلکہ امکان ہے وہ بھارتیوں سے اس کا سودا کر بھی چکے ہیں۔''

''چین کے دشمن ممالک کی کوئی کمی نہیں۔'' وسیم بولا۔ ''امریکہ تو دشمن ہے بھارت بھی چین کا بڑا بننے کی کوشش میں چین کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہے اور روس بھی چین کا بہت اچھا دوست نہیں ہے۔ جب ان دونوں ممالک کا نظریہ ایک ہی تھا تب بھی وہ چین کی پیٹھ میں چھرا گھونپ چکا ہے۔ ان میں سے ہر ملک اس کے فوجی راز حاصل کرنا چاہے گا۔''

''بریف کیس شہلا کے پاس تھا۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ اسے گنوا چکی ہے فتح خان اور کرنل مل کر اسے دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''گنوا چکی ہے۔'' وسیم چونکا۔ ''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔''

''اگر بریف کیس ان کے پاس ہوتا تو وہ اب تک اس کا سودا بھی کر چکے ہوتے۔ مگر وہ اسے کھو چکے ہیں اور اب اسے تلاش کر رہے ہیں۔ اسی وجہ سے فتح خان نے مجھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی کہ میں اس کی تلاش میں رکاوٹ نہ بنوں۔''

''اس صورت میں ہمیں پہلے معلوم کرنا چاہیے کہ وہ بریف کیس کہاں ہو سکتا ہے؟''

''یہ بات شاید ہمیں شہلا بتا سکتی ہے۔ فتح خان تک بھی وہی رہنمائی کر سکتی ہے میرا اندازہ ہے بریف کیس کے بارے میں فتح خان ہی جانتا ہے۔''

''یعنی ہمارا پہلا ٹاسک شہلا کو تلاش کرنا ہے؟''

''بالکل۔'' میں نے کہا۔ ''دوسرے کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی ہے جہاں ہم بے خوف و خطر اپنے قیدیوں کو رکھ سکیں۔''

وسیم مسکرایا۔ ''یہ کام میں پہلے ہی کر چکا ہوں جناب۔''
وسیم نے نوشہرہ جانے والی سڑک پر ایک پرانی حویلی حاصل کر لی تھی۔ یہ زیادہ بڑی نہیں تھی لیکن ہمارے لیے نہایت موزوں تھی۔ ایک تو یہ تقریباً تمام شہروں کے آس پاس تھی۔ دوسرے اس کے نزدیک کہیں کوئی آبادی نہیں تھی اور تیسرے یہاں بجلی کی سہولت تھی۔ سب سے بڑھ کر اس میں ایک ایسا تہہ خانہ تھا جس میں کسی کو بند کیا جاتا تو اس کی روح ہی وہاں سے نکل سکتی تھی۔ وسیم نے اسے ہیڈ کوارٹر کے طور پر منتخب کیا تھا اور سارا سامان وہاں منتقل کر دیا تھا۔ حویلی کا ظاہری روپ ویسا ہی چھوڑ کر اس کے اندر چند کمروں اور تہہ خانے کو صاف اور رہائش کے قابل بنا لیا تھا۔ آنے جانے کے لیے سامنے کے بجائے عقب میں موجود چھوٹے گیٹ کا انتخاب کیا تھا۔ گاڑیاں بھی وہیں کھڑی کی جاتی تھیں اگر کوئی سامنے سے آ کر دیکھتا تو اسے عمارت اور احاطہ ویران ہی نظر آتا۔ کمپیوٹرائزڈ مشین بھی وہیں موجود تھی۔

''یہ تم نے اچھا کام کیا ہے اب سب سے پہلے صابر ترمذی کے گھر کو بگ کرو۔ وہ کرتا کیا ہے؟''
''بظاہر اسٹیٹ کا کام ہے لیکن سنا ہے زمینوں پر قبضے کرتا ہے اور جعلی کاغذات بنوا کر بیچ دیتا ہے۔ کسی زمانے میں بدمعاش بھی رہا ہے لیکن بظاہر شریف ہو گیا ہے۔''
''شہلا کا سراغ اسی سے ملے گا۔''
''میں ابھی روانہ ہوتا ہوں۔''
''اتنی رات گئے؟''
''ایسے کام رات ہی میں ٹھیک ہوتے ہیں۔'' وسیم نے کہا۔ ''ویسے میں نے سوچا ہے ہمیں دن میں باہر جانے سے گریز کرنا چاہیے اور رات کو اپنے کام نمٹانے چاہئیں کیونکہ اس طرح نظروں میں آنے کا امکان کم ہوتا ہے۔''
''تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن مسئلہ یہ ہے کہ حالات پر ہمارا کنٹرول نہیں ہے۔''
''وہ بھی ہو جائے گا اگر ہم چند اصول اپنا لیں اس میں سب سے پہلا اصول حفاظت اور دشمن سے دور رہنے کا ہے۔'' وسیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے جانے کے بعد میں لیٹ گیا اور کچھ دیر میں سو چکا تھا۔ میری آنکھ صبح سویرے کھلی۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ پھر سفیر اندر آیا اس نے کہا۔
''بھائی اب اٹھ جا سورج سر پر آنے والا ہے۔''
''بکواس نہ کر سورج وہ سامنے طلوع ہو رہا ہے۔'' میں نے کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔
''میرا مطلب ہے چار پانچ گھنٹے بعد سر پر آ جائے گا۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔ ''دیگر احوال یہ ہے کہ وسیم تجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔''
میرا موبائل ہمیشہ کی طرح غائب ہو گیا تھا آخری موبائل میں نے خود کموڈ میں پھینک کر برباد کیا تھا تاکہ دشمن اس میں سے کوئی نمبر نہ حاصل کر سکیں۔ سفیر اپنا موبائل لایا تھا میں نے اس سے موبائل لیتے ہوئے کہا۔ ''یار میرے لیے کسی موبائل کا بندوبست کر۔''
''یہ تیرے لیے ہی لایا ہوں اس میں موجود سم میں سب کے نمبرز ہیں۔'' سفیر نے جاتے ہوئے

وضاحت کی۔ ’’آدھے گھنٹے بعد ناشتہ تیار ملے گا۔‘‘

میں نے وسیم کا نمبر ملایا۔ ’’کیا ہو رہا ہے؟‘‘

’’کام ہو گیا اب آرام ہو رہا ہے۔‘‘ وسیم نے کہا۔ ’’میں صابر ترمذی کے گھر کے پاس ہوں۔ اس کا گھر رات کو بگ کر دیا تھا اس کا فون بھی بگ کیا ہے۔‘‘

’’کوئی کام کی بات معلوم ہوئی؟‘‘

’’ابھی تک تو نہیں ہوئی، میں خود وین میں ہوں۔‘‘

’’رات میں بھول گیا تھا اور اتفاق کی بات ہے کہ دشمن کی قید سے نکل کر جب عبداللہ سے بات کرنے کا موقع ملا تب بھی بھول گیا۔‘‘

’’اگر آپ کرنل زریسکی کا بتانا چاہ رہے تھے تو اس کا پول تو آپ کے غائب ہوتے ہی کھل گیا تھا۔ وہ محل کے کنٹرول روم سے فتح خان کو کال کرتا تھا اور اسے علم نہیں تھا کہ سیکرٹری بیگ بھی اس جگہ کی نگرانی کرتا ہے لیکن پول کھل جانے کے بعد وہ چھلاوے کی طرح محل سے فرار ہو گیا۔‘‘

’’چلو اچھا ہوا کہ راجا صاحب کو بے خبری میں کوئی نقصان نہیں ہوا۔‘‘ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

’’میں چاہتا ہوں کہ آپ اور سفیر فارم سے حویلی میں شفٹ ہو جائیں۔‘‘

’’نہیں سفیر کے لیے میں نے کچھ اور سوچا ہے یہاں کے معاملات میں خود دیکھوں گا۔ یہ جگہ بھی بہت ضروری ہے۔ ہمارے پاس ہمیشہ ایک سے زیادہ محمل ٹھکانے ہونے چاہئیں۔ حویلی تم چلے جاؤ۔‘‘

’’ٹھیک ہے لیکن فارم میں آمد و رفت کم سے کم ہو تو بہتر ہے۔ یہ معروف جگہ ہے اور دشمن کی نگاہ میں آنے کے امکانات زیادہ ہیں۔‘‘

میں نے وسیم سے اتفاق کیا۔ ’’ثمینہ کس طرح قابو میں آئی؟‘‘

’’زیادہ مشکل پیش نہیں آئی۔‘‘ وسیم ہنسا۔ ’’وہ پہلے ہی نادر سے نفرت کرتی ہے۔ وہ جنس کے معاملے میں ناکارہ ہونے کے بعد نفسیاتی مریض بن گیا ہے۔ اپنی تسکین کے لیے وہ ان عورتوں کو بلواتا ہے اور ان کے ساتھ نہایت ذلت آمیز سلوک کرتا ہے۔ وہ پیسے کی خاطر چلی جاتی ہیں اور اس کی زیادتیاں بھی برداشت کرتی ہیں لیکن اس سے شدید نفرت بھی کرتی ہیں۔‘‘

’’ثمینہ نے نادر کے بارے میں کوئی کام کی بات بتائی؟‘‘

’’کچھ اہم باتیں بتائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ فاضلی اصل میں مرشد کا آدمی ہے لیکن وہ نادر کا اعتماد بھی رکھتا ہے۔‘‘

’’یہ حیرت انگیز بات ہے کہ نادر ایک ایسے شخص پر کس طرح اعتماد کر رہا ہے۔‘‘

’’پتا نہیں......‘‘ وسیم نے کہا۔ ’’مجھے بھی یہ بات سمجھ نہیں آئی ہے نادر ذہنی طور پر پہلے کی طرح شاطر ہے اور اسے اچھی طرح پتا ہے کہ فاضلی مرشد کا خاص آدمی ہے۔ بہر حال...... دوسری بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ نادر نے ثمینہ کے ساتھ جانے والی ایک کال گرل کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا تھا۔ اس کا صبر و ضبط جواب دے گیا تھا اور اس نے نادر کو نہایت گندی گالیاں دی تھیں۔ نہ صرف گالیاں بلکہ دھمکی بھی دی تھی کہ وہ سب کے سامنے اس کا

[illegible] کی۔ نادر جیسے لوگ کسی کی دھمکی کہاں برداشت کرتے ہیں۔ اس نے کال گرل کو خود کوڑے مار مار
[illegible] تھا اور ثمینہ کو یہ منظر دیکھنے پر مجبور کیا تھا بعد میں فاضلی نے اس کال گرل کی لاش کہیں ٹھکانے لگا دی
تھی۔ ثمینہ کا کہنا ہے نادر خطرناک قسم کا نفسیاتی مریض بن گیا ہے ایسے لوگ ساری دنیا کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم فاضلی کی نگرانی کراؤ وہ نادر سے رابطے میں ہوا تو اس کا سراغ پھر مل جائے گا۔"

"میں نے یہ کام پہلے ہی کر لیا ہے۔ میرے دو آدمی مرشد ہاؤس کے پاس ہیں اور جیسے ہی فاضلی وہاں سے [illegible] اس کی نگرانی شروع ہو جائے گی...... ایک منٹ شہباز صاحب، صابر کے گھر میں کوئی سرگرمی ہو رہی ہے۔ میں اسے چیک کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم اپنا کام کرو میں ناشتہ کرتا ہوں۔"

میں نیچے آیا تو سفیر دودھ، ڈبل روٹی، مکھن، شہد اور اورنج جوس کا ناشتہ میز پر لگا چکا تھا۔ مانی اور بیتو سو رہے تھے لیکن جب وہ اٹھ کر یہ ناشتہ دیکھتے تو ان کی بھوک مر جاتی۔ "آج تمہیں ان مضر صحت چیزوں کا خیال کیسے آ گیا؟"

"میری ہمت جواب دے گئی ہے پراٹھے بنا بنا کر۔" سفیر بولا۔ "یہ مانی ہی کم نہیں تھا اوپر سے بیتو بھی آ گیا اور لگتا ہے دونوں میں خوش خوراکی کا مقابلہ ہو رہا ہے۔"

"یار وہ یہ سب نہیں کھائیں گے۔ تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ تیار پراٹھے لے آئے۔ ان کو بس گرم کرنا پڑتا ہے۔"

"گرم تو کرنا پڑتا ہے بھائی۔" اس نے فریاد کی۔ "یہ لوگ ہل کر پانی پینے کے روادار بھی نہیں ہیں اور سب مجھ پر چھوڑ رکھا ہے۔"

"تب ایسا کر حویلی چلا جا......"

"نہیں میں یہیں ٹھیک ہوں۔" اس نے فوراً انکار کر دیا۔ "یہاں کم سے کم آرڈر ڈیلیور کرنے والے تو آ جاتے ہیں۔ اس سے میری تھوڑی بہت بچت ہو جاتی ہے۔"

"بیٹے کسی دن ڈیلیور کرنے والوں کے پیچھے دشمن بھی آ جائیں گے اور سب کو ایک ساتھ سمیٹ کر لے جائیں گے۔"

"خواہش تو میری بھی یہی ہے۔" وہ بولا۔ "ان کم بختوں سے کسی اور طرح جان چھوٹتی نظر نہیں آ رہی ہے۔"

اچانک مجھے خیال آیا۔ "ماہا کا کیا کیا ہے؟"

"اس کا کیا کرنا ہے صبح واش روم کی سیر کرا کے ناشتہ ڈال دیا تھا اب آرام سے اپنے قفس میں ہے۔"

ناشتے کے بعد میں اوپر آیا۔ اسٹور کی کنڈی صرف سے لگتی تھی اور خاصی مضبوط تھی۔ میں نے کنڈی کھولی۔ ماہا کونے میں ہاتھوں میں دونوں گھٹنے سمیٹ کر بیٹھی تھی۔ اس نے میری آمد کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا اور اسی طرح بیٹھی رہی۔ "میرا خیال ہے تم نے سوچ لیا ہو گا، سچ بول کر اپنے لیے آزادی حاصل کرو گی یا جھوٹ بول کر پھانسی کے تختے یا ساری عمر کے لیے جیل جانے کو ترجیح دو گی۔"

''اگر میں کچھ کہوں گی تو تم کیسے فیصلہ کرو گے کہ میں سچ بول رہی ہوں یا جھوٹ؟'' اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''سچ یا جھوٹ کا جاننا کوئی مشکل نہیں ہے صرف ایک دن لگے گا تصدیق ہونے میں۔''

''تمہیں مجھ سے کیا دلچسپی ہے؟''

''کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' میں نے تسلیم کیا۔ ''لیکن تم نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔''

''میں تمہیں کیسے چھوڑ سکتی تھی اگر تم پولیس کے پاس چلے جاتے تو میرا اس ملک سے نکلنا ممکن نہ رہتا۔''

میں چونکا۔ ''اس کا مطلب ہے پولیس کے پاس تمہارا ریکارڈ موجود ہے۔''

وہ چپ رہی پھر کچھ دیر بعد کہا۔ ''مجھے جانے دو مجھے پولیس کے حوالے کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا مجھے عادی مجرم انہوں نے بنایا ہے۔ ورنہ میرا قصور صرف اتنا تھا کہ میں ایک چور کی بیٹی ہوں۔ ایک دن پولیس والے اسے پکڑنے آئے تو ساتھ میں مجھے بھی لے گئے۔ رات بھر میرے ساتھ وہاں کیا ہوا تم اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔'' اس کے لہجے میں تپش آ گئی۔ ''میرے باپ کے سامنے میری آبروریزی کی گئی اور وہ چور تھا بے غیرت نہیں تھا صدمے سے مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد بھی......''

''مجھے یہ سب بتانے کا فائدہ......'' میں نے اس کی بات کاٹی۔

وہ طنزیہ انداز میں مسکرائی۔ ''بس ہمت جواب دے گئی۔ تم تو سچ سننا چاہتے تھے۔ میری زندگی میں اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ میں نے بعد میں ان تمام پولیس والوں کو ایک ایک کر کے مارا۔ ایک بار پکڑی گئی، کئی مہینے تک تھانوں اور جیل میں اسی عذاب سے گزری پھر کوشش کر کے فرار ہو گئی۔ اب بھی مفرور ہوں۔''

''اسی وجہ سے تم اس ملک سے بھاگنا چاہتی ہو۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''میں نے بہت کچھ جمع کر لیا ہے لیکن وہ تم مجھ سے حاصل نہیں کر سکتے وہ سب دبئی میں محفوظ ہے۔ اگر تم یہ سونا رکھنا چاہو تو رکھ لو۔''

سفیر میرے پیچھے آیا تھا۔ اس نے آواز دے کر مجھے باہر بلایا۔ میں نے باہر آ کر کنڈی بند کی سفیر مجھے ایک طرف لے گیا اور آہستہ سے بولا۔ ''اس مصیبت کو بلاوجہ لے آئے اب اس سے جان چھڑاؤ...... یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔''

''کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو مونا کے شوہر۔''

''بس تو اس کا سونا اس کے حوالے کرو اور یہاں سے چلتا کرو۔''

''ایسے نہیں یار اسے آنکھیں بند کر کے کہیں چھوڑنا ہے تاکہ یہ جگہ نہ دیکھ سکے۔ یہ کام بعد میں کریں گے، ابھی اسے یہاں پڑا رہنے دو اور سونا اس کے حوالے نہیں کرنا یہ چوری کا مال ہے اس کے اصل مالک تک واپس پہنچانا ہے۔''

''چل ٹھیک ہے۔'' سفیر نے سر ہلایا۔ ''اب اس پر وقت مت ضائع کر۔''

''یہ بتا کہ خواتین کو بیرون ملک بھیجنے کا جو پروگرام تھا اس کا کیا بنا؟''

''کیا بننا تھا انہوں نے انکار کر دیا ہے۔'' سفیر نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''وہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی

ہیں۔"

"عبداللہ والی کوٹھی تمام دشمنوں کی نظروں میں آ چکی ہے اور کسی اور جگہ ہم ان کو اتنی سیکورٹی مہیا نہیں کر سکتے ہیں۔"

"فارم ہاؤس اور حویلی جیسی جگہیں ان کے لیے نہایت ناموزوں ہیں۔" سفیر نے سر ہلایا۔ "مونا تو اس قابل بھی نہیں ہے کہ بھاگ دوڑ کر سکے۔"

میں چونکا۔ "کیا مطلب......؟"

سفیر شرمیلے انداز میں مسکرایا تو میں سمجھ گیا اور اس کے شانے پر مکا کر چلایا۔ "ابے ہم سے استادی...... چوری چوری باپ بننے جا رہا ہے۔"

شور سن کر بیتو دوڑا آیا اور خوش ہو کر بولا۔ "کیا ہوا شوبی بھائی..... سفیر بھائی کا مرڈر کر رہے ہے صبح صبح......"

سفیر خفا ہو گیا۔ "تم سب سالے میرے دشمن ہو رہے ہو میرے بچے کو پیدا ہونے سے پہلے یتیم کرنا چاہتے ہو۔"

"بچہ۔" بیتو نے غور کیا اور پھر چلایا۔ "سفیر بھائی آپ باپ بننے والے ہو۔"

"یہ واقعہ کب ہوا......اور میرا بھتیجا یا بھتیجی کب دنیا میں آئے گی۔"

"یار اتنی تازہ خبر ہے کہ آج کی اخبار میں بھی نہیں ہے۔ مونا نے صبح فون کر کے بتایا ہے رات اس کی طبیعت خراب ہوئی تھی اور لیڈی ڈاکٹر بلائی گئی تھی اس نے ٹیسٹ کے بعد تصدیق کر دی ہے۔"

"بس یار اتنی تفصیل کافی ہے۔" میں نے جھینپ کر کہا بیتو بھی کھسیایا ہوا تھا وہ خاموشی سے کھسک گیا۔ سفیر کو جوشِ جذبات میں احساس ہی نہیں ہوا تھا کہ وہ کیا بیان کر رہا ہے۔ میں سنجیدہ ہو گیا۔ "سفیر اب بہت ضروری ہو گیا ہے کہ مونا کسی محفوظ جگہ رہے جہاں اس حوالے سے اس کی مکمل دیکھ بھال کی جائے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں ایسی جگہ میری حویلی ہو سکتی ہے۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہاں عام سی سیکورٹی ہو گی اور تُو جانتا ہے ہمارے دشمنوں کے لیے یہ کچھ بھی نہیں مونا کی وجہ سے دوسرے بھی مشکل میں پڑ سکتے ہیں۔"

"پھر......؟"

"میرا مشورہ مان تو مونا اور سعدیہ کو میری حویلی بھیج دیتے ہیں وہاں سیکورٹی بھی ہے اور ماں جی بھی ہیں دیکھ بھال کے لیے۔ آپا بھی آگئی ہیں۔ اتنی خواتین میں ان کا دل بھی لگا رہے گا۔"

"کہہ تو ٹھیک رہا ہے لیکن کیا یہ مانیں گی؟"

"کیوں نہیں مانیں گی۔" میں نے کسی قدر برہمی سے کہا۔ "کیا انہیں ہمارے حالات کا اندازہ نہیں ہے وہ نہیں جانتیں کہ ان کی حفاظت کی خاطر ہم بعض اوقات کتنے مجبور ہو جاتے ہیں۔ میری مان تو تُو بھی حویلی چلا جا......"

"آپ اپنی تجویز اپنے پاس رکھیں۔" اس بار سفیر برہم ہو گیا۔ "میں کہیں نہیں جا رہا۔"

"دیکھ تُو مستقل وہاں نہیں رہے گا جب تیری ضرورت ہو گی تجھے واپس بلا لیں گے اور یہ سوچ کہ اس

حالت میں عورت کو اپنے شوہر کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ مونا تیرے بغیر نہیں رہ سکتی ہے وہ جانے سے انکار کر دے گی اور تُو کیا چاہتا ہے وہ مشکل میں رہے۔"

سفیر نرم پڑ گیا۔ "میں ایسا کب چاہتا ہوں لیکن تیرا ساتھ بھی نہیں چھوڑ سکتا۔"

"تو نے میرا ساتھ دیا ہے اور آئندہ بھی دیتا رہے گا۔ یہ جنگ نہ جانے کب تک چلے۔ ضروری نہیں ہے دوران جنگ ہر سپاہی محاذ جنگ پر رہے۔ وہ آرام کرنے یا کسی وجہ سے پیچھے بھی جا سکتا ہے۔ سمجھ لے تیرے ساتھ بھی ایسا ہی مسئلہ ہے آخر تم لوگ اتنے عرصے دبئی میں رہے ہو اور جب مجھے ضرورت محسوس ہوئی تو واپس آ گئے۔ اسی طرح تم مونا کو لے کر حویلی چلے جاؤ۔ تیرے ہونے سے وہاں حفاظت بھی ہو گی اور مونا بھی مطمئن رہے گی اسی طرح کچھ عرصے بعد وسیم چلا جایا کرے گا اور تُو واپس آ جانا۔"

سفیر خاموش ہو گیا لیکن وہ مطمئن نہیں تھا۔ میں نے اپنی کوشش جاری رکھی۔ "دیکھ سب کا سامنے ہونا ٹھیک بھی نہیں ہے۔ دشمن کا داؤ چل سکتا ہے اور وہ سب کو ایک ہی بار میں مار ڈالے یا سمیٹ کر لے جائے گا۔ ہمارا الگ ہونا اور دور رہنا بھی ضروری ہے۔"

"منتشر ہونے سے ہماری طاقت کمزور پڑ جائے گی۔" سفیر نے دلیل دی۔

"نہیں تُو اتنا دور نہیں ہو گا کہ چند گھنٹوں میں یہاں نہ آ سکے۔ پھر ہمارا مستقل رابطہ رہے گا۔ دیکھو اس وقت سب سے اہم بات ہے کہ ہمیں کسی بھی مہم کے لیے آدمی میسر ہوں لیکن حال یہ ہے کہ نصف درجن آدمی صرف خواتین کی حفاظت پر ہیں اور ہم یہاں ان کی سیکورٹی میں کسی قسم کی کمی نہیں کر سکتے ہیں۔"

"تیری حویلی میں کر سکتے ہیں؟" سفیر نے سوال اٹھایا۔

"وہاں کی سیکورٹی بھائی جان نے کرائی ہے وہ ان کے جانے پہچانے لوگ ہیں۔ روٹیشن کے تحت ایک گروپ جاتا ہے تو دوسرا آ جاتا ہے۔ وہ سب اپنے کام میں ماہر ہیں پھر انہوں نے حویلی کی الیکٹرانک سیکورٹی بھی کر دی ہے۔ اس لیے وہ جگہ اتنی ہی محفوظ ہے جتنی عبداللہ کی کوٹھی ہے۔ شہر کی نسبت گاؤں میں کسی قسم کی کارروائی آسان کام نہیں ہے۔"

سفیر سنجیدہ ہو گیا۔ "تُو سچ مچ ایسا ہی چاہتا ہے۔"

"نہیں میں مذاق کر رہا ہوں۔" میں نے جھنجھلا کر کہا۔

سفیر ہنسا۔ "اب تُو سنجیدہ ہو گیا ہے۔"

"سفیر یہ بہت ضروری ہو گیا ہے کہ ہم انتظار کرنے کے بجائے خود اپنے دشمنوں سے نمٹنے کی کوشش کریں۔ اس طرح فائدہ صرف ان کو ہوتا ہے وہ حملہ کرتے ہیں اور ہمیں دفاع پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ہماری مجبوری ہے کہ ہم ایک حد سے زیادہ کھل کر کارروائی نہیں کر سکتے کہ دشمن آخری حد تک نہ چلے جائیں۔ اس کے باوجود وہ آخری حد تک جاتے رہے ہیں۔ میرے گھر پر حملہ ہوا میرے بھائی کو مار دیا سویرا کو اغوا کیا۔ پھر مجھے احساسِ بے بسی میں مبتلا کرنے کے لیے سویرا کو دوبارہ اغوا کیا اور حویلی پہنچا دیا لیکن اب بہت ہو گیا ہے۔"

میرا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور غصے سے میری آواز بھی بلند ہونے لگی تھی۔ اس جدوجہد کے دوران بہت کم مواقع ایسے آئے جب صبر کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹا ہو۔ اپنی صبر و تحمل والی پالیسی کی وجہ سے میں مشکل ترین

مراحل سے گزر گیا تھا۔ مگر اب مجھ میں شاید برداشت نہیں رہی تھی۔ مسلسل مشکلوں نے میرے اعصاب پر اثر ڈالا تھا۔ سفیر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ ''ہمیں سبق سکھاتا ہے اور خود تیرا ریڈی ایٹر گرم ہو رہا ہے ایسے گاڑی نہیں چلے گی۔''

ہم نیچے آئے سفیر نے مجھے پانی پیش کیا اور ایک گلاس ٹھنڈا پانی نوش کر کے میں نے سکون محسوس کیا تھا چند گہرے سانس لے کر میں نے اپنے اعصاب پر قابو پالیا۔ اس دوران میں سفیر نے چائے نکالی۔ تھرماس میں گرم چائے موجود تھی۔ مانی آنکھیں ملتا ہوا آیا اور میز پر موجود ڈبل روٹی اور مکھن کو دیکھ کر برا سامنہ بنایا۔ ''پھر وہی ڈبل روٹی مکھن......''

''تو کیا روز پراٹھے پیش کروں؟'' سفیر نے آنکھیں نکال کر کہا۔

مانی ٹھنڈی سانس لے کر میز پر بیٹھ گیا۔ ''سفیر بھائی آپ اتنے اچھے پراٹھے بناتے ہو کہ لڑکی ہوتے تو میں آپ سے شادی کر لیتا۔''

سفیر جھینپ گیا اور میں نے قہقہہ لگایا۔ ''بدمعاش۔''

سفیر نے فوراً موضوع بدل دیا۔ ''وسیم کہاں ہے؟''

''وہ صابر ترمذی کے گھر کے باہر مورچہ بنائے بیٹھا ہے۔ اس کے گھر کو بگ کر دیا ہے اور ممکن ہے اس سے ہمیں شہلا یا فتح خان کا پتا مل جائے۔''

بیتو سن رہا تھا اس نے کہا۔ ''شوبی بھائی...... ہم کب تک دشمن سے اس طرح دب کر رہے گا۔ ادھر انڈیا میں دشمن اتنا زیادہ تھا اور ہم تین چار ہوتا تھا ادھر بھی ہم کبھی دب کر نہیں رہا تو پھر یہ آپ کا اپنا ملک ہے...... ادھر اتنا ساتھی ہے سب کچھ ہے۔''

''بیتو اپنا ملک ہونے کا احساس ہے اسی لیے میں اب تک صرف اپنا دفاع کر رہا تھا لیکن اب میں نے سوچ لیا ہے دشمن کو مزید مہلت نہیں دینی ہے۔''

''ٹھیک ورنہ وہ وار کرتا رہے گا۔'' مانی نے مکھن لگی ڈبل روٹی نگلتے ہوئے کہا۔ ''دشمن سے کبھی اچھائی کی توقع نہ رکھیں۔''

''سفیر مونا اور سعدیہ کے ساتھ میری حویلی جا رہا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''خواتین یہاں محفوظ نہیں ہیں۔''

''آپ نے ٹھیک فیصلہ کیا۔'' مانی خوش ہو کر بولا۔ ''سفیر بھائی حویلی میں بالکل محفوظ ہوں گے۔''

''اور یہاں ہم ان سے محفوظ ہوگا۔'' بیتو نے اس کی تائید کی۔

اس سے پہلے سفیر انہیں کچھ کہتا میں نے ہاتھ اٹھایا۔ ''لڑائی بعد میں ابھی چند معاملات طے کرنے ہیں۔ مانی یہ بتاؤ کہ اگر ہمیں یہاں سے فرار ہونا پڑے تو تمہارا اہم سامان کتنا ہے؟''

''بس اتنا ہے کہ ایک بڑے سوٹ کیس میں آجائے گا۔ کیمرے اور مائک چھوٹے ہوتے ہیں اگر انہیں اتارنے کی مہلت نہ ملے تو بازار سے اور مل جاتے ہیں۔ میرے کمپیوٹر اور سٹلائیٹ ریسیور تو ایک منٹ میں پیک ہو جائے گا۔''

''بس تو سامان اس پوزیشن میں رکھو کہ ہم کسی بھی وقت یہاں سے نکل سکیں۔'' میں نے کہا تو وہ سب

تشویش زدہ ہو گئے۔

''خیریت شوبی کیا دشمن یہاں تک آ گیا ہے؟''

''آیا تو نہیں ہے مگر ہمیں اس لحاظ سے تیار بھی رہنا چاہیے تاکہ اگر ایسا موقع آئے تو بحفاظت فرار میں مشکل نہ پیش آئے۔'' میں نے وضاحت کی۔ ''یہ جگہ کسی قدر غیر محفوظ ہے کیونکہ ایک مصروف سڑک کے ساتھ ہے اور اتفاق سے بھی دشمنوں کی نظر میں آ سکتی ہے۔ اسی وجہ سے اہم اشیاء یہاں سے منتقل کر دی گئی ہیں۔''

''اہم اشیاء'' مانی نے غور کیا۔ ''یعنی میں اور بیتو فالتو چیزیں ہیں۔''

''بیٹے نتائج اخذ کرنے میں اتنی جلدی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' سفیر نے چمکار کر کہا۔ ''شوبی نے اہم چیزوں کا ذکر کیا ہے۔''

بیتو خوش ہو گیا۔ ''ہم تو انسان ہے۔''

سفیر نے پھر چھیڑا۔ ''اگرچہ یہ جھوٹ ہے لیکن تمہارا دل رکھنے کو ہم مان لیتے ہیں۔''

''آپ کو ماننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔'' مانی جل بھن کر بولا۔ ''انسان ہونے کے لیے آپ کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔''

سفیر نے اس کی تائید کی۔ ''ٹھیک کہا تمہارے لیے تو کم سے کم ایک میڈیکل بورڈ چاہیے جس میں آدھے ماہرین زولوجی کے ہوں گے اور وہ فیصلہ کریں گے کہ تم اصل میں کیا ہو۔''

ان لوگوں کو جھگڑتا چھوڑ کر میں اسٹڈی میں آیا کیونکہ وسیم کی کال آ رہی تھی۔ میں نے کال ریسیو کی تو اس کی پُرجوش آواز آئی۔ ''شہباز صاحب کام بن گیا ہے۔''

''کیسے؟''

''ابھی شہلا نے اس صابر کو کال کی ہے اور ان کی گفتگو سے ظاہر ہے کہ کسی زمانے میں شہلا کے اس بھی غلط قسم کے تعلقات تھے۔''

''اب تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ آدھا اسلام آباد اس کے عشاق میں شامل رہا ہے۔'' میں نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ''باقی نصف عورتوں پر مشتمل ہے۔''

''کام کی بات یہ ہے کہ شہلا دوپہر اس سے کہیں ملے گی؟''

''کہیں سے کیا مراد ہے؟''

''باہر کہیں...... جگہ پہلے سے طے ہے اس لیے اس نے یا صابر نے نام نہیں لیا۔ وقت کے بارے میں بھی نہیں بتایا ہے۔''

''ٹھیک ہے تب کم سے کم دو یا تین افراد اس کے تعاقب کے لیے تیار رکھو۔ ایک گاڑی میں، مَیں اور تم ہوں گے۔''

''میں نے پہلے ہی تین بائیک سوار بلوا لیے ہیں۔ یہ وہ ہم سے رابطہ رکھ کر گائیڈ کریں گے اور ہم ان کے پیچھے چلیں گے۔''

''ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں مجھے پتا سمجھاؤ۔''

وسیم نے مجھے پتا بتایا۔ یہ سیکٹر ایف سکس کا تھا۔ میں نشست گاہ میں آیا اور ان تینوں کو تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ ''میں وسیم کی طرف جا رہا ہوں۔''

''شوبی ہم بھی چلے گا۔'' بیتو نے کہا۔

''ٹھیک ہے تم چلو اور تم۔'' میں نے سفیر کی طرف دیکھا۔ ''عبداللہ سے بات کر کے خواتین کی حویلی منتقلی کا بندوبست کرو۔''

''میرا خیال ہے وہی طریقہ بہتر رہے گا جو تم نے راجا عمر دراز سے ملنے کے لیے استعمال کیا تھا۔''

''بائی ائر۔'' میں نے کہا۔ ''یہ ٹھیک رہے گا ہیلی کاپٹر تم سب کو مشکل سے آدھے گھنٹے میں حویلی پہنچا دے گا۔ بائی روڈ یہ فاصلہ کسی طرح پانچ گھنٹے سے پہلے طے نہیں ہوگا۔ راستے میں خطرات الگ ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے میں عبداللہ سے بات کرتا ہوں۔''

میں اور بیتو روانہ ہوئے فارم ہاؤس میں سفیر کی سفاری جیپ کے ساتھ ایک عدد بائیک بھی تھی۔ میں اور بیتو اسی پر روانہ ہوئے ہیلمٹ نے ہمیں چھپا لیا تھا۔ یہ وہی ون ٹو فائیو تھی جو میں نے ایاز کے جاننے والے آٹو ڈیلر سے لی تھی۔ ایاز نے اس کی نمبر پلیٹس بدل دی تھیں۔ اس کی اصل نمبر پلیٹس نیچے اوزاروں والے خانے میں موجود تھیں اور ضرورت پڑنے پر صرف دو دو اسکرو کھول کر انہیں لگایا جا سکتا تھا۔ ٹنکی فل تھی۔ ایاز نے فارم ہاؤس پر بھی پیٹرول کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر دیا تھا دس دس لیٹرز والے کوئی بیس کین وہاں رکھے تھے مقصد یہی تھا کہ ہم جب کسی مہم پر روانہ ہوں تو اپنی گاڑیوں کے ٹینک فل کر لیں۔ بائیک کا ٹینک پہلے ہی فل تھا اس لیے ضرورت نہیں پڑی۔ سردی بہت کم رہ گئی تھی اس لیے میں نے ذرا ڈھیلی پوری آستین کی شرٹ پہن لی اور میرا پستول اس کے نیچے چھپ گیا جو پتلون کی بیلٹ میں لگا رکھا تھا۔ اس کے دو عدد اضافی میگزین پتلون کی جیبوں میں تھے۔ میں نے روانگی سے پہلے وسیم کو اطلاع دی کہ میں آ رہا ہوں۔

آدھے گھنٹے بعد ہم ایک پارک کے ساتھ پارک وین کے پیچھے رکے بائیک کی آواز سن کر وسیم نے عقبی دروازے کے اوپری شیشے سے جھانکا اور دروازہ کھول دیا۔ ہم اندر آ گئے میں نے ہیلمٹ اتارا۔ وسیم کے ساتھ وہاں وین انچارج شہاب الدین بھی تھا۔ میں نے اسے عبداللہ والی کوٹھی میں کئی بار دیکھا تھا لیکن بات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اس نے گرم جوشی سے ہم سے ہاتھ ملایا۔ ''شہباز صاحب آپ سے مل کر ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔''

''یہ تم لوگوں کی محبت ہے۔'' میں نے جواب دیا اور رسمی باتوں کے بعد وسیم سے پوچھا۔ ''کوئی نئی پروگریس ہوئی ہے۔''

''نہیں...... لیکن شہلا سے بات کر کے صابر نے کسی اور کو کال کی ہے اور اسے اس ملاقات کے حوالے سے تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔''

''تیار رہنے کا حکم......؟''

وسیم نے شانے اچکائے۔ ''اس نے صرف ایک جملہ کہا تھا کہ شہلا سے ملنے اسی جگہ جا رہا ہے وہ تیار رہے۔''

''دوسرا آدمی کون تھا؟''

''مرد ہے کوئی اور آواز سے جوان ہی لگ رہا ہے اس نے صرف ہامی بھری تھی کہ وہ تیار رہے گا اس کے بعد کال کاٹ دی گئی۔''

میں سوچ میں پڑ گیا۔ ''کیا خیال ہے یہ صابر شہلا کو چکر تو نہیں دے رہا ہے؟''

''یہ پورا کھیل ہی چکر ہے۔'' وسیم نے سر ہلایا۔ ''معاملہ کروڑوں ڈالرز مالیت کے اس قیمتی بریف کیس کا ہے جو شہلا کے پاس ہے یا کم سے کم اسے معلوم ہے کہ بریف کیس کہاں ہے۔ اس کھیل میں جو حلیف ہیں وہی فریق بھی ہیں۔''

''یعنی سب ایک دوسرے کو دھوکا دے رہے ہیں۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''دیکھو شہلا اور فتح خان میں اتنی اہلیت نہیں ہے کہ وہ اس قسم کا سودا کر سکیں یہ ان کی اوقات سے بڑا کھیل ہے۔ اسی لیے فتح خان کرنل زریسکی کی مدد حاصل کرنے پر مجبور ہوا۔ مہرو کی یہاں موجودگی ثابت کرتی ہے کہ وہ بھی اس معاملے میں ملوث ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے کہ کرنل سودا کرا رہا ہے؟''

''لازمی بات ہے مجھے بھارتیوں کے حوالے کرنے کا صاف مطلب ہے کہ اس کے بھارتیوں سے روابط ہیں۔ اگر معاملہ اس کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ بغیر کسی رعایت کے مجھے بھارتیوں کے حوالے کر دیتا لیکن فتح خان نے مجھے اس شرط کے ساتھ اس کے حوالے کیا تھا کہ میں بھارتیوں کے ہاتھ میں جا کر بھی بچ نکلوں۔''

''آپ نے پھر فتح خان کو چھوٹ دی۔'' وسیم سنجیدگی سے بولا۔ ''وہ ہمارا سر درد بن گیا ہے اس کی وجہ سے ہم مرشد کی طرف پوری توجہ نہیں دے پا رہے ہیں ورنہ شاید اب تک اس کا کانٹا نکل گیا ہوتا۔''

''یار اس نے مجھ پر دو بوجھ لاد دیئے، ایک تو اس نے ایمن کو چھوڑ دیا اور دوسرے مجھے بھارتیوں کے ہاتھ جانے سے بچایا، اسی وجہ سے میں اسے بھی چھوٹ دینے پر مجبور ہوا لیکن ساتھ ہی میں نے اسے بتا دیا کہ اب وہ مجھ سے یا میرے ساتھیوں سے کسی رعایت کی توقع نہیں رکھے وہ جہاں ملا ہم اسے مار دیں گے۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے اسے مزید رعایت دینا سانپ کو دودھ پلانے کے مترادف ہے۔''

وسیم فتح خان کا شدید دشمن بن گیا تھا اس کا بس چلتا تو وہ اسے پہلے ہی دوسری دنیا بھیج چکا ہوتا لیکن میری وجہ سے وہ بھی مجبور ہو جاتا تھا۔ تقریباً ہر معاملے میں میری اور وسیم کی سوچ ایک جیسی ہوتی تھی سوائے فتح خان کے۔ اس نے کبھی کھل کر تو نہیں کہا لیکن وسیم کے انداز سے لگتا تھا کہ اسے فتح خان کے لیے میری پالیسی سے اختلاف ہے۔ دراصل وہ میرے اور فتح خان کے تعلق کو صحیح سے سمجھ نہیں پایا تھا۔ فتح خان شروع دن سے میرا دشمن تھا۔ جب میں پہلی بار اس سے ملا تو اس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی کیونکہ شینا میری وجہ سے اس کے ہاتھ سے ماری گئی تھی۔ حالانکہ جس وجہ سے اشتعال میں آ کر اس نے شینا کو مارا تھا اس میں بھی میرا کوئی قصور نہیں تھا شینا نے اسے آزاد کرانے کے لیے راجا عمر دراز کے ایک محافظ کو اپنے جسم کی رشوت پیش کی تھی اور فتح خان کو آزاد کرایا جس کا صلہ اس نے یہ دیا کہ شینا کی قربانی سے آگاہ ہوتے ہی اسے مار دیا۔ بعد میں وہ پچھتایا اور اس کا ذمے دار بھی مجھے قرار دیا۔

اس وقت بظاہر یہ معاملہ ختم ہو گیا جب میں لوٹ کر گھر آ گیا۔ ایک طویل عرصے بعد فتح خان پھر مجھے دشمنوں کی صف میں ملا اور اس بار وہ پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک اور چالاک روپ میں تھا۔ اس نے مجھے بے

شمار مواقع پر یوں چکرایا کہ میں نے اس بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ مجھے استعمال کرتا رہا رعایت دیتا رہا اور بدلے میں مجھ سے رعایت لیتا رہا۔ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میں اس کی جان کا دشمن نہیں ہوں۔ اسی سے اس نے اکثر فائدہ اٹھایا اور مجھے اغوا کرنے سے لے کر میرے ہوتے کاموں میں ٹانگ اڑائی۔ اس کی وجہ سے مجھے بارہا نقصان ہوا بس اتنا تھا کہ اس کی دشمنی میں، مَیں اور میرے ساتھی کسی جانی نقصان سے محفوظ رہے تھے اور یہی وجہ تھی کئی بار قابو میں آنے کے بعد میں نے اسے بخش دیا لیکن اس بار اس نے مجھے مارنے کی کوشش کی تھی اور سابق مروت بالائے طاق رکھ دی تھی۔ میں سمجھا نہیں تھا کہ فتح خان اچانک میری جان کا گاہک کیوں بن گیا ہے لیکن اب یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی۔

ہر مجرم کی طرح فتح خان کا مطمع نظر بھی دولت اور طاقت تھی کیونکہ ان دو چیزوں سے دنیا کا ہر عیش و آرام حاصل کیا جا سکتا ہے۔ عرصہ دراز سے وہ ہیروں کے چکر میں تھا اس کے لے اس نے برسوں برٹ شا کو اپنی قید میں رکھا اور کوئی تشدد ایسا نہیں تھا جو اس نے برٹ شا پر نہ آزمایا ہو لیکن وہ ضدی گورا کسی طرح اس کے قابو میں نہیں آیا۔ آخر میں فتح خان نے پلان کر کے نہایت چالاکی سے ایمن کو پاکستان بلوا کر اسے برٹ شا کے سامنے پیش کیا جو بیٹی کو دیکھ کر بھی پاگل بنا رہا اور بالآخر فتح خان کے ایک ساتھی کی حماقت سے مارا گیا۔ چالاک فتح خان نے ہیروں کی مالیت کے مساوی رقم حاصل کرنے کا منصوبہ پہلے سے تیار کیا ہوا تھا برٹ شا کے مرنے کے بعد مایوس ہو کر اس نے پلان پر عمل کیا لیکن اس کی بدقسمتی کہ یہاں برٹش حکومت کی پالیسی اور ڈیوڈ شا آڑے آیا اور اسے تاوان کا حصول ممکن نظر نہیں آیا تو اس نے مجبوراً مجھ سے معاہدہ کر کے ایمن کو آزاد کر دیا۔

فتح خان یک دم شریف یا رحم دل نہیں ہو گیا تھا۔ برٹ شا اور ایمن کے لیے تو اس کے دل میں پہلے ہی کدورت تھی۔ بلکہ اس کی وجہ بریف کیس تھا۔ اسے پہلے بھی علم تھا کہ شہلا پروفیسر نفیس کے لاکر کے چکر میں ہے اس وقت فتح خان صرف شہلا کے چکر میں تھا اور اسے لاکر سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مگر بعد میں کسی طرح فتح خان کو علم ہو گیا کہ لاکر میں ایک بریف کیس ہے جس میں چین کے فوجی راز ہیں اور وہ اس بریف کیس کے چکر میں پڑ گیا۔ اس کے شاطر دماغ نے اندازہ لگا لیا کہ اس بریف کیس کے بدلے بھاری رقم مل سکتی ہے۔ کوئی بھی چین دشمن مملکت ہنسی خوشی اسے خریدنے کے لیے تیار ہو جاتی۔ مگر ساتھ ہی فتح خان نے بجا طور پر درست اندازہ لگایا کہ اس میں اتنی اہلیت نہیں ہے کہ اس بریف کیس کو فروخت کر سکے۔

مجھے نہیں معلوم کہ کرنل زریسکی سے فتح خان کا پہلے بھی رابطہ تھا میں اس کی اور کرنل کی بات پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔ وہ دونوں جھوٹ بولنے کے ماہر تھے بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ بریف کیس کی حد تک ان میں اشتراک تھا اور مالی مفاد اتنا بڑا تھا کہ کرنل نے مہرو کی بے حرمتی بھی فراموش کر دی جو فتح خان کے ساتھیوں نے کی تھی۔ بے شک مہرو نے اپنے مجرموں کو مار کر کسی حد تک بدلہ لے لیا تھا لیکن اصل مجرم فتح خان تھا اور وہ ابھی زندہ تھا۔ فتح خان کو یقین تھا کہ میں اس معاملے میں ٹانگ اڑاؤں گا کیونکہ میں نے پہلے بھی صرف اس بریف کیس کے لیے شہلا سے اشتراک کیا تھا اور بنک لاکر کھولنے کے لیے واردات میں شامل ہوا تھا لیکن شہلا نے عین موقع پر چالاکی سے بساط الٹ دی اور لاکر سے نکلنے والے دوسرے سامان کے ساتھ بریف کیس بھی لے گئی تھی۔ اس کے بعد ہی فتح خان کے علم میں بریف کیس کی اہمیت آئی۔

''کافی جناب۔'' وسیم نے مگ میری طرف بڑھایا تو میں چونکا وین میں کافی کا تھرماس موجود تھا۔

''شکریہ...... یہ صابر کس قسم کا شخص ہے؟''

''قبضہ گروپ سے تعلق رکھتا ہے، راولپنڈی میں کئی جگہوں پر اس گروپ نے سرکاری املاک یا عام لوگوں کی زمینوں پر قبضے کر کے ان کے جعلی کاغذات بنوائے اور دوسروں کو فروخت کر دیں۔ دیکھنے میں تقریباً پچاس برس کا متوسط جسامت اور قامت کا شخص ہے رنگ سرخ وسفید ہے لیکن چہرے پر چیچک کے پرانے داغ ہیں۔ بال سرخی مائل ہیں یا وہ انہیں اسی رنگ میں رکھتا ہے۔''

''اتنا کافی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''شاید ہمارے دشمنوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔''

''کیونکہ آپ ان میں کمی نہیں کرتا۔'' بیتو نے بے ساختہ کہا تو میں حیران رہ گیا۔ اس نے پتے کی بات کی تھی دشمن ختم کرنے کے دو طریقے ہیں ایک دشمنی ختم کر دی جائے اور دوسرا طریقہ ہے کہ دشمن کو ختم کر دیا جائے۔ مرشد جیسے لوگ دشمنی پالتے ہیں اسے ختم نہیں کرتے اور نہ میں ان سے یہ توقع کر سکتا تھا۔ دوسرا طریقہ بھی زیادہ کارآمد نہیں تھا اگر مرشد یا نادر کو مارتے تو ان کی گدی کے جانشین گدی کے آداب کے مطابق مجھ سے دشمنی نبھانے پر مجبور ہو جاتے۔ ورنہ ان کے مرید نہیں چھوڑتے۔ نعوذ باللہ یہ لوگ ان پیروں کو زمین پر خدا سے کم نہیں سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود بیتو کی بات درست تھی میں دشمن کم کرنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا اور اس بات کو فراموش کر بیٹھا تھا کہ میرے دوست میرا ہمیشہ ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔

وسیم، سفیر، بیتو، عبداللہ اور ایاز کی اپنی زندگی تھی اس میں صرف بیتو اکیلا تھا اور مجھ سے منسلک تھا لیکن باقی سب کی اپنی فیملی اور اپنی زندگی تھی مجھے کیا حق تھا کہ میں اپنی دشمنی میں انہیں استعمال کروں اور یہ بات بھول جاؤں کہ میں انہیں ہمیشہ ساتھ دینے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ میں انہیں ساتھ دینے سے روک نہیں سکتا تھا۔ کسی مشکل اور آزمائش میں وہ مجھے اکیلا نہیں چھوڑتے اور اگر میں چاہتا کہ وہ مجھ سے الگ ہو کر اپنی زندگی سکون سے اور بغیر کسی خطرے کے گزاریں تو وہ یہ بھی نہ مانتے۔ بیتو کی بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ میں کب تک اپنے دوستوں کا امتحان لیتا رہوں گا۔ وہ اپنے خلوص میں آخر تک میرے ساتھ رہیں گے اور اپنی زندگی کو فراموش کر دیں گے۔

''کیا بات ہے آج آپ بار بار کہاں غائب ہو رہے ہیں۔'' وسیم نے کہا تو میں چونکا۔

''کچھ نہیں یار۔'' میں نے کہا اور بات بدل دی۔ ''کچھ اندازہ ہے وہ کب تک روانہ ہوگا۔''

''کسی وقت بھی...... میرے آدمی بالکل تیار ہیں۔''

''ہم بائیک پر آئے ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''کیا بائیک یہیں چھوڑنی پڑے گی؟''

''ہم بائیک پر آجائے گا۔'' بیتو نے حل پیش کیا۔ ''پھر اس پر اسی طرح واپس چلا جائے گا۔''

''مکان کس طرف ہے؟''

''پچھلی گلی میں۔'' وسیم نے پارک کے سامنے والی لائن کی طرف اشارہ کیا۔ ''گلی کے دونوں سروں پر میرے آدمی موجود ہیں اور وہ کسی بھی طرف سے نکلے گا ہمیں پتا چل جائے گا۔''

وین میں وسیم اور شہاب ہی تھے۔ ضرورت پڑنے پر شہاب ڈرائیو کرتا وسیم اور شہاب وین کے سار......

سسٹم سیکھ چکے تھے وہ مانی کے ساتھ گھنٹوں اس میں سر کھپاتے رہے تھے۔ وہ مجھے بھی بتانے لگا کہ وین کے دوسرے نظام کس طرح اور کیا کام کرتے ہیں۔ میں دیکھتا اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ یہ بہت زیادہ مشکل چیز نہیں تھی بس پریکٹس کی ضرورت تھی آدمی ایک دو دن میں سب سیکھ لیتا۔ اچانک اسپیکر سے آواز آئی۔
''نمبر دو سر...... وہ نکل رہا ہے۔''

''لوکیشن۔'' وسیم نے پوچھا۔ شہاب تیزی سے ڈرائیونگ کمپارٹ میں چلا گیا۔ ڈرائیونگ کمپارٹ اور پچھلے حصے کے درمیان ایک فائبر کا پردہ تھا اس سے آگے تو نظر آتا تھا لیکن کوئی ونڈ اسکرین یا کھڑکی سے دیکھتا تو اسے پردے کے پیچھے کچھ نظر نہیں آتا۔

''وہ شمالی طرف سے نکلا ہے...... نمبر ون اس سے آگے جا چکا ہے میں اس کے پیچھے ہوں۔''

''تھری کہاں ہے؟''

''میرے پیچھے ہے۔'' دو نمبر نے بتایا وہ سب آپس میں چھوٹے اور جدید قسم کی واکی ٹاکی سے رابطے میں تھے۔ وسیم نے بتایا تھا کہ اس وین میں ایک ایسا سسٹم بھی تھا جو چھوٹے واکی ٹاکی سے ایک کلومیٹر کی دوری سے بھی رابطہ کر لیتا تھا اور سارے واکی ٹاکیز کو آپس میں ملا دیتا تھا لیکن پانچ سو میٹر کے دائرے میں تمام واکی ٹاکیز خود کام کرتے تھے یہ پہلے سے طے شدہ فریکوئنسی پر کام کرتے تھے۔ وسیم نے ایک ایک واکی ٹاکی مجھے اور بیتو کو دیا۔ ان کا ایک حصہ کان میں لگا لیا جاتا تھا اور اصل سیٹ چھوٹے موبائل کے برابر تھا اسے سامنے جیب میں رکھا جا سکتا تھا۔ بیتو ہیلمٹ پہنتے ہوئے وین سے اتر گیا وہ بائیک پر آتا۔

''بہت ہوشیاری سے پیچھا کرنا ہے۔'' وسیم نے اپنے آدمیوں کو ہدایت دی۔ ''یہ شاطر آدمی ہے اسے شک نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔''

''آپ بے فکر رہیں۔'' نمبر دو نے کہا۔ جب کوئی بات کرتا تو پہلے اپنا نمبر بتاتا اور پھر بات کرتا۔ ''ہم اس کے آگے پیچھے رول ہو رہے ہیں۔''

نمبر دو اپنے ساتھیوں کا انچارج تھا اور وہی تعاقب کا طریقہ کار طے کر رہا تھا۔ وسیم نے ان کی تربیت اس طرح سے کی تھی کہ ان میں ذمے داریاں بانٹ کر ان کو اپنے اپنے شعبے کا انچارج بنا دیا تھا اور وہ نتائج کے ذمے دار بھی ہوتے۔ اس لیے ہر ایک اپنا کام پوری آزادی اور پوری ذمے داری سے کرتا تھا۔ شہاب نے وین آگے بڑھا دی۔ ایک ہیڈ سیٹ اس کے کان پر بھی تھا اور وہ نمبر دو کی رہنمائی میں تعاقب کرنے لگا۔ اصلی گاڑی کہیں آگے اور ہماری نظروں سے اوجھل تھی۔ مگر اپنے رائیڈرز کی رہنمائی میں ہم کامیابی سے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ یہ جدید الیکٹرانکس کا کمال تھا۔ صابر ترمذی کو پتا ہی نہیں تھا کہ کتنے لوگ اس کے تعاقب میں ہیں۔ کچھ دیر میں واضح ہو گیا کہ صابر دامن کوہ کی طرف جا رہا ہے۔ ہمیں دو سگنل پر رکنا پڑا اور صابر اور وسیم کے ساتھی آگے نکل گئے ان سے رابطہ ٹوٹ گیا۔ وسیم نے وین کا مخصوص مواصلاتی نظام آن کیا اور رابطہ دوبارہ بحال ہو گیا اب سب وین کے طاقتور مواصلاتی نظام کی مدد سے آپس میں منسلک تھے۔ یہ ایک کلومیٹر تک بہ خوبی کام کرتا تھا۔

سگنل سے نکل کر ہم دامن کوہ والی سڑک پر آئے۔ نمبر دو نے بتایا۔ ''یہ دامن کوہ سے اوپر جا رہا ہے۔''

''اوپر کہاں...... مارگلہ پر......؟'' وسیم نے کہا

"اوپر پیر سوہاوا نامی جگہ ہے۔" میں نے اسے آگاہ کیا۔ "کسی زمانے میں یہاں صرف چھوٹا سا گاؤں تھا لیکن اب امرا یہاں آباد ہو رہے ہیں اور تفریح گاہیں قائم ہو رہی ہیں۔ ایک پلیٹ فارم بھی ہے جہاں سے پورے اسلام آباد اور کسی حد تک راولپنڈی کا نظارا بھی کیا جا سکتا ہے۔"

ذرا دیر میں پہاڑی قسم کی چڑھائی شروع ہوئی اور وین کا منہ آسمان کی طرف ہو گیا۔ اس راستے پر خماؤ بہت زیادہ تھے۔ مجھے بیتو کی فکر ہوئی اور میں نے اس سے کہا۔ "تم نیچے رک جاؤ۔ تمہیں اس قسم کے راستوں پر ڈرائیو کا تجربہ نہیں ہے۔"

"آپ فکر مت کرو ہم کر سکتا ہے۔"

"اچھا لیکن تم نے خیال رکھ کر آنا ہے یہ ایک ہی سڑک ہے اگر ہم آگے نکل جائیں تب بھی تم ہماری طرف ہی آؤ گے۔"

"ٹھیک ہے۔" بیتو نے جواب دیا وہ دیکھ چکا تھا کہ واکی ٹاکی پر بات کرتے ہوئے کوئی کسی کا نام نہیں لے رہا ہے۔ اس لیے اس نے بھی میرا نام نہیں لیا۔ سفر مسلسل بلندی کی طرف جاری تھا۔ یہاں دامن کوہ پر اسلام آباد کی بلندی پندرہ سو فٹ تھی لیکن صرف چند کلومیٹرز کے اندر پیر سوہاوا پر یہ بلندی بڑھ کر چار ہزار فٹ سے زیادہ ہو جاتی تھی بلکہ بالکل اوپری حصے میں بلندی پانچ ہزار فٹ سے زیادہ چلی جاتی تھی اس سے آگے سڑک مانسہرہ کی طرف چلی جاتی تھی۔ اسلام آباد کی حدود یہیں تک تھی۔ پیر سوہاوا تک آتے آتے موسم اتنا سرد ہو چلا تھا کہ ہمیں باقاعدہ سردی محسوس ہونے لگی۔ مگر یہ سردی اتنی بھی نہیں تھی کہ وین کا ہیٹر آن کرنا پڑتا۔

"یہ کہاں جا رہا ہے؟" وسیم نے پوچھا۔

"ممکن ہے شہلا نے اسے یہیں کہیں بلایا ہو یا اس نے جگہ طے کی ہو۔" میں نے کہا۔ "سردیوں میں یہ جگہ ویران ہوتی ہے اور یہاں کوئی نہیں آتا ہے۔"

"سر یہ آرمی چیک پوسٹ سے آگے نکل گیا ہے۔"

"اب تم لوگ ذرا پیچھے ہو جاؤ۔" وسیم نے اسے ہدایت دی۔ "اتنی دور رہ کر تعاقب کرو کہ وہ تمہیں دیکھ نہ پائے۔"

"اس صورت میں وہ بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔"

"نہیں ہو گا، سڑک کے پیچ و خم میں وہ تمہیں اوپر جاتا نظر آئے گا۔"

"میں سمجھ گیا سر۔" نمبر دو نے مستعدی سے کہا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو ہدایت دینے لگا۔ کیونکہ سب ایک ہی فریکوئنسی پر تھے اس لیے سب ایک دوسرے کی بات سن رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ہم چیک پوسٹ پہنچ گئے تھے۔ وسیم بات کرنے کے لیے پہلے ہی آگے جا چکا تھا اور اس نے درمیانی پردہ بند کر لیا تھا۔ یہ معمول کی چیک پوسٹ تھی اور یہاں سرسری سی پوچھ گچھ ہوتی تھی۔ گاڑیوں کا نمبر اور کاغذات دیکھے جاتے تھے۔ ایک منٹ بعد وین کو جانے کی اجازت مل گئی۔ وین کے آگے بڑھتے ہی وسیم واپس آ گیا۔ اس دوران میں صابر ترمذی کی گاڑی پہاڑ کے دوسری طرف اترنا شروع ہو گئی تھی۔ وسیم تشویش زدہ ہو گیا۔

"یہ نہ جانے کہاں جا رہا ہے؟"

''کہیں بھی جا رہا ہو اگر یہ شہلا سے ملنے جا رہا ہے تو ہم پاکستان کے آخری کونے تک اس کا پیچھا کریں گے۔'' میں نے کہا۔

''آپ بھول رہے ہیں اس نے اپنے آدمیوں کو آنے کو کہا تھا لیکن ابھی تک ہمیں راستے میں کوئی آدمی نظر نہیں آیا ہے اور نہ ہی شہلا نظر آئی ہے۔'' وسیم نے کہا۔

''اپنے آدمیوں سے پوچھو...... جب صابر روانہ ہوا تو اکیلا تھا یا اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟''

نمبر دو نے فوری جواب دیا۔ ''اس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا اور وہی ڈرائیو کر رہا تھا۔''

''یہ بات تم اب بتا رہے ہو۔'' میں نے برہمی سے کہا۔ ''فوراً آگے جا کر دیکھو گاڑی میں صابر ہے یا نہیں۔''

وسیم بھی چونکا تھا۔ ''شہباز صاحب کوئی چکر ہے؟''

''ہاں میرا خیال ہے وہ چالاک آدمی تعاقب بھانپ گیا اور جان بوجھ کر اس طرف آیا ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے وہ راستے میں کہیں اتر گیا ہے؟''

''اندازہ ہے ابھی پتا چل جاتا ہے۔''

''جناب جیسے ہی ہم نے گاڑی کے نزدیک جانے کی کوشش کی اس نے رفتار بڑھا دی ہے وہ پاس نہیں آنے دے رہا ہے۔''

''کوشش کرو۔'' وسیم غرایا۔ ''نہیں رک رہا تو فائر کر کے ٹائر پھاڑ دو۔''

''نہیں یہاں فائر مت کرنا اور ٹائر پھٹا تو وہ کسی کھائی میں گر جائے گا اس کے پاس جانے کی کوشش کرو۔'' میں نے کہا اور اسی لمحے مجھے احساس ہوا کہ بیتو کچھ دیر سے خاموش ہے۔ میں نے اسے آواز دی۔ ''بیتو تم کہاں ہو؟''

لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ میں نے دو تین بار پکارا۔ اس کی طرف بدستور خاموشی تھی۔ میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔ ''وین واپس موڑو...... بیتو کسی مشکل میں پڑ گیا ہے۔''

وسیم نے نمبر دو کو ہدایت کی کہ وہ تصدیق کرے کہ گاڑی میں صابر ترمذی ہے یا نہیں اور موبائل سے اسے کال کرے جب تک تصدیق نہ ہو جائے وہ تعاقب جاری رکھے۔ اس دوران میں شہاب نے وین واپس موڑ دی تھی۔ کچھ دیر بعد ہم تیزی سے نیچے کی طرف جا رہے تھے ابھی ہم نے پہاڑ کے دوسری طرف قدم نہیں رکھا تھا۔ واپسی کے سفر میں وقفے وقفے سے بیتو کو پکار رہا تھا۔ مگر ابھی اس کی طرف سے خاموشی تھی نہ جانے وہ کہاں رہ گیا تھا اور اس سے ہمارا رابطہ ٹوٹ گیا تھا وین کا طاقتور سو اصلاتی سسٹم پہلے ہی آن تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ بیتو جوش میں آ کر حد رفتار سے تیز بائیک نہ چلائے۔ یہ سڑک درحقیقت مری جانے والی سڑک سے زیادہ خطرناک تھی۔ مگر ساتھ ہی میں ایک دوسرا خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ صابر نے ہمیں دھوکا دیا اور خاموشی سے راستے میں کہیں اتر گیا ہو۔ اسے وین کا بھی علم تھا اور تین عدد بائیک والوں کا بھی لیکن اسے ایک چوتھے بائیک سوار کا پتا نہیں تھا بیتو پیچھے آ رہا تھا۔

آرمی چیک پوسٹ سے گزرنے کے بعد میں مسلسل بیتو کو پکار رہا تھا اور اس کی طرف سے خاموشی میرے

خدشات کو بڑھا رہی تھی۔ اچانک اس کی طرف سے جواب ملا۔ ''میں ٹھیک ہوں۔''

''تم کہاں ہو؟''

''میں یہاں جنگل میں ہے آپ کہاں ہو؟''

''ہم واپس نیچے آ رہے ہیں۔''

''بائیں طرف دیکھتے رہو میرا بائیک نظر آئے گا درختوں کے درمیان۔''

اتفاق سے اسی وقت بائیک نظر آ گئی۔ وسیم آگے چلا گیا تھا اس نے وین رکوائی۔ میں نیچے اتر آیا۔ وسیم نے ایک خود کار رائفل نکال لی تھی۔ یہاں سڑک ایسی نہیں تھی کہ اس پر وین روکی جا سکتی۔ وسیم نے شہاب کو کہیں آگے جا کر رکنے کو کہا۔ میں نے بیتو کو بتایا۔ ''تمہاری بائیک دیکھ لی ہے لیکن تم یہاں کیوں رکے ہو؟''

''میرے کو ایک آدمی دکھائی دیا تھا۔ وہ چھپ کر اوپر وین کو دیکھ رہا تھا ہم پیچھے تھا اسے دیکھ کر رک گیا۔ پھر اس نے فون نکال کر کسی سے رابطہ کیا اور جنگل میں داخل ہو گیا۔''

''ابھی کہاں ہو؟''

''اس آدمی سے کچھ دور ہے وہ ایک چٹان پر بیٹھا ہے اور ایسا لگتا ہے کسی کا انتظار کر رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں اور وسیم آ رہے ہیں۔''

میں اور وسیم محتاط قدموں سے آگے بڑھے۔ یہاں سناٹا تھا اور پیروں تلے آ کر پتے چرمرانے کی آواز بھی نمایاں تھی کوئی شاخ چٹختی تو بہت دور تک آواز جاتی۔ اس لیے ہم پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ اچانک بیتو کی سرگوشی کان میں گونجی۔ ''شوبی یہ تو وہی حرافہ ہے شہلا ادھر آتی ہے۔''

''شہلا وہ کہاں سے آئی؟''

''پتا نہیں نیچے سے آئی ہے۔ اب وہ اس آدمی سے بات کر رہی ہے۔''

وہ پہلے وسیم کو نظر آئے اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ میں نے دیکھ لیا یہ سرخ پتھر کی چٹان تھی اور اس کے نیچے ایک ادھیڑ عمر شخص شہلا کے ساتھ موجود تھا۔ حلیے سے وہ صابر لگ رہا تھا اور وسیم نے تصدیق کی۔ ''یہ صابر ہے۔''

شہلا حسبِ معمول تر و تازہ اور بہت نمایاں کرنے والے لباس میں تھی اس نے تنگ جینز کے ساتھ تقریباً جسم سے چپکی پوری آستین کی ہائی نیک ریڈ جرسی پہن رکھی تھی جس میں اس کے جسمانی خدوخال کچھ زیادہ ہی نمایاں تھے۔ بیتو نے کہا۔ ''شوبی آپ نے دیکھ لیا کتنا واہیات عورت ہے۔''

''ہم نے دیکھ لیا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ تم کیا دیکھ رہے ہو۔'' وسیم نے اسے ڈانٹا۔ ''تمہیں شرم آنی چاہیے۔''

''شرم اس عورت کو آنی چاہیے۔ ہم اسے نہیں دیکھ رہا۔''

میں نے بیتو کو دیکھ لیا وہ ایک درخت کے پیچھے تھا۔ شہلا اور صابر ہم سے اتنے فاصلے پر تھے کہ ہم ان کی آواز نہیں سن سکتے تھے۔ میں نے وسیم کو اشارہ کیا کہ وہ دوسری طرف چلا جائے اور میں اس سے مخالف سمت جاتا ہوں اس طرح ہم شہلا اور صابر کو گھیر سکتے تھے۔ ساتھ ہی میں نے انہیں صابر کے آدمیوں سے ہوشیار رہنے کو

کہا۔ ان دونوں میں کسی بات پر بحث چل رہی تھی۔ شہلا کے چہرے پر نفرت اور ناپسندیدگی کے تاثرات صاف دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے کہا۔ ''شاید ان میں کوئی اختلاف ہے۔''

''تبھی صابر کی نیت خراب ہے اور اس نے اپنے آدمیوں کو بلوایا ہے۔''

''لیکن ادھر کوئی اور نظر نہیں آ رہا ہے۔'' بیتو نے کہا۔

''تم آس پاس بھی نظر رکھو۔'' میں نے اسے ہدایت دی۔ اسی لمحے شہلا پلٹ کر واپس جانے لگی۔ صابر وہیں کھڑا رہا جیسے اس کا ارادہ سڑک کی طرف جانے کا ہو۔

''وہ واپس جا رہی ہے۔'' وسیم نے کہا۔

''سنو تم دونوں صابر کے پیچھے جاؤ اور اسے وین میں لے کر نیچے آؤ میں شہلا کے پیچھے جاتا ہوں۔''

وسیم اور بیتو نے اوکے کہا اور میں چٹان کے پیچھے سے گھوم کر جانے لگا سامنے سے تو میں صابر کی نظر میں آ جاتا۔ اب صابر واپس سڑک کی طرف جا رہا تھا۔ جب میں چٹان کے پیچھے سے نکلا تو کچھ دور جاگنگ ٹریک دکھائی دیا اور شہلا غائب تھی وہ اسی جاگنگ ٹریک سے آئی تھی میں اس طرف لپکا۔ کوئی سو گز بعد وہ مجھے نیچے جاتی دکھائی دی۔ دامن کوہ میں اس قسم کے واک ٹریک بنے ہوئے ہیں جن پر صبح سے شام تک لوگ واک کرتے یا جاگنگ کرتے نظر آتے ہیں۔ زیادہ زور صبح اور شام کو ہوتا ہے ابھی دوپہر کا وقت تھا اس لیے بہت کم لوگ نظر آ رہے تھے۔ شہلا اپنی سرخ جرسی کی وجہ سے نمایاں تھی۔ ہر آتا جاتا اسے بغور دیکھ رہا تھا اور اسے کسی کی پروا نہیں تھی۔ ایک بڑے میاں جو بظاہر کوئی ریٹائرڈ اور معزز بیوروکریٹ لگ رہے تھے شہلا کے پاس سے گزرے تو اس وقت تک اسے مڑ کر دیکھتے رہے جب تک مجھ سے نہیں ٹکرا گئے اور پھر کھسیا کر تیز قدموں سے آگے چلے گئے۔ شہلا یقیناً نیچے دامن کوہ کی طرف جا رہی تھی۔

میں نے بیتو اور وسیم کو پکارا لیکن وہ شاید ایک کلومیٹرز سے زیادہ دور جا چکے تھے ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ بہرحال انہیں وہیں آنا تھا اور جیسے ہی میرا رابطہ ہوتا میں انہیں گائیڈ کر سکتا تھا۔ نیچے ریستوران تھے اور تفریحی پارک تھے یہاں فیملیز آتی تھیں اور بچوں کا رش ہوتا تھا جیسے ہی ہم پارک میں داخل ہوئے شہلا نے پارکنگ کا رخ کیا۔ اچانک مجھے خیال آیا پارکنگ میں اس کی گاڑی ہو گی اور وہ اس میں بیٹھ کر یہاں سے رخصت ہو جائے گی اور میں ٹاپتا رہ جاؤں گا۔ میں نے رفتار تیز کی۔ وہ پارک کے دروازے سے نکلی تھی۔ سامنے ہی پارکنگ تھی میں دروازے کی طرف لپکا لیکن بدقسمتی سے اسی لمحے باہر سے لڑکیوں کا ایک ریلا آیا۔ وہ کسی کالج کی لڑکیاں تھیں کیونکہ سب یونیفارم میں تھیں اور یقیناً کالج کی طرف سے تفریح پر آئی ہوئی تھیں۔ شوخ و شنگ، ہنستی کھلکھلاتی لڑکیاں جو بچپن کی شوخی کے ساتھ جوانی کے احساس سے سرشار تھیں۔ وہ عمر کے اس دور میں تھیں جب ہر لڑکی اچھی لگتی ہے اور انہیں سب اچھا لگتا ہے۔ زندگی کا ہر لمحہ تفریح ہوتا ہے۔ وہ غم و الم سے ناآشنا ہوتی ہیں۔ انہیں نے مجھے دیکھا لیکن بےفکری اور سکون سے گزرتی چلی گئیں۔

انہیں راستہ دینے کی کوئی جلدی نہیں تھی بلکہ کچھ شریر لڑکیوں نے بھانپ لیا کہ مجھے گزرنے کی جلدی ہے اور میں ان کی وجہ سے رکا ہوا ہوں اس لیے وہ رک گئیں اور آپس میں بات کرنے لگیں۔ ان کے رکنے سے جو ریلا پیچھے آ رہا تھا اس نے راستہ مزید جام کر دیا اور وہ شور کرنے لگیں۔ مگر شریر لڑکیوں کو کوئی جلدی نہیں تھی۔ شہلا

پارکنگ میں پہنچ گئی تھی۔ میں نے بے تابی سے کہا۔ ''لڑکیو...... مجھے جانے دو......''

لڑکیاں اب پوری طرح شرارت پر آمادہ تھیں۔ انہوں نے یوں ظاہر کیا جیسے میری آواز سنی ہی نہ ہو۔ شہلا اب ایک مسٹرڈ رنگ کی نئی کار کے پاس رکی تھی۔ اسی لمحے میرے کانوں میں وسیم کی آواز آئی۔ ''آپ کہاں ہیں؟''

''یار میں یہاں پھنس گیا ہوں دروازے پر لڑکیاں جمع ہیں اور راستہ دینے کو تیار نہیں ہیں۔'' میں نے بے بسی سے کہا۔ ''شہلا نیچے ریستوران والی پارکنگ میں ہے اور ایک مسٹرڈ کار میں بیٹھ رہی ہے۔''

میری بات ادھوری رہ گئی کیونکہ اسی لمحے میں نے دو آدمیوں کو شہلا کی طرف جھپٹتے دیکھا۔ ان میں سے ایک نے شہلا سے تقریباً چپک کر کچھ کہا تو اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔ صاف ظاہر تھا وہ صابر کے آدمی تھے اور انہوں نے اسے اسلحے کے زور پر یرغمال بنالیا تھا انہوں نے اسے گاڑی میں بٹھایا اور ایک ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ میں ان لڑکیوں کو بے نقط سناتا ہوا دوسرے دروازے کی طرف بھاگا۔ ''وسیم صابر کے آدمی شہلا کو اسی کی گاڑی میں لے جا رہے ہیں۔''

''آپ فکر نہ کریں وہ ہمارے پاس ہے۔'' وسیم نے جواب دیا۔

''لیکن تم کہاں ہو؟''

''ہم نیچے آ رہے ہیں۔''

جب تک میں دوسرے دروزے سے نکل کر اور گھوم کر پارکنگ میں آیا مسٹرڈ کار سڑک کی طرف جا چکی تھی میں نے بس اس کی ایک جھلک دیکھی اور پھر تیز قدموں سے سڑک کی طرف بڑھا۔ ''وہ نکل گئی ہے جلدی کرو۔''

''یہاں بھی ایک مصیبت ہے جناب ایک ٹرک ہے آگے جو نہایت سُست روی سے جا رہا ہے اور رفتار بڑھانے پر آمادہ نہیں ہے۔''

''لعنت ہو۔'' میں نے سڑک پر آ کر بے بسی سے مسٹرڈ کار کو دیکھا جو مین ہائی وے پر بائیں طرف گھوم گئی تھی۔ مگر یہ واضح نہیں تھا کہ اس کا رخ کس طرف تھا۔ ممکن ہے وہ آگے سگنل سے گھوم کر دوسری سمت میں چلی جاتی یا اسی سڑک پر آگے جاتی جہاں بے شمار سڑکیں نکل رہی تھیں وہ کہیں بھی جا سکتی تھی۔ وین کوئی پانچ منٹ بعد نمودار ہوئی اور میرے پاس رکی۔ عقبی دروازہ کھلا۔ میں اندر گھس گیا اور برہمی سے بولا۔ ''بیتو کہاں ہے وہ آگے کیوں نہیں آیا؟''

''بائیک نہیں اسٹارٹ ہو رہی تھی۔'' وسیم نے کہا۔ اسی لمحے پیچھے سے بیتو بھی آ گیا۔

''وہ بائیں طرف گئے ہیں۔ مسٹرڈ رنگ کی نئی کار ہے۔''

''یہ صابر ہے۔'' وسیم نے فرش پر بے سدھ پڑے صابر کی طرف اشارہ کیا اس کے سر پر ایک ابھار بتا رہا تھا کہ وہ کیسے بے ہوش ہوا تھا اس نے یقیناً مزاحمت کی تھی۔ ''اگر ہم نے اسے مس بھی کر دیا تو یہ بتائے گا کہ شہلا کو کہاں لے جایا گیا ہے۔''

''مگر ابھی ہمیں کوشش کرنی ہے۔'' میں نے شہاب کی طرف دیکھا۔ ''وہ زیادہ سے زیادہ دو کلومیٹر آگے نکلے ہوں گے اور مسٹرڈ رنگ دور سے نمایاں ہوگا۔''

شہاب نے سر ہلاتے ہوئے رفتار بڑھا دی۔ بیتو اس سے پہلے نکل گیا تھا۔ اس نے کہا۔ ''سوری بائیک مسئلہ کر رہا تھا ورنہ میں پہلے نکل جاتا۔''

''کوئی بات نہیں۔'' میں نے کہا اور وسیم سے پوچھا۔ ''تمہارے آدمیوں نے رابطہ کیا؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''ان کی کال آئی تھی اگلی کار میں ایک ہی آدمی تھا اور وہ صابر کا ڈرائیور ہے۔''

''اس کا کیا کیا؟''

''میرا ایک آدمی اس کے ساتھ آرہا ہے۔ ایک بائیک پر ہے اور تیسرا بائیک سمیت وہیں رہ جانے والی بائیک کے ساتھ ہے۔ صابر کے ڈرائیور کو حویلی پہنچا کر وہ پھر بائیک لے جائیں گے۔''

''نہیں بائیک کی نگرانی کرنے والے سے کہو وہ بھی آجائے بائیک وہیں کہیں چھوڑ دے۔ ممکن ہے یہاں اس کی ضرورت ہو۔''

شہاب نے رفتار خاصی تیز رکھی تھی لیکن مسٹرڈ کار کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ میں نے صابر کی طرف دیکھا۔ ''یہ ہوش میں ہوتا تو اس سے پوچھ سکتے تھے کہ شہلا کو کہاں لے جایا گیا ہے۔''

''آدمی تیز ہے لڑنے مرنے پر تیار ہو گیا تھا بیتو کے قابو میں نہیں آرہا تھا مجبوراً مجھے پیچھے سے سر پر وار کرنا پڑا۔''

کچھ آگے جا کر ایک سڑک بائیں طرف نکل رہی تھی یہ آگے جا کر شاہ فیصل مسجد یا اس کے گرد و نواح میں نکلتی تھی اور شاید مارگلہ کے دامن میں گھومتی تھی اس طرف کئی دیہات اور بستیاں تھیں۔ شہاب نے مڑ کر پوچھا۔

''اب کس طرف جانا ہے؟''

''ذیلی سڑک پر نکلو ممکن ہے انہوں نے چانس لیا ہو۔'' میں نے کہا اور واکی ٹاکی میں بیتو سے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟''

''ہم بہت آگے دیکھ چکا ہے کار نہیں ہے۔''

''سروس روڈ ہے تو اس سے مڑ کر واپس آجاؤ۔ ہم بائیں ہاتھ پر نکلنے والے پہلے کٹ پر جارہے ہیں۔''

''ہم سمجھ گیا ابھی واپس آتا ہے آپ آگے جاؤ۔''

شہاب نے وین اس طرف موڑ لی۔ مجھے مایوسی ہو رہی تھی شہلا سامنے آکر ایک بار پھر ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ مایوسی اس لیے تھی کہ یہ پہلی بار نہیں ہو رہا تھا۔ شہلا اس سے پہلے بھی کئی بار چکنی مچھلی کی طرح ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی تھی۔ اس بار یہ اس کا کمال نہیں تھا بلکہ اسے اغوا کر لیا گیا تھا۔ اس ذیلی سڑک پر خاصی دیر تک تیز رفتاری سے سفر کے باوجود ہم مسٹرڈ کار کو نہیں پا سکے تھے۔ وہ کسی اور طرف مڑ گئی تھی اور ہم غلط سمت میں اسے تلاش کر رہے تھے۔ وسیم نے مایوسی سے کہا۔

''اب ہمارے پاس بس یہی ہے۔''

''وسیم واپس چلو فی الحال ہم حویلی نہیں جا سکتے ہیں اسے فارم ہاؤس لیے چلتے ہیں۔ اس سے شہلا کا پتا معلوم کرنا بہت ضروری ہے۔''

وسیم نے میری طرف دیکھا۔ ''آپ کے خیال میں اس کی جان خطرے میں ہے؟''

''مجھے لگ رہا ہے صابر کے ارادے اس کے بارے میں ٹھیک نہیں ہیں۔''

شہاب نے وین واپس موڑ دی تھی۔ وسیم نے پوچھا۔ ''اس کے ڈرائیور کا کیا کرنا ہے؟''

''ڈرائیور محرم راز ہوتے ہیں۔ وہ بہت کچھ جانتا ہوگا اسے بھی فارم ہاؤس پر بلوا لو۔''

وسیم اپنے آدمیوں کو ہدایت دینے لگا۔ پھر اس نے ایک خانے سے ایک عدد مضبوط پلاسٹک ٹیپ برآمد کیا اور اس سے صابر کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے آخر میں ٹیپ کا ایک ٹکڑا اس کے منہ پر بھی چپکا دیا۔ اب وہ ہوش میں آجاتا تب بھی کوئی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ دو بج رہے تھے اور ہم ڈھائی بجے واپس فارم ہاؤس پہنچ گئے۔ صابر کا ڈرائیور اسی کی گاڑی میں لایا گیا تھا اور اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔ اسے ہاتھ پاؤں باندھ کر تہہ خانے میں منتقل کر دیا گیا۔ صابر کی گاڑی لے کر وسیم کے بائیک سوار واپس چلے گئے تھے وہ اسے کہیں چھوڑ دیتے۔ ابھی انہیں اپنی بائیک بھی لانی تھی۔ وسیم نے بے ہوش صابر کو اٹھایا اور مکان کے اندر لے آیا۔ سفیر نے اسے دیکھ کر کہا۔ ''یہ کیا چیز ہے اور یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟''

''یہ بڑی صابر چیز ہے اور اس سے جلد از جلد پوچھ گچھ کرنی ہے اس لیے یہاں لائے ہیں۔''

وسیم اور بیتو صابر کو اوپر ایک خالی کمرے میں لے گئے اور پھر اس کے ہاتھ پاؤں کھول کر اس کے تمام کپڑے اتار کر اسے بالکل برہنہ کر کے ڈال دیا۔ اس کے ہوش میں آنے کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ سفیر نے کھانا لگا لیا تھا کھانے کے دوران میں اسے واقعات بتاتا رہا۔ شہلا کے ایک بار پھر نکلنے کا سن کر اس نے سرد آہ بھری۔ ''کاش کے وہ ہاتھ آجاتی بہت عرصہ ہوا اسے دیکھے ہوئے۔''

''ہم بتائے گا مونا دیدی کو۔'' بیتو نے آگاہ کیا۔

''ہم مکر جائے گا۔'' سفیر اطمینان سے بولا۔

''آپ دیدی سے جھوٹ بولے گا؟''

''بیٹا یہ شادی شدہ لوگوں کی پالٹکس ہے ابھی تمہیں سمجھ نہیں آئے گی۔''

وسیم نے سر ہلایا۔ ''جب تک تم خود شادی شدہ نہیں ہو جاتے۔ اگر بیوی سے سو فیصد سچ بولو تو وہ یقین نہیں کرتی ہے اگر جھوٹ بولو گے تب بھی بات نہیں بنے گی۔''

''یہ شوہر کی مہارت پر منحصر ہے کہ وہ کتنی مہارت سے جھوٹ میں سچ کی یا سچ میں جھوٹ کی آمیزش کرتا ہے جس سے بیوی سو فیصد مطمئن ہو جائے۔''

''میرا خیال ہے آج کا ایجنڈہ میاں بیوی نہیں ہیں۔'' میں نے انہیں یاد دلایا۔ ''اوپر دو عدد چیزیں ہیں ان کا کچھ کرنا ہے۔''

''ایک چیز تو آپ لائے تھے اس لیے اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں۔'' سفیر نے جواب دیا۔ ''دوسری چیز بھی آپ دونوں لائے ہیں۔''

''تم نے عبداللہ سے بات کی ہے؟''

''ہاں لیکن اس کا کہنا ہے اس قسم کی گفتگو فون یا موبائل پر مناسب نہیں ہے وہ خود آ کر بات کرے گا وہ

رات میں کسی وقت آئے گا۔"

"تب تک ہم صابر سے نمٹتے ہیں۔" میں نے میز سے اٹھتے ہوئے کہا۔ جب تک میں واش روم سے آیا وسیم دو عدد نقاب لے آیا تھا یہ نقاب اس قسم کے تھے جو بچے لگائے پھرتے ہیں ایک گوریلے کا نقاب تھا جو میرے حصے میں آیا۔ سفیر نے ہنس کر کہا۔ "اب ذرا صورت نکلی ہے تیری۔"

"تیری پیدائشی نکل آئی تھی۔" میں نے جواب دیا۔ وسیم شیر کا نقاب پہن چکا تھا۔ اب سفیر نے اسے چھیڑا۔

"اس کے لیے بس دُم کی کمی رہ گئی ہے۔"

مانی نے کہا وہ محظوظ ہو رہا تھا۔ "ممکن ہے بادشاہ سلامت کی دم کٹ گئی ہو کسی حادثے میں۔"

"شیر بغیر دُم کا بھی شیر ہی ہوتا ہے۔" وسیم نے متانت سے جواب دیا۔ "اب چلیں۔"

صابر ہوش میں آ گیا تھا اور اندر سے دروازہ پیٹ پیٹ کر گالیاں دے رہا تھا۔ ہم نے دروازہ کھولا تو وہ جلدی سے کونے میں جا کر سکڑ سمٹ کر بیٹھ گیا اور کپکپاتی آواز میں بولا۔ "میرے کپڑے دے دو ورنہ......"

"ورنہ تم کیا کر لو گے۔" میں نے اندر آ کر کہا۔ "تم کچھ نہیں کر سکتے۔"

"میں تم سب کو جہنم رسید کر سکتا ہوں سؤر کے بچو۔" وہ حلق پھاڑ کر چلایا۔ صاف ظاہر تھا غصے نے اسے پاگل کر دیا تھا۔

وسیم ہنسا۔ "اسے دیکھو تن پر کپڑے نہیں ہیں اور ہمیں جہنم بھیجنے کی بات کر رہا ہے۔"

"اگر تمہیں اسی حالت میں باہر نکال دیا جائے تو لوگ پتھر مار مار کر تمہیں ہی جہنم بھیج دیں گے۔" میں نے کہا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کپڑوں کے ساتھ ہم تمہیں تمہارے کسی جسمانی اعضا سے بھی محروم کر دیں۔"

"مثلاً آنکھیں......آدمی بغیر بینائی کے کچھ نہیں ہوتا ہے۔" وسیم بولا۔

"یا تمہارے دونوں ہاتھ کاٹ دیں یا ایک پیر سے محروم کر دیں۔"

"تمہارے ساتھ ایسی سرجری بھی کی جا سکتی ہے جس کے بعد تم صرف نام کے مرد رہ جاؤ گے سرجری کے بعد ہم تمہاری تصاویر شہر میں مفت بانٹیں گے۔"

"جہاں ابھی تمہاری دہشت ہے اور پھر لوگ تمہیں کیا کہیں گے تمہیں بھی اچھی طرح علم ہے۔"

"ان تصویروں کو دیکھ کر لوگ تمہیں کیا کہیں گے تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

میں اور وسیم مسلسل بول رہے تھے اور آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر خوف نمودار ہونے لگا۔ اس نے تسلیم کر لیا کہ وہ بہت مشکل میں گھر گیا ہے اور کسی قسم کی جذباتیت اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ہمارے قبضے میں تھا اور اچھی طرح جانتا تھا کہ ہم جو کہہ رہے تھے وہ اس کے ساتھ کر بھی سکتے تھے۔ جب ہم خاموش ہوئے تو اس نے کسی قدر معقول لہجے میں کہا۔ "تم لوگ کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ہم کون ہیں اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔" وسیم نے کہا۔ "ہاں یہ بتا سکتے ہیں کہ تم سے کیا چاہتے ہیں۔"

''شہلا کو تمہارے آدمی کہاں لے گئے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

اس کا چہرہ ایک لمحے متغیر ہوا تھا پھر اس نے خود کو سنبھال لیا اور انجان بن کر بولا۔ ''کون شہلا......؟''

میں اس کی طرف بڑھا تو اس نے اچانک اٹھ کر اتنی پھرتی سے مجھ پر حملہ کیا کہ میں حیران رہ گیا۔ مجھے اس پچاس سالہ شخص سے اتنی پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ وہ اچھل کر میری طرف آیا اور سینے پر سر سے ٹکر مارنے کی کوشش کی۔ میں نے ذرا ترچھا ہوتے ہوئے اس کا سر اپنی بغل میں لیا اور پھر اسے گھما کر فرش پر دے مارا۔ وہ اذیت سے چلایا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا میں نے اسے الٹا کر کے گھٹنا اس کی کمر پر رکھا اور اس کے بال پکڑ کر پیچھے کی طرف کھینچا۔ اس کی گردن اوپر ہوئی تو ریڑھ کی ہڈی کمان کی صورت اختیار کر گئی۔ وسیم نے اس کے سیدھے ہاتھ پر اپنا جوتا رکھ دیا۔ اب وہ اذیت سے بل کھا رہا تھا اور خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ خاصا جاندار آدمی تھا اور لڑنے بھڑنے سے بھی واقف تھا لیکن شراب اور تمباکو نے اسے اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا ذرا سی جدوجہد نے اسے ہانپنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے سکون سے کہا۔

''اس طرح اپنی ریڑھ کی ہڈی تم خود توڑ لو گے اور اس کے بعد ساری عمر بستر یا وہیل چیئر پر رہو گے۔''

''چھوڑو مجھے......'' وہ چلایا۔ ''زبان سے بات کرو۔''

''ہم نے زبان سے بات کی تھی۔'' میں نے اس کی گردن کو جھٹکا دیا۔ ''لیکن تم نے سمجھی نہیں......''

ریڑھ کی ہڈی پر دباؤ ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا تھا۔ وہ زیادہ دیر مزاحمت نہیں کر سکتا تھا۔ بالآخر اس کی اکڑ جواب دے گئی اور وہ بلبلانے لگا کہ اسے چھوڑ دیا جائے وہ ہر سوال کا جواب دے گا لیکن مجھے معلوم تھا وہ کتے کی دم تھا نلکی سے نکلتے ہی پھر ٹیڑھی ہو جاتی۔ میں نے سر کو ذرا ڈھیلا چھوڑا اور کہا۔ ''سوال تمہیں یاد ہو گا اس کا جواب چاہیے۔''

''مجھے نہیں معلوم...... وہ اسے کہاں لے...... آہ......'' وہ بولتے ہوئے تڑپا کیونکہ میں نے سر کو دوبارہ پیچھے کھینچ لیا تھا۔ اس بار دباؤ شدید تھا اس کی ریڑھ کی ہڈی چٹخنے لگی تھی۔ وہ فرش پر پاؤں پٹخ رہا تھا اور بائیں ہاتھ سے مجھے خود سے ہٹانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اس بار میری گرفت پہلے سے زیادہ سخت تھی۔ میں نے غرا کر کہا۔ ''اپنا نقصان کر کے مانو گے تو پھر کیا فائدہ میں جواب تو حاصل کر کے رہوں گا۔ اگر تم سے نہیں ملا تو تمہارے گھر والوں کو لے آؤں گا اور پھر پوچھوں گا۔''

''اس کی بیٹی ہے کالج میں پڑھتی ہے اور دیکھنے میں بھی خوب صورت ہے۔'' وسیم نے اوباشوں والے انداز میں کہا۔

''نہیں۔'' اس نے تڑپ کر کہا۔ ''بتاتا ہوں...... بتاتا ہوں۔''

''بتاؤ...... تمہارے پاس صرف ایک منٹ ہے۔''

''وہ شہلا...... کو...... کی طرف لے گئے ہیں۔'' اس نے ایک نئی آباد ہونے والی بستی کا نام لیا۔ یہ پنڈی کی حدود میں تھی اور دوسری کسی آبادی سے خاصے فاصلے پر تھی۔

''وہاں کس جگہ؟''

''وہاں ایک کوٹھی ہے جو کالی کوٹھی کہلاتی ہے۔''

''یہ کس کی ہے؟''

اس نے کسی قدر حیرت سے کہا۔''تم نہیں جانتے...... وہ مرشد علی کی کوٹھی ہے۔''

مجھے واقعی نہیں معلوم تھا اور مرشد کا نام سن کر مجھے جھٹکا لگا تھا۔''مرشد...... کا شہلا سے کیا تعلق ہے؟''

''میں نہیں...... جانتا۔'' اس نے تڑپ کر کہا میری گرفت غیر ارادی طور پر سخت ہوگئی تھی۔

''پھر تمہارے آدمی اسے وہاں کیوں لے گئے؟''

''مجھ سے مرشد نے کہا تھا اسے شہلا اور فتح خان کی تلاش ہے۔''

''شہلا کا تم سے کیا تعلق ہے؟''

''پرانا تعلق ہے ایک زمانے میں ہم کچھ عرصہ ساتھ بھی رہے پھر اس نے شادی کر لی۔'' اس نے مبہم انداز میں کہا۔''کچھ عرصے پہلے اس نے مجھ سے رابطہ کر کے مدد مانگی تھی۔''

''اور تم نے اس کی یوں مدد کی کہ اسے مرشد کے حوالے کر دیا۔'' میں نے ایک جھٹکا دے کر کہا۔''کیا لیا تم نے مرشد سے اس کے بدلے؟''

''میری کیا مجال۔'' وہ کراہ کر بولا۔''شہر کے تمام بدمعاش مرشد کے غلام ہیں وہ جس کو حکم دیتا ہے وہ بلا چوں چرا تعمیل کرتا ہے ورنہ پولیس حرکت میں آجاتی ہے اور اس کے خلاف کیس کھل جاتے ہیں۔''

''گویا مرشد اب بدمعاشوں کا بدمعاش بن گیا ہے۔'' میں نے کہا اور اسے چھوڑ دیا۔ وہ فرش پر گر گیا۔ اس کی کمر اتنی دیر تک ٹیڑھی رہی تھی کہ اب فوری طور پر اس کے لیے سیدھا ہونا ممکن نہیں تھا۔

''ایک معاملہ اور بھی ہے۔'' وہ ہانپتے ہوئے بولا۔''مرشد نے کچھ عرصے پہلے مجھ سے میری بیٹی سارہ کا رشتہ مانگا تھا اور میں نے اس کا جواب نہیں دیا تھا۔''

''تم نے انکار کر دیا تھا؟''

''نہیں میں انجان بن گیا تھا چپ کر کے بیٹھ گیا۔''

''جیسے شتر مرغ ریت میں سر دبا کر سمجھتا ہے کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔'' میں نے طنز کیا۔''لیکن خطرہ ٹلا نہیں۔''

اس نے سر ہلایا۔''مرشد نے مجھ سے رابطہ کر کے کہا کہ اگر میں شہلا یا فتح خان میں سے کسی ایک کو تلاش کر دوں تو وہ میری خطا بھول جائے گا۔''

''حالانکہ وہ بھولنے والا شخص نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔ مجھے اب اس شخص پر ترس آنے لگا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ مرشد اس سے کام بھی نکلوائے گا اور اس کی بیٹی کو بھی اٹھوا لے گا۔ وہ معاف کرنے کا قائل نہیں تھا۔''شہلا تم پر بھروسہ کرتی تھی اور تم نے اس کے اعتماد کو دھوکا دیا۔''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔''وہ بھروسہ نہیں کرتی تھی۔ میں نے اس کی مدد کی اور اس نے مجھے یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ مرشد جیسے خطرناک آدمی سے دشمنی مول لے بیٹھی ہے۔ اس نے مجھے بھی مروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔''

اس نے شہلا کے بارے میں بالکل ٹھیک کہا تھا کہ وہ صرف اپنا مطلب نکالنا جانتی تھی۔''تم نے اسے کس بہانے سے بلایا؟''

''میں نے اس سے کہا کہ میں نے اسے جو گاڑی دی تھی اس میں کچھ مسئلہ ہے کاغذات کا چکر ہے وہ مشکل میں پڑسکتی ہے اس لیے یہ گاڑی واپس کر کے دوسری لے جائے۔''

''اس کام کے لیے تم نے اسے دامن کوہ بلایا تھا؟'' میں نے شک سے کہا۔''یہ کام تو وہ تمہارے گھر آ کر بھی کر سکتی تھی؟''

''اسے شک ہو گیا شاید اس لیے اس نے کسی ایسی جگہ ملنے سے انکار کر یا جہاں میں اس پر قابو پاسکوں۔''

''اور اس ویرانے میں چلی آئی۔'' میں نے طنز کیا۔''صابر تم ہمیں بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ تم کیا سمجھتے ہو اس وقت جھوٹ بول کر بچ جاؤ گے۔ نہیں تمہارے ایک ایک لفظ کی تصدیق کی جائے گی اور سچ جھوٹ کو کھنگال کر تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔''

''میں نے سچ کہا ہے۔'' اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ وہ بدستور اوندھے منہ پڑا تھا تا کہ اپنی ستر پوشی کر سکے۔

''کالی کوٹھی کہاں ہے؟''

صابر نے اس کا تفصیلی پتا بتایا۔''اس جگہ کے بارے میں ہر کوئی نہیں جانتا ہے کہ یہ مرشد کے استعمال میں ہوتی ہے۔ وہ اسے خاص مقاصد کے لیے ہی استعمال کرتا ہے۔''

''مرشد کی شہلا سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔''

''میں نہیں جانتا لیکن یہ دشمنی کا معاملہ نہیں ہے۔ دشمنی ہوتی ہے برابر کے لوگوں میں اور شہلا کا مرشد سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔''

''چلو دشمنی نہ سہی لیکن مرشد کو کوئی تکلیف تو ہو گی شہلا سے تبھی اس نے اسے اغوا کرایا ہے۔''

''میں نہیں جانتا مرشد نے مجھے کچھ نہیں بتایا بس اس نے مجھے حکم دیا کہ میں شہلا کو تلاش کر کے کالی کوٹھی پہنچا دوں۔''

''تم نے ہمیں چکر دیا تمہارا ڈرائیور گاڑی دامن کوہ سے اوپر لے گیا اور اس نے چالاکی سے تمہیں راستے میں اتار دیا۔ تمہیں کیسے پتا چلا کہ تمہارا تعاقب ہو رہا ہے؟''

''مسلسل ایک ہی جیسے تین بائیک والے اپنی گاڑی کے آس پاس دیکھ کر مجھے شک ہو گیا تھا اس لیے میں نے ریستوران جانے کے بجائے اوپر کا رخ کیا اور ایک جگہ اتر گیا۔''

''شہلا کو پروگرام کی تبدیلی کی اطلاع کیسے دی؟''

''کال کر کے...... لیکن تم لوگوں کو کیسے پتا چلا کہ میں اتر گیا ہوں؟''

''ہمارا ایک آدمی پیچھے بھی تھا۔ اس نے تمہیں دیکھ لیا۔''

اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔''جب آدمی کی شامت آتی ہے تو اس کی چالاکی بھی دھری رہ جاتی ہے۔''

''صابر ترمذی...... تم نے جو بتایا ہے ہم اس کی تصدیق کریں گے اور اگر اس میں سے کوئی بات غلط نکلی تو ہم اپنی دھمکی پر عمل کریں گے اور تمہیں نمونہ عبرت بنا کر چھوڑ دیں گے۔'' میں نے اسے دھمکایا۔

وسیم نے مجھے اشارہ کیا اور ہم کمرے سے باہر آ گئے۔ پیچھے سے صابر چلاتا رہ گیا تھا کہ اس کے کپڑے دے دیئے جائیں لیکن ہم نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ باہر آ کر وسیم نے تشویش سے کہا۔ "یہ مسئلہ تو مزید الجھ گیا ہے شہلا کے مرشد کے ہاتھ لگنے کا مطلب ہے بریف کیس بھی اس کے علم میں آ جائے گا۔"

"تم نے ٹھیک کہا ہے اور ساتھ ہی مجھے شک ہے صابر نے شہلا کو صرف کار تبدیل کرنے کے بہانے نہیں بلایا تھا اس کے پس پشت کوئی اور چکر بھی ہے وہ بتا نہیں رہا ہے۔"

"اس سے ہم بعد میں پوچھ لیں گے۔" وسیم بولا۔ "اب بتائیں کیا کرنا ہے۔"

"میرا خیال ہے ہمیں کالی کوٹھی پر دھاوا بول دینا چاہیے۔ اگر فوری طور پر نہیں تب بھی ہمیں اس کی نگرانی شروع کر دینی چاہیے۔" میں نے کہا اور کہتے ہوئے مجھے ایک خیال آیا۔ "مانی کے پاس گوگل ارتھ کا اکاؤنٹ ہے وہ اس کی مدد سے کالی کوٹھی کی مکمل تصویر دکھا سکتا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے ہم ابھی دیکھ سکتے ہیں۔"

ہم نیچے آئے تو مانی میز پر ٹانگ رکھے اور ہیڈ فون چڑھائے ایک نئے کالے راک اسٹار کا نہایت سنسنی خیز ویڈیو دیکھ رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس نے جلدی سے ویڈیو بند کر دی اور ہیڈ فون اتار دیا۔ وسیم نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "ماشااللہ بچہ خاصی ترقی کر رہا ہے۔"

"وہ تو میں بس ایسے ہی....." مانی نے جھینپ کر کہا۔

میں نے مطلب کی بات کی۔ "مانی گوگل ارتھ پر ایک کوٹھی کی مکمل تصویر دیکھنی ہے۔"

"کوئی مسئلہ نہیں ہے کہاں پر ہے۔" مانی مستعدی سے بولا اس نے گوگل ارتھ کھول لیا تھا اس کے پاس لائیو اکاؤنٹ تھا یا اس نے کسی کا اکاؤنٹ ہیک کیا تھا اور اب دھڑلے سے استعمال کر رہا تھا۔ صابر نے کالونی کا نام اور کالی کوٹھی کی لوکیشن بیان کی تھی میں نے اسے کالونی کا نام بتایا جو اس نے ایک منٹ میں نکال لی۔ یہ کالونی زیادہ بڑی نہیں تھی۔ مشکل سے چند سو ایکڑ پر ہو گی اور اس کے گرد باؤنڈری وال بھی تھی۔ کالی کوٹھی کالونی کی مسجد سے شمال میں کوئی سو گز کے فاصلے پر تھی اور اس کے آس پاس کوئی اور کوٹھی یا تعمیر نہیں تھی۔ مانی کو کالی کوٹھی تلاش کرنے میں بھی کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

"یہ ہے آپ کی کالی کوٹھی۔" مانی نے لیپ ٹاپ میری طرف گھما دیا۔

"اسے بڑا اور واضح کرو۔" میں نے کہا۔

"انٹر کا بٹن دبانے سے تصویر بڑی اور واضح ہو گی اور اسکیپ کا بٹن دبانے سے چھوٹی ہو جائے گی۔" اس نے آسان ترکیب بتا دی۔ میں نے انٹر کیا تو تصویر بڑی ہو گئی۔ یہ تقریباً چار کنال پر بنی کوٹھی تھی اور اصل عمارت کے چاروں طرف اونچی اور خاردار تاروں سے بھری باؤنڈری وال تھی۔ یہ باؤنڈری وال بتانے کے لیے کافی تھی کہ یہ مرشد جیسے کسی شخص کا ٹھکانہ ہے۔ عمارت بہت بڑی نہیں تھی لیکن یہ دو منزلہ تھی۔ میں نے مانی سے پوچھا۔

"کیا یہ لائیو ہے؟"

"نہیں تصویر ہے اس لیے اتنی واضح ہے۔ لائیو میں اتنا واضح نہیں آئے گی۔"

''تم اسے لائیو کردو۔''

مانی نے چند بٹن دبائے اور اسکرین دوبارہ میری طرف کردی۔ ''اب یہ لائیو ہے۔''

کوٹھی دھندلا گئی تھی لیکن اس کے صحن میں موجود دو افراد صاف محسوس ہو رہے تھے۔ وہ چہل قدمی کر رہے تھے۔ ایسا ہی ایک آدمی کوٹھی کی چھت پر تھا۔ پورچ میں دو بڑی سیاہ گاڑیاں کھڑی تھیں۔ صحن میں ٹہلتے دو افراد اصل میں گیٹ کے محافظ تھے۔ وہ اتنے واضح نہیں تھے کہ ان کے پاس اسلحہ نظر آتا لیکن ان کا مسلح ہونا یقینی تھا۔ کوٹھی میں داخلے کا ایک ہی راستہ تھا۔ کوٹھی کا نقشہ دیکھتے ہوئے میرا ذہن مسلسل سوچ رہا تھا۔ سامنے کی طرف سے داخل ہونا مشکل تھا۔ لازمی شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا اور ناکامی کا امکان بھی تھا۔ سب سے بڑھ کر جانی نقصان کا اندیشہ تھا۔ ہمارے لیے ہمارا ایک ایک فرد قیمتی تھا۔ وسیم میرے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ اس نے اچانک کہا۔

''میں اپنے آدمیوں کو کال کر دیتا ہوں وہ پوری طرح تیار ہو کر آجائیں گے اور اگر آپ نے کوئی فیصلہ کیا تو اس پر عمل درآمد میں دیر نہیں لگے گی۔''

''ٹھیک ہے ویسے میرے ذہن میں ایک خیال آرہا ہے۔'' میں نے اسکرین پر کالی کوٹھی کے عقبی حصے پر ہاتھ رکھا۔ ''یہ دیکھو یہاں سے ایک نالا گزر رہا ہے۔ یہ برساتی نالا ہے۔ اس کی مدد سے کوٹھی کے پاس پہنچا جا سکتا ہے۔ آج چاند کی کون سی تاریخ ہے؟''

''شاید چار۔'' وسیم نے کہا۔ ''لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ رات کے وقت یہاں یقیناً لائٹنگ کی جاتی ہوگی۔''

''چھت پر موجود شخص خطرناک ہے کیونکہ وہ اوپر سے چاروں طرف اور دور تک دیکھ سکتا ہے۔''

''ممکن ہے اس کے پاس نائٹ وژن ہو۔'' وسیم نے سر ہلایا۔ ''اسے اڑانا ہوگا آپ کے ذہن میں کیا پلان ہے۔''

''اگر ہم ایک چھوٹا فکس بم استعمال کر کے دیوار میں سوراخ کر دیتے اور اس کے راستے اندر داخل ہوتے ہیں تو یہ کوٹھی کا عقبی حصہ ہوگا اور ان کی توجہ سامنے کی طرف ہے۔ میرا خیال ہے ہم کوٹھی میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ایک بار اندر پہنچ گئے تو سب پر قابو پا سکتے ہیں۔''

''ہمارے پاس جدید قسم کے فکس کیے جانے والے بم ہیں۔'' وسیم نے سر ہلایا۔ ''اگر اندر بھی اتنے ہی گارڈز اور ہوئے تو ان پر قابو پانا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ البتہ ہمیں رعایت سے گریز کرنا ہوگا کیونکہ وہ بھی ہمارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کریں گے۔''

میں نے سوچ کر سر ہلایا۔ ''ٹھیک ہے۔''

''ہمارے پاس ہم سب کے علاوہ دس افراد ہیں۔''

''میں، تم، بیتو اور ایاز کے علاوہ چھ افراد بلالو۔ ان کے پاس فکس کرنے والے بم ہوں اور خودکار رائفلوں کے ساتھ کم سے کم ایک اسنائپر رائفل بھی ہو۔ باقی ہینڈ گرنیڈ اور دھوئیں کے بم ہوں۔''

مانی کا رنگ اڑ گیا تھا اس نے کبھی اس قسم کی باتیں سامنے نہیں سنی تھیں جن سے آگ وخون کی بو آتی ہو۔

اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ''شوبی کیا یہ سب سچ مچ ہوگا؟''

''تو برخوردار کیا تم مذاق سمجھ رہے ہو؟'' وسیم نے سنجیدگی سے کہا۔ ''کبھی ہمارے دشمن یہاں آئے تو وہ اس سے زیادہ خطرناک ہتھیاروں سے مسلح ہوں گے۔''

مانی فکرمند ہوگیا۔ ''کیا وہ ایٹم بم ماریں گے؟''

''نہیں لیکن اس سے کچھ ہی چھوٹا بم استعمال کریں گے۔ یہ فارم تو سمجھو یوں غائب ہو جائے گا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔''

''اور جو ادھر ہوں گے؟''

''وہ بھی غائب......'' وسیم اسے ڈرا رہا تھا۔

''تب مجھے معاف رکھیں میں یہاں اکیلا نہیں رہوں گا۔'' مانی نے انکار کر دیا۔ ''میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔''

''نہیں تمہیں یہیں رہنا ہے۔'' وسیم نے کہا۔ ''یہ شہباز صاحب کا حکم ہے اور فارم کا دفاع بھی تمہیں کرنا ہے۔''

''تمہیں پستول یا رائفل چلانی آتی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''صرف گیمز کی حد تک۔'' مانی نے مردہ لہجے میں کہا۔

''تمہیں صرف زبان چلانی آتی ہے لیکن افسوس ہمارے دشمن یہ زبان سمجھتے نہیں ہیں۔''

''آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔'' مانی نے رو دینے والے انداز میں کہا تو مجھے ہنسی آگئی۔

''برخوردار اتنا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ جگہ محفوظ ہے، دشمن کو ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے دوسرے وہ اگر آئے تو تمہیں پہلے علم ہو جائے گا اور تم اپنا مال سمیٹ کر پیچھے سے فرار ہو جانا۔''

''اور اگر وہ پیچھے بھی آگئے۔''

''تب تمہیں شہادت نصیب ہوگی۔'' وسیم نے زبردستی اس سے ہاتھ ملایا۔ ''یہ اعزاز سب سے پہلے تمہیں ملے گا۔''

''مجھے کیوں آپ لے لیں۔'' اس نے ہاتھ چھڑایا۔

مجھے مانی کی بات نے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ ہم اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے کیونکہ اس میں اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت نہیں تھی یہاں اس کے ساتھ کسی کا ہونا ضروری تھا۔ سفیر فوری نہیں جا رہا تھا۔ ''سفیر تمہارے ساتھ رہے گا۔''

''اچھا۔'' وہ بے دلی سے بولا۔ ''یہ دشمن کے آنے سے کچھ ہی بہتر ہوگا۔''

''تم دونوں کا وقت اچھا گزرتا ہے۔'' وسیم ہنسا اور باہر چلا گیا وہ اپنے آدمیوں سے رابطہ کر کے انہیں بلا رہا تھا۔ فارم ہاؤس میں معمول کا اسلحہ تھا جیسے پستول اور رائفلیں وغیرہ لیکن اس مہم کے لیے جو اسلحہ درکار تھا وہ حویلی میں تھا۔ میں نے عبداللہ کو کال کی۔ ''ایاز کہاں ہے؟''

''یہاں موجود ہے جناب۔'' اس نے کہا۔ ''کیا اسے بھی ساتھ لے آؤں؟''

''نہیں اسے ابھی بھیج دو اور ہو سکے تو تم بھی آ جاؤ۔''

''میں آ جاتا ہوں۔''

''ایک کام ہے تیار ہو کر آنا۔''

''میں سمجھ گیا۔'' اس نے کہا۔ ''آپ کی ایاز سے بات کراؤں؟''

''نہیں اب تم دونوں آؤ گے تو بات بھی ہو جائے گی۔''

سفیر کو پتا چلا تو وہ دوڑا آیا۔ ''یار کیا کرنے کا ارادہ ہے؟ یہ تیاریاں کس لیے۔''

''بہت دنوں سے کچھ کیا نہیں ہے ہاتھ میں کھجلی ہو رہی ہے۔''

''لیکن اس طرح مرشد سے براہ راست پنگا......''

''براہ راست نہیں...... ہم شہلا کو لینے جا رہے ہیں اب وہ مرشد کے پاس ہے تو یہ اس کا قصور ہے ویسے ہم کامیاب رہے تو اسے پتا بھی نہیں چلے گا کہ کس نے کام کیا ہے۔''

سفیر نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اسے احمق مت سمجھو...... وہ کارروائی کے انداز سے جان جائے گا کہ یہ کس کی کارروائی ہے۔''

''وہ احمق نہیں ہے لیکن اتنا عقل مند بھی نہیں ہے وہ شک کر سکتا ہے لیکن ہم پر الزام نہیں لگا سکتا ہے اور ابھی تو اسے شک ہوگا کہ یہ نادر یا اس کے ہمدردوں کی جوابی کارروائی ہے۔''

سفیر کے خدشات کم نہیں ہوئے تھے۔ ''تم بہت عجلت میں بہت بڑا قدم اٹھانے جا رہے ہو۔''

''یار ہم تمام حفاظتی تدابیر کریں گے اور دشمن کو وار کرنے کا موقع ہی نہیں دیں گے۔ دوسرے خطرے میں تو ہم سب ہمہ وقت ہوتے ہیں۔ ہم صرف دفاع کر کے بچ نہیں سکتے ہیں۔''

سفیر سمجھ گیا کہ میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ ''ٹھیک ہے یار اب میرے لیے کیا حکم ہے۔''

''عبداللہ آ رہا ہے تم اس کے ساتھ مل کر خواتین کو حویلی منتقل کرنے کا پروگرام بناؤ گے۔ یہ بات یقینی ہے کہ عبداللہ والی کوٹھی کی نگرانی کی جا رہی ہوگی۔ یہ منتقلی آنے والے ایک دو دن میں ہو جانی چاہیے۔''

جو خدشات سفیر کی زبان پر تھے وہی میرے دل میں بھی تھے لیکن میں سمجھ رہا تھا اگر شہلا ماری جاتی یا ہمارے ہاتھ سے نکل جاتی تو ایک اہم مہرہ مرشد کے ہاتھ میں چلا جاتا اور وہ بریف کیس حاصل کر لیتا تو ہمارے خلاف پہلے سے زیادہ مضبوط پوزیشن میں آ جاتا۔ پھر فتح خان کے بارے میں بھی صرف شہلا سے پتا چلایا جا سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ شہلا کی مرشد سے براہ راست کوئی دشمنی نہیں تھی بلکہ اس نے اسے فتح خان کا پتا چلانے کے لیے اٹھوایا تھا۔ مرشد کو فتح خان سے جو نقصان ہوئے تھے وہ یقیناً پاگل ہو گیا تھا۔ شہلا کو اس کے قبضے میں گئے خاصی دیر ہو گئی تھی اور مجھے خدشہ تھا کہ اگر وہ زندہ بھی ہوئی تو مرشد کے درندوں نے اسے ادھیڑ کر رکھ دیا ہوگا۔ رحم و مروت کے الفاظ ان کی لغت میں شامل نہیں تھے اور میں کئی بار ان کی درندگی کے نمونے دیکھ چکا تھا۔

شہلا کو آزاد کرانے کے ساتھ میں مرشد کو احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ اور اس کے ٹھکانے اتنے محفوظ نہیں تھے جتنا وہ سمجھ رہا تھا۔ باہر سے عبداللہ اور ایاز کی آوازیں آ رہی تھیں میں باہر نکل آیا۔ سلام دعا کے بعد میں نے

اپنا مقصد بیان کیا تو ایاز خوش ہو گیا۔ ''بہت دنوں سے ہاتھ پاؤں چلانے کا موقع نہیں ملا ہے۔''

''جناب میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا؟'' عبداللہ نے پوچھا۔

''نہیں تم سفیر کے ساتھ مل کر لیڈیز کو حویلی منتقل کرنے کی تیاری کرو۔''

عبداللہ مایوس ہوا۔ ''اچھا میں تو سمجھا تھا کہ آپ مجھے بھی ساتھ لے کر جائیں گے۔''

''تم بیک اَپ میں رہو گے اور اپنے ساتھیوں کو بھی تیار رکھنا۔'' میں نے کہا۔ ''ممکن ہے تمہاری مدد کی ضرورت پڑ جائے۔''

''تب میں انہیں تیار رہنے کا حکم دیتا ہوں بلکہ بلوا لیتا ہوں۔''

''گارڈز میں سے مت بلوانا۔''

''نہیں چار آدمی الگ سے ہیں۔ انہیں کہاں بلاؤں؟''

میں نے عبداللہ کو کالونی کے بارے میں بتایا جہاں مرشد کی کالی کوٹھی تھی وہ کوٹھی کا نام سن کر حیران ہوا۔

''یہ کیسا نام ہے؟''

''جیسے مرشد کے کرتوت ہیں ویسا ہی نام ہے..... ویسے میرا خیال ہے کسی وجہ سے مشہور ہو گیا ہو گا اور مرشد نے دہشت قائم کرنے کے لیے یہی نام رکھ لیا ہو گا۔''

ایک گھنٹے بعد وسیم نے اطلاع دی۔ ''آدمی اور گاڑیاں پہنچ گئی ہیں۔''

اس دوران عبداللہ کے آدمی بھی اپنی گاڑی میں کالونی کے پاس پہنچ گئے تھے۔ اس نے کہا۔ ''سنیں میں بھی چلتا ہوں میں اپنے آدمیوں کے ساتھ باہر رہوں گا اپنا کام میں یہاں واپسی کے بعد کر لوں گا۔''

''ٹھیک ہے تم بھی چلو۔'' میں نے کہا اور وسیم کی طرف دیکھا۔ ''وین بھی جائے گی؟''

''بالکل..... یہ آپس میں سب کا رابطہ رکھے گی۔'' وسیم نے جواب دیا۔ ''یہاں سے ہم اسی میں جائیں گے۔''

''پھر بھی وین اس جگہ سے دور کھڑی کرنا یہ کسی کی نظروں میں نہ آئے۔''

چھ بجے ہم فارم ہاؤس سے نکلے تو باہر تاریکی چھا رہی تھی۔ عبداللہ اور ایاز تعاقب سے بچنے کے لیے ایک متبادل راستے سے آئے تھے۔ ایاز اور عبداللہ ہمارے ساتھ آ گئے۔ ڈرائیونگ کمپارٹ میں شہاب اور وسیم تھے جب کہ میں، عبداللہ، بیتو اور ایاز پیچھے تھے۔ حویلی سے دو گاڑیوں میں وسیم کے چھ آدمی آئے تھے میرے خیال میں یہ تسلی بخش نفری تھی۔ چھ ہم تھے اور چار عبداللہ کے آدمی تھے۔ جو اس کے ساتھ بیک اَپ میں رہتے اور ضرورت پڑنے پر ہماری مدد کے لیے آ جاتے۔ راستے میں عبداللہ کو اس کے آدمیوں کے پاس اتار کر ساڑھے چھ بجے ہم کالونی میں داخل ہو گئے تھے۔ ایک چوکیدار بیریئر بند کیے بیٹھا تھا لیکن اس نے گاڑیاں دیکھ کر بغیر کوئی سوال کیے ہوئے بیریئر ہٹا دیا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ وسیم نے وین کا سیٹلائیٹ میپ سسٹم آن کیا اور اب یہ ہماری رہنمائی کرنے لگا۔ کالی کوٹھی سے کوئی ایک فرلانگ دور نالے کے ساتھ گاڑیاں روک لیں۔ یہاں تاریکی تھی اور گاڑیوں کی تمام لائٹس بند تھیں اس لیے امید تھی کہ کوٹھی کی چھت سے یہ گاڑیاں نظر نہیں آئیں گی۔

وسیم نے وین کی چھت پر موجود دوربین کا رخ کوٹھی کی طرف کر دیا اور اس کا رات کو دیکھنے والا نظام آن کیا فوراً ہی بڑے ایل سی ڈی اسکرین پر کوٹھی نمودار ہوئی اور یہ بڑی ہونے لگی۔ وسیم چھت کو فوکس کر رہا تھا۔ ماحول ہرے رنگ کا تھا اور اس میں فوراً ہی وہ سرخ دھبہ نظر آ گیا جو کسی آدمی کا تھا۔ وہ چھت پر ٹہل رہا تھا۔ وسیم نے دوسری گاڑی میں موجود اپنے ایک آدمی سے کہا۔ ''اسے احتیاط سے نشانہ بناؤ۔ ایک فائر میں اس کا کام تمام ہو جانا چاہیے۔''

مجھے عجیب سا لگا...... میری جدوجہد کے دوران بہت کم مواقع ایسے آئے تھے جب میں نے کسی آدمی کو یوں مارا ہو یا مارنے کو کہا ہو جسے میں جانتا بھی نہیں تھا حالانکہ وہ مرشد جیسے شیطان کا خاص ملازم تھا اور اس سے شریف ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ مرشد اس قسم کے کاموں کے لیے چھٹے ہوئے سفاک بدمعاش رکھتا تھا جو اکثر پولیس کو بھی مطلوب ہوتے تھے۔ اس کے باوجود میرے دل پر ایک بوجھ سا آیا تھا۔ ہم سب دم سادھے اسکرین پر نظر جمائے بیٹھے تھے۔ فائر کی آواز نہیں آئی لیکن چھت پر ٹہلتا آدمی اچانک غائب ہو گیا۔ وہ جس طرح جھٹکے سے گرا تھا صاف لگ رہا تھا اسے گولی لگی ہے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا تھا اور اس کے گرنے سے نیچے والوں کی طرف سے کوئی ردِعمل سامنے آتا یا نہیں۔

''ہمیں پانچ منٹ انتظار کرنا ہو گا۔'' وسیم نے آہستہ سے کہا۔ ''اس کے بعد سب حرکت میں آ جائیں گے۔ شہباز صاحب آپ وین میں......''

''میں ساتھ چلوں گا۔''

''اوکے بیتو وین میں رہے گا۔'' وسیم نے فیصلہ سنایا وہ مشن کمانڈر تھا۔ وہ گھڑی پر نظر جمائے بیٹھا تھا۔ جیسے ہی پانچ منٹ پورے ہوئے اس نے اشارہ کیا اور ہم وین سے نیچے اتر آئے۔ بیتو نے اندر سے دروازہ لاک کر لیا۔ اب نگرانی کی ذمے داری شہاب کی تھی۔ وہ ہمیں گائیڈ کرتا۔ ہم نو افراد خاموشی سے نالے میں اتر گئے۔ یہ بہت گہرا نالا نہیں تھا لیکن ہم جھک کر چلتے تو دور سے نظر نہیں آتے۔ وسیم اور آگے چلنے والے اس کے ایک ساتھی نے نائٹ ویژن لگا رکھی تھی۔ وہی ہماری رہنمائی کر رہا تھا۔ ورنہ یہاں اتنی تاریکی تھی کہ مشکل سے ہی کچھ نظر آ رہا تھا۔ میں درمیان میں تھا اور نصف راستے کے بعد ہمیں کوٹھی کی عقبی دیوار نظر آنے لگی تھی توقع کے عین مطابق یہاں دیوار پر لائٹیں روشن تھیں اور آس پاس سب صاف دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے آہستہ سے وسیم سے کہا۔

''اگر یہاں کیمرے ہوئے تو ہم فوراً نظر میں آ جائیں گے۔''

''کیمرے نہیں ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''وین کا کمپیوٹر کیمروں کی نشاندہی کر سکتا ہے اور اس نے بتایا کہ یہاں کوئی کیمرہ نہیں ہے۔''

میں مطمئن ہو گیا۔ وسیم نے دو آدمی کوٹھی کے سامنے کی طرف بھیج دیئے۔ وہ اسنائپر تھے اور اگر کوئی اس طرف سے نکلنے کی کوشش کرتا تو وہ اسے مار گراتے۔ گاڑی ہوتی تو اس کا ٹائر برسٹ کر دیتے۔ وہ اسی نالے میں آگے روانہ ہو گئے۔ وسیم کا وہ آدمی جو بم لگانے کا ماہر تھا ایک چھوٹا سا بیگ لے کر نالے سے نکلا اور کوئی دس گز دور کوٹھی کی دیوار کے پاس جا پہنچا۔ وسیم نے بتایا کہ اس نے کچھ جدید قسم کے چھوٹے لیکن تباہ کن بم منگوائے

تھے۔ اس کا یہ آدمی انہیں استعمال کرنے کا ماہر تھا۔ اس نے دیوار کی جڑ میں بیٹھ کر اپنی کارروائی کی اور مشکل سے دو منٹ بعد واپس آ گیا۔ اس نے آتے ہی مطلع کیا۔

''ایک منٹ بعد دھماکہ ہوگا۔''

''اندر جاتے ہی تمام افراد تین پارٹیوں میں بٹ جائیں گے۔ تم میں سے دو میرے ساتھ ہوں گے، ایک ایاز اور ایک شہباز صاحب کے ساتھ ہوگا۔''

ابھی اس کی بات مکمل ہوئی تھی کہ دبا ہوا دھماکہ ہوا اور گرد و غبار کا ایک چھوٹا سا طوفان اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی اس طرف کی تمام روشنیاں بند ہو گئیں۔ دھماکہ دبا ہوا تھا لیکن اتنا دبا ہوا بھی نہیں تھا کہ اندر والوں کو اس کی خبر نہ ہوتی۔ ہم ایک ساتھ اٹھ کر بھاگے اور باری باری دیوار میں بننے والے خلا سے گزر کر اندر داخل ہو گئے۔ ہم تین حصوں میں بٹ گئے تھے۔ وسیم دو آدمیوں کے ساتھ کوٹھی کے بائیں طرف سے اگلے والے حصے کی طرف بڑھا۔ ایاز کے ساتھ ایک نے وہیں درختوں میں مورچہ بنا لیا جب کہ میں ایک آدمی کے ساتھ دائیں طرف بڑھا۔ یہ وہی بم ماہر تھا۔ یہاں کوٹھی کا پچھلا حصہ محدود اور کچا تھا۔ میں نے اندر آتے ہی دیکھ لیا تھا کہ عقب میں کوئی دروازہ نہیں ہے صرف کھڑکیاں ہیں اور ان پر بھی فولادی گرل تھی۔ ابھی میں اور میرا ساتھی عمارت کے پاس پہنچے تھے کہ اوپر سے شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی اور کسی نے مشین گن سے برسٹ مارا۔

ایک لمحے کو میرا دل رک گیا کہ شاید اوپر سے کسی نے ہمیں دیکھ لیا تھا اور برسٹ ہماری طرف مارا گیا تھا۔ مگر صرف آواز پاس سے آئی تھی گولیاں کہیں اور گئیں۔ وسیم اور اس کے دونوں ساتھی آگے جا چکے تھے مجھے ایاز اور اس کے ساتھی کا خیال آیا میں نے سرگوشی میں پوچھا۔ ''ایاز تم دونوں ٹھیک ہو؟''

''بال بال بچے ہیں جناب۔'' اس نے جواب دیا۔ ''برسٹ ہماری طرف آیا تھا اگر تنوں کے پیچھے نہ ہوتے تو گولی لگ سکتی تھی۔''

''ہوشیار رہنا اس برسٹ نے ثابت کر دیا ہے اندر بھی پوری طرح مسلح لوگ موجود ہیں۔''

اسی لمحے ایک ہلکی سی آواز آئی اور اوپر کوئی بھیانک انداز میں چلایا۔ میرے ہیڈ سیٹ میں شہاب کی آواز آئی۔ ''میں نے مشین گن والے کو گرا دیا ہے۔''

شہاب نے دور مار رائفل سے نشانہ لیا تھا اور اس کا نشانہ بہترین نکلا تھا۔ وین یہاں سے کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر تو تھی۔ وہ وین کی دوربین سے معائنہ بھی کر رہا ہوگا۔ ''گڈ...... اوپر کتنے لوگ نظر آ رہے ہیں؟''

''مختلف کھڑکیوں میں کم سے کم تین افراد ہیں۔'' شہاب نے جواب دیا۔ ''ان میں سے ایک مارا گیا ہے۔''

اسی لمحے کوٹھی کے سامنے والے حصے سے فائرنگ کی تیز آواز آئی۔ یہ ملے جلے ہتھیار تھے جو بیک وقت چل رہے تھے۔ وسیم اور اس کے ساتھیوں نے اپنی کارروائی شروع کر دی تھی۔ میں کھسکتا ہوا ایک کھڑکی تک پہنچا۔ یہ بڑے پٹ والی کھڑکی تھی لیکن اس پر مضبوط فولادی گرل تھی۔ میں نے اپنے ساتھی کو اشارے سے پاس بلایا۔ ''اسے توڑنے کا کوئی طریقہ ہے؟''

''بالکل ہے جناب۔'' اس نے کہا اور اپنے بیگ سے ایک چھوٹا سا سیاہ ڈبا نکالا۔ یہ مشکل سے بیس سگریٹ والے پیکٹ کے برابر تھا۔ اس نے اسے ایک جگہ سے دبایا اور فولادی گرل پر رکھ کر تیزی سے دیوار کے کونے کی طرف بڑھا۔ یہ وہی ایک منٹ بعد خود بہ خود پھٹ جانے والا بم تھا۔ جیسے ہی ہم دیوار کی آڑ میں ہوئے دھماکہ ہوا اور فولادی گرل دیوار سے نکل کر نیچے گری ہم دونوں بیک وقت اس طرف دوڑے۔ میرے ساتھی نے مجھے پیچھے رکھا اور خود تیزی سے اندر کود گیا۔ ایک منٹ بعد اس کی آواز آئی۔ ''آل کلیئر سر۔''

میں بھی اندر کود گیا اور ریڈیو پر سب کو اطلاع دی۔ ''ہم اندر داخل ہو گئے ہیں۔''

''ہمیں سامنے مزاحمت کا سامنا ہے۔'' وسیم کی آواز آئی۔ ''کم سے کم ایک آدمی مارا گیا ہے اور اندر دو اور موجود ہیں۔''

گویا کوٹھی کے اندر پانچ افراد تو تھے اور ممکن ہے اس سے زیادہ ہوں۔ ہم جس کمرے میں تھے یہ خواب گاہ تھی مگر اس وقت یہاں کوئی نہیں تھا۔ میرے ساتھی نے ملحقہ دروازے کو کھول کر دیکھا تو یہ واش روم نکلا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل پر ایک چھوٹا آئینہ رکھا تھا میں نے وہ اٹھایا اور کمرے کی لائٹس بند کرتے ہوئے باہر کا دروازہ کھولا اور آئینہ باہر نکال کر دیکھا۔ یہ راہداری تھی اور خالی لگ رہی تھی لیکن یہ دھوکا بھی ہو سکتا تھا دشمن کہیں تاک میں بیٹھا ہو سکتا تھا اور جیسے ہی ہم باہر جاتے وہ اپنا کام کر جاتا۔ میں نے بستر سے تکیہ اٹھایا اور اسے راہداری میں پھینکا فوراً ہی ایک طرف سے کسی نے شاٹ گن کا فائر کیا۔ محدود جگہ میں اس کا دھماکہ کچھ زیادہ ہی محسوس ہوا۔ فائر کرنے والا دائیں طرف اسی قطار میں کسی کمرے میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے اضطراری طور پر فائر کیا تھا ورنہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی رکتا تو انسان اور تکیے میں فرق محسوس کر لیتا۔ میں نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا۔

''اس کا کوئی حل ہے۔''

اس نے سر ہلایا اور اپنے بیگ سے دو عدد مختصر اور آسان سے گیس ماسک نکالے ایک اپنے چہرے پر چڑھایا اور دوسرا مجھے دے دیا۔ میں نے بھی پہن لیا تو اس نے بیگ سے ایک چھوٹی باڈی اسپرے قسم کی دھاتی بوتل نکالی اور اس کی اوپری چابی گھما کر اسے راہداری میں اس طرف پھینک دیا جہاں سے فائر ہوا تھا۔ چابی گھماتے ہی اس سے دھواں نکلنے لگا تھا۔ ایک منٹ کے اندر راہداری دھواں دھار ہو گئی تھی اور شاٹ گن چلانے والا کھانستا ہوا کمرے میں رُوپوش ہو گیا تھا۔ ہم باہر نکل آئے جس کمرے سے آدمی کے کھانسنے کی آواز آ رہی تھی میں نے اس کے دروازے کا لاک فائر کر کے توڑ دیا اور پھر پیچھے ہو گئے فوراً ہی اندر سے شاٹ گن کا فائر آیا تھا۔ اس نے رہی سہی کسر پوری کر دی اور دروازہ کھل گیا میرے ساتھی نے فرش پر پڑا گیس بم پاؤں کی ٹھوکر سے اندر پھینک دیا۔ جس سے بدستور دھواں خارج ہو رہا تھا۔ اندر موجود آدمی کھانستے اور گالیاں دیتے ہوئے بالآخر ڈھیر ہو گیا۔

باہر اور سامنے سے فائرنگ کا سلسلہ جاری تھا۔ میں نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا کہ وہ سامنے کی طرف جائے اور اندر موجود مزاحمت کو صاف کر دے میں خود پلٹ کر واپس آیا۔ میرا رخ کوٹھی کے وسطی حصے کی طرف تھا۔ کوٹھی اندر سے بھی خاصی بڑی ثابت ہوئی تھی۔ ابھی تک ہمیں کوئی ایسا فرد ہاتھ نہیں لگا تھا جس سے مرشد کا تعلق جوڑا جا سکتا۔ خود مرشد یہاں نہیں تھا اگر وہ ہوتا تو اس کے درجنوں محافظ بھی یہاں ہوتے جب کہ یہاں دس

سے بھی کم لوگ تھے۔ مگر شہلا کی یہاں موجودگی کا امکان تھا۔ میں اسے ہی تلاش کر رہا تھا۔ میرے ساتھی وقفے وقفے سے اطلاع دے رہے تھے کہ مزید مزاحمت کرنے والے مارے جا چکے تھے۔ ہمیں کوٹھی میں داخل ہوئے دس منٹ ہونے والے تھے اور ہمیں آدھے گھنٹے کے اندر اپنا کام کر کے یہاں سے نکل جانا تھا۔ شہاب کا رابطہ موبائل پر عبداللہ سے تھا جو کالونی کے باہر مین روڈ پر موجود تھا اگر پولیس آجاتی تو وہ ہمیں خبردار کرتا اور پولیس کو روکتا۔ اگرچہ ہماری پولیس سے منٹوں والی مستعدی کی توقع نہیں تھی لیکن معاملہ مرشد کا تھا اس لیے آدھے گھنٹے میں اس کی آمد متوقع تھی۔ اس سے پہلے ہمارا یہاں سے نکل جانا ضروری تھا۔

دو آدمی شہاب نے مار گرائے تھے۔ ایک ایاز کا نشانہ بنا تھا اور ایک کو ہم نے بے بس کر دیا تھا۔ وسیم اور اس کے ساتھیوں نے سامنے موجود دونوں گارڈز کو نشانہ بنایا تھا لیکن ابھی سامنے والے حصے میں موجود کم سے کم دو افراد مزاحمت کر رہے تھے۔ راہداری آگے جا کر گھوم رہی تھی۔ میں نے آگے جھانکا۔ کوٹھی کی اندرونی روشنیاں جل رہی تھیں۔ دھماکے سے صرف متعلقہ حصوں کی لائٹ متاثر ہوئی تھی اس کا مطلب تھا کہ ہر حصے کے لیے الگ وائرنگ تھی اس قسم کی کوٹھی میں اس قسم کا انتظام ہونا چاہیے تھا۔ میں پوری طرح محتاط تھا جس طرح اس کمرے میں ایک آدمی موجود تھا اسی طرح اس راہداری کے کسی کمرے میں کسی دشمن کی موجودگی ممکن تھی۔ میرا ہاتھ رائفل کے ٹریگر پر تھا اور میں ایک لمحے کے چوتھے حصے میں فائر کرنے کے لیے تیار تھا۔

میں راہداری میں آگے بڑھ رہا تھا کہ مجھے عجیب سی آواز آئی جیسے کوئی کراہا ہو۔ میں رک گیا۔ آواز قریب سے آئی تھی لیکن میں اندازہ لگانے سے قاصر تھا کہ کس طرف سے آئی تھی۔ میں ساکت تھا اور اس بار پوری طرح مستعد بھی تھا لیکن آواز دوبارہ نہیں آئی جب میں آگے بڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا تو آواز دوبارہ آئی اور اس بار واضح تھی۔ میں نے سمت کا تعین بھی کر لیا یہ میرے بائیں طرف موجود کمرے سے آئی تھی۔ میں نے اس کا دروازہ کھولنا چاہا لیکن وہ لاک نکلا۔ میں نے پستول کی نال لاک پر رکھ کر فائر کیا اور لاک ٹوٹ کر کھل گیا۔ میں نے ایک طرف ہوتے ہوئے دروازے کو اندر دھکیلا۔ اندر تاریکی تھی اور خلاف توقع کسی نے فائر بھی نہیں کیا اس کے باوجود میں نے پستول اوپر کی طرف کر کے ایک فائر کیا کہ اندر کوئی موجود ہوا تو بھڑک کر ردِعمل ظاہر کر سکتا تھا۔ مگر جب کوئی جواب نہیں آیا تو میں نے گیس ماسک اتارتے ہوئے اندر ہاتھ مارا اور سوئچ مل جانے پر اس کے سارے بٹن آزمائے بالآخر ایک سوئچ کام آیا اور اسے دباتے ہی اندر روشنی ہو گئی تھی۔ مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ روشنی ہوتے ہی اتنا خوفناک اور رگوں میں خون خشک کر دینے والا منظر سامنے آئے گا۔

میرے سامنے ننگے فرش پر ایک عورت کا بے لباس وجود یوں پڑا تھا کہ زخموں نے اس کی ستر پوشی کر دی تھی سر سے پاؤں تک جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جو زخموں سے خالی ہو۔ اس کے زخموں سے بہنے والا لہو فرش پر پھیلا ہوا تھا۔ اس کے بال جلا دیئے گئے تھے اور آنکھیں نکال دی گئی تھیں۔ بلیڈ جیسے تیز دھار آلے کے زخم تھے یا سگریٹ سے جلائے جانے کے نشانات تھے۔ اس قدر زخم سہہ کر وہ نہ جانے کیسے زندہ تھی فرش پر پھیلا ہوا خون بھی کم نہیں تھا اور صاف پتا چل رہا تھا کہ اس کے جسم سے بیشتر خون نکل چکا ہے۔ وہ سخت تکلیف میں تھی اس کے باوجود زندہ تھی۔ کیونکہ وہ کوئی عام عورت نہیں...... بلکہ شہلا تھی۔ جب ہم کالی کوٹھی کی طرف آ رہے تھے تب بھی مجھے امید نہیں تھی کہ میں شہلا کو صحیح سالم یا زندہ پا سکوں گا لیکن جس حال میں اسے دیکھ رہا تھا اس کا تو میں نے سوچا

نہیں تھا۔

اسے اس حال تک پہنچانے سے پہلے مرشد کے کتوں نے اس کے جسم کو بھی روندا تھا۔ شہلا کوئی پاک باز عورت نہیں تھی لیکن عورت تو تھی اس کے ساتھ یہ سلوک کرنے والوں کے لیے شہلا اور کوئی بھی عورت برابر تھی کیونکہ ان کے آقا نے اسے ایسے ان کے سامنے ڈال دیا تھا جیسے کتوں کے سامنے راتب ڈالا جاتا ہے اور انہوں نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا تھا جو کتے راتب کے ساتھ کرتے ہیں۔ شہلا میری دشمن تھی آخری بار اس نے مجھے مارنے کی کوشش کی تھی بریف کیس میں بم تھا اور اللہ نے مجھے عقل دی ورنہ میں مارا جاتا۔ اس کے علاوہ بھی شہلا نے مجھ سے دشمنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ موقع ملنے پر ہمیشہ مجھے دھوکا دیا اور نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود اسے اس حال میں دیکھ کر میرا دل دکھی ہونے لگا تھا اور ان لوگوں کے لیے میرے اندر آتش فشاں سا پھٹنے لگا تھا جو شہلا کی اس حالت کے ذمے دار تھے۔ میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہے اور لاشعوری طور پر تکلیف سے کراہ رہی ہے لیکن بیٹھتے ہوئے رائفل کا دستہ فرش پر لگا تو وہ چونکی۔

''کک...... کون؟'' وہ دھیمی اور تقریباً کراہ نما آواز میں بولی جسے بمشکل میرے کانوں نے سنا تھا۔

''ڈرو نہیں...... شہلا یہ میں ہوں۔'' میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

''شہباز؟'' اس نے بہت مشکل اور بے یقینی سے پوچھا۔

''ہاں یہ میں ہوں...... مجھے دیر ہوگئی۔'' میں نے دکھ سے کہا۔ ''مجھے اندازہ نہیں تھا مرشد کے کتے اتنی جلدی......''

''میں...... مر رہی ہوں۔'' وہ کراہی۔ ''شہباز تم اچھے آدمی ہو...... میری آخری خواہش پوری کرو گے؟''

میں اس کے انداز سے سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا خواہش ظاہر کرنے والی تھی۔ ''نہیں شہلا یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ جب تک تم دشمن تھیں میں شاید تمہیں مار دیتا لیکن اب......''

''میں اب بھی دشمن ہوں۔''

''میں مرتے شخص سے دشمنی نہیں نبھاتا۔'' میں نے کہا۔

''پلیز شہباز۔'' وہ گڑگڑائی۔ ''تم نہیں جانتے...... میں کتنی اذیت میں ہوں۔''

میں دیکھ رہا تھا وہ کتنی اذیت میں تھی۔ وہ چاہتی تھی میں اسے گولی مار کر اس اذیت سے نجات دلا دوں اور یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا تھا۔ ''مرشد تم سے کیا چاہتا تھا اس نے تمہیں کیوں اٹھوایا؟''

''میں بتاؤں گی۔'' وہ رونے والے انداز میں بولی۔ ''لیکن تمہیں وعدہ کرنا ہوگا مجھے مار دو گے...... بولو شہباز مجھے شوٹ کرو گے؟''

''میں ایسا وعدہ نہیں کرسکتا۔''

''بریف کیس۔'' وہ جلدی سے بولی۔ ''تمہیں بریف کیس چاہیے نا...... تم اس کی خاطر میری تلاش میں تھے میں تمہیں بتاؤں گی وہ بریف کیس کہاں ہے؟''

شہلا نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا لیکن اگر میں اس سے وعدہ کر لیتا تو مجھے یہ وعدہ نبھانا ہی پڑتا۔ دوسری طرف بریف کیس تھا وہ لازمی تھا۔ میں نے اس کے حصول کے لیے بہت کوشش کی تھی اور بہت ساری مشکلات برداشت کی تھیں۔ میں اسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے سوچا اور دل کڑا کر کے شہلا سے وعدہ کیا۔ ''ٹھیک ہے اگر تم مجھے بریف کیس کے بارے میں بتا دو گی تو میں تمہیں اس اذیت سے نجات دلا دوں گا۔''

اس نے گہرا سانس لیا۔ ''مجھے تمہارے وعدہ پر اعتبار ہے۔ شہباز میرے پاس آ جاؤ اس بریف کیس کے بارے میں کسی اور کو علم نہیں ہونا چاہیے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیسے آئے؟''

''ہم نے حملہ کیا ہے اور یہاں قبضہ کر لیا ہے۔''

''سنو یہاں مائک لگے ہیں اور ایسے خفیہ الارم ہیں جو کہیں اور اطلاع دیتے ہیں۔''

شہلا کا انکشاف تشویش ناک تھا میں فوراً ریڈیو پر وسیم کو اس خطرے سے آگاہ کیا۔ پھر میں شہلا کی طرف متوجہ ہوا۔ ''تم فکر مت کرو تم جو بتاؤ گی وہ صرف مجھ تک محدود رہے گا۔''

''تمہیں یاد ہے جب ہم تمہیں اور سویرا کو اغوا کر کے لے گئے تھے اور ویران جگہ رکھا تھا پھر وہاں خانہ بدوشوں نے حملہ کیا تھا؟''

''ہاں وہ سب فتح خان کے آدمیوں کی وجہ سے ہوا تھا۔''

''خانہ بدوشوں نے سب کو یرغمال بنا لیا تھا پھر فتح خان اور اس کے ساتھیوں نے حملہ کیا تو وہ افراتفری میں فرار ہو گئے۔ اس وقت ہمیں بھی خیال نہیں رہا تھا بعد میں پتا چلا کہ بریف کیس اور بلیک میلنگ کا دوسرا اسٹف غائب ہے۔ وہ خانہ بدوش لے گئے تھے۔''

میں دم بخود رہ گیا تھا۔ وہ بریف کیس اتنے عرصے سے غائب تھا اور میں یہ سوچ کر شہلا کے پیچھے پڑا رہا کہ بریف کیس اس کے پاس ہے۔ اس نے اور فتح خان نے مجھے ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی کہ بریف کیس ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس کے بجائے وہ مجھے ایسا تاثر دیتے رہے تھے کہ بریف کیس ان کے پاس ہے۔ ''تم لوگوں نے اسے خانہ بدوشوں سے واپس حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی؟''

''کی تھی لیکن اتنی دیر میں خانہ بدوش غائب ہو چکے تھے۔''

''یہ غلط ہے کیونکہ اس واقعے کے کوئی ایک ہفتے بعد فتح خان نے جب مجھے اور مہرو کو اسلام آباد میں آزاد کیا تو ساتھ ہی اس نے خانہ بدوشوں کو اطلاع کر دی تھی کہ میں کہاں ہوں اس کا مطلب ہے اس کا ان سے رابطہ تھا۔''

''تم سمجھ نہیں رہے ہو، فتح خان نے خانہ بدوشوں کو اس وقت تلاش کرنے کی کوشش کی جب اسے بریف کیس کی اہمیت کا علم ہوا اور اس وقت تک بہت دیر ہو چکی وہ قبیلہ یہاں سے غائب ہو گیا تھا۔''

اچانک میں سمجھ گیا کہ میں نے ایک دوسرے خانہ بدوش قبیلے میں مہرو کی جھلک دیکھی تھی۔ اس کی یہاں آمد کا مقصد کیا تھا۔ وہ اصل میں اپنے قبیلے کی تلاش میں تھی۔ میں نے پوچھا۔ ''مہرو کو اسی مقصد کے لیے یہاں لایا گیا تھا؟''

''ہاں۔'' وہ کسی قدر بے چینی سے بولی۔ ''شہباز جو پوچھنا ہے جلد پوچھ لو اور اپنا وعدہ پورا کرو۔''

''لیکن تم نے مجھے بریف کیس کا پتا تو نہیں بتایا ہے۔ جب اس خانہ بدوش قبیلے کو تم لوگ تلاش نہیں کر سکے تو میں کیسے تلاش کروں گا؟''

''سنو مجھے ان کے بارے میں پتا چل گیا تھا اور میں نے فتح خان کو نہیں بتایا۔ وہ وادی نیلم سے آگے کہیں پہاڑوں میں ہے۔''

''لیکن تمہیں کیسے پتا چلا؟''

''مجھے مہرو نے اطلاع دی ہے وہ اس قبیلے کے پیچھے ہے۔''

''اس نے اپنے شوہر کرنل کو کیوں نہیں بتایا؟''

''کیونکہ وہ اس سے نفرت کرنے لگی ہے۔ کرنل دھوکے باز شخص ہے اس نے مہرو کو بھی مسلمان ہونے کا دھوکا دیا تھا۔ اب وہ واپس اس کے پاس جانا نہیں چاہتی ہے۔''

''مہرو کہاں ہے؟''

''میں نہیں جانتی اس کی کال آئی تھی۔'' وہ سر پٹخنے لگی اور چلانے لگی۔ ''اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔''

''شہلا بس ایک سوال اور ہے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔ ''مرشد نے تمہیں کیوں اغوا کرایا ہے؟''

''اسے فتح خان کی تلاش ہے۔''

''تو تم اسے بتا دیتیں کہ فتح خان کہاں ہے اس حال کو تو نہ پہنچتیں۔''

''مجھے اس حرامی کا پتا ہوتا تو بتا نہ دیتی...... وہ ذلیل شخص خود مجھ سے رابطہ کرتا تھا۔'' شہلا کا لہجہ ہذیانی ہو گیا۔ ''تم بھی اسی کی طرح ذلیل اور اذیت پسند ہو...... مجھے مار دو......''

اسی لمحے وسیم اندر آیا وہ بھی ساکت رہ گیا جب اس نے شہلا کو پہچانا۔ ''یہ اس حال میں......؟''

''مرشد کے کتوں کا کمال ہے۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''ان کے ساتھ کیا کیا ہے؟''

''کوئی نہیں بچا سب مارے گئے۔''

میں نے شہلا سے کہا۔ ''سنا تم نے تمہارے تمام مجرم مارے گئے ہیں۔''

''مرشد زندہ ہے۔'' وہ بولی۔ ''شہباز اپنا وعدہ پورا کرو...... پلیز۔''

اس کے لہجے میں ایسا درد تھا کہ میں انکار نہیں کر سکا تھا میں نے پستول نکال کر اس کی طرف سیدھا کیا وہ اکھڑے انداز میں سانس لے رہی تھی۔ نال کا رخ اس کی کنپٹی کی طرف کر کے میں نے منہ پھیر لیا۔ میں کوشش کے باوجود فائر نہیں کر پا رہا تھا اسی کشمکش میں نہ جانے کتنی دیر گزری اور پھر وسیم نے کہا۔ ''شہباز صاحب اب کوئی فائدہ نہیں ہے۔''

میں نے پلٹ کر دیکھا تو شہلا کی سانس رک چکی تھی۔ وہ مر گئی تھی اسی لمحے فضا میں پولیس سائرن کی آواز گونجی۔



پولیس سائرن کی آواز نے ہمیں چونکا دیا تھا۔ میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔ ''اس کوٹھی کو مکمل طور پر تباہ کرنا ہے۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''یہ کام میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ ہم نے یہاں آگ لگانے والے بم لگا دیئے ہیں دس منٹ کا ٹائم سیٹ ہے۔ اس سے پہلے سب کو یہاں سے نکل جانا ہے۔''

''کوئی بچا تو نہیں ہے؟''

''نہیں سب مارے گئے ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''آپ کو شہلا نے بتایا کہ یہاں ہونے والی باتیں ریکارڈ ہوتی ہیں اور کوئی اجنبی اندر داخل ہو تو کہیں اور بھی الارم بجتا ہے۔''

''ہاں اسی لیے میں اس کوٹھی کی مکمل تباہی چاہتا ہوں۔ اگر یہاں کوئی ریکارڈنگ ہو رہی ہے تو وہ بھی تباہ ہو جائے۔''

وسیم نے اپنے آدمیوں کو واپسی کا حکم دیا۔ ہم تیزی سے سمت کر عقب کی ٹوٹی دیوار کے پاس آئے۔ اچانک مجھے خیال آیا اور میں نے وسیم سے کہا۔ ''جب عبداللہ راستے میں تھا تو پولیس کالونی میں کیسے آ گئی......؟ اس نے روکا کیوں نہیں؟''

اسی لمحے وسیم کے موبائل پر کال آئی اس نے کال ریسیو کی دوسری طرف عبداللہ تھا اس نے وسیم کو پولیس کی آمد سے خبردار کیا اور بتایا کہ اتفاق سے پولیس پارٹی دوسری طرف سے آ گئی تھی اس سے پہلے کہ وہ اسے روکنے کے لیے کچھ کرتے پولیس موبائل کالونی کے اندر داخل ہو گئی تھی۔ اس وقت سائرن کی آواز کوٹھی کے سامنے والے حصے تک پہنچ گئی تھی۔ سڑک اس طرح سے گھوم کر آتی تھی کہ آنے والی پولیس ٹوٹی ہوئی دیوار نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن یہ بات یقینی تھی کہ چند منٹ بعد وہ کوٹھی کے چاروں طرف پھیل جائیں گے اور سب دیکھ لیں گے۔ اس سے پہلے ہی ہمیں یہاں سے نکلنا تھا۔ وسیم کے دو آدمی نالے میں ہی کوٹھی کے سامنے کی طرف گئے تھے وہ نالے سے واپس آ رہے تھے اس لیے امید تھی کہ پولیس پارٹی انہیں نہیں دیکھ سکے گی۔ ایک منٹ سے پہلے ہم نالے میں پہنچ گئے تھے۔

نالے میں آنے کے بعد ہم پولیس یا کسی کی نظروں سے فوری طور پر بچ گئے تھے۔ ہم جھک کر وین کی طرف جانے لگے۔ اب بم بلاسٹ ہونے میں پانچ منٹ کا وقت رہ گیا تھا۔ دو منٹ بعد ہم وین کے پاس تھے۔ اس دوران میں وسیم کے باقی دو آدمی بھی دوڑتے ہوئے پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک ہانپتے ہوئے بولا۔ ''جلدی نکلیں یہاں سے پولیس والے درجن سے بھی زیادہ ہیں۔''

ایک موبائل وین میں عام طور سے چار پانچ سے زیادہ اہلکار نہیں ہوتے ہیں لیکن وہ شاید کہیں چھاپہ مارنے گئے تھے اور واپسی میں انہیں یہاں دھماکے سنائی دیئے تو وہ اس طرف آ گئے۔ ہم وین میں اور وسیم کے آدمی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ اب ہمیں انتظار تھا کوٹھی میں آگ لگنے کا اس کے بعد جو افراتفری مچتی وہ ہمارے فرار میں آسانی پیدا کرتی۔ جیسے ہی دس منٹ پورے ہوئے پہلے کوٹھی کے سامنے والے حصے سے ایک ہلکے دھماکے کے ساتھ بہت بڑا شعلہ نمودار ہوا۔ دہشت زدہ پولیس والوں کے چلانے کی آواز یہاں تک آئی تھی۔ وین اور گاڑیوں کے انجن اسٹارٹ ہوئے اور ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو یکے بعد دیگرے دھماکے ہونے لگے

تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کوٹھی شعلوں کی لپیٹ میں آ گئی تھی وسیم کے آدمیوں نے بم اس طرح لگائے تھے کہ کوٹھی کا کوئی حصہ ان سے محفوظ نہ رہے۔ ابھی ہم کالونی کے گیٹ تک پہنچے تھے کہ اچانک کوٹھی کی طرف سے بہت بڑا دھماکہ ہوا۔ دھماکے کی لہر نے زمین کو ہلا دیا تھا اور وین لہرائی تھی۔ آواز نے بھی سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ میں نے سنبھل کر وسیم کی طرف دیکھا۔

''یہ کیا تھا؟''

''میرا خیال ہے کوٹھی میں بھی کچھ گولہ بارود موجود تھا وہی بلاسٹ ہوا ہے۔''

میں نے وین کے عقبی شیشوں سے دیکھا تو کوٹھی کی جگہ ہوا میں گرد و غبار اور شعلوں کا بہت بڑا بادل اٹھ رہا تھا۔ دھماکے نے سب تباہ کر دیا تھا۔ وہاں موجود لاشوں کو بھی ریزہ ریزہ کر دیا ہوگا۔ مجھے شہلا کا خیال آیا۔ جیسی آزاد اس کی زندگی تھی ویسی ہی آزاد موت تھی۔ نہ جنازہ اٹھے گا اور نہ لاشہ دفن ہوگا۔ وہ مٹی کے ذروں میں مل کر ہمیشہ کے لیے آزاد ہو گئی تھی۔ عجیب آزاد خیال اور آزاد مزاج عورت تھی۔ وسیم اب عبداللہ کو اطلاع دے رہا تھا کہ ہم بحفاظت نکل آئے ہیں اس لیے وہ بھی واپسی کی راہ اختیار کرے۔ یہ دھماکہ معمولی نہیں تھا اور ایک پولیس پارٹی بھی اس کا شکار ہوئی تھی اس لیے کچھ دیر میں یہاں پولیس کی بھاری نفری کی آمد لازمی تھی۔ ان کی آمد سے پہلے یہاں سے دور نکل جانا ضروری تھا۔ میں خیالوں میں گم تھا کہ وسیم کی آواز آئی۔ ''کیا سوچ رہے ہیں ذرا یہ بھی دیکھیں۔''

شروع میں، مَیں نے غور نہیں کیا تھا کہ واپسی میں وسیم کا ایک آدمی ایک بڑے سائز کے سوٹ کیس کو بھی اٹھائے ہوئے تھا جب کہ جاتے ہوئے ہمارے پاس ایسا کوئی سوٹ کیس نہیں تھا۔ یہ سوٹ کیس اب وین کے فرش پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے بے دلی سے پوچھا۔ ''کیا ہے اس میں ہے؟''

''یہ دیکھیں۔'' اس نے سوٹ کیس کھول دیا۔ اس کے لاک توڑ دیئے تھے اس لیے وہ آسانی سے کھل گیا میں حیران رہ گیا۔ سوٹ کیس اوپر تک مختلف مالیت کے نوٹوں کی گڈیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ''ہمیں کوٹھی کے ایک مقفل کمرے سے ملا ہے۔''

زیادہ تر گڈیاں پانچ سو اور ہزار روپے مالیت کی تھیں کچھ پانچ ہزار اور کچھ سو روپے والی گڈیاں بھی تھیں پانچ ہزار کا نوٹ نیا آیا تھا اس لیے اس کی ساری گڈیاں فریش تھیں جب کہ باقی گڈیوں میں پرانے نئے نوٹ مکس تھے۔ میں نے گڈیاں اٹھا کر چیک کیں۔ یہ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے خود سو سو نوٹوں کو گڈیوں کی صورت دی تھی اور یہ اچھی خاصی مالیت تھی بلکہ کروڑ سے اوپر کی رقم لگ رہی تھی۔ اتنی بڑی دولت کا یوں بغیر حفاظت چھوڑ دینا سمجھ سے بالاتر تھا۔ وسیم میری طرف دیکھ رہا تھا۔ ''شہباز صاحب میں نے ٹھیک کیا نا...... دشمن کا مال جائز ہوتا ہے۔''

''ہاں یار...... ان کا جوتا ان کے سر ماریں گے ان کی دولت سے ان کے خلاف کارروائی کریں گے۔'' میں نے کہا تو وسیم خوش ہو گیا۔

''میں بھی یہی سوچ کر اٹھا لایا جناب۔''

اس نے سوٹ کیس بند کر دیا۔ مین روڈ پر آنے کے بعد وسیم کے آدمیوں والی گاڑیاں واپس حویلی کی

طرف چلی گئیں۔ ہم فارم کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے رہ رہ کر شہلا کا خیال آ رہا تھا کتنے بلند عزائم تھے۔ ان عزائم کی خاطر اس نے اپنی جوانی کا خزانہ بھی بے دریغ لٹایا تھا۔ وہ کسی اچھی فیملی سے تعلق رکھتی تھی لیکن اس کی بے راہ روی کی وجہ سے سب نے اس سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ وہ اکیلی اور اپنی مرضی سے جی رہی تھی۔ شاید اس نے بھی نہیں سوچا تھا کہ موت اسے یوں اچانک اور اتنے عبرت ناک انداز میں دبوچ لے گی۔ ایاز میری کیفیت سمجھ رہا تھا اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ ''شہباز صاحب اس کی قسمت میں ایسی ہی موت لکھی تھی سچی بات ہے کہ وہ دشمن تھی اس کے باوجود اس کی موت کا دکھ ہے۔ ہم نے اس کے قاتلوں سے بدلہ بھی لے لیا۔''

''ہاں یار...... لیکن ایسی موت دیکھ کر خیال آتا ہے کہ آدمی پھر کس لیے اتنی جدوجہد کرتا ہے۔''

''یہ آدمی کی فطرت ہے وہ موت کو سامنے دیکھ کر بھی زندگی کی چاہ کرتا ہے اور اگلے پل کی خبر نہ ہونے کے باوجود برسوں کی پلاننگ کرتا ہے۔'' ایاز نے دو جملوں میں انسان کی زندگی کا نچوڑ پیش کر دیا۔ میں نے سر ہلایا اور ایک طرف دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا وین کے عقبی خانے میں گنجائش پیدا کرنے کے لیے سوائے کمپیوٹر آپریٹر کی سیٹ کے باقی تمام نشستیں اور چیزیں ہٹا دی گئی تھیں اور فرش پر موٹا دھاگوں والا قالین بچھا تھا یہ گاڑیوں کے لیے ہوتا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد ہم فارم پہنچ گئے تھے۔ وہاں بھی سب نے شہلا کی موت کی خبر افسردگی کے ساتھ سنی۔ اس سے دشمنی کا سہی لیکن ایک تعلق تو تھا۔ مانی کے سوا سب کا اس سے اچھی طرح واسطہ پڑ چکا تھا۔ اس لیے مانی نارمل تھا اور اس نے سب سے زیادہ دلچسپی سے سوٹ کیس دیکھا اور پھر اسے کھولا تو اس کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ اس نے مشکوک نظروں سے وسیم کی طرف دیکھا۔

''آپ سچ مچ مرشد کے کسی ٹھکانے پر گئے تھے؟''

''تمہیں شک ہے برخوردار؟''

''ہاں یہ سوٹ کیس دیکھ کر تو لگ رہا ہے کہ آپ کسی بنک سے ہو کر آ رہے ہیں۔''

''تمہارا انداز درست ہے۔'' وسیم نے ڈانٹ کر کہا۔ ''ہم ڈاکا مار کر آ رہے ہیں۔''

مانی کا منہ بھی کھل گیا تھا۔ ''سچ میں جی۔''

سفیر بھی وسیم کی اس شرارت میں شامل ہو گیا۔ ''آدمی کو اخراجات بھی تو پورے کرنے ہوتے ہیں۔ اب تم یہ جو صبح شام پزے کھاتے ہو اور دھڑا دھڑ کمپیوٹر استعمال کرتے ہو اس کے لیے رقم کہاں سے آئے گی؟''

مانی برا مان گیا۔ ''آپ کو بس میرا کھانا نظر آتا ہے مجھ سے دوگنا زیادہ تو آپ کھا جاتے ہیں اور میں کھاتا ہوں تو کام بھی کرتا ہوں۔ آپ کرتے ہی کیا ہیں۔''

''ٹھیک کہا یار۔'' سفیر نے سرد آہ بھری۔ ''شادی نے ہمیں نکما کر دیا غالب...... ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے۔''

ان کی نوک جھونک نے سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی اور شاید ان لوگوں کا مقصد بھی یہی تھا۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے اور ابھی بھوک کسی کو نہیں تھی۔ کچھ دیر بعد عبداللہ بھی ایک ٹیکسی میں آ گیا۔ احتیاط کے طور پر اس نے ٹیکسی سڑک پر رکوا دی تھی اور باقی راستہ پیدل طے کیا تھا۔ ایک اچھا کام اس نے یہ کیا آتے ہوئے سب کے لیے کھانا لیتا آیا تھا۔ یہ سامان اسے اٹھا کر لانا پڑا تھا اس نے سامان ایک طرف رکھا اور درمیان میں

رکھے سوٹ کیس کی طرف دیکھا تو وسیم نے سوٹ کیس کھول کر اسے بھی نوٹوں کی زیارت کرائی۔عبداللہ خوش ہو گیا۔''یہ ہوئی نا دوہری چوٹ......''

''ہاں مرشد بھی یاد کرے گا۔''سفیر نے کہا۔

''میرا خیال ہے یہ اس کی حرام کی کمائی کا کوئی حصہ تھا جو اس تک پہنچانا تھا اور اس کوٹھی میں پڑا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ مرشد رقم منگواتا ہم وہاں پہنچ گئے۔''وسیم نے کہا۔

''وسیم بھائی یہ کتنا رقم ہے؟''بیتو نے پوچھا۔

''اتنی ضرور ہے کہ تمہاری شادی کے ساتھ ولیمہ ونی مون بھی آسانی سے نمٹ جائے گا۔''وسیم نے غیر سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ایسا کرو تم اور مانی یہ رقم گنو جب تک ہم کچھ ضروری باتیں کر لیں۔''میں نے کہا تو مانی اور بیتو سوٹ کیس سے گڈیاں قالین پر گرا انہیں الگ الگ ترتیب سے رکھنے لگے تا کہ گننے میں آسانی رہے۔انہیں اس کام میں مگن چھوڑ کر میں، وسیم، سفیر اور عبداللہ اسٹڈی میں آ گئے۔ایاز گاڑیوں کا چیک اَپ کرنے چلا گیا۔سفیر کافی کے لیے الیکٹریکل کیتل لے آیا تھا جس میں ہمہ وقت کافی گرم موجود رہتی تھی بس نکالنی پڑتی تھی۔وہ ہم سب کے لیے کافی نکال لایا۔عبداللہ نے کہا۔''جناب میری بات ہو گئی ہے ہیلی کاپٹر ایک گھنٹے کے نوٹس پر تیار ملے گا؟''

''تم نے اسی پائلٹ سے بات کی ہے جو مجھے بھی راجا صاحب کے محل لے گیا تھا؟''میں نے پوچھا۔

''نہیں جناب میرا خیال ہے وہ ہمارے دشمنوں کی نظروں میں آ گیا ہے اور اسے پھر استعمال کرنا خطرناک ہو سکتا ہے میں نے ایک دوسرے ایئر کلب میں بات کی ہے۔''

''یہ ٹھیک ہے کیا اسے بتایا ہے کہ جانا کہاں ہے؟''

عبداللہ نے نفی میں سر ہلایا۔''نہیں اسے روانگی سے ایک گھنٹہ پہلے بتایا جائے گا۔وہ ائیر ٹریفک کنٹرولر سے اجازت لے گا اور دوسرے لوازمات پورے کرے گا۔''

میں نے سر ہلایا۔''تب ہمیں جلد از جلد خواتین اور سفیر کو حویلی منتقل کر دینا چاہیے۔''

''صبح سورج طلوع ہونے کے بعد آپ جب کہیں یہ کام ہو جائے گا۔''عبداللہ نے کہا۔سفیر کے چہرے پر تذبذب کے تاثرات تھے۔

''یار مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے تم لوگوں کو اس طرح چھوڑ کر عورتوں کے ساتھ گھر جا کر بیٹھ جاؤں۔''

''تو گھر نہیں بیٹھے گا وہاں ان عورتوں کی حفاظت کرے گا اور پھر مونا کو بھی تیری ضرورت ہے۔''میں نے اسے تسلی دی۔

''جو انتظار کرتے ہیں وہ بھی کمال کرتے ہیں۔''وسیم نے بھی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''یہ ضروری ہے۔''عبداللہ بولا تو سفیر بے بسی سے ہمیں دیکھنے لگا۔

''جیسے تم سب کی مرضی یارو۔''

''ہماری مرضی چھوڑو یہ بتاؤ کہ خواتین کیسے مانیں؟''میں نے کہا۔

عبداللہ مسکرانے لگا۔ ''مجھے تو وہ خاطر میں کہاں لاتیں لیکن جب میں نے کہا کہ یہ شہباز صاحب کا حکم ہے تو انہیں ماننا پڑا۔''

''بس بھائی یہ وقت بھی دیکھنا تھا۔'' سفیر اپنے موڈ میں آگیا اور وسیم کی طرف دیکھ کر رقت آمیز لہجے میں بولا۔ ''بیویاں ہماری ہیں اور حکم بھائی صاحب کا چلتا ہے۔''

''ہاں بھائی۔'' وسیم نے بھی سرد آہ بھری۔ ''وہ محاورہ غلط تھوڑی ہے ساری خدائی ایک طرف......'' اس نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''جوروؤں کا بھائی ایک طرف۔'' سفیر نے بات مکمل کی۔

''میرا خیال ہے کل صبح کا وقت ٹھیک رہے گا۔'' میں نے عبداللہ سے کہا۔ ''تم ان کی روانگی سے کچھ دیر پہلے حویلی بات کرنا۔''

عبداللہ نے سر ہلایا۔ ''میں سمجھ رہا ہوں ویسے ہیلی کاپٹر میں میرے دو آدمی بھی جائیں گے۔''

''میں بھی ہوں گا۔'' سفیر نے کہا۔

''کیا پرواز کے دوران آرمز لے جانے کی اجازت ہوگی؟''

''اجازت تو نہیں ہوتی ہے جیسے پبلک ٹرانسپورٹ میں تمباکو نوشی منع ہوتی ہے۔'' عبداللہ نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''لیکن سب سگریٹ پیتے ہیں۔'' سفیر ہنسا۔

''اسی طرح ہم آرمز بھی لے جائیں گے۔'' عبداللہ بولا۔ ''کل صبح کا وقت مناسب رہے گا۔ اس وقت سڑکوں پر رش بھی نہیں ہوتا ہے۔ ہم جلدی ائیر کلب پہنچ جائیں گے اور اگر کسی نے تعاقب کرنے کی کوشش کی تو وہ بھی ہماری نظر میں آجائے گا۔''

''میں اور میرے آدمی تعاقب یا مداخلت کرنے والے سے نمٹ لیں گے۔''

''عبداللہ یہ بہت رسکی کام ہے تمہیں اور تمہارے آدمیوں کو پوری طرح چوکس رہنا ہوگا اور اگر کسی طرف سے مداخلت ہو تو اس کا پوری قوت سے جواب دینا ہوگا۔ دشمن کی کسی چال کو کسی بھی قیمت پر ناکام بنانا ہوگا۔ مرشد جانتا ہے یہ عورتیں ہماری کمزوری ہیں اور وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔''

عبداللہ سنجیدہ ہو گیا۔ ''ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا شہباز صاحب۔''

''ٹھیک ہے کل صبح سات بجے کا وقت ٹھیک رہے گا۔ تم بات کر لینا کہ ہیلی کاپٹر پرواز کے لیے تیار ملے۔''

عبداللہ نے سر ہلایا۔ ''ہو جائے گا...... بشرطیکہ موسم ٹھیک رہے۔''

ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ باہر سے بادل گرجنے کی آواز آئی۔ وسیم نے اٹھ کر کھڑکی کا پردہ ہٹایا اور بولا۔ ''لے بھئی بادلوں نے تیری بات سن لی ہے بارش کے آثار ہیں۔''

''میری بات سن لی ہے یا تمہارے دل کی بات سن لی ہے۔'' عبداللہ نے معنی خیز انداز میں کہا تو وسیم کھسیا گیا۔ اسی لمحے بادل پہلے سے زیادہ زور سے گرجے اور یک دم تیز بارش شروع ہو گئی۔ ہم میں سے کوئی پریشان

نہیں ہوا کیونکہ ابھی رات کے آٹھ بجے تھے اور صبح ہونے میں خاصا وقت تھا۔ اس کا امکان تھا کہ موسم ٹھیک ہو جائے لیکن اس اتفاق نے سب کو محظوظ کیا تھا کہ ہم ابھی موسم کی بات کر رہے تھے اور موسم خراب ہو گیا۔ عبداللہ کھڑا ہو گیا۔ ''میں جا رہا ہوں...... ایاز کو بھی لے جا رہا ہوں ہمیں انتظامات کرنے ہوں گے۔''

بارش تیز تھی لیکن راولپنڈی اور اسلام آباد میں رہنے والوں کے لیے یہ معمول کی چیز تھی۔ وسیم نے اسے روکا۔ ''کھانا کھا کر جانا۔''

''نہیں جا کر کھالوں گا۔'' عبداللہ نے کہا۔ وسیم اس کے ساتھ باہر چلا گیا۔ سفیر اور میں رہ گئے تھے۔ سفیر نے میری طرف دیکھا۔

''آج کے واقعے پر مرشد کا کیا ردِعمل ہو گا؟''

''خوفناک...... لیکن اسے کیسے معلوم ہو گا کہ یہ ہمارا کام ہے؟''

''مرشد کو احمق مت سمجھو...... وہ واردات کے انداز سے بھی جان سکتا ہے۔ اس کا شبہ لازمی فتح خان اور ہماری طرف جائے گا۔''

''فتح خان کی طرف جانے کا زیادہ امکان ہے کیونکہ شہلا کا تعلق اس سے تھا۔ دوسرے فتح خان پہلے بھی اس کے خلاف ایسی سبوتاژ کی کارروائیاں کرتا رہا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن تم بھی ٹھیک کہہ رہے ہو مرشد کا خیال ہماری طرف بھی جا سکتا ہے اور وہ طبعاً کمینہ شخص ہے جو اپنے شک کو یقین کی حد تک لے جاتا ہے۔''

''اس صورت میں ہمیں زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ عبداللہ والی کوٹھی اس کے علم میں ہے اور وہ وہاں کوئی کارروائی کر سکتا ہے۔'' سفیر نے کہا تو مجھے اس کی بات میں وزن محسوس ہوا تھا۔ مرشد جیسے آدمی سے کچھ بعید نہیں تھا۔ ن دو دن پہلے اس نے اپنے بھائی کو مروانے کی کوشش کی تھی۔ وہ عبداللہ کی کوٹھی پر بھی حملہ کروا سکتا تھا اگر وہ کوٹھی کو تباہ کرانے کی کوشش کرتا تو یہ کام مشکل نہیں تھا۔ بم اور راکٹ لانچر جیسی چیزیں اب عام دستیاب ہیں۔ مرشد جیسے لوگ تو اس سے بھی زیادہ مہلک اسلحہ حاصل کر سکتے تھے اور استعمال بھی کر جاتے کیونکہ انہیں جس قانون کا خوف تھا وہ تو خود ان کا رکھوالا تھا۔ عبداللہ کی سیکورٹی کسی حملہ آور کو کوٹھی میں داخلے سے روکنے کے لیے تھی لیکن اگر کوئی تباہی کے ارادے سے دور سے حملہ کرتا تو عبداللہ کے آدمی شاید ہی اسے روک پاتے۔ مارنے اور بھاگ جانے والے کو روکنا بہت مشکل کام ہے یہی وجہ ہے گوریلا وار میں چند سو گوریلوں پر قابو پانے کے لیے بعض اوقات ایک بریگیڈ باقاعدہ فوج بھی ناکافی ثابت ہوتی ہے۔

''عبداللہ کے ذہن میں بھی یہ بات ہو گی۔'' میں نے کہا۔

''ممکن ہے لیکن اسے پھر بھی خبردار کر دینا مناسب ہے وہ آج رات کے لیے اپنی سیکورٹی کو ہائی الرٹ کر دے۔'' سفیر نے کہا اور موبائل نکالتا ہوا باہر گیا۔ کیونکہ عبداللہ اور ایاز جا چکے تھے اس لیے سفیر کال پر ہی ان سے رابطہ کر سکتا تھا۔ میں باہر آیا تو بیتو اور مانی بدستور گڈیاں گن رہے تھے اور وسیم کل رقم کا حساب لگا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''میں نے عبداللہ کو رقم دینے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے نہیں لی اس کا کہنا ہے اس کے پاس رقم موجود ہے۔''

''ہاں راجا عمر دراز نے اسے ہمارے لیے کھلی رقم دے رکھی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''اگر چہ مجھے اچھا نہیں لگتا ہے لیکن مجبوری ہے میں راجا کے خلوص کو سختی سے نہیں ٹھکرا سکتا۔''

سفیر کال کر کے آ گیا تھا اس نے کہا۔ ''تم دونوں میں سے ایک میرے ساتھ چلے کھانا گرم کر کے لگانا ہے۔''

''آپ خود کر لو۔'' بیتو نے کہا۔ ''ہم معروف ہے۔''

''معروف کے بچے۔'' سفیر نے بھنا کر کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ لگے رہو نوٹوں کے ساتھ اب انہیں ہی کھانا میں اپنا، شوبی اور وسیم کا کھانا گرم کرنے جا رہا ہوں۔''

''میں چلتا ہوں یار۔'' میں نے کہا ہم کچن میں آئے اور شاپرز میں موجود سالن نکال کر گرم کرنے لگے۔ عبداللہ سری پائے اور کٹا کٹ لے کر آیا تھا ساتھ میں نرم تندوری روٹی تھی۔ سفیر بڑبڑا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

''یار بچے ہیں۔''

''یہ بچے ہیں؟'' سفیر نے احتجاج کیا۔ ''کھانے میں تو میرے بھی باپ بنتے ہیں ابھی دیکھنا کھانا لگے گا تو سب چھوڑ کر دوڑے آئیں گے۔''

ایسا ہی ہوا میں نے سفیر کے ساتھ مل کر کھانا گرم کر کے ٹیبل پر لگایا تو انہیں بلانے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی وہ خود بھاگے آئے تھے خوشبو پر۔ آتے ہی اپنے لیے نکالا اور کھانا شروع کر دیا۔ سفیر نے شکایتی نظروں سے میری طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو دیکھیں ان کی حرکتیں۔ میں مسکرا کر رہ گیا۔ عمر کے لحاظ سے وہ دونوں بالغ تھے لیکن مزاج کے اعتبار سے بچے تھے اور سفیر ان کے ساتھ بچہ بنتا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ دونوں طرف سے چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے۔ آخر میں وسیم بھی آ گیا۔ کھانے کے دوران مجھے دونوں اسیروں کا خیال آیا۔ ''ان کو بھی کچھ دیا ہے کھانے کو؟''

''ہاں شام کو بچا کھچا ڈال دیا تھا۔'' سفیر نے بتایا۔ ''میں نے مانی کے ساتھ مل کر صابر سے تفتیش کی تھی۔''

''اللہ معاف کرے۔'' مانی نے نوالہ حلق سے اتار کر کانوں کو ہاتھ لگائے۔ ''سفیر بھائی نے ظلم و تشدد کی انتہا کر دی تھی۔''

''چند تھپڑوں اور لاتوں کو تم انتہا کہہ رہے ہو۔'' سفیر نے اسے گھورا۔

میں نے سر ہلایا۔ ''برخوردار ابھی تم نے وہ نہیں دیکھا ہے جو ہم دیکھ کر آ رہے ہیں۔ اس نے مزید کچھ بتایا؟''

''سفیر نے سر ہلایا۔ ''مرشد کو شہلا کے ساتھ مہرو نام کی ایک اور عورت کی تلاش بھی ہے۔''

میں چونک گیا۔ ''مہرو...... اسے مہرو کے بارے میں پتا ہے؟''

''صابر کے انکشاف سے تو ایسا ہی لگ رہا ہے۔'' سفیر نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''مرشد نے اسے مہرو کا حلیہ بتایا تھا۔''

میں فکر مند ہو گیا۔ ''اس کی تلاش کے بارے میں وہ کیا کہتا ہے؟''

''اس کا کہنا ہے کہ وہ ابھی تک اسے تلاش نہیں کر سکا ہے۔''

سفیر کے انکشاف نے میرے لیے کھانا مشکل کر دیا تھا اور اب میں جلد از جلد صابر سے بات کرنا چاہتا تھا۔ جیسے تیسے میں نے کھانا مکمل کیا اور کھڑا ہو گیا۔ سفیر نے میری طرف دیکھا۔ ''خیریت تم نے صحیح سے کھایا بھی نہیں ہے۔''

''بس یار اتنی ہی بھوک تھی۔ میں ذرا صابر سے بات کر لوں۔''

میں اوپر آیا چہرے پر شیر کا نقاب پہنا۔ خالی کمرے میں صابر بدستور لباس سے عاری ایک کونے میں سکڑا سمٹا بیٹھا تھا۔ بارش کے بعد سردی کی شدت میں نمایاں اضافہ ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی التجا کی۔ ''خدا کے لیے میرے کپڑے لا دو مجھے سردی لگ رہی ہے۔''

میں کچھ دیر اسے گھورتا رہا پھر سرد لہجے میں کہا۔ ''کپڑے بھی مل جائیں گے لیکن پہلے میرے کچھ سوالوں کے جواب دو۔''

''سب تو پوچھ لیا ہے تم نے......'' وہ کراہ کر بولا۔ ہماری تفتیش کے نشانات اس کے چہرے اور جسم پر نظر آ رہے تھے۔

''تم نے بہت کچھ نہیں بتایا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''مرشد نے تمہیں مہرو نامی عورت کو تلاش کرنے کا حکم دیا تھا لیکن تم نے یہ بات مجھ سے چھپائی تھی۔''

''وہ اس وقت میرا خیال تھا کہ اس کا تم سے تعلق نہیں ہے۔'' صابر نے جلدی سے وضاحت کی۔ ''اس طرح تو میں بہت ساری باتیں جانتا ہوں اگر تم کو بتانے بیٹھ گیا تو کئی دن لگ سکتے ہیں۔''

''اب تمہیں پتا چل گیا ہے کہ اس کا ہم سے تعلق ہے اس لیے اس بارے میں تم جو جانتے ہو سب بتاؤ گے۔''

''میں تمہارے ساتھی کو سب بتا چکا ہوں۔''

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''سب نہیں بتایا ہے مرشد نے اس عورت کو تلاش کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس نے کچھ نہ کچھ اشارہ بھی کیا ہوگا کہ وہ کہاں ملے گی؟''

''اس نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔''

''صابر مجھے بے وقوف مت سمجھو...... مرشد تم سے ایک بالکل اجنبی عورت کی تلاش کی امید کیسے کر سکتا ہے جب تک تمہیں اس بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم نہ ہو۔''

''میں سچ......''

اس کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ میں نے اچانک اسے گردن سے پکڑ کر کھینچا اور سامنے دیوار پر دے مارا۔ وہ ایک دھماکے کے ساتھ دیوار سے ٹکرایا اور پٹ سے نیچے گرا تھا۔ وہ مرا نہیں تھا لیکن اداکاری ایسی کر رہا تھا جیسے اس تصادم سے اس کی جان نکل گئی ہو۔ مگر جب میں نے اس کی رانوں کے درمیان پاؤں رکھا تو وہ تڑپ کر بیٹھ گیا۔ اس بار میں نے گھٹنا اس کے منہ پر مارا تو وہ دوبارہ لیٹ گیا۔ دو منٹ کے اندر میں نے اس کی ہڈی پسلی برابر کر دی تھی اس کے منہ ناک سے خون جاری ہو گیا تھا اور وہ دہائیاں دے رہا تھا۔ اس کی شاید ایک پسلی ٹوٹ

گئی تھی اور جبڑہ بھی متاثر ہوا تھا میں رک گیا۔ مگر مجھے اس پر رحم نہیں آیا اس نے کسی بھیڑ بکری کی طرح شہلا کو مرشد کے حوالے کر دیا تھا یہ سوچے بغیر کہ وہ اس کا کیا حشر کرے گا۔ وہ حشر جو میں دیکھ کر آ رہا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ صابر کا اس سے بھی برا حال کروں۔ میں نے غرا کر کہا۔ ''اگر اب بھی تمہاری یادداشت بحال نہیں ہوئی ہے تو میں......''

''خدا کے لیے۔'' وہ دہشت زدہ ہو کر پیچھے سرکا اس وقت وہ اپنی عریانی بھی بھول گیا تھا۔

''صابر...... اگر اس وقت میں تمہیں قتل کر دوں تو یہ عین انصاف ہوگا میں شہلا کو ایسی حالت میں دم توڑتے دیکھ کر آ رہا ہوں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ زخموں سے خالی سے نہیں تھا۔ مرشد کے کتوں نے اذیت پہنچانے کی انتہا کر دی تھی۔ بہر حال اب وہ کتے نہیں رہے ہیں اور نہ ہی مرشد کی یہ منحوس کوٹھی باقی رہی ہے وہاں صرف ایک بہت بڑا گڑھا رہ گیا ہے۔''

صابر کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ ان سے بے پناہ خوف جھلک رہا تھا۔ اس نے کراہ کر کہا۔ ''میرے خدا اب مرشد مجھے نہیں بخشے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ میں نے اس کے بارے میں بتایا ہے وہ مجھے میرے خاندان سمیت مار ڈالے گا۔''

''تم ہو بھی اسی قابل۔'' میں نے بے رحمی سے کہا۔ ''اگر تم نے مجھے پوری بات نہیں بتائی تو میں تمہیں مرشد ہاؤس کے سامنے پھنکوا دوں گا۔ تمہارے ساتھ ایک رقعہ ہوگا جس میں تمہارے کارنامے لکھے ہوں گے۔ اس کے بعد مرشد تمہارے اور تمہارے خاندان کے ساتھ کیا کرے گا یہ تم صرف سوچ سکتے ہو۔''

''تم ایسا نہیں کرو گے......'' وہ مرنے کی حد تک خوفزدہ ہو گیا تھا اس کی رنگت دھلے لٹھے کی طرح سفید پڑ گئی تھی۔

''میں نے بتا دیا ہے میں ایسا ہی کروں گا اگر تم نے مجھے مہرو کے بارے میں نہیں بتایا۔''

وہ سوچنے لگا پھر بولا۔ ''سنو اگر تم وعدہ کرو کہ تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں تمہیں مہرو کے بارے میں وہ بتا دوں گا جو میں نے مرشد کو نہیں بتایا ہے۔''

میں چونکا۔ ''کیا مطلب تم مہرو کے بارے میں کچھ جان چکے ہو......؟ تم نے پہلے جھوٹ بولا تھا۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''لیکن یہ سچ ہے۔ یہ بات اتفاق سے میرے علم میں آئی...... میں نے خاص طور سے کوشش نہیں کی تھی۔''

''تم بات بتاؤ اگر مجھے لگا کہ تم سچ بول رہے ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں چھوڑ دوں گا۔''

وہ بمشکل پیچھے ہو کر دیوار سے ٹک کر بیٹھ گیا۔ ''میں تمہارے وعدے پر اعتبار کر رہا ہوں...... میرا ایک جاننے والا ہے جو خانہ بدوشوں کی مدد سے کشمیر میں کنٹرول لائن کے دونوں طرف اسمگلنگ کرتا ہے۔ وہ مجھ سے ملا تو میں نے مہرو کا ذکر کر دیا۔ وہ مہرو کے بارے میں تو نہیں جانتا تھا لیکن وہ جس قبیلے سے کام لیتا تھا پچھلے دنوں وہ راولپنڈی کے پاس کسی حادثے کا شکار ہوا اور اس کے کئی لوگ مارے گئے ساتھ ہی ایک لڑکی بھی غائب ہو گئی تھی۔ ایک دو ہفتے قبیلے والے سرگرمی سے لڑکی کو تلاش کرتے رہے اس کے بعد وہ اچانک ہی یہاں سے چلے گئے۔ اس شخص کو قبیلے والوں سے کچھ کام تھا وہ ان کے پیچھے آزاد کشمیر تک گیا تھا لیکن وہ لوگ اتنی دیر میں لائن

آف کنٹرول کے دوسی طرف جاچکے تھے۔"

میں نے شک سے اسے دیکھا۔ "بکواس کرتے ہو تم لائن آف کنٹرول پر بھارتیوں نے اتنی سختی کر رکھی ہے کہ ایک چیونٹی بھی ان کی نظروں میں آئے بغیر پار نہیں جاسکتی ہے۔"

یہ ٹھیک ہے لیکن لائن آف کنٹرول کے بعض حصے ایسے ہیں جن کی نگرانی ناممکن ہے وہاں فوج بھی نہیں لگائی جاسکتی ہے یہ خانہ بدوش ایسی جگہون سے لائن آف کنٹرول پار کر جاتے ہیں۔"

"اپنے سامان اور بیوی بچوں سمیت؟"

"ہاں ان کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔" صابر نے ناک سے بہنے والا خون ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔ اگر اس کی بات درست تھی تو مہرو کا قبیلہ اس بریف کیس سمیت بھارت کے مقبوضہ کشمیر میں جاچکا تھا۔ خود مہرو کہاں تھی اس بارے میں صابر نے کچھ نہیں بتایا تھا میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔ "میں نہیں جانتا.......... ممکن ہے مہرو اپنے قبیلے والوں کو مل گئی ہو یا ممکن ہے نہ ملی ہو یہ تو اسی وقت پتا چل سکتا ہے جب میں اس قبیلے تک رسائی حاصل کرلوں۔"

صابر کی بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا۔ "صابر فی الحال میں تمہیں کچھ سہولتیں دے رہا ہوں لیکن اس کا غلط مطلب مت نکالنا۔" میں نے اسے خبردار کیا اور باہر آیا۔ اس کا لباس کمرے میں پھینکا۔ پھر ایک چھوٹا تولیہ گیلا کر کے لایا جس سے اس نے اپنے زخم صاف کئے۔ سردی سے بچنے کے لئے اسے ایک کمبل اور ایک تکیہ دیا۔ زخموں کے لئے اسے ایک اینٹی بایوٹک کیپسول اور دو عدد پین کلر گولیاں دیں۔ کھانا وہ پہلے ہی کھا چکا تھا۔ رات سو کر گزارتا تو صبح تک اس کی حالت خاصی بہتر ہو جاتی۔



اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات بارہویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔

کاشف زبیر کے قلم سے ایک تیز رفتار ایکشن سے بھرپور ناول



ایک انگ انگ، لہو رنگ، زنجیر آہنگ سلسلہ

- کوئی نہیں جانتا کہ کائنات میں وقوع پذیر ہونے والا کون سا واقعہ مستقبل میں کیا اہمیت رکھتا ہے۔
- انسانی عقل و فہم محدود ہے۔ وہ صرف محدود دائرے میں مخصوص زاویہ نظر رکھتی ہے۔
- خیر و شر کی اس ازلی جنگ کا قصہ اس کے بغیر فلسفۂ حیات کے اسرار و رموز سے آگاہی ممکن نہیں۔
- اس نوجوان کی کہانی جس نے دنیا میں آنکھ کھولی تو قتل و غارت گری، تباہی و بربادی اس کی منتظر تھی۔
- اس کی زندگی کے لیے بھی کوئی جائے پناہ نہ تھی لیکن قدرت کو شاید اس سے کوئی اہم کام لینا مقصود تھا۔
- چنانچہ وہ زندہ رہا اور اپنے دشمنوں کے لیے ایک چیلنج ثابت ہوا۔

علی میاں پبلیکیشنز
20۔ عزیز مارکیٹ اردو بازار، لاہور
فون: 37247414
E-mail: allmian_publications@yahoo.com